اضافہ شدہ ایڈیشن

"قرآن مقدس اور بخاری محدث" کا محقق، مفصل، مدلل، مکمل جواب

"علامہ" احمد سعید ملتانی چتروڑی کے بخاری شریف پر کئے جانے والے اعتراضات کا علمی و تحقیقی جائزہ



رُواۃِ بخاری اور امام بخاریؒ کا

عادلانہ دفاع

تالیف

مولانا مفتی محمد ظفر اقبال

بتقریظ

شیخ المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ العالی

الهادی
للنشر والتوزیع

علماء وطلباء کیلئے خاص تحفہ

انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون بایت اللہ واولٰئک ھم الکذبون

"قرآن مقدس اور بخاری محدّث" کا محقق، مفصل، مدلل، مکمل جواب

"علامہ" احمد سعید چتروڑی کے بخاری شریف پر کیئے جانے والے اعتراضات کا علمی وتحقیقی جائزہ

رُواۃ البخاری اور امام بخاریؒ کا

عادلانہ دفاع

تقاریظ

رئیس المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم

حضرت اقدس مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا قاضی محمد ارشد الحسینی صاحب دامت برکاتہم

وکیل احناف حضرت مولانا منیر احمد منور صاحب دامت برکاتہم

محقق اہلسنت حضرت مولانا حافظ مہر محمد صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالسلام صاحب حضرو دامت برکاتہم

ادیب لاثانی حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب دامت برکاتہم

یادگار اسلاف حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب بھکر دامت برکاتہم

تالیف

مولانا مفتی محمد ظفر اقبال

الھادی للنشر والتوزیع

۳۸۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور

Ph: 0423-7361473

Mob: 0345-7492334, 0300-6609226

نام کتاب	ـــــــــ	رواۃ بخاری اور امام بخاری کا عادلانہ دفاع
مصنف	ـــــــــ	مولانا مفتی محمد ظفر اقبال
باہتمام	ـــــــــ	حافظ محمد شفیق
سال اشاعت	ـــــــــ	2011ء
ایڈیشن	ـــــــــ	دوم
ناشر	ـــــــــ	الهادی للنشر والتوزیع

ملنے کے پتے

☆ مدرسہ مفتاح العلوم کوٹلہ جام ضلع بھکر 0333-8050941

☆ ادارہ تالیفات ختمِ نبوت غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

☆ مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان

☆ مکتبہ دار الایمان ویسٹریج نمبر۳ الہ آباد راولپنڈی

☆ مکتبہ الحمید شیخ یوسف روڈ ڈیرہ اسماعیل خان

فہرست مضامین

انتساب

اُن فرزندانِ ''توحید'' کے نام جو ''شخصیت پرستی'' کے ''شرک''
سے اپنی توحید کو آلودہ ہونے سے بچانے کی فکر کریں

اور

قرآن وسنت کو اپنا نصب العین بنا کر حق کے سامنے گردن جھکا
دینے میں کسی ''شخصیت'' کو رکاوٹ نہ بننے دیں۔

مؤلف

تقریظ استاذ الاساتذہ، شیخ الشیوخ، صدر الافاضل، رئیس المحدثین حضرت مولانا الشیخ **سلیم اللہ خان** دامت برکاتہم العالیہ مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی، رئیس وفاق المدارس العربیہ پاکستان، صدر اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله و کفی وسلام علی عباده الذین اصطفی. وبعد!

احمد سعید خان چتروڑی نے ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' کتاب لکھی ہے جس میں اس نے امام المحدثین حضرت امام بخاریؒ، اصح الکتب بعد کتاب اللہ الصحیح البخاری اور جلیل القدر محدثین پر جاہلانہ، سوقیانہ انداز سے تنقید کی ہے اور اکابرین امت کے مقابلے میں خودرائی کا اظہار کیا ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔

عن کعب بن مالك رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: من طلب العلم لیجاری به العلماء اولیماری به السفهاء اویصرف به وجوه الناس الیه ادخله الله النار. (ترمذی وابن ماجہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما بحوالہ مشکوۃ المصابیح کتاب العلم)

ترجمہ: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص علم حاصل کرے تاکہ اسکے ذریعے علماء سے مقابلہ کرے یا اسکے ذریعے جاہلوں کے ساتھ جھگڑے یا اسکے ذریعے لوگوں کے رخ اپنی طرف پھیرے اللہ اسکو جہنم میں داخل فرمائے گا''۔

اللہ تعالیٰ ہر دور میں اہل علم کو فتن کے سدباب کی توفیق نصیب فرماتے رہتے ہیں حدیث شریف میں ہے:

عن ابراهیم بن عبدالرحمٰن العذری رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: یحمل هذا العلم من کل خلف عدوله ینفون عنه تحریف الغالین وانتحال المبطلین و تاویل الجاهلین (رواہ البیھقی فی المدخل مرسلا بحوالہ مشکوۃ المصابیح کتاب العلم)

ترجمہ: ابراہیم بن عبدالرحمٰن العذریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس علم کو علماء کے صحیح جانشینوں سے انکے قابل اعتماد لوگ اٹھائیں گے جو اس سے غالیوں کی تحریف، باطل پرستوں کے غلط انتساب اور جاہلوں کی تاویل کو مٹادینگے۔

احمد سعید خان چتروڑی کے جواب میں سب سے پہلے مولانا عبدالکریم نعمانی صاحب مدظلہم نے ''چتروڑی کے الزامات کا مسکت جواب'' لکھا۔ اسی طرح مولانا محمد عمر قریشی مدظلہم نے ''عادلانہ جواب'' کے نام سے چتروڑی کا بہترین رد تحریر فرمایا۔ اسی طرح مولانا عبدالقدوس قارن مدظلہم نے ''امام بخاری کا عادلانہ دفاع'' لکھا اور خوب لکھا۔ ہمارے سامنے جناب مولانا مفتی محمد ظفر اقبال زیدت مکارمہم کا لکھا ہوا جواب ہے ''رواۃ بخاری اور امام بخاری کا عادلانہ دفاع''

کتاب ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' کے تین حصے ہیں:

۱۔ مقدمہ: یہ دس نمبروں پر مشتمل ہے۔

۲۔ قرآن مقدس اور بخاری محدث کے باہم تقابلات: یہ حصہ ۱۵۴ اعتراضات پر مشتمل ہے۔

۳۔ خاتمہ: یہ ایک صفحہ کی عبارت پر مشتمل ہے۔

جناب مولانا مفتی محمد ظفر اقبال صاحب زیدت مکارمہم نے اسی ترتیب کے ساتھ اپنا تحقیقی جواب لکھا ہے اور چتروڑی کی پوری کتاب کو من وعن نقل کر کے ہر ہر جزء کا تحقیقی، اطمینان بخش اور مسکت جواب تحریر فرمایا ہے۔

اس کتاب میں پیش لفظ کے بعد حضرت مولانا حافظ نثار احمد الحسینی مدظلہم کا مقدمہ شائع ہوا ہے جو نہایت جاندار، حقائق کا آئینہ اور بہت سے سربستہ رازوں سے پردہ اٹھانے کا قیمتی اور قابل قدر ذریعہ واقع ہوا ہے۔

اشاعت التوحید والسنۃ کا قیام اور غرض وغایت: حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ واں بھچراں کے تلامذہ اور خلفاء میں سے شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتیؒ، مولانا سید عنایت اللہ شاہ گجراتی، مولانا محمد طاہر پنج پیر، مولانا غلام اللہ خان، مولانا سرفراز خان صفدر اور مولانا عبداللہ بہلوی

وغیرہ نے ''اشاعت التوحید والسنۃ'' قائم کی تھی اور اسکا بنیادی مقصد توحید وسنت کی اشاعت اور شرک و بدعت کی تردید تھا۔

مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے تلمید رشید تھے اور یہ حضرات احمد رضا خان کے ہمعصر تھے۔اور توحید وسنت کی اشاعت اور شرک و بدعت کی تردید کا کام بڑے منظم اور مضبوط انداز میں ہو رہا تھا۔حضرت گنگوہیؒ، حضرت سہارنپوریؒ، حضرت نانوتویؒ، حضرت مولانا مرتضی حسن چاند پوریؒ اور حکیم الامت مولانا تھانویؒ کے رسائل سے اہل علم واقف ہیں کہ کس وقیع اور مضبوط انداز میں شرک وبدعت کی تردید اور توحید وسنت کی اشاعت میں انہوں نے خدمت انجام دی۔اسی جذبہ کے ساتھ حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں کے خلفاء اور تلامذہ نے بھی ''اشاعت التوحید والسنۃ'' کا قیام عمل میں لایا تھا۔

بدقسمتی سے ۱۹۵۷ء میں اس جماعت کے بعض ارکان نے ایک اجماعی عقیدے کا انکار کیا تو انتشار کی صورت پیدا ہوگئی۔یہ اجماعی عقیدہ مسئلہ حیاۃ النبی ﷺ کا تھا کہ آپ ﷺ کو اور تمام انبیاء علیہم السلام کو برزخ میں حیات دنیوی کیطرح زندگی حاصل ہے۔برزخ میں حیاۃ دنیوی کا مطلب دنیوی جسم مبارک کو بتعلق روح مبارکہ غیر مکلّف حیات حاصل ہے۔اکابر نے اسکی تعبیر حیات برزخی، حیات روحانی، حیات برزخی دنیوی وغیرہ عنوانات سے کی ہے۔مآل سب کا ایک ہی ہے۔اہل السنۃ والجماعۃ میں کبھی کسی نے اسکا انکار نہیں کیا البتہ باطل فرقے مثلاً معتزلہ، منکرین حدیث اور منکرین فقہ اسکا انکار کرتے ہیں۔

چتروڑی کی منحرفین کے یہاں قدر ومنزلت: احمد سعید خان چتروڑی بھی اشاعت التوحید والسنۃ کے انہی لوگوں کا پروردہ ہے جو اس اجماعی عقیدہ کا انکار کرتے ہیں چنانچہ پروفیسر محمد افضل ضیاء جو سید عنایت اللہ شاہ گجراتی کے معتقد ہیں اپنی کتاب ''خس کم جہاں پاک'' میں لکھتے ہیں۔

''مولانا احمد سعید خان ملتانی اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان کے نامور مبلغ اور مرکزی مجلس شوری کے رکن تھے۔(خس کم جہاں پاک صفحہ ۹)

مولانا محمد طیب امیر اشاعۃ التوحید والسنۃ نے احمد سعید کو مخاطب کر کے کہا ''میرے والد صاحب (مولانا محمد طاہر پنج پیر) بھی آپکی عزت کرتے تھے آپکو مقننہ کا نائب صدر بنایا تھا''

(خس کم جہاں پاک صفحہ ۱۴)

''عنایت اللہ شاہ گجراتی احمد سعید کو بیٹا کہتے تھے'' (خس کم جہاں پاک صفحہ ۵۹)

''علماء حق اور اراکین اشاعت التوحید والسنۃ مولانا احمد سعید خان کی رد شرک کیلئے خدمات کے باعث ان سے قلبی محبت رکھتے تھے'' (خس کم جہاں پاک صفحہ ۱۶۷)

غور فرمائیں کہ ایک طرف یہ قدر و منزلت اور دوسری طرف سید عنایت اللہ شاہ کہتے ہیں کہ ''احمد سعید آیات قرآنی میں تحریف کا مرتکب ہوتا رہا ہے'' (خس کم جہاں پاک صفحہ ۷۵)

''اس نے اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کی ہے'' (ایضاً صفحہ ۱۵۲) وغیرہ۔ اب اسکو کیا نام دیا جائے؟

قرآن مقدس اور بخاری محدث: امام بخاری اور انکے راویوں حتی کہ صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ کی شان میں گستاخیوں، بدزبانیوں اور غلاظتوں سے اس شورہ پشتم، بدنہاد بے لگام اور فطرت اسلامی سے محروم کی کتاب ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' بھری پڑی ہے جس کو پڑھکر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ الاناء یترشح بمافیہ۔

احمد سعید خان چتروڑی نے یہ مذبوحی حرکت کیوں کی؟ اسکی ایک ہی وجہ ہے اور وہ ہے امام بخاریؒ کا سماع موتی کا قائل ہونا۔ امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے "باب المیت یسمع قرع نعالهم" اور حدیث نقل کی ہے "العبد اذا وضع فی قبره وتولیٰ اصحابه حتی انه یسمع قرع نعالهم اتاه ملكان ......" (بخاری شریف ۱/۱۷۵)

احمد سعید خان چتروڑی کو اس حرکت پر ابھارنے والے یہی سب لوگ ہیں جن میں مولانا سید عنایت اللہ صاحب گجراتی، مولانا محمد حسین شاہ نیلوی، مولانا محمد امیر بندیالوی، مولانا محمد طیب طاہری امیر مرکزی اشاعت التوحید والسنۃ، مولانا یار بادشاہ شیخ الحدیث دار القرآن پنج پیر، مفتی سراج

الدین مفتی دار القرآن پنج پیر اور مولانا غلام حبیب ویسہ وغیرہ ہیں۔

حضرت امام بخاریؒ کے متعلق ان متشددین اور منکرین کا رویہ بہت پہلے سے ایسا ہے چنانچہ مولانا سید عنایت اللہ شاہ گجراتی نے بخاری ومسلم کے بعض رواۃ کو شیعہ اور معتزلہ قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ ان محققین، محدثین اور ائمہ پر لاکھوں رحمتیں برسائے جنہوں نے بخاری ومسلم جیسی اصح الکتب بعد کتاب اللہ میں بھی پوری تحقیق وتفتیش کے بعد انکے ضعیف، شیعہ اور معتزلہ رواۃ کی نشاندہی کردی ہے'' (ادخال الباغین صفحہ ۲۶)

جس طرح عنایت اللہ شاہ گجراتی بخاری کے رواۃ پر رائے زنی کر رہے ہیں اسی طرح دوسرے حضرات جنکا اوپر ذکر ہے وہ بھی اس قسم کی ہفوات کے مرتکب ہوئے ہیں۔

''رواۃ بخاری اور امام بخاری کا عادلانہ دفاع'' مصنفہ مولانا مفتی محمد ظفر اقبال صاحب آپکے ہاتھوں میں ہے اسکے مقدمہ میں پوری تفصیل ملاحظہ فرمالیجئے۔ یقیناً ''اشاعۃ التوحید والسنۃ'' کے اکابر کی انہی باتوں نے چتروڑی کو مہمیز کیا ہے۔

احمد سعید خان چتروڑی کی بدزبانی کے چند نمونے: اس بدنہاد نے امام بخاریؒ اور انکے رواۃ حتی کہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ پر گالیوں کی بارش کردی اور فحش نگاری کی وہ مثال قائم کی جسکی نظیر کہیں نہیں ملتی چند نمونے ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ نہ بخاری کو قرآن کا علم نہ انکے امام زہری کو علم نہ امام بخاری کو آپ ﷺ کی حیثیت نبویہ کا پاس نہ زہری ایسے بکواسی آدمی کو۔ (صفحہ ۱۴)

۲۔ امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں کتاب الرقاق صفحہ ۹۶۳ پر بڑے جذبات کے ساتھ یہود ونصاری کے مذہب کی ترجمانی کر کے قرآن سے بغاوت اور خود اللہ کریم سے بغاوت کی روایت ٹانک دی ہے۔ (صفحہ ۲۰)

۳۔ امام بخاری بے حیا راویوں پر اعتماد کلی کر کے رسول اللہ ﷺ پر یہ جھوٹ بھی جڑ دیتے

ہیں۔(صفحہ ۳۱)

۴۔امام بخاری کا اصل مشن روایات کا ڈھیر لگانا ہے قرآن میں بصیرت حاصل کرنا یا قرآن کو مقدم رکھنا انکے زاویہ خیال میں بھی نہیں ہے۔(صفحہ ۳۴)

۵۔امام بخاری صاحب اپنی روایت کے ذریعہ آپ ﷺ کا نابالغ لڑکیوں کے ساتھ جنسی کھیل کھیلنا ثابت کرتے ہیں۔(صفحہ ۵۷)

۶۔کتاب میں لعنتی راویوں کی بھرمار ہوگئی۔(صفحہ ۶)

۷۔لعنتی راوی امام بخاری کیلئے مارِ آستین ثابت ہوئے۔(صفحہ ۱۰)

۸۔امام بخاری زہری ایسے باتونی پھکڑ باز رفض نواز۔(صفحہ ۷۵)

۹۔بخاری میں کتنی زبردست غلطیاں ہیں قرآن مقدس کے خلاف کتنے ریمارکس ہیں عزت وحیثیت نبویہ پر کتنے اہانت آمیز فقرے ہیں اصحاب نبی پر کس قدر بہتانات ہیں پھر بخاری صاحب کی کتاب اصح الکتب کی بجائے صحیح الکتب بھی نہیں کہی جاسکتی۔(صفحہ ۳)

۱۰۔کتاب میں باطل قسم کی روایات کی بھرمار ہے۔(صفحہ ۶)

۱۱۔۔وہ لوگ جو کلی طور پر بخاری شریف کو صحیح اور بے غبار جانتے ہیں وہ یا تو قرآن مقدس پر ایمان نہیں رکھتے یا پھر اتنے اجہل ہیں جو لا یعلمون الکتاب الا امانی کا مصداق ہیں۔(صفحہ ۸)

۱۲۔امام بخاری ایک قصہ نقل کرتے ہیں جو غالباً کسی یہودی النسل کا بتایا ہوا ہے۔

(صفحہ ۸۱)۔وغیر ذالک۔

چتروڑی کے ہفوات وزٹلیات کے یہ چند نمونے یہاں نقل کئے گئے ہیں ورنہ انکی تعداد بہت زیادہ ہے اور زیر تبصرہ کتاب میں انکا مفصل ومدلل رد مولانا مفتی ظفر اقبال صاحب نے کیا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

جب صحیح بخاری اور صحیح مسلم پر اعتماد نہ رہے اور انکے راوی بھی معتبر اور قابل قبول نہ ہوں تو حدیث پر بھی اعتماد نہیں ہوگا۔اور وہ بھی قابل قبول اور معتبر نہ رہے گی۔لہٰذا نتیجہ حجیت حدیث کے انکار

کی صورت میں ظاہر ہوگا۔اور حدیث کی کتابوں کے مصنفین میں اعلیٰ مقام بخاری ومسلم کا ہے جب یہ معتبر نہ رہے تو دوسرے بھی معتبر نہ رہیں گے اور چونکہ احادیث کے راوی جو بخاری ومسلم میں ہیں اکثر وہی دوسری کتابوں کے راوی ہیں تو انکو بھی معتبر نہیں قرار دیا جائیگا تو اسکا نتیجہ انکار حدیث کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ اور بات یہیں ختم نہیں ہوگی بلکہ قرآن کے مضامین کے فہم اور تعین کا بڑا ذریعہ چونکہ حضور ﷺ کی احادیث اور صحابہؓ وتابعینؒ کے آثار ہیں جب یہ پورا سلسلہ معتبر اور قابل قبول نہ رہا تو قرآن سے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی مراد معلوم کرنے کا سلسلہ بھی باقی نہیں رہے گا اور اس طرح امت قرآن مقدس کے فیض سے محروم ہوجائے گی۔فیاللاسف

اسماء الرجال کا فن جس میں جرح وتعدیل کے اصول بیان کئے گئے ہیں ہمارے ہاں موجود ہے جسکی اہمیت، افادیت اور عظمت کا مستشرقین تک نے اعتراف کیا ہے۔چتروڑی نے اسکے ذریعہ امام بخاری اور انکے راویوں کے متعلق حقیقت سے آگاہی حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ اسکے بجائے بدزبانی، بدمذاقی اور شورہ پشتی کا مظاہرہ کر کے اپنی اصلیت کو ظاہر کیا ہے۔

اشاعۃ التوحید والسنۃ سے چتروڑی کے اخراج کا قصہ: حیرت ہے کہ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے ذمہ داروں کی ایمانی غیرت چتروڑی کے ایمان سوز انداز تقریر وتحریر کے باوجود اسکو لگام نہ دے سکی اور نہ ہی ان مذبوحی حرکات پر اسکا جماعت سے اخراج کیا بلکہ بقول سید عنایت اللہ شاہ گجراتی چتروڑی قرآن میں تحریف کا مرتکب ہوا ہے مگر اس پر بھی کہیں مواخذے کا ذکر نہیں آیا۔البتہ جب اس نے ''اشاعۃ التوحید والسنۃ'' کے اکابر کی شان میں زبان درازی شروع کی مثلاً پروفیسر افضل ضیاء اپنی تصنیف ''خس کم جہاں پاک'' میں احمد سعید کا جملہ نقل کرتے ہیں کہ

''میں نے تو ان سوروں کی شکل بھی کئی سالوں سے نہیں دیکھی'' (صفحہ ۱۳۷)۔

دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار کے مفتی عبدالرشید کے متعلق کہا ''میں مفتی عبدالرشید کا کافر اور مفتی عبدالرشید قرآن کا کافر'' (صفحہ ۱۱۵)۔

مولانا ضیاء اللہ شاہ فرزند سید عنایت اللہ شاہ کے متعلق کہا ''ولی کا بیٹا گمراہی اور ضلال میں

مبتلا ہے'' (صفحہ ۷۳)۔ وغیرہ

تب جماعتی غیرت حرکت میں آئی اور اسے جماعت سے خارج کر دیا گیا۔ اور پھر بھی اخراج کی وجہ گستاخانہ انداز تقریر و تحریر یا اجماعی مسائل کے انکار کو نہیں بنایا گیا بلکہ اپنی جماعت کی پالیسی سے انحراف کو وجہ بنایا گیا چنانچہ پروفیسر محمد افضل ضیاء صاحب لکھتے ہیں:

''مولانا احمد سعید خان کو کسی فقہی مسئلے میں اختلاف کی بناء پر نہیں بلکہ اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان کے دستور سے انحراف کے جرم میں جماعت سے خارج کرنے کا فیصلہ کیا گیا''۔ (صفحہ ۹)

فیاللاسف

امام بخاریؒ، صحیح بخاری اور محدثین پر احمد سعید خان چتروڑی کے اعتراضات کے مکمل اور شافی جواب کی سعادت اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا مفتی محمد ظفر اقبال صاحب زید مجدہم کو عنایت فرمائی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ''رواۃ بخاری اور امام بخاری کے عادلانہ دفاع'' کو حسن قبول عطا فرمائیں اور زیادہ سے زیادہ خلق خدائے بزرگ و برتر اس سے مستفید ہو اور مصنف اور انکے معاونین کیلئے یہ صدقہ جاریہ بنے۔ آمین ثم آمین۔

سلیم اللہ خان

سلیم اللہ خان

مہتمم جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی

رئیس وفاق المدارس العربیہ پاکستان

صدر اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان

۷ جمادی الثانیہ ۱۴۳۱ھ، ۲۲ مئی ۲۰۱۰ء

تـقـریـظ محبوب العارفین، قدوۃ السالکین، سراج الاولیاء، رأس الاتقیاء، سیدی وسندی ومولائی حضرت مولانا **محمد عزیز الرحمٰن ہزاروی** صاحب دامت برکاتہم خطیب جامع مسجد صدیقِ اکبرؓ راولپنڈی، مہتمم دارالعلوم زکریا ترنول اسلام آباد و مدیر اعلیٰ ماہنامہ زکریا اسلام آباد

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم و علیٰ اٰله و اصحابه الطیبین الطاهرین الی یوم الدین اما بعد!

حدیث قدسی ہے **من عادی لی ولیاً فقد اٰذنته بالحرب** (بخاری: کتاب الرقاق، رقم الحدیث ۶۰۲۱) کہ جو میرے کسی ولی کے ساتھ دشمنی کرے گا میرا اس کے ساتھ اعلان جنگ ہے اس حدیث شریف کی بنا پر آج تک جس نے بھی اولیاء اللہ کی توہین کی ہے اُس کا ایمان سلب ہوا ہے اور اُس سے فتنے ظاہر ہوئے ہیں۔ کتاب ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' جس کا مصنف دیرینہ گستاخ احمد سعید ملتانی نامی شخص ہے کے ساتھ بھی یہی کچھ ہونا تھا۔ اُس کی ناپاک زبان سے اللہ تعالیٰ کے پاک بندے حتیٰ کہ اللہ کے حبیب ومحبوب ﷺ بھی محفوظ نہ رہ سکے اس کی اسی قسم کی ایک گستاخی پر حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ نے دورہ تفسیر پڑھاتے ہوئے فرمایا تھا'' کہ اس کی زبان گندی ہے اور یہ بڑا لعنتی اور بڑا بے ایمان ہے'' اور اس کی اسی بدزبانی پر شہیدِ ناموسِ صحابہؓ حضرت مولانا حق نواز جھنگویؒ نے کبیر والا میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''میں تیری زبان گدی سے کھینچ لوں گا'' اب اِس بدبخت نے مسلمانوں کی مقدس ترین شخصیت حضرت امام بخاریؒ اور حدیث شریف کی سب سے عظیم اور اہم کتاب بخاری شریف کے خلاف بازاری زبان استعمال کرکے اپنے خبث باطن کا اظہار کیا ہے۔ اِس نے اپنی کتاب کی فہرست میں جو کچھ لکھا ہے اُس سے اس کے ناپاک عزائم واضح ہیں۔ کتاب کے چند عنوانات ملاحظہ فرمائیں۔ ''بخاری محدث رسول اللہ ﷺ کی توہین''، ''بخاری محدث رب کی توہین''، ''بخاری محدث نبی ﷺ کی توہین''، ''بخاری محدث حضرت حواء کی توہین''، ''بخاری محدث حجرۂ عائشہ کی توہین''، ''بخاری محدث نبی ﷺ پر افتراء''، ''بخاری محدث صحابہؓ پر بدعت کا فتویٰ''، ''بخاری محدث ابراہیمؑ پر تہمت''، ''بخاری محدث ابراہیمؑ اور نبیؑ پر بہتان'' وغیرہ ذالک۔

اِس بد بخت نے مندرجہ بالا عنوانات میں جو الزامات حضرت امام بخاریؒ پر لگائے ہیں کہ انہوں نے معاذ اللہ رب تعالیٰ اور حضور اقدس ﷺ کی توہین کی ہے وغیرہ وغیرہ۔ کیا اِس طرح حضرت امام بخاریؒ مقدس اور محترم تو کیا مسلمان بھی رہ سکیں گے؟ کیا ایسی جسارت کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی کر سکتا ہے؟

پھر کتاب کے صفحہ ۶ پر صراحۃً لکھا ہے کہ ''کتاب میں لعنتی راویوں کی بھرمار ہوگئی'' صفحہ ۱۰ پر لکھتا ہے ''بہر کیف لعنتی راوی امام بخاری کیلئے مار آستین ثابت ہوئے'' صفحہ ۱۵ پر امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام بخاریؒ کے بارے میں لکھتا ہے ''کیا ایسا آدمی نبی ﷺ کا امتی کہلوانے کا بھی حق رکھتا ہے؟ کیا یہ امام بخاری کا تدین ہے یا لعنتی راویوں کی کاناگری؟'' ایک اور حوالہ ناموسِ رسالت کیلئے جان فدا کرنے والوں اور ناموسِ صحابہؓ خصوصاً ام المؤمنین طیبہ، طاہرہ، صدیقہ بنت صدیق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ناموس کے محافظوں کیلئے نقل کفر کفر نباشد کے تحت نقل کرتا ہوں یہ تقریباً وہی جملے ہیں جو مشہور گستاخ غلام حسین نجفی لعین نے استعمال کئے ہیں۔ ''بخاری محدث نبی ﷺ کی توہین'' کے عنوان سے ملتانی سیاہ بخت اعتراض نمبر ۲۷ میں لکھتا ہے ''لیکن بخاری صاحب اپنی روایت کے ذریعہ آپ ﷺ کا نابالغ لڑکیوں کے ساتھ جنسی کھیل کھیلنا ثابت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں... حضرت عائشہؓ کے ساتھ آپ ﷺ کی شادی ہوئی تو اُن کی عمر چھ سال کی تھی اور جب بنا فرمایا تو نو سال کی تھی. بھلا اِس سے زیادہ آپ ﷺ کی توہین اور کیا ہوگی کہ حضرت عائشہؓ ابھی تک نساء کی فہرست میں بھی داخل نہ ہوئی ہوں کہ آپ ﷺ نعوذ باللہ اُن سے جنسی کھیل رچائیں اور طبع آزمائی میں مشغول ہو جائیں'' حالانکہ اِس دریدہ دہن شخص نے اِس روایت سے جو مطلب اخذ کیا ہے اور ام المؤمنینؓ بلکہ حضور انور ﷺ فداہ ابی و امی کے بارے میں جو گستاخی کی ہے اُس کا روایت میں دور دور تک کوئی نام و نشان نہیں۔

اِس شقی کی طرف سے اتنا کچھ آجانے کے باوجود بھی بعض زبانوں کو نہ جانے کس مصلحت سے تالے لگے ہوئے ہیں؟ ایک مصلحت یہ بتلائی جاتی ہے کہ اِس کے ماننے والے، چاہنے والے ہیں

اگر یہ بات ہے تو پھر مرزا قادیانی دجال، غلام احمد پرویز لعین اور رشدی ملعون جیسے لوگوں کے بھی تو چاہنے والے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اکیلا یہ ایک بد بخت نہیں ہے بلکہ وہ پورا ٹولہ بھی ہے جس نے اس کو ان گستاخیوں کے باوجود پروان چڑھایا اور اسکے رہا کروانے میں اہم کردار ادا کیا ہے اور اب اس کو فخریہ بلا کر تقریریں کروا رہے ہیں۔ الحمدللہ اہل حق علماء کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوئے وہ پہلے بھی ایسے گستاخوں کے خلاف تقریری وتحریری جہاد کر رہے تھے اور اب بھی کر رہے ہیں۔ حال میں ہمارے محترم بھائی جناب حضرت مولانا مفتی ظفر اقبال صاحب سلمہ نے بھی ایمانی جذبہ سے ''عادلانہ دفاع'' لکھ کر ایک اہم فریضہ سرانجام دیا ہے۔ جس پر علماء کرام نے اُن کی تحسین کی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کی محنت اور اِس علمی دفاع کو قبول فرما کر اپنی رضا کا ذریعہ بنائے اور ہم سب کو اپنے اولیاء و محبوبین کا غلام بنائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ الطیبین الطاہرین الی یوم الدین۔

محمد عزیز الرحمن عفی عنہ

مسجد صدیق اکبرؓ راولپنڈی

۲۰ شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ

تقریظ یادگار اسلاف، فنافی الاکابر حضرت مولانا **محمد عبداللہ** صاحب دامت برکاتہم مہتمم جامعہ قادریہ بھکر، سرپرست جمعیت علماء اسلام پاکستان

مولانا مفتی ظفر اقبال صاحب کی تصنیف ''**رواۃ بخاری اور امام بخاری کا عادلانہ دفاع**'' کا کچھ حصہ پڑھا، تحقیقی جوابات سے مزین پایا، انداز سنجیدہ اور عالمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤثر اور مفید فرمائے۔ آمین

محمد عبداللہ

۱۹ اپریل ۲۰۰۹ء

تقریظ جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا مفتی عبدالمجید فاروقی صاحب
دامت برکاتہم مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ شرف الاسلام چوک سرور شہید ضلع مظفر گڑھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کریم نے آقائے دو عالم ﷺ کو سچا دین اور سچی کتاب دے کر آخر الزمان پیغمبر ﷺ ہونے کا بھی شرف بخشا تو قدرتی طور پر سوال ہوا کہ پچھلے ادیان تو وقت کے ساتھ تبدیل ہوتے رہے ہیں یہ دین کیسے ہمیشہ رہے گا؟ تو اللہ کریم نے ''وانا له لحفظون'' کے مقدس فرمان کے ساتھ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود لے لی تو اب سوال پیدا ہوا کہ یہ حفاظت کس طرح ہوگی؟ کیا فرشتے بھیجے جائیں گے؟ تو ارشاد فرمایا ''ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا'' کہ ہم انسانوں میں سے چن چن کر اعلیٰ افراد کو کتاب کی وراثت عنایت فرماتے جائیں گے وہ اس کو محفوظ کر کے اگلی نسلوں تک پہنچاتے رہیں گے۔ اس ارشاد ربانی کا یہ کرشمہ ہے کہ آج پندرہویں صدی تک قرآن کے لفظ اور وہ معنی جو حضور ﷺ نے ارشاد فرمائے جوں کے توں امت کے پاس محفوظ ہیں۔ ہر دور میں بے دینوں کی کوشش رہی ہے کہ ان وارثانِ نبوت جنہوں نے اس وراثت کی جان سے زیادہ حفاظت کی ان کو نا قابل اعتبار ٹھیرانے کی سعی نا مشکور کی جائے۔ کیونکہ اب خود رسول اللہ ﷺ واپس آ کر امت کو نہ دین کی تبلیغ کریں گے نہ کوئی نیا نبی آئے گا تو جب ان واسطوں کو داغ دار کر دیا جائے گا تو پورا دین نا قابل اعتبار ہو جائے گا۔ اسی بناء پر ایک طبقہ نے شاگردانِ نبیؐ یعنی صحابہ کرام علیہم الرضوان پر مشقِ ستم کی، ان کی ذات وکردار پر نا قابل برداشت حملے کئے، تو دوسرے طبقے نے ذرا اس سے نیچے اتر کر چودہ سو سال سے امت مرحومہ کے مسلمہ پیشوایانِ دین، راویانِ حدیث پر سوقیانہ انداز میں ایسی تبرا بازی کی کہ شرم و حیاء سر پیٹ کر رہ گئی۔

اس کا ایک نمونہ حال ہی میں بزعمِ خود علامہ احمد سعید صاحب چتروڑ گڑھی کی ''قرآن مقدس اور بخاری محدّث'' کے نام سے شائع ہونے والی دل آزار کتاب ہے، جس میں اس نام نہاد علامہ نے امت مسلمہ کے دین کی دوسری بنیاد یعنی سنت رسول اللہ کی اساس کو اکھاڑنے کی کوشش کی ہے العیاذ

باللہ بخاری شریف کے رواۃ کا لعنتی، بکواسی، خرافات بکنے والے وغیرہ جیسے بازاری الفاظ سے تذکرہ کر کے پوری امت مسلمہ کی دل آزاری کی اور انتہائی جاہلانہ انداز میں صحیح بخاری کی احادیث کی تشریح کی کہ علم وعقل دنگ رہ گئے کہ یہ علامہ ہیں تو اجہل کون ہوں گے؟ ہر زمانے کی طرح اس دور میں بھی اہل حق علماء نے اس کتاب کے بہترین جواب لکھے **فشکر اللہ سعیہم**

حال میں ہمارے عزیز محترم مولانا مفتی ظفر اقبال زید علمہ نے **"عادلانہ دفاع"** کے نام سے موصوف کی کتاب پر بہترین علمی انداز میں محاسبہ کیا ہے۔ الحمد للہ انہوں نے موصوف کی کتاب کے ہر ہر نکتے کا اہل سنت کے مسلمہ عقائد کی روشنی میں جواب دیا اور ایسا جواب دیا کہ کوئی بھی انصاف پسند اُس کی تحسین کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ **وجزاہ عن سائر المسلمین خیر الجزاء** اگر بزعم خود علامہ بھی اس کا بنظر انصاف مطالعہ کریں گے تو وہ بھی اپنی جہالت پر نادم ہو کر رجوع الی الحق کریں گے لیکن ضد اور تکبر کا کوئی علاج نہیں۔ **واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل.**

محمد عبد المجید عفا اللہ عنہ

۱۵ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ۔

تقریظ محقق اہلسنت وکیل احناف حضرت مولانا **منیر احمد منور** صاحب دامت برکاتہم استاذ الحدیث والتفسیر جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا وامیر اتحاد اہلسنت والجماعت پاکستان

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم. اما بعد!

اسلام دشمن فرقوں میں سے ایک فرقہ منکرین حدیث ہے جو اپنی گمراہی پر پردہ ڈالنے کیلئے قرآن کے ساتھ اپنی وابستگی ظاہر کرتا ہے حتی کہ انہوں نے اپنا نام بھی اہل قرآن تجویز کیا ہوا ہے، انکے انکار حدیث کے مختلف انداز ہیں۔ انمیں سے ایک یہ ہے کہ اپنی کج فہمی اور کم فہمی کی بنا پر چند حدیثوں کا قرآن کریم کے ساتھ تضاد اور ٹکراؤ ظاہر کر کے ان حدیثوں کا انکار کرتے ہیں اور تاثر یہ دیتے ہیں کہ یہ حدیثیں نبی پاک ﷺ کیطرف سے نہیں ہوسکتیں۔ نبی پاک ﷺ کبھی بھی قرآن کے خلاف حدیث بیان نہیں کر سکتے۔ لوگوں کو قرآن سے دور رکھنے کیلئے بعض سازشی راویوں نے خود حدیثیں گھڑ کر نبی پاک ﷺ کیطرف منسوب کر دی ہیں۔ اسمیں انہوں نے ماہرین فن رجال کی بعض مسلم شخصیات کو بھی دھر لیا ہے۔ اپنے اساتذہ کی نافرمانیوں اور گستاخیوں کے نتیجہ میں فحش گو وخوش آواز خطیب یا خوش آواز ذاکر احمد سعید چتروڑ گڑھی نے منکرین حدیث کی کتابوں سے متاثر ہو کر یا انکے زیر اثر آکر اپنی تازہ ترین کتاب ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' میں صحیح بخاری کے بعض مسلّم راویوں کو اور بعض حدیثوں کو اپنی بدکلامی کا نشانہ بنا کر صحیح بخاری بلکہ احادیث رسول اللہ ﷺ کو عوام الناس اور مادر پدر آزاد ماڈرن لوگوں کی نظر میں بے وقعت بنانے کی مذموم کوشش کی ہے۔

حفاظتِ حدیث اور دفاعِ حدیث کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے فاضل نوجوان مولانا مفتی ظفر اقبال صاحب مدظلہ آف کوٹلہ جام ضلع بھکر کو قبولیت سے نوازا ہے۔ انہوں نے احمد سعید کی کتاب ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' کا محقق، مدلل، جامع، مانع، مسکت اور واضح جواب تحریر فرما کر سب علماء کیطرف سے فرض کفایہ ادا کیا ہے۔ یہ کتاب عوام وخواص سب کیلئے خصوصاً علماء وطلباء کیلئے بہت مفید ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ اس ہدیۂ سنیہ کو قبولیت عامہ وتامہ سے نوازیں اور مولانا موصوف کو صحت و

عافیت کے ساتھ مزید خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین

منیر احمد منور

تقریظ پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت حضرت مولانا **قاضی محمد ارشد الحسینی** صاحب دامت برکاتہم جانشین امام الزاہدین حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ، خانقاہ مدنی، مدینہ مسجد اٹک شہر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم. اما بعد!

خالقِ کائنات نے اس کائنات کو پیدا فرما کر انسان کو اپنا خلیفہ بنایا اور اس کی دنیوی، اخروی نجات کیلئے آسمانی ہدایت کا انتظام بھی فرمادیا مگر ساتھ ہی متنبہ بھی فرمادیا کہ اولادِ آدم کا ازلی دشمن ابلیس خود بھی اور اپنی ذریت جو من الجنۃ والناس ہے کے ذریعے بھی اس اولادِ آدم کو راہِ حق سے برگشتہ کرنے اور جہنمی بنانے کی ہمیشہ کوششیں کرتا رہے گا۔

چنانچہ ابتداء آفرینش سے نیکی، بدی کی کش مکش جاری ہے۔ حق والے ہمیشہ وحی الٰہی پر یقین کرتے ہیں اور خناس ہمیشہ عقل کے پرستار رہے ہیں۔

ربِ کائنات نے اس ابدی، سرمدی دین حق اسلام کی حفاظت کا ذمہ خود اٹھایا ہے اس لئے جب بھی ابلیسی قوتوں نے اس دین حق پر یلغار کی ہے تو رب العالمین نے اس کے جواب کیلئے عالمِ اسباب میں علماءِ حق کو کھڑا فرمادیا حال ہی میں ایک بدبخت شخص احمد سعید ملتانی نے اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری شریف پر عقل کی آڑ میں انتہائی رکیک حملے کئے ہیں جس کا بروقت جواب علماءِ امت دے رہے ہیں۔ چنانچہ عالم ربانی حضرت مولانا ظفر اقبال صاحب مدرس مدرسہ مفتاح العلوم کوٹلہ جام ضلع بھکر نے اس فتنے سے امت مسلمہ کو خبردار کرنے کیلئے احمد سعید ملتانی گستاخ زمانہ کی بدنام کتاب کا مدلل جواب تحریر فرمایا کتاب کا نام ''**رواۃ بخاری اور امام بخاری کا عادلانہ دفاع**'' ہے۔ مولانا ظفر اقبال صاحب نے اس کتاب پر بہت محنت فرمائی ہے۔ طرزِ تحریر شستہ،

ناصحانہ اور خیر خواہانہ ہے۔ اس کتاب کیلئے جتنی محنت فرمائی گئی ہے اس کی ہلکی سی جھلک مآخذ و مراجع میں دیکھی جا سکتی ہے۔

دلی دعا ہے اللہ کریم اس مبارک کتاب کو متلاشیانِ حق کیلئے صراطِ مستقیم اور چراغِ راہ بنائیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مصنف موصوف کی عمر، علم، عمل اور دینی شوق و ولولہ میں مزید برکات نصیب فرما کر شرف قبولیت عطا فرمائیں۔ آمین

محمد ارشد الحسینی

خادم خانقاہ مدنی، مدینہ مسجد اٹک شہر

تقریظ فاضل جلیل، عالم نبیل، ادیب باکمال، خطیب بے مثال، محقق لاثانی حضرت مولانا **عبدالقیوم حقانی** صاحب مہتمم جامعہ ابو ہریرہؓ و مدیر ماہنامہ ''القاسم'' خالق آباد، نوشہرہ

الحمد لحضرة الجلالة والصلوة والسلام علی خاتم الرسالة

مخدوم مکرم حضرت مولانا مفتی ظفر اقبال صاحب، صاحبِ علم، صاحبِ قلم اور لائق ترین مدرس ہیں ان کی تدریسی، تعلیمی اور علمی خدمات روزِ روشن کی طرح واضح ہیں اب وہ زمانہ حال کے فتنۂ کبریٰ کی علمی سرکوبی کیلئے میدانِ عمل میں اترے ہیں انہوں نے بخاری کے رواۃ اور امام بخاریؒ کا بھرپور عادلانہ دفاع کیا ہے نام نہاد علامہ احمد سعید منکر حدیث کی امام بخاری کے متعلق خرافات، مغلطات اور رواۃ بخاری سے متعلق ہزلیات کا بھرپور تعاقب کیا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ماہنامہ ''القاسم'' نے جس فتنۂ کبریٰ کی سرکوبی کیلئے اپنے ادارتی کالم میں آغاز کیا تھا امت نے اس کو سراہا۔ مولانا محمد عمر قریشی صاحب، مولانا عبدالقدوس قارن صاحب اور اب مولانا مفتی ظفر اقبال صاحب اس مشن کو لے کر آگے بڑھ رہے ہیں۔ مولانا مفتی ظفر اقبال صاحب کی تحریر عالمانہ، انداز مخلصانہ اور طرزِ تحریر داعیانہ ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ موصوف کی علمی کاوش عنداللہ و عندالناس مقبول ہو۔ آمین ثم آمین

عبدالقیوم حقانی

تقریظ بقیۃ السلف، حجۃ الخلف حضرت مولانا **عبدالسلام** صاحب دامت برکاتہم مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو ضلع اٹک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم.امابعد!

فاضل محترم حضرت مولانا مفتی ظفراقبال صاحب زیدت معالیہ کی کتاب ''رواۃ بخاری اور امام بخاریؒ کا عادلانہ دفاع'' کا مسودہ ایک صاحب لائے تھے۔شدید گرمی، علالت اور عدیم الفرصتی کیوجہ سے اسکا مطالعہ تو نہ کرسکا البتہ علامہ صاحب کی کتاب کے بارے میں یہ کلمات لکھ دیئے تھے کہ یہ کتاب تمام کم علموں، یہود، نصاریٰ، روافض، قادیانیوں اور منکرین حدیث کیلئے اسلام کے خلاف مواد ہے۔

اب طبع کے بعد کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کیا، اب اس کے متعلق ناچیز کی یہ گزارشات ہیں۔

﴿۱﴾ اسکی جو سات خصوصیات ذکر کی گئی ہیں وہ سب اس میں موجود ہیں، یہ کتاب قال اقُول کی طرح شرح حامل المتن کے طرز پر لکھی گئی ہے۔(۱۔پہلے اسمیں علامہ صاحب کے اعتراض کا تجزیہ کیا گیا ہے۔پھران کی کج فہمی یا کجروی کی نشاندہی کی گئی ہے۔(۲۔ان کے قرآن دانی کے دعوی اور اعتراضات کا بہترین انداز میں جواب دیا گیا ہے۔(۳۔علامہ صاحب پر زبانِ طعن کے بجائے الدین النصیحۃ کے تحت شریفانہ زبان استعمال کی گئی ہے۔جیسے ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے ''دو اسلام'' کتاب لکھی، اور اس کا جواب شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ نے ''ایک اسلام'' سے دیا۔ حضرت مرحوم کی مخلصانہ تحریر سے ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے اپنی بہت سی غلطیوں کا اقرار کیا، لیکن علامہ احمد سعید صاحب رجوع سے بہت آگے جاچکے ہیں۔(۴۔کتاب میں امام بخاریؒ اور ان کے اساتذہ یعنی رواۃ جن کا درجہ تمام محدثین کے نزدیک اعلیٰ رجال کا ہے ان کا تعارف اسماء الرجال کی کتابوں سے نقل کر کے علامہ صاحب کو مسکت جواب دیا گیا ہے۔(۵۔اس سے پہلے مناظر اہل السنت حضرت

العلامہ دوست محمد قریشیؒ کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد عمر قریشی صاحب دامت برکاتہم کی تصنیف اور حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب کی تصنیف جو علامہ صاحب کی کتاب کے جواب میں لکھی گئی ہیں وہ دونوں بھی دیکھی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے لیکن یہ تصنیف مفصل مدلل اور بہترین جواب ہے۔

﴿۲﴾ جب علامہ صاحب کی یہ کتاب ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' شائع ہوئی تو اس کے متعلق علماء چھچھ کا ایک اجلاس ہوا، شیخ الحدیث حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن نوراللہ مرقدہ، شیخ الحدیث مولانا ظہور الحق صاحب، شیخ الحدیث مولانا رشید احمد صاحب اور اشاعت القرآن کے اساتذہ حدیث مناظر اہل السنّت مولانا قاری چن محمد صاحب، مولانا محمد جان صاحب، مولانا محمد نعیم صاحب سے مشورہ ہوا، دو باتیں طے ہوئیں۔

(ا۔اس کتاب پر توہین کا مقدمہ بنایا جائے، اس کے لئے راقم التحریر اور مولانا محمود الحسن توحیدی صاحب نے S.S.P اٹک سے ملاقات کی، انہیں علامہ صاحب کی کتاب بھی دی اور اقتباسات بھی دیئے، انہوں نے وعدہ کیا لیکن اس کاروائی سے پہلے گوجرانوالہ کے ایک غیر مقلد حافظ محمد صدیق صاحب نے مقدمہ کرا کے علامہ صاحب کو گرفتار کروادیا، علامہ صاحب ایک سال تک مختلف مَلک حضرات کے گھروں میں چھپتے رہے اور ایک خاتون وزیر کے ذریعے پرویز مشرف سے سفارش بھی کراتے رہے۔(۲۔اجلاس میں دوسری تجویز یہ طے ہوئی کہ اس کتاب کے اقتباسات اور اصل کتاب ملک کے بڑے بڑے دارالافتاء میں بھیج کر اس کے مصنف کا شرعی مقام معلوم کیا جائے۔ چنانچہ ملک کے بڑے بڑے مفتیان کی آراء آچکی ہیں جو انشاءاللہ جلد شائع ہو جائیں گی۔

﴿۳﴾ علامہ احمد سعید صاحب نے اس بدنامی میں شامل کرنے کیلئے ''شاگرد شیخ القرآن'' لکھا ہے۔ حالانکہ یہ وہ شاگرد ہیں، جنہیں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ نے عمر بھر نہ کبھی اجلاس میں بلایا نہ اپنے دارالعلوم کے سالانہ جلسوں میں بلایا، حالانکہ انکی طبیعت میں معاف کردینے کا خاص وصف تھا۔ یہ شاگرد رشید 1970ء میں ابنائے دارالعلوم کانفرنس میں نہیں آیا، جو کانفرنس شیخ القرآنؒ نے

بلائی، جس میں دس ہزار سے زیادہ آپ کے شاگرد شریک ہوئے، جس میں آپ نے اعلان کیا ''میرا کوئی شاگرد جو جماعت اسلامی سے تعلق رکھتا ہو میں اس سے بری ہوں''۔

﴿۴﴾ اس کتاب میں علامہ صاحب نے امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاریؒ اور انکی کتاب جو جمہور کے نزدیک ''اصح الکتب بعد کتاب اللہ البخاری'' ہے کے خلاف نہایت گھٹیا زبان استعمال کی ہے۔صحیح بخاری پر 54 اعتراض کرکے علامہ صاحب نے اپنے آپکو والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنٰت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا واثما مبینا کا مصداق بنایا ہے۔

﴿۵﴾ اپنی کتاب کا نام ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' رکھ کر حدیث سے بدظن کرنے کیلئے ایک نیا عنوان تیار کیا، یہ وان الشیاطین لیوحون الیٰ اولیاء ھم کی مثال ہے۔راقم التحریر نے جب وہ جامعہ اشرفیہ لاہور میں 1962ء میں دورہ حدیث میں تھا، منکرین حدیث کے سرغنہ غلام احمد صاحب پرویز کے درس سنے، ان کی اکثر کتابیں دیکھیں لیکن ان کا انداز علامہ صاحب کی طرح گھٹیا نہیں تھا۔منکرین حدیث کے اعتراضات کا خلاصہ یہ ہے۔(۱۔یہ حدیثیں دو سو سال کے بعد لکھی گئی ہیں۔(۲۔ان سے امت میں اختلاف ہوا۔(۳۔یہ عجمی سازش ہے(۴۔یہ قرآن کے خلاف ہیں۔اور یہی اعتراض علامہ صاحب نے کیا ہے۔علامہ صاحب نے اپنی تقریر کی طرح اس کتاب میں بھی وہ زبان استعمال کی ہے جو منکرین حدیث کی کتابوں میں بھی نہیں ملتی۔خاص طور پر انہوں نے ''لعنتی راوی'' 40 مرتبہ ذکر کیا ہے۔مرزا کی کتاب ازالہ اوہام میں 200 مرتبہ لعنت کا ذکر ہے۔جبکہ حدیث میں آتا ہے کہ مومن لعّان نہیں ہوتا۔ لایکون المؤمن لعانا (مشکوۃ) آپ ﷺ نے فرمایا: بندہ جب کسی پر لعنت کرتا ہے تو اگر دوسرا اس کا اہل نہ ہو تو وہ لعنت اس قائل پر لوٹ آتی ہے (مشکوۃ) علامہ صاحب کی بغاوت کا یہ حال ہے جب انہیں اشاعت التوحید سے نکالا گیا تو انہوں نے تانگہ کی سواری جتنی ایک جماعت مرکزی اشاعت التوحید بنالی۔

فاضل محترم مفتی محمد ظفر اقبال صاحب نے اپنی کتاب میں انصاف سے کام لیا ہے۔علامہ

صاحب کے جرائم انہی کے ذمہ ڈالے ہیں ولا تزر وازرة وزر اخری (الآیۃ)

راقم التحریر بخاری شریف پڑھاتے وقت جن احادیث سے اہل باطل نے استدلال کیا ہے، مثلا رضاخانیت، روافض، غیر مقلدیت، قادیانیت، منکرین حدیث، صحابہؓ پر تنقید کرنے والے، دوران تدریس ان سب کے تذکرے کے ساتھ علامہ صاحب نے اس کتاب میں جو 54 اعتراضات کیے ہیں وہ اعتراض اسی کتاب سے طلباء کرام کو سنا کر اور جو جواب اسمیں لکھا گیا ہے وہی طلباء کرام کو بتادیتا ہے۔

علامہ صاحب نے جو اعتراضات کیے ہیں ان میں سے بعض کے جوابات پہلے بھی دیے جا چکے ہیں جو شروح وحواشی میں موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس تصنیف کو مزید شرف قبولیت عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا ہے کہ وہ ہمیں انجام بلعم، مثل الذین حملوا التوراة الخ، ان کثیر امن الا حبار والرهبان الخ اور علماء هم شرمن تحت ادیم السماء کے انجام بد سے بچائے، اور حسن خاتمہ نصیب فرمائے۔ آمین۔

عبدالسلام

خادم جامعہ اشاعت القرآن حضرو، ضلع اٹک

تقریظ محقق اہلسنت، قاطع رافضیت حضرت مولانا حافظ **مہر محمد** صاحب میانوالوی
مہتمم جامعہ قرآن وسنت بن حافظ جی، کنوینئر پاکستان شریعت کونسل ضلع میانوالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر مسلمان جانتا ہے کہ اسلامی شریعت وقوانین کے ماٰخذ اور دلائل چار ہیں۔قرآن، سنت، اجماع امت اور قیاس مجتہدین۔ چاروں باہم یوں مربوط ہیں کہ کسی کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔قرآن فہمی اور تفسیر وہی معتبر ہوگی جو مفصل آیات اور احادیث صحیحہ کے مطابق ہوگی۔حدیث وسنت کا مطلب وہی معتبر ہوگا جو صحابہ کرامؓ کے اقوال، اعمال اور تشریحات سے ثابت ہوگا۔قرآن وسنت اجماع صحابہ وتابعین سے ثابت عقائد وفقہی مسائل وہی معتبر ہوں گے جو تمام محدثین، مفسرین اور فقہاء مجتہدین نے مستنبط کئے ہوں گے۔یہی اس آیت کا تقاضا ہے **واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا.** تم سب اللہ کی رسی (قرآن وسنت واجماع امت) کو مضبوطی سے تھامو اور جدا جدا فرقے نہ بنو۔

آج خارجی، رافضی، پرویزی، معتزلی اور قادیانی ان میں سے ایک دو یا تین دلیلوں کا انکار کر کے گمراہ ہوئے یا قرآن وحدیث کی تعبیر اپنی ناقص رائے سے کی اور راہِ مؤمنین چھوڑ کر جہنم کے حقدار بنے۔ ہر دور کے علماء اہل سنت حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی ان دلائل اربعہ کے قائل اور راہِ حق پر چلے آرہے ہیں۔

برصغیر میں فقہ حنفی پر گامزن، حضرت مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے افکار وعلوم کے وارث علماء دیوبند کثر اللہ سوادھم الحمد للہ اسی راہِ جنت پر رواں دواں ہیں۔ جو شرک وبدعت، مسلم دشمنی اور امت سے تفرد کے جرم سے پاک ہیں۔نیکی، تقویٰ، اتباع سنت اور تعلیم وتعلم میں امتیاز کے سوا ان کی کوئی فرقہ وارانہ علامت نہیں ہے۔

مگر پچاس سال پہلے ایک بزرگ اٹھے وان من البیان لسحرا (تقریر وبیان بھی جادو ہے) کے تحت فرقہ بنایا، اجماع امت اور احادیث صحیحہ کی راہِ ہدایت چھوڑی اور قرآن کی من مانی تفسیر کرنے

لگے۔اوراب ان کے خوش آواز اور اُن کے ہی علماء کے بقول بدزبان مقرر نے علم ودیانت اور شرم وحیا کی ساری حدود پھیلانگ کر پوری امت کے مصدقہ امیر المومنین فی الحدیث امام بخاریؒ التوفی ۲۵۶ھ پر بھی ۵۴ سوقیانہ اعتراض کرڈالے ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' رسالہ لکھ کر اصح ترین کتاب صحیح بخاری کی تکذیب کرڈالی اور یوں پوری امت کو گمراہ بتادیا۔

اس کے ھفوات کا جواب علماء دیوبند کے چار سپوتوں نے دیا۔

۱۔مولانا عبدالکریم نعمانی آف کبیر والا

۲۔مناظر اسلام مولانا دوست محمد قریشیؒ کے صاحبزادے مولانا محمد عمر صاحب مدظلہ۔

۳۔ساٹھ سے زائد کتابوں کے مصنف، ترجمانِ مسلک دیوبند مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ کے فرزند، شیخ الحدیث مولانا عبدالقدوس قارن مدظلہ۔

۴۔اور پھر آخر میں مفتی محمد ظفر اقبال صاحب فاضل جامعہ قاسمیہ شرف الاسلام چوک سرور شہید ضلع مظفر گڑھ زیدت معالیہ نے بہت مفصل ''رواۃِ بخاری اور امام بخاری کا عادلانہ دفاع'' کوٹلہ جام ضلع بھکر سے لکھ کر شائع کیا۔

علمی دیانت، لہجہ کی شرافت، تحقیقِ صداقت، ابطال باطل اور مطاعن کی بیخ کنی کا حق ادا کر دیا۔فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

خادم اہل سنت حافظ مہر محمد میانوالوی کا گو اپنا موضوع ومشن، دفاع صحابہ کرامؓ ہے کہ روافض کے مطاعن میں الحمد للہ پانچ ہزار صفحات پر مشتمل دو درجن کتب ورسائل لکھے ہیں۔اللہ اُن کو باعثِ ہدایت اور بخشش کا ذریعہ بنائے۔تاہم عزیزم مفتی محمد ظفر اقبال کی یہ کتاب توجہ سے پڑھی بہت پسند آئی اللہ قبول فرمائے۔

حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ التوفی ۱۹۸۰ء کے تفسیر میں شاگرد اور ۷۲،۷۳ اور ۷۴ء میں ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی کے ایڈیٹر حافظ مہر محمد کی اپنے اشاعۃ التوحید والسنۃ کے بھائیوں سے مؤدبانہ اپیل ہے کہ وہ اس کتاب کو غور سے پڑھیں۔ گمراہ کو سمجھائیں ورنہ خود تو پوری امت سے

وابستہ ہو جائیں۔ واللہ الہادی

احقر مہر محمد عفی عنہ

متخصص فی علوم الحدیث بنوری ٹاؤن

مدیر جامعہ قرآن وسنت بن حافظ جی ضلع میانوالی

۲۶ صفر ۱۴۳۱ھ، ۱۰ فروری ۲۰۱۰ء، یوم الخمیس

☆☆☆☆☆

پیش لفظ طبع دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدالله العلی العظیم و نصلی علی رسوله الکریم امابعد!

بندہ کے پاس وہ الفاظ نہیں جن کے ذریعے خدائے بزرگ و برتر کا شکر بجالا سکے کہ اس نے اس کم ترین کی ''رواۃ بخاری اور امام بخاری کا عادلانہ دفاع'' کو جو مقبولیت عطا فرمائی۔ ایک سال قبل جب اسکا پہلا ایڈیشن شائع ہوا تو باوجود اسکے کہ اس کا مؤلف ایک گمنام آدمی تھا لیکن الحمدللہ کہ کتاب کو بھر پور پذیرائی ملی، نہ صرف اندرونِ ملک بلکہ بیرون ملک سے بھی مبارکبادیں اور دعائیں موصول ہوئیں۔ عوام وخواص کے دونوں طبقوں نے اسکو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اسکی افادیت کا برملا اعتراف کیا۔ تہنیتی خطوط کے ڈھیر لگ گئے اور ان سے زیادہ وہ لوگ تھے جنہوں نے براہ راست فون پر رابطہ کر کے مبارکباد دی اور کتاب کو سراہا۔ اسی طرح ملک کے موقر رسائل و جرائد میں شاندار تبصرے شائع ہوئے جن میں کتاب کو خراج تحسین پیش کیا گیا، اسکے ساتھ کئی ایک ایسے لوگوں کے بھی فون آئے جو نام نہاد علامہ کی ''علامگی'' کے اسیر تھے، انہوں نے بتایا کہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ ''علامہ'' سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں ہے لیکن اس کتاب کو پڑھ کر ہمیں معلوم ہوا کہ وہ تو علم کے کچھ بھی نہیں لگتے اور جہالت وضلالت کی تاریک وادیوں میں بھٹک رہے ہیں اور دوسروں کو بھی راہِ راست سے بھٹکانا چاہتے ہیں اسلئے اب ہمنے انکو اپنا مقتدا یا علامہ سمجھنے سے توبہ کرلی ہے۔ انکی یہ باتیں سنکر سال بھر کی محنت کی تھکاوٹ اُتر گئی کہ اتنی محنت سے جو مقصد تھا بحمد اللہ وہ مقصد حاصل ہوگیا۔ یہ سب میرے کریم رب کا کرم ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔ اس پر مزید شکر یہ کہ بغیر کسی تشہیری مہم کے کتاب توقع سے انتہائی کم عرصہ میں نایاب ہوگئی اور دوبارہ چھاپنے کا مطالبہ شروع ہوگیا، اپنی تدریسی مصروفیتیں یہ بار اپنے سر لینے سے مانع بنیں تو اللہ تعالیٰ نے یوں انتظام فرمادیا کہ شفیق محسن حافظ محمد شفیق صاحب زیدہ مجدہ نے تمام تر انتظامات اپنے ذمے لیکر اسکو دوبارہ چھاپنے کا بیڑا اٹھالیا اس طرح بفضلہ تعالیٰ کتاب کا دوسرا ایڈیشن آپکے

ہاتھوں میں پہنچنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

اس ایڈیشن کی اضافی خوبیاں: اس دوسرے ایڈیشن میں کئی ایک اضافی خوبیاں بھی شامل ہیں جو پہلے ایڈیشن میں نہ تھیں مثلاً (۱۔ پہلے ایڈیشن میں کچھ اغلاط رہ گئی تھیں اس ایڈیشن میں انکی درستگی کر دی گئی ہے۔(۲۔ بعض بزرگوں کے توجہ دلانے پر کہیں عبارت میں کچھ کمزوری محسوس کی گئی تو وہاں عبارت کو بہتر بنانے کیلئے معمولی حذف، اضافہ یا ترمیم کر دی گئی ہے۔(۳۔ کتاب کے آخر میں ''علامہ'' اور انکی کتاب ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' کے بارے میں ملک کے مشہور دارالافتاؤں سے جاری ہونے والے تفصیلی فتاوی کے اہم اقتباسات بطور ضمیمہ شامل کر دیئے گئے ہیں۔(۴۔ دارالعلوم دیوبند کا فتوی جسکو ''ختامہ مسک'' کے طور پر آخر میں سکین کر کے لگایا تھا وہ پہلے ایڈیشن میں فنی خرابی کی وجہ سے نہ لگ سکا تھا اب وہ بھی شامل اشاعت ہے۔(۵۔ حضرت اقدس شیخ المشائخ رأس المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی تقریظ شامل کی گئی ہے جس نے کتاب کی افادیت کو دو چند کر دیا ہے۔(۶۔ حضرت مولانا عبدالسلام صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشاعت القرآن حضرو دامت برکاتہم نے پہلے کتاب کو دیکھے بغیر ایک مختصر سی تحریر دی تھی جسکو فائدے کی خاطر شامل اشاعت کر دیا گیا تھا اب انہوں اس پر اپنی تفصیلی تقریظ عنایت فرمائی وہ بھی ہدیۂ قارئین کر دی گئی ہے۔(۷۔ سیٹنگ میں بھی کچھ ردو بدل کی گئی ہے۔(۸۔ عنوانات کا اضافہ کیا گیا ہے۔

مختصر یہ کہ یہ ایڈیشن پہلے ایڈیشن سے خوبیوں میں کئی درجہ بڑھا ہوا ہے اللہ تعالیٰ اسکو پہلے ایڈیشن سے بھی زیادہ شرف قبولیت عطا فرمائے اور بھٹکے ہوؤں کیلئے باعث ہدایت بنائے آمین۔

اظہار تشکر آخر میں من لم یشکر الناس لم یشکر الله کے تحت میں ان تمام حضرات کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے کتاب کو پذیرائی بخشی اور اس کی اشاعت میں کسی طرح بھی تعاون فرمایا۔ خصوصاً یادگار اکابر حضرت مولانا عبدالسلام صاحب دامت برکاتہم العالیہ مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ اشاعت القرآن حضرو کا انتہائی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس ناچیز کی کتاب

کو اسکی حیثیت سے زیادہ عزت دی، اپنے تفصیلی والا نامہ سے حوصلہ افزائی فرمائی، علاقہ چھچھ کے علماء کرام کو کتاب کا تعارف کرایا، اپنے درس بخاری میں مقام معترضہ کے حل کیلئے اسکو منتخب فرمایا اور حاضری کے موقع پر بے حد عزت و اکرام سے نوازا، مزید براں ''علامہ صاحب'' اور انکی کتاب کے بارے میں جو فتاوی بڑی محنت کے ساتھ ملک بھر سے اکٹھے کئے بغیر کسی محنت و معاوضہ اور منت سماجت کے ازراہ شفقت انکی نقول عنایت فرمائیں، جنکے اہم اقتباسات کتاب کے آخر میں ہدیہ قارئین کئے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت کا سایہ تا دیر قائم رکھے اور انکے چشمۂ فیض کو ہمیشہ جاری رکھے اور انکو ان شفقتوں کا بہترین اجر دنیا آخرت میں عطا فرمائے۔

اسی طرح حضرت مولانا نصیر الدین صاحب مدظلہ العالی مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ اعزاز العلوم ڈھڈیانوالہ کا بھی انتہائی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ذاتی دلچسپی کے ساتھ کتاب کی تشہیر فرمائی اور اپنے ذاتی اخراجات پر کئی ''مستحقین'' تک کتاب پہنچائی اور دورۂ حدیث شریف کے فضلاء کرام کو مدرسہ کی طرف سے دی جانے والی اعزازی کتابوں میں ''عادلانہ دفاع'' کو بھی شمولیت کا اعزاز بخشا۔

اسی طرح ایک اور دوست حضرت مولانا عبدالحق غور غشتوی صاحب زیدمجدہم کا ذکر نہ کرنا بھی ناشکری ہوگی کہ انہوں نے بھی اس کتاب کی اشاعت میں قابل رشک تعاون فرمایا۔ انکے علاوہ بھی جن جن حضرات نے کتاب کی اشاعت میں تھوڑا یا زیادہ جتنا بھی تعاون فرمایا۔ ان تمام حضرات کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں اور تمام حضرات کیلئے دارین کی خیر کا دعا گو ہوں۔

اللہ تعالیٰ مجھ سمیت تمام حضرات کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے آمین

فقط

ظفر اقبال غفرلہ البر المتعال

۱۷ ذی القعدہ ۱۴۳۱ھ

26 اکتوبر 2010ء

پیش لفظ طبع اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم. اما بعد!

تقریباً سوا سال پہلے غالباً جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ کو یادگار اسلاف حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ مہتمم جامعہ قادریہ بھکر نے اپنے جامعہ میں ضلع بھکر کے مسلک دیوبند سے تعلق رکھنے والے تمام علماء کرام کو مدعو فرمایا اور انکے سامنے احمد سعید چتروڑی کی کتاب ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' رکھی اور اسکا مختصر تعارف کرایا۔ بعدہ اسکے چند مقامات استاذ محترم حضرت مولانا غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم عربیہ فاروقیہ محلہ فاروق آباد دریاخان کے ذریعے تمام علماء کو سنوائے گئے اور پھر اسکے بارے میں تمام علماء کرام سے تجاویز لی گئیں سب نے اپنی اپنی تجاویز پیش کیں جنمیں سے بعض نے قانونی چارہ جوئی کی تجویز دی۔ بعض نے اسکے خلاف اشتہار شائع کرنے کی تجویز دی۔ بعض نے مناظرے کی تجویز دی۔ بعض نے بڑے جامعات سے فتاوی حاصل کر کے انکی تشہیر کی تجویز دی۔ بعض نے اسکے ان اعتراضات کا علمی محاسبہ کرنے کی تجویز دی اور بعض نے یہ بھی تجویز دی کہ اب اس شخص کے خلاف کچھ کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس نے امام بخاریؒ کے خلاف کتاب لکھ کر گویا علمی خودکشی کر لی ہے۔

ان تجاویز وآراء پر جرح وقدح کے بعد مندرجہ ذیل فیصلے ہوئے۔

۱۔ عوامی سطح پر ایک اشتہار شائع کیا جائے جو عوام میں چتروڑی فتنہ سے روشناسی کا ذریعہ بنے۔

۲۔ بڑے جامعات سے اس بارے فتاوی لے کر علاقے میں انکی تشہیر کی جائے تاکہ عوام اپنا دین وایمان بچا سکیں۔

۳۔ علمی سطح پر اسکا ایک مدلل ومضبوط جواب تحریر کیا جائے جو عامۃ الناس کے علاوہ علماء و

طلباء کیلئے بھی رہنمائی کا کام دے۔

ان تینوں امور کیلئے الگ الگ کمیٹیاں تشکیل دی گئیں۔ آخری کام کیلئے تشکیل پانے والی کمیٹی کے ارکان یہ حضرات طے پائے۔

۱۔ استادِ محترم حضرت مولانا غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ جنکے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہوئے قلم کانپ رہا ہے کہ وہ کل تک ہم میں بالکل صحیح سلامت موجود تھے اور آج ہم میں نہیں۔ انکی جدائی ''موت العالِم موت العالَم'' کے تحت صرف اپنے خاندان کیلئے نہیں بلکہ ہزاروں ان لوگوں کیلئے بھی صدمے کا باعث بنی جوان سے دینی امور میں رہنمائی لیا کرتے تھے۔ یقیناً وہ ایک منجھے ہوئے، دانا، تجربہ کار اور صاحب بصیرت عالم دین تھے جو بارعب، باوقار اور سنجیدہ شخصیت کے مالک تھے۔ وہ باکمال مدرس اور ذی اثر خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ سیاست کو بھی دین کا شعبہ سمجھتے تھے۔ انہوں نے مرتے دم تک جمعیت علماء اسلام کے ساتھ اپنے آپکو وابستہ رکھا اور اپنی وفات سے پہلے تینوں صاحبزادوں کو بھی اسکی وصیت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی ہمہ جہت خدمات دینیہ کو قبول فرما کر انکو بہشت بریں میں بلند مقام عطا فرمائے آمین۔

۲۔ حضرت مولانا مفتی عمران احمد انصاری صاحب مدظلہ صدر مدرس جامعہ رحیمیہ حسینیہ کلور کوٹ۔

۳۔ حضرت مولانا مفتی عبدالمجید صاحب مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ قادریہ بھکر۔

۴۔ حضرت مولانا مفتی محمد حفیظ اللہ صاحب مدظلہ مہتمم مدرسہ عربیہ عزیز العلوم بھکر۔

۵۔ بندۂ ناچیز۔

اس پانچ رکنی کمیٹی کا پہلا اجلاس چند دن بعد دارالعلوم عربیہ فاروقیہ محلہ فاروق آباد دریا خان میں منعقد ہوا جسمیں کام کی نوعیت اور تقسیم کار کے مراحل طے کئے گئے۔ تقریباً ہر ایک کے ذمہ دس گیارہ اعتراضات لگے۔

محترم مفتی محمد حفیظ اللہ صاحب مدظلہ نے تو اپنی دیگر مصروفیات کیوجہ سے اسی مجلس میں

معذرت کر لی باقی تمام حضرات نے اپنا اپنا کام پورا کرنے کی ذمہ داری اٹھالی۔ بندہ کے ذمہ آخری حصہ تھا، جب تک وہ مکمل ہوا تب تک کئی حضرات کی طرف سے باری باری معذرت بھی آچکی تھی اب جو بھی معذرت کرتا اسکا کام بھی بندہ مکمل کرنے کی کوشش کرتا اور اس طرح بغیر کسی منظم ارادے کے سارے کا سارا کام بفضلہ تعالیٰ مجھ سے مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے آمین۔

باعث تالیف: نام نہاد علامہ احمد سعید چتر وڑی نے امام بخاری کی صحیح بخاری شریف کے ۵۴ مقامات کو اپنی تنقید کا ہدف بنایا لیکن وہ تنقید کوئی علمی یا اصلاحی نہیں بلکہ جاہلانہ اور انتقامی تھی۔ جاہلانہ اسلئے کہ ان احادیث کی تشریحات علماء امت صدیوں پہلے کر چکے تھے لیکن ان سے کچھ بھی استفادہ نہیں کیا گیا بلکہ اپنی ٹیڑھی میڑھی عقل سے انکو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی گئی جو سراسر غیر روایتی اور جاہلانہ طریقہ ہے اکثر اشکالات جو چتر وڑی صاحب نے کئے ہیں علماء امت بہت پہلے انکو حل کر کے بعد والوں کیلئے تشفی کا سامان کر چکے تھے۔ اور انتقامی اسلئے کہ کتاب ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' کی تالیف کا باعث اور امام بخاریؒ کے خلاف کام پر اکسانے والی صحیح بخاری کی وہ صحیح احادیث ہیں جو بد قسمتی سے چتر وڑی صاحب کے عقیدہ و مسلک کے خلاف ہیں لیکن جمہور امت کے عقیدے کے عین مطابق ہیں۔ تو چاہئے تو یہ تھا کہ چتر وڑی صاحب باقی امت کیطرح ان احادیث رسول ﷺ کو اپنے عقیدے کا حصہ بناتے لیکن انہوں نے اپنے عقیدے میں تبدیلی کی بجائے اپنے مفروضہ عقیدے سے ٹکرانے والی احادیث بخاری کو بے سر وپا ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی اور انکو قرآن مقدس کے معارض بنا کر پیش کیا۔

اس سلسلے میں قرآن کی تفسیر اور حدیث کی تشریح دونوں میں خوب دجل، فریب اور تلبیس سے کام لیا اور قرآن وحدیث کی ایسی جاہلانہ تفسیر وتشریح کی کہ جسکو تفسیر وتشریح کا نام دینا قرآن و حدیث پر بہت بڑی زیادتی ہوگی اور اسکو تحریف کا نام دینا عین انصاف ہوگا۔

بہر حال چتر وڑی صاحب نے اپنی طرف سے قرآن وحدیث کی ایسی تشریح کرنے پر کافی زور خرچ کیا جس سے قرآن وحدیث دونوں کو معارض ثابت کیا جائے اور اسکے لئے انکو جتنی بھی کھینچا

ثانی کی ضرورت پڑی انہوں نے اسمیں کوئی دریغ نہیں کیا۔ مقصد یہ تھا کہ ان احادیث بخاری کو جب قرآن کے معارض ٹھیرادیا جائیگا تو پھر انکو جھٹلانا اوران کا صاف انکار کردینا کوئی مسئلہ نہیں رہے گا۔ اس طرح من کا مطلب بھی پورا ہو جائیگا اور سادہ لوح مسلمانوں کے سامنے سرخرو ہونے کی کوشش بھی کامیاب ہو جائیگی کہ دیکھیں جی قرآن مقدم ہے۔ اگر حدیث اسکے مطابق ہوتی تو ہم بسر وچشم قبول کرتے لیکن جب وہ قرآن کے خلاف جارہی ہے تو اسکا مطلب ہے یہ کہ وہ حدیث رسول ﷺ نہیں لہٰذا ہم اسکو نہیں مانتے۔

یہ درحقیقت انکار حدیث کی ایک بزدلانہ وشاطرانہ چال ہے کہ اگر صاف صاف حدیث کا انکار کرتے ہیں تو امت اسکو برداشت نہیں کریگی لیکن اگر یہ طریقہ اختیار کیا جائے تو آسانی کیساتھ انہیں اپنے جال میں پھنسایا جاسکتا ہے۔ اس مقصد کیلئے پہلے قرآن قرآن کی رٹ لگائی گئی۔ پھر حدیث رسول کو معارض قرآن دکھا کر رد کردیا گیا۔ شاید آپ ﷺ نے اسی فتنے کی طرف نشاندہی کرنے کیلئے یہ ارشاد فرمایا تھا جسکو امام احمدؒ نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے۔

قال عبدالله بن عمر و سمعت رسول الله ﷺ يقول: يخرج قوم من قبل المشرق يقرء ون القرآن لا يجاوز تراقيهم كلما قطع قرن نشا قرن حتى يخرج فى بقيتهم الدجال (مسند احمد: مسند المكثرين من الصحابة، مسند عبدالله بن عمرو بن العاصؓ، رقم ٦٦٥٧)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "مشرق کیطرف ایک قوم نکلے گی جو قرآن پڑھینگے لیکن وہ انکے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ جب بھی (اس طرز عمل کی) ایک جماعت ختم ہو جائے گی تو دوسری پیدا ہو جائیگی یہاں تک کہ انہی کے بقیہ لوگوں میں سے دجال کا خروج ہوگا۔

اس حدیث شریف کا ایک ایک کلمہ چتروڑی فتنہ پر مکمل طور پر منطبق ہے کہ یہ بھی مشرق میں پیدا ہونے والی ایک جماعت ہے۔ اور یہ بھی جا ہا قرآنی آیات بکثرت پڑھتے ہیں اور انکا پڑھنا بھی زبانی ہے عمل سے یہ لوگ کوسوں دور ہیں۔ اور انکی ابتداء خوارج سے ہوئی اور اس نظریہ کی ایک

جماعت ختم ہو جاتی ہے تو دوسری اسی سوچ کی کسی اور نام سے اور کسی اور مقام پر پیدا ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اب یہ تمام اوصاف فتنہ چترڑی میں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ اور آخر میں دجال بھی انہی جیسے لوگوں سے اٹھایا جائیگا کیونکہ اِنکا کام بھی باطل کو دجل وفریب سے حق دکھانا ہے اور دجال کا کام بھی یہی ہوگا۔

امام ترمذیؒ نے ایک روایت نقل کی ہے۔

عن عبدالله بن مسعودؓ قال: قال رسول اللهﷺ يخرج في آخر الزمان قوم احداث الاسنان سفهاء الاحلام يقرء ون القرآن لايجاوز تراقيهم يقولون من قول خير البرية يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية (سنن ترمذی: الفتن، باب من صفۃ المارقۃ، رقم ۲۱۱۴)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا آخر زمانے میں ایک قوم نکلے گی جسمیں نوعمر اور کم عقل لوگ ہونگے وہ لوگ قرآن پڑھینگے لیکن قرآن انکے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ اور وہ بہترین خلائق (آپﷺ) کی بعض احادیث بھی پڑھینگے لیکن دین سے ایسی تیزی سے نکلیں گے جیسے تیر کمان سے۔

یہ حدیث مبارک بھی اس فتنے پر حرف بحرف منطبق ہوتی ہے کیونکہ اس جماعت کے اکثر خطیب، مقرر اور مبلغ ایسے ہی لوگ ہیں جنکا حدیث میں ذکر ہوا۔

امام احمدؒ نے ایک اور حدیث روایت کی ہے۔

عن عقبة بن عامر قال: قال رسول اللهﷺ انما اخاف على امتي الكتاب واللبن قال قيل يا رسول الله! مابال الكتاب؟ قال يتعلمه المنافقون ثم يجادلون به الذين آمنوا الخ (مسند احمد: مسند الشامیین، حدیث عقبۃ بن عامر، رقم ۱۶۶۸۰)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ مجھے اپنی امت پر دو چیزوں کا اندیشہ ہے؟ ایک قرآن دوسرے دودھ۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! قرآن سے کس

طرح اندیشہ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسکو منافق لوگ سیکھ لینگے پھر اہل ایمان کے ساتھ اسکے ذریعے جھگڑینگے۔یعنی مباحثہ ومناظرے کرینگے الخ۔

امام دارمیؒ نے مقدمہ میں اور فریابیؒ نے صفۃ المنافق میں یہ روایت ذکر کی ہے۔

عن زیاد بن جدیر قال: قال لی عمر بن الخطاب هل تعرف مایهدم الاسلام قال: قلت لا قال یهدمه زلة العالم وجدال المنافق بالکتاب و حکم الائمة المضلین (سنن دارمی: المقدمہ، باب فی کراہیۃ اخذ الرأی، رقم ۲۱۶ وصفۃ المنافق للفریابی ۵۴/۱)

ترجمہ: زیاد بن جدیر کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عمرؓ نے کہا کہ کیاتم یہ جانتے ہو کہ اسلام کو منہدم کرنے والی چیزیں کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا نہیں تو آپ نے فرمایا کہ اسلام کے انہدام کا باعث تین چیزیں ہیں نمبر۱۔عالم کی لغزش، نمبر۲۔منافق کا کتاب اللہ کے ذریعے مجادلہ ومناظرہ، نمبر۳۔گمراہ کن حکمرانوں کی حکومت۔

امام احمدؒ نے یہ روایت بھی نقل کی ہے۔

عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال: ان اخوف ما اخاف علی امتی کل منافق علیم اللسان (مسند احمد: مسند العشرۃ المبشرین بالجنۃ، اول مسند عمر بن الخطابؓ، رقم ۱۳۷)

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے خطرناک فتنہ جسکا مجھے اپنی امت پر اندیشہ ہے وہ زبان طرار منافق ہے۔

ان تمام احادیث مبارکہ سے یہی بات اخذ ہوتی ہے کہ احمد سعید چتروڑی اور اسکے ہم خیال لوگ اس امت کا بہت خطرناک فتنہ ہیں۔جو صادق ومصدوق ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق قرآن قرآن کی رٹ لگاتے ہیں لیکن انکا قرآن پڑھنا انکے سینے سے نیچے نہیں اترتا بلکہ زبانی دعووں کی حد تک رہتا ہے اور وہ کم عقل لوگ ہیں جو نہ قرآن کو سمجھتے ہیں نہ حدیث کو بلکہ محض اپنی خواہشات کی اتباع میں قرآن وحدیث کی خودساختہ تفسیر وتشریح کر کے خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں اور

ازروئے حدیث دین سے ایسی تیزی کے ساتھ نکلتے ہیں جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے۔

ہم نے بفضلہٖ تعالیٰ اس کتاب میں چتروڑی صاحب کی ایسی تفسیرات وتشریحات کو بے نقاب کر کے قرآن وحدیث کا صحیح مفہوم پیش کیا ہے جس سے دونوں کے درمیان تعارض کا واہمہ تک بھی پیدا نہیں ہوتا۔

جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا گیا ہے کہ "قرآن مقدس اور بخاری محدث" کے نام سے جو تعارضات پیش کئے گئے ہیں وہ بظاہر تو صحیح بخاری اور امام بخاری کے خلاف ہیں لیکن درحقیقت قرآن و حدیث کے درمیان تعارضات دکھانے کی مذموم کوشش کر کے منکرین حدیث کے نقش قدم پر چل کر انکار حدیث کی نامبارک سعی کی گئی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ منکرین حدیث کیطرح انکار حدیث کی واضح لفظوں میں جرأت نہیں کی گئی بلکہ تقیہ سے کام لیا گیا ہے۔ ورنہ یہی احادیث بخاری جن پر ناروا اعتراضات کئے گئے ہیں دیگر کتب حدیث میں بھی موجود ہیں۔ پس اگر ان احادیث کیوجہ سے صحیح بخاری مسلَّم نہیں رہتی تو دیگر کتب حدیث جو باتفاق محدثین درجہ میں بھی صحیح بخاری سے کم ہیں وہ کیسے مسلَّم رہیں گی؟ اور جب تمام کتب حدیث مسلَّم نہیں رہینگی تو پھر احادیث رسول اللہ ﷺ کہاں سے لائی جائینگی؟ پس اس طرح حدیث رسول سے جان چھڑالی جائیگی۔

ہم نے ہر جگہ حدیث بخاری کا دیگر کتب حدیث سے بھی حوالہ دیا ہے تا کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ یہ صرف صحیح بخاری کا انکار نہیں بلکہ تمام کتب حدیث کا انکار ہے۔ اس طرح امام بخاریؒ پر معارض قرآن روایات لانے کا جو الزام لگایا گیا ہے بفضلہٖ تعالیٰ اس سے انکا علمی انداز میں مضبوط دفاع کیا گیا ہے۔

اور اکثر احادیث کو رد کرنے کیلئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ رواۃ بخاری کو لعنتی، کذاب، مدلس، شرارتی وغیرہ ٹھیرایا گیا ہے۔ یقیناً کسی حدیث پر جرح کرنے کیلئے رواۃ پر ہی جرح کی جاتی ہے لیکن اسکے لئے بھی کچھ اصول ہیں۔ مثلاً ایک مسلَّمہ اصول یہ ہے کہ انکی جرح، ائمۂ جرح وتعدیل سے نقل کی جاتی ہے یہ نہیں کہ جو حدیث دل کو نہ بھائے اسکے راویوں کو بلا دلیل ازخود لعنتی کہہ کر پھینک دیا

جائے۔ لیکن چتر وڑی صاحب نے اس مسلّمہ اصول کے برعکس ہر جگہ یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ راویوں کو لعنتی وغیرہ کہہ دیا ہے مگر انکی جرح، ائمہ جرح و تعدیل سے نقل نہیں کی جبکہ اس لعنت کی زد میں ایسی ہستیاں بھی آ گئی ہیں جنکے ورع، تقوی، دیانت، امانت اور ثقاہت پر پوری امت کا اجماع ہے۔ چتر وڑی صاحب کی لعنت کی زد میں آنے والی چند ہستیاں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت نافع، عطاء بن یسار، ابن شہاب، قتادہ، عمرو بن دینار (اساتذۂ امام ابوحنیفہؒ)، وکیع بن الجراح (استاد امام شافعیؒ)، انکے علاوہ امام عبداللہ بن مبارک، امام لیث بن سعد، امام اوزاعی، امام سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، سعید بن المسیب، حماد بن زید، سعید بن جبیر، محمد بن سیرین، ثابت البنانی، شعبۃ بن الحجاج، یحیٰ بن سعید القطان، علی بن المدینی، عروۃ بن الزبیر وغیرھم رحمھم اللہ۔

واضح رہے کہ ان میں سے سعید بن المسیب، سفیان ثوری، امام اوزاعی، امام شعبہ اور امام عبداللہ بن مبارک وغیرھم رحمھم اللہ کو خود چتر وڑی صاحب نے اپنی ایک سابقہ تصنیف ''دمدمۃ الجنود علی دندنۃ الیھود'' صفحہ ۷۹ میں ''کبار محدثین، ائمہ متقنین وحذاق محققین'' قرار دیا ہے اور انکے لئے ''رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم'' کے الفاظ استعمال کیے ہیں اس کتاب کا یہی پیراگراف مقدمہ میں اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۸۶، ۸۷ پر ملاحظہ فرمائیں۔ تو ستائیس سال کے بعد اب کوئی وحی نازل ہوئی ہے کہ یہ لوگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے مستحق نہ تھے بلکہ معاذ اللہ لعنۃ اللہ علیہم کے مستحق تھے؟

اس لئے ہم نے ہر ایسے موقع پر مظلوم رواۃ کی جرح وتعدیل ائمہ اسماء الرجال سے باحوالہ نقل کر دی ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ رواۃ کے لعنتی ہونے کا بہانہ محض جھوٹ اور افسانہ ہے درحقیقت حدیث رسول نشانہ ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اس حدیث کو حدیث بخاری کہہ کر جھٹلانا درحقیقت حدیث رسول کو جھٹلانا ہے۔ پس اس طرح صحیح بخاری کے رواۃ پر چتر وڑی صاحب کے بے رحم حملوں کا بحمد اللہ تعالیٰ بھرپور دفاع کیا گیا ہے۔ اسلئے اس کتاب کا نام ''**رواۃ بخاری اور امام بخاری کا عادلانہ دفاع**'' تجویز کیا گیا ہے۔

ان شاء اللہ اس کتاب کا مطالعہ بخاری شریف کے بارے میں پھیلائے جانے والے

اتہامات وبہتانات اوراس پرلگائے جانے والے جھوٹے الزامات کودور کرنے میں مددگار ثابت ہوگا اوراحادیث رسول ﷺ پراعتماد کو بحال کرے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس حقیر کاوش کو اپنی بارگاہ عالی میں قبول فرما کر متلاشیانِ ہدایت کیلئے ذریعہ ہدایت بنائے اور اپنے حبیب ومحبوب ﷺ کی شفاعت اور اپنی رضائے دائمی کا وسیلہ بنائے۔آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین۔

اظہار تشکر: آخر میں اپنے ان اکابر بزرگوں کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے اس ناچیز کی ناچیز کاوش کو اپنی گرانقدر تقاریظ کے ذریعے سند کا درجہ عطا فرمایا، اسی طرح ان دوستوں اور بزرگوں کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے مفید مشوروں سے نواز کر کتاب کی افادیت کو دو چند کر دیا اور خاص طور پر حضرت مولانا حافظ نثار احمد الحسینی صاحب کا بے انتہا ممنون ہوں جنہوں نے اس ناچیز کتاب کیلئے ایک وقیع، پرمغز اور بصیرت افروز مقدمہ تحریر فرما کر عنایت فرمایا۔

اسی طرح ان دوستوں کا بھی تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے اس سلسلے میں مالی پریشانیوں کا ازالہ فرمایا جسکے نتیجے میں یہ کتاب آپکے ہاتھوں میں پہنچ کر دست بوسی کا شرف حاصل کر رہی ہے۔ اسمیں ہمارے بزرگ دوست جناب حاجی عبدالرحیم اعوان صاحب اور برادرِ محترم قاری عبدالرزاق حسینی صاحب خطیب جامع مسجد قطب شاہ بھکر خاص طور پر قابل ذکر ہیں جنہوں نے ہماری اس کتاب کے مسودے کو ''الماری برد'' ہونے سے بچایا۔

اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو انکی ان مخلصانہ مساعی کا اپنی شان کے مطابق بہترین بدلہ دنیا و آخرت میں عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

عرض گزار: ظفر اقبال غفرلہ البر المتعال

مدیر ومدرس مدرسہ مفتاح العلوم کوٹلہ جام

امام وخطیب جامع مسجد مدنی کوٹلہ جام تحصیل وضلع بھکر

۲۵ شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ بمطابق ۱۷ اگست ۲۰۰۹ء

مقدمہ

از

حضرت مولانا حافظ نثار احمد الحسینی صاحب مدظلہ

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا، سَیِّدِ الأنبیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ مَوْلَانَا وَحَبِیْبِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وأَصْحَابِہٖ أَجْمَعِیْنَ أَمَّا بَعْدُ۔

اس دور میں اللہ تعالیٰ نے من حیث الجماعت علمائے اہل السنّت والجماعت علمائے دیوبند رحمھم اللہ سے دین اسلام کی خدمت کا جو کام لیا ہے اس کی نظیر ان دو صدیوں میں نہیں ملتی۔ درس و تدریس، وعظ وارشاد، تصنیف وتالیف، دعوت وتبلیغ اور مناظرہ و جہاد ہر میدان میں ان بوریہ نشینوں کو اللہ تعالیٰ نے ایسی خدمات کی توفیق بخشی کہ دین حق کے گلستان کا ہر گوشہ اپنے پھولوں کی تازگی سے مہک اٹھا۔

دین اسلام کے پرانے دشمن یہودی اسلام کی دینی ترقی سے ہمیشہ جلتے رہے ہیں اور انہوں نے دوسری غیر مسلم اقوام بالخصوص عیسائیت کو اپنے ساتھ ملا کر ہمیشہ اپنی سازشوں سے دینی اقدار کو نقصان پہنچانے کی ناکام کوششیں کی ہیں۔ ہند میں انگریز نے اپنی ناکامی اور مسلمانوں میں کسی نہ کسی طرح دین کے باقی رہ جانے کا ذمہ دار علمائے دیوبند کی کوششوں کو قرار دیکر اس جماعت کو بھی اپنی مذموم سازشوں سے خراب کرنے کی کوشش کی، اپنے زرخریدوں کی خدمات حاصل کیں، سیاسی اختلافات، انتظامی معاملات، اور ذاتی رنجشوں کو نشانہ بنا کر ہوا دیتے رہے مگر:

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

علمائے دیوبند میں جن اختلافات کو پیدا کر کے ان کی جمعیّت کو بکھیرنے کی سازشیں کی گئیں

ان میں تقسیم ہند ۱۹۴۷ء کے بعد کے اختلافات میں ایک عنوان ''مسئلہ حیات النبی ﷺ'' کے انکار کا فتنہ بھی ہے۔

یہ امت کے اجماعی مسائل میں سے ہے کہ تمام انبیاء علیھم السلام اس دنیوی زندگی سے پردہ فرمانے جسے موت کے عنوان سے تعبیر کیا جاتا ہے کے بعد اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں یہ زندگی چونکہ انبیاء علیھم السلام کے ابدان مبارکہ کو حاصل ہے اس لیے اس کی تعبیر ''دنیوی زندگی'' سے کی جاتی ہے اور یہ زندگی چونکہ عالم برزخ میں حاصل ہے اس لیے کبھی اس کی تعبیر ''برزخی زندگی'' سے بھی کی جاتی ہے اور کبھی زیادہ مزید وضاحت سے اسے ''دنیوی برزخی حیات'' کہا جاتا ہے۔

اہل السنّت والجماعت میں سے اس عقیدہ کا انکار کبھی کسی نے نہیں کیا۔ اہل السنّت کے علاوہ دوسرے باطل فرقے مثلاً: معتزلہ، منکرین حدیث، منکرین فقہ (غیر مقلدین) وغیرہ اس اجماعی عقیدہ کا انکار کرتے رہے۔

بدقسمتی سے ۱۹۵۷ء میں جب ''اشاعت التوحید والسنۃ'' کے بعض حضرات نے اس اجماعی عقیدہ کا انکار کیا تو علمائے دیوبند میں ایک انتشار کی صورت پیدا ہوگئی۔

''اشاعت التوحید والسنۃ'' کے بانیوں میں شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمہ اللہ، مولانا سید عنایت اللہ شاہ گجراتی مرحوم، مولانا محمد طاہر پنج پیر مرحوم، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مرحوم اور امام اہل السنّت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم جیسے حضرات شامل تھے اس جماعت کا بنیادی مقصد توحید وسنت کی اشاعت اور شرک وبدعت کی تردید تھا مگر جب ۱۹۵۷ء کے بعد اس جماعت کے بعض حضرات نے اپنی تمام صلاحیتوں کو انکار ''مسئلہ حیات الانبیاء علیھم السلام'' اور انکار سماع صلوۃ وسلام عند قبر النبی ﷺ وغیرہ مسائل کیلئے مختص کر دیا تو اس جماعت کا شیرازہ بھی بکھرنے لگا اور کئی اکابرین ان سے الگ ہوگئے۔

احمد سعید ملتانی ایک تعارف

''اشاعت التوحید والسنۃ'' کی اس روش میں سختی پیدا ہوتی رہی نئے نئے انداز

خطابت متعارف ہونے لگے، خودساختہ محققین کا ایک گروہ پیدا ہوا جنہوں نے اسلاف کی عبارات میں کتر بیونت کے نئے ڈھنگ متعارف کرائے، اپنے خودساختہ نظریات کو درست کرنے کے بجائے آیات و احادیث میں تاویلات کا دروازہ کھولا گیا اور صحیح روایات پر ضعف کا حکم لگانے کیلئے وضعی اصولوں کی داغ بیل ڈالی گئی، نہ صرف روایات و آثار کے ساتھ یہ سلوک ہوا بلکہ اپنے نظریات کے مقابل اسلاف میں سے جسے بھی دیکھا گیا اس کی شخصیت کو مجروح کرنے کا ہر حربہ استعمال کیا گیا۔

''اشاعت التوحید والسنۃ'' کی اس روش نے جن علماء کو متعارف کروایا ان میں ایک نام ''احمد سعید ملتانی'' بھی ہے۔ ''اشاعت التوحید والسنۃ'' کے مرکزی راہنما پروفیسر محمد افضل ضیاء المعروف محمد الفقاد صاحب مرکزی نائب ناظم ''اشاعت التوحید والسنۃ'' مدیر ماہنامہ ''نغمہ توحید'' گجرات نے احمد سعید ملتانی کا تعارف کراتے ہوئے لکھا:

''مولانا (احمد سعید خان ملتانی) ''اشاعت التوحید والسنۃ، پاکستان'' کے نامور مبلّغ اور مرکزی مجلسِ شوریٰ کے رکن تھے۔ (خس کم جہاں پاک۔ ص۹)''

مولانا محمد طیّب صاحب امیر اشاعت التوحید والسنۃ نے احمد سعید کو مخاطب کر کے کہا:

''میرے والد صاحب (مولانا محمد طاہر پنج پیر) بھی آپ کی عزت کرتے تھے آپ کو مقننہ کا نائب صدر بنایا تھا۔ (خس کم جہاں پاک۔ ص۱۴)''

احمد سعید ملتانی کو ''قاطع الشرک والبدعہ'' و ''شیخ القرآن'' و ''امام انقلاب'' و ''سیف بے نیام'' اور ''علامہ'' وغیرہ کئی القابات سے نوازا گیا۔

حال ہی میں احمد سعید ملتانی کی شہرت انکی نئی تصنیف ''قرآن مقدّس اور بخاری محدث'' سے علماء اور عوام کے حلقوں میں زیادہ ہو رہی ہے۔ موصوف نے اس کتاب میں روئے سخن ''أصحّ الکُتُبُ بعد کتاب اللّٰہِ تعالیٰ الصحیح البخاری'' کے مؤلف امام المحدّثین حضرت سیدنا محمد بن اسماعیل بخاری المعروف امام بخاری قدس سرہ العزیز کی جانب رکھا اور قرآن مجید کے بعد صحیح ترین کتاب اور کتب احادیث میں سب کتب سے زیادہ مقام والی کتاب ''صحیح بخاری'' اور

امام بخاری کونشانہ تنقید بنایا۔

احمد سعید ملتانی نے اپنی کتاب ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' میں جو زبان اختیار کی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ،صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی اور احادیث رسول ﷺ سے جس انداز سے استہزاء کیا امام بخاریؒ اور انکے اساتذہ حدیث کو جس طرح نشانہ تنقید بنایا اسے نقل کرنا بھی مشکل ہے۔

یہاں چند عبارات لکھی جاتی ہیں جن سے اس نام نہاد امام انقلاب کے علم واخلاق کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ السلام کی شانِ اقدس میں گستاخی

۱: بخاری اپنی روایت کے ذریعہ آپ ﷺ کا نابالغہ لڑکیوں کے ساتھ جنسی کھیل کھیلنا ثابت کرتے ہیں..........آپ ﷺ نعوذباللہ ان سے جنسی کھیل رچائیں اور طبع آزمائی میں مشغول ہوجائیں۔ص ۵۸،۵۷

۲: ایسا کام تو کوئی چنڈو باز بھی نہیں کرتا اللہ کے پیغمبر سے کس طرح ممکن تھا۔ص ۷۰

۳: ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہنے پر اللہ کے رسول ﷺ نے از خود آیت میں لکھوادیا۔ لاحول ولا قوۃ۔ص ۱۰۶

۴: آپ ﷺ میں جو لَا اَدرِیۡ کا اندھیرا تھا تو جبرائیل کی پڑھائی سے دور ہورہا ہے۔ص ۸۸

صحابی رسول ﷺ کی گستاخی

صحابی رسول ﷺ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اور ان کی بیٹی منکوحہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق لکھتا ہے: وہ کافرہ اور کافر کی بیٹی تھی۔ص ۷۰

حدیث رسول ﷺ کی گستاخی

کافروں کا قدیم زمانہ سے پیشہ چلا آرہا ہے پڑھنے والا اپنا فریضہ ادا کررہا ہو......اس کے

عین مقابلہ میں نعت خوانی دوہڑا بازی شروع کردے گا یا قال قال رسول اللہ کی لڑھ مچادے گا۔ص ۸۷

حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ پر ملتانی متحقق کی تنقید

۱: بخاری ضعیف فی الحدیث اور متعصب ہے۔ ص ا

۲: غالبًا امام بخاری کو تعصب نے اپنے اساتذہ اور شاگردوں سے الگ اور اکیلا کردیا۔ص ۲

۳: ان کی روایات قرآن کے خلاف واقع ہوئی ہیں............دوسرے محدثین کی ہزاروں غلطیوں پر بھی ایک غلطی امام بخاری کی بھاری ہے۔ص ۴

۴: اب دیکھوایسی غلطی کسی دوسرے محدث نے کی ان کی ہزارہا غلطیوں پر بھی ان کی ایک غلطی بھاری ہے۔ص ۴

۵: امام بخاری جس طرح سے بڑا سرتاج محدثین ہے ان کی غلطی بھی ہوگی تو تمام غلطیوں کی سرتاج ہوگی۔ص ۴

۶: اس قدر قرآن کے مفہوم میں بصیرت حاصل کرنے کی سعی مشکور نہ فرمائی۔ص ۶

۷: ہاں یہ کہنا کہ جس روایت کو امام بخاری پاس کردیں بس وہ پل سے پار ہوگئی تو یہ صریح غلط ہے۔ص ۷

۸: ہم امام بخاری پر یہی الزام لگا سکتے ہیں کہ انہوں نے روات کی بات کو قرآن پر پرکھنے کی کوشش بہت ہی کم کی ہے۔ص ۸

۹: امام بخاری نے جب اپنی کتاب کا نام رکھا الجامع المسند الصحیح تو پھر ان کی کتاب میں باطل روایات غیر مسند غیر صحیح......روایات کیوں پائی جاتی ہیں۔ص ۹

۱۰: امام بخاری نے صریحا قرآن کی نص قطعی کے خلاف مردہ کے جنازہ پر بولنے اور مردہ کے سننے کی جھوٹی روایت پیش کی۔ص ۱۱

۱۱: چنانچہ جس محدث کی نظر صرف جمع روایات پر تھی ان کی کتب میں قرآنی بصیرت بہت ہی کم ہے۔ص ۱۲

۱۲: امام بخاری چونکہ روایت کے پرستار تھے قرآنی بصیرت سے خالی آدمی امام اعظم کو خداع نہ کہے تو اور کیا کہے۔ص ۱۲

۱۳: نہ بخاری کو قرآن کا علم نہ انکے امام زہری کو علم نہ امام بخاری کو آپ ﷺ کی حیثیت نبویہ کا پاس نہ زہری ایسے بکواسی آدمی کو۔ص ۱۴

۱۴: امام بخاری جس نے جھانسہ تو دیا تھا کہ میری کتاب مسند ہے لیکن زہری ایسے بکواسی کی مرسل روایت............ص ۱۴

۱۵: کیاامام بخاری کا تدین ہے یالعنتی راویوں کی کا ٹا گری؟ کیاامام بخاری اس جرم سے بری ہو سکتے ہیں اگر لعنتی راویوں نے بکواس تیار کیا ہے تو امام بخاری اتنا بے بصیرت تھا کہ ان کو کچھ بھی نہ سوجھا کہ میں اس خرافت کو کیسے درج کتاب کر رہا ہوں۔ص ۱۵

۱۶: قرآن کے قطعاً مخالف امام بخاری نے بذریعہ ہشام کذاب مدلس آپ ﷺ پر شرک وکفر کا اثر ماننا ثابت کیا ہے۔ص ۱۷

۱۷: جناب بخاری کو عصمت نبویہ کا خیال نہیں آیا۔ص ۱۷

۱۸: کاش بخاری کو قرآن کی بصیرت اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر عبور حاصل ہوتا۔ص ۱۸

۱۹: بخاری محدث رب کی توہین۔ص ۱۹

۲۰: امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری کتاب الرقاق صفحہ [۹۶۳] پر بڑے جذبات کے ساتھ یہود ونصاری کے مذہب کی ترجمانی کر کے قرآن سے بغاوت اور خود اللہ کریم سے بغاوت کی روایت ٹانک دی ہے۔ص ۲۰

۲۱: قرآن میں عدم بصیرت کی وجہ سے ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو امام بخاری نے اللہ کا وعدہ بنا دیا۔ص ۲۴

۲۲: آپ نے شاید کبھی قرآنی بصیرت کا خیال تک نہیں فرمایا۔ص ۲۵

۲۳: لیکن شومی قسمت کہ اسناد کے چکر میں پڑنے اور مفہوم قرآن کو مجبور کرنے والے روات نے امام

بخاری کو بھی ایسا الجھادیا کہ نہ ان کو قرآن کی تصریح سے آگاہی ہوئی نہ سیرت نبویہ کا پاس آیا نہ صحابہ کرام کی پاک طینت کو سوچا۔ ص ۲۷

۲۴: لیکن اللہ معاف فرمائے امام بخاری بے حیا راویوں پر اعتماد کلی کر کے رسول اللہ ﷺ پر یہ جھوٹ بھی جڑ دیتے ہیں۔ ص ۳۱

۲۵: لیکن امام بخاری روایت درج کتاب کرتے ہوئے شاید غیر شعوری حالت میں تھے۔ ص ۳۲

۲۶: امام بخاری کا اصل مشن روایات کا ڈھیر لگانا ہے قرآن میں بصیرت حاصل کرنا یا قرآن کو مقدم رکھنا ان کے زاویہ خیال میں بھی نہیں ہے۔ ص ۳۴

۲۷: تعجب تو بخاری پر ہے کہ انہوں نے من وعن بے چون وچرا اصحابہ کرام کی حیثیت عرفیہ کو داغدار کرنے والوں اور لعنتی راویوں کے سینہ بسینہ ہو کر قرآن سے اتنی بے اعتنائی برتی کہ اہل رفض کے چھپے انداز میں ہمنوا بن جانے کا خیال بھی نہ کیا۔ ص ۳۸

۲۸: لیکن بخاری صاحب جن کی نظر صرف روایات کے کثیر ڈھیر کی طرف تھی قرآن سے صرف نظر کرتے ہوئے کسی لعنتی راوی کی اپچ میں آ کر صحابی رسول کے متھے جھوٹ کا ٹکہ لگاتے ہیں۔ ص ۳۹

۲۹: لیکن بخاری محدث نے بڑے زور سے ایک جھوٹی روایت قرآن کے صریح خلاف نقل کر دی ہے۔ ص ۴۱

۳۰: بخاری کا مطمع نظر صرف روایات جمع کرنا تھا قرآنی بصیرت ان کا مشغلہ نہ تھا۔ ص ۴۲

۳۱: یہ حال ہے امیر المؤمنین فی الحدیث کا جو قرآن کے صریح خلاف روایت درج کر کے مشرکین کو نواز دیتے ہیں۔ ص ۴۴

۳۲: امام بخاری اب غیر شعوری یا بے اعتنائی کے طور پر فرماتے ہیں اور روافض کے مذہب کی ریس میں کہتے ہیں۔ ص ۴۶

۳۳: امام بخاری کو قرآن فہمی کی داد دیجیئے...... یہاں تک یاوہ گوئی کر جاتے ہیں۔ ص ۴۸

۳۴: کسی لعنتی راوی کی گپ شپ پر کلی اعتماد کرنا اور الفاظ قرآن کو پس پشت ڈال دینا کیا اسی کا نام امیر المحدثین ہوتا ہے۔ص ۵۰

۳۵: پھر ایسی خرافت درج کتاب کرنے والا ایسی وعید سے کس طرح بچ سکے گا۔ص ۵۲

۳۶: بخاری محدث عورت کی دبر زنی۔لیکن بخاری صاحب اتنا بڑا کفری نظریہ بے دھڑک ہو کر ایک جلیل القدر صحابی کے معصوم العمل ماتھے پر جڑ دیتے ہیں۔ص ۵۲

۳۷: لیکن امام بخاری صحابہ کرام کو بدنام کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے۔ص ۵۴

۳۸: بخاری محدث نبی پر افتراء۔ص ۵۶

۳۹: لیکن امام بخاری صاحب اپنی روایت کے ذریعہ آپ ﷺ کا نابالغ لڑکیوں کے ساتھ جنسی کھیل کھیلنا ثابت کرتے ہیں۔ص ۵۷

۴۰: بخاری محدث نبی پر جھوٹ۔ص ۶۴

۴۱: یہ امام بخاری کی بے نظری اور حلال وحرام کی حقیقت سے ناواقفی اور اس سے بے پرواہی کی دلیل تو نہ بنے گی۔ص ۶۵

۴۲: بخاری محدث صحابہ پر بدعت کا فتوی۔ص ۶۶

۴۳: یہ ہے محدثین کا حال جو قرآن میں بھی اختلاف ڈالنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ص ۸۲

۴۴: لیکن امام بخاری قانون اور قاعدہ کے صریح خلاف......فرماتے ہیں۔ص ۹۳

۴۵: امام بخاری کا باب باندھنا ہی صاف جھوٹ ہوا۔ص ۹۴

۴۶: امام بخاری کی خیانت یا بھول چوک۔ص ۹۶

۴۷: مسلکی تعصب یہاں تک ایک محدث جلیل کو لے گیا کہ حدیث کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ص ۹۸

۴۸: لیکن اخباری آدمی کا مطمع نظر چونکہ روایات جمع کرنا ہوتا ہے قرآن پاک کی بصیرت حاصل کرنا ان کا شغل نہیں ہوتا اسی لیے امام بخاری نے بڑے وثوق کے ساتھ ایک روایت درج کتاب کر کے..........۔ص ۱۰۱

۴۹: لیکن بخاری محدث نہ تو قرآن مقدس کی نصوص کی پرواہ کرتے ہیں۔ص ۱۰۸

۵۰: امام بخاری نے ابن جریج کے طریق سے آیت کی جو درگت بنائی ہے ملاحظہ کریں۔ص ۱۱۳

رواۃ صحیح بخاری پر ملتانی مصنف کے نشتر

۱: کتاب میں لعنتی راویوں کی بھرمار ہو گئی۔ص ۶

۲: لعنتی راویوں نے اسٹر گھسٹر کر کے کتاب کی قدر و قیمت گھٹا کے رکھ دی۔ص ۶

۳: بعض راوی جو رافضی شیعہ تھے انہوں نے تقیہ کر کے بخاری کو اپنے اعتماد میں لے لیا...... مسودہ میں لعنتی راویوں نے دسیسہ کاری کی۔ص ۹

۴: بہرکیف لعنتی روای امام بخاری کے لئے مار آستین ثابت ہوئے۔ص ۱۰

۵: کیا یہ امام بخاری کا تدین ہے یا لعنتی راویوں کی کاتا گری؟ ص ۱۵

۶: بذریعہ ہشام کذاب مدلس...... ص ۱۷

۷: جناب بخاری...... لعنتی راویوں سے اتنے مرعوب ہوئے۔ص ۱۷

۸: انہوں نے لعنتی راویوں پر اعتماد کلی کر کے...... ص ۲۲

۹: لعنتی راویوں پر اعتماد کلی کر کے اپنی اماں کو بھی امام بخاری بدنام اور خائن کہہ گئے۔ص ۲۳

۱۰: مگر برا ہو لعنتی رایوں کا۔ص ۲۴

۱۱: لعنتی راویوں نے امام بخاری کو یوں اعتماد میں لے لیا تھا۔ص ۲۵

۱۲: یہ مغالطہ خود بخاری کو لعنتی راویوں کی طرف سے ہوا۔ص ۲۹

۱۳: امام بخاری بے حیاء راویوں پر اعتماد کلی کر کے رسول اللہ پر یہ جھوٹ بھی جڑ دیتے ہیں۔ص ۳۱

۱۴: امام بخاری کا استاد زہری............ جو اکثر علماء اسلام کی تحقیق میں عموماً اور اہل تشیع علماء کے نزدیک خصوصاً شیعہ اور پھکو باز بھی ہے۔ص ۳۴

۱۵: لعنتی راویوں کے سینہ بسینہ ہو کر قرآن سے اتنی بے اعتنائی برتی۔ص ۳۸

۱۶: کسی لعنتی راوی کی اینچ میں آ کر............ ص ۳۹

۱۷: اور لعنتی راویوں کے برتے پر یہ اتہام بھی رسول اللہ ﷺ پر لگاتے ہیں۔ص ۴۵

۱۸: کسی لعنتی راوی کی گپ پر کلی اعتماد............ص ۵۰

۱۹: کیا ایسے فعل بد کو ذکر کرنے والے رواۃ لعنتی نہ ہونگے۔ص ۵۳

۲۰: کسی بے دین راوی پر اعتماد کر کے یوں لکھتے ہیں۔ص ۵۵

۲۱: لعنت ہو کینہ ور بد کردار راویوں پر۔ص ۵۹

۲۲: کسی شراتی راوی کی روایت کے سبب امام بخاری باب باندھتے ہیں۔ص ۵۹

۲۳: جن باتوں کو کذاب راوی نے جھوٹ کہا ہے وہ قطعاً سچ ہیں......لیکن بد دماغ روات کا چونکہ اپنا وطیرہ ہی جھوٹ ہے۔ص ۶۲، ۶۳

۲۴: امام بخاری ہیں جنہوں نے لعنتی راویوں پر اعتماد کر کے۔ص ۶۳

۲۵: لیکن برا ہو لعنتی راویوں کا............ص ۶۸

۲۶: لیکن امام بخاری بے حیا راوی ابو حازم کے ذریعہ۔ص ۶۹

۲۷: لیکن بخاری نے لعنتی راویوں پر اعتماد کر کے۔ص ۷۱

۲۸: جیسا کہ کذاب راویوں نے کہا۔ص ۷۳

۲۹: امام بخاری زہری ایسے باتونی اور پھکڑ باز رفض نواز۔ص ۷۵

۳۰: بقول لعنتی راوی۔ص ۷۶

۳۱: یہ ساری داستان ہی جھوٹی بنائی لعنتی راویوں نے۔ص ۱۰۲

۳۲: نام لیکر امام المحدثین ابو بکر محمد بن مسلم الزہری رحمہ اللہ کو ص ۳۴ پر شیعہ اور پھکڑ باز لکھا۔ حضرت ہشام مشہور تابعی ہیں اور سیدہ طیبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ ہیں۔ انکو کذاب لکھا اور ابو حازم سلمہ بن دینار رحمہ اللہ کو ص ۶۹ پر بے حیا لکھا ہے۔

صحیح بخاری شریف پر چتروڑی کی تنقید

ا: بخاری میں کتنی زبردست غلطیاں ہیں قرآن مقدس کے خلاف کتنے ریمارکس ہیں عزت وحیثیت نبویہ پر کتنے اہانت آمیز فقرے ہیں اصحاب النبی پر کس قدر بہتانات ہیں پھر بخاری صاحب کی کتاب اصح الکتب کی بجائے صحیح الکتب بھی نہیں کہی جا سکتی۔ص۳

۲: یہی وجہ ہے کتاب میں باطل قسم کی روایات کی بھرمار ہے۔ص۶

۳: یاوہ لوگ جو کلی طور پر بخاری شریف کو صحیح اور بے غبار جانتے ہیں وہ یا تو قرآن مقدس پر ایمان نہیں رکھتے یا پھر اتنے اجہل ہیں جو لَا یَعْلَمُوْنَ الْکِتَابَ اِلَّا اَمَانِیَّ [الایۃ] کا مصداق ہیں۔ص۸

۴: لیکن بخاری محدث کسی اندر کے روگی راوی پر کلی اعتماد کر کے اپنی کتاب میں یہ ٹانک رہے ہیں۔ص۳۷

۵: امام بخاری ایک قصہ نقل کرتے ہیں جو غالبًا کسی یہودی النسل کا بتایا ہوا ہے۔ص۸۱

۶: اگرچہ من کل الوجوہ بخاری کو اصح کہنا تو درکنار صحیح کہنا بھی مشکل ہے۔ص۱۱۴

احمد سعید ملتانی کا گستاخانہ انداز بیان

احمد سعید ملتانی کا یہ گستاخانہ انداز بیان نئی بات نہیں ہے موصوف ابتداء ہی سے اسی بے لگامی میں مشہور ہیں پروفیسر محمد افضل ضیاء المعروف محمد الفضا دصاحب لکھتے ہیں:

''مولانا (احمد سعید خان ملتانی) اشاعت التوحید والسنۃ پاکستان کے نامور مبلغ اور مرکزی مجلس شورٰی کے رکن تھے۔لیکن بدنصیبی سے روزِ اول سے ہی پوری جماعت کا موضوع بن گئے کہیں انکی اخلاق سے گری گفتگو کی شکایت زیرِ لب ہوتی اور کہیں مجلسِ مقننہ کے فیصلوں کی خلاف ورزی کہیں ان کی نئی نئی تحقیقات کا تذکرہ ہوتا اور کہیں علماءِ حق کے بارے میں بدظنی'' (خس کم جہاں پاک ص/۹)

محمد الفضا دصاحب نے اپنی تصنیف ''خس کم جہاں پاک'' میں احمد سعید ملتانی کے گستاخانہ

انداز بیان کے نمونے بھی پیش کیے ہیں تفصیل کیلئے ''خس کم جہاں پاک'' کا مطالعہ کیا جائے یہاں چند نمونے پیش خدمت ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی

(۱) ''اللہ تعالیٰ ،انبیاء اللہ، اور اولیاء اللہ کے ذمہ فحش زبان کی ایک مثال ملاحظہ کیجئے۔ یہ رمضان المبارک میں مسجد میں بیٹھ کر دورہ تفسیر پڑھاتے ہوئے علامہ احمد سعید خان صاحب کے ملفوظات میں سے ہیں:

قُلِ اللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ اَنْتَ تَحْکُمُ بَیْنَ عِبَادِکَ فِیْ مَاکَانُوْافِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ۔(سورۃ الزمر آیہ ۴۶) کی تفسیر امام انقلاب، شیخ القرآن، ابن تیمیہ وقت مولانا احمد سعید خان کی زبان سے:

نتیجہ دلائل کا، اے اللہ چیر کے بنانے والا ہے تو آسمانوں اور زمینوں کو، تو ہی فیصلہ کرے گا درمیان بندوں اپنے کے۔ جس دن اللہ فیصلہ کرے گا کہے گا۔ اوحیاتیو! اولٰکھڑو! تم بکواس کرتے تھے، اللہ کی کتاب کی توڑ مروڑ کرتے تھے اللہ کی کتاب کی نصِ قطعی کے خلاف تم تاویلیں کرتے تھے یہ بندے سچے ہیں میرے، جو کہتے تھے کوئی نہیں سنتا سوائے اللہ کے، اس وقت یہ کہیں گے کیا؟ ہیں بڑے بڑے شیخ الحدیث ہوں گے سُوّر، بڑے بڑے ممتاز علماء کھڑے ہوئے، بڑے بڑے پنڈت، پوپ، پادری۔ جب اللہ نے کہ دیا اس وقت کہ میرا فیصلہ تو یہی ہے کہ وہ سچ کہہ رہے ہیں میرے بندے کہ '' اِنْ کُنَّا عَنْ عِبَادَتِکُمْ لَغٰفِلِیْنَ'' ہمیں اللہ کی قسم ہے ہمیں تو کوئی پتا نہیں کون حرامی ہماری قبر پہ آیا ہمیں بلایا، کس نے ہماری نذر نیاز دی، کس نے چڑھاوے چڑھائے، کس نے سلام کیے، کس نے پوجا پاٹ کی، اللہ تیری ذات کی قسم ہے ہمیں تو پتا نہیں۔ اور پھر اُدھر کیا کر رہے ہوں گے۔ ''کَانُوْ الَھُمْ اَعْدَآءً وَّکَانُوْا بِعِبَادَتِہِمْ کٰفِرِیْنَ'' اللہ ہم ان کے دشمن ہیں ان پہ لعنت کر مفتی صاحب پر لعنت کر ان علامہ صاحب پہ، شیخ الحدیث پہ، اس فلاں مفسر پہ، کیوں؟ یہ جھوٹ گھڑ گھڑ کے بولتا تھا تیری کتاب مقدس کے خلاف تاویلیں غلط کرتا تھا نصوص قاطعہ کی تردید کرتا تھا اللہ اس پہ لعنت ایسی ڈبل

کر۔اس وقت پھر یہ کیا کہے گا جی میں سپاہ صحابہ کا تھا''۔ ''خس کم جہاں پاک''ص ۱۵۲

(۲) ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا"قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ" کام کے آدمی حلالی تھوڑے ہوتے ہیں حرامی زیادہ ہوتے ہیں''۔ ''ایضاً''ص ۱۵۳

(۳) اللہ فرماتا ہے''او یہودیا لعمتیا، ذلیلا، نہ ہویوں ورنہ''۔ ''ایضاً''ص ۱۵۳

اکابرین امت کی گستاخی

(۴) ''ایک مجلس میں گفتگو کے دوران کسی نے علامہ ابن کثیر کا حوالہ دے دیا مولانا کی رگِ ظرافت پھڑک اٹھی فرمانے لگے اسے چھوڑو مخاطب نے کہا''جی علامہ ابن کثیر تو بڑی قابل اعتماد شخصیت ہے''مولانا نے ارشاد فرمایا: یہ بتاؤ ابن کثیر کا معنیٰ کیا ہے؟ یعنی: وہ جس کے کئی باپ ہوں (استغفراللہ)۔ ''ایضاً''ص ۱۵۵

(۵) قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی پر فتوی کفر لگاتے ہوئے کہا:''خواہ کوئی گنگوہی ہو یا جنجوہی''۔ ''ایضاً''ص ۷۳

ملحوظ رہے کہ حضرت مولانا حسین علیؒ نے اپنے استاذ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے درسی امالیءِ حدیث کو''تقریر جنجوہی ''کے عنوان سے مرتب فرما کر شائع کروایا تھا۔

(۶) ''مسجد قصاباں میانوالی شہر میں مولانا احمد سعید ملتانی نے تبلیغی جماعت کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہ کافر ہیں''۔ ''ایضاً''ص ۶۹

علمائے دیوبند کی تکفیر

(۷) جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ پنجاب کی مجلسِ شوریٰ کے اجلاس منعقدہ ۱۰ مئی ۱۹۹۸ء جامع مسجد شاہ فیصل گیٹ، گجرات میں مولانا ضیاء اللہ شاہ صاحب نے کہا:''بالکل ابتداء میں، میں جب کبھی تقریر کیلئے کبیر والہ جاتا تو مولانا (احمد سعید خان) کے ملنے والے مجھے کہا کرتے تھے کہ آپ علماء دیوبند کو کافر کیوں نہیں کہتے اور یہ سارا مولانا کی تربیت کا اثر تھا''۔ ''ایضاً''ص ۷۶

(۸) جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ پنجاب کے اجلاس منعقدہ ۱۳۱ اگست ۱۹۹۷ء گوجرانوالہ میں مولانا سید ضیاء اللہ شاہ نے مولانا محمد یونس نعمانی کو کہا: ''مولانا احمد سعید خان کھلے عام پوری جماعت بلکہ امت کے علماء کو کافر قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں بالکل وہی روش جو عثمانی کی تھی''۔ ''ایضاً'' ص ۴۷

(۹) ''دیوبندی، بریلوی سب مشرک و کافر ہیں دونوں لا الہ الا اللہ کے مخالف ہیں''۔ ''ایضاً'' ص ۱۱۱

اکابر اشاعۃ التوحید والسنہ کی گستاخی

(۱۰) خود اپنی جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کے اکابر کے متعلق احمد سعید نے کہا: ''میں نے تو ان سوروں کی شکل بھی کئی سالوں سے نہیں دیکھی''۔ ''ایضاً'' ص ۱۳۷

(۱۱) تعویذ لکھنے والا اور لکھانے والا دونوں لعنتی ہیں۔ ''ایضاً'' ص ۱۳۱

(۱۲) ''پکے خنزیر، دلے اور بے غیرت، جو اس طرح تعویذ کا کاروبار چلا رہے ہیں انسان کی اولاد نہیں''۔ ''ایضاً'' ص ۱۵۰

(۱۳) ''جب کوئی کہتا ہے کہ میں احمد سعید سے تعویذ لاؤں یا قاری گل شیر سے یا افضل ضیاء سے یا پیر سید عنایت شاہ بخاری کے پاس تعویذ لینے کے لئے جاتا ہے تو اللہ فرماتا ہے: سورا ! تو تعویذ لے آ لیکن اللہ سے تیری امید ٹوٹی ہے تو مرتد تو ہو سکتا ہے لیکن کبھی محمد (ﷺ) کے غلاموں کے نقش قدم پر نہیں چل سکتا'' (اقتباس از خطاب جامع مسجد محلہ فتح پورہ گجرات (۲۷) جولائی ۱۹۹۶ء)۔ ''ایضاً'' ص ۱۵۱

(۱۴) دارالعلوم تعلیم القرآن ''راجہ بازار'' راولپنڈی کے مفتی عبدالرشید مرحوم کے متعلق کہا: ''میں مفتی عبدالرشید کا کافر اور مفتی عبدالرشید قرآن کا کافر''۔ ''ایضاً'' ۱۱۵

(۱۵) ۶ مئی ۱۹۹۸ء کو سکھر میں مولانا ضیاء اللہ شاہ صاحب بخاری کے متعلق کہا: ''ولی کا بیٹا گمراہی اور ضلال میں مبتلا ہے''۔ ''ایضاً'' ص ۷۳

(۱۶) اپنے ایک شاگرد کی خدمات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ: ''اچھا .... وہ جو اپنی بہن سے زنا کر کے آیا ہے''۔ ''ایضاً'' ص ۱۰۹

(۱۷) مولانا سید عنایت اللہ شاہ گجراتی مرحوم بیان کرتے ہیں کہ ایک ملک صاحب نے شاہ صاحب کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ علامہ احمد سعید خان سے کئی دفعہ مسئلہ سماع سنا مگر آج آپ کی تقریر سے سمجھ میں آیا اس پر شاہ صاحب کے سامنے علامہ موصوف نے کہا :''ملک صاحب ! مسئلہ سماع کی اگر آج آپ کو سمجھ آئی تو میں اتنے سالوں سے ویسے ہی اپنی بہن.......... رہا ہوں''۔

''ایضاً''ص ۱۵۵

احمد سعید ملتانی کے گستاخانہ رویہ کیلئے اکابرین اشاعۃ التوحید والسنہ کی فراخ دِلی

احمد سعید خان ملتانی کے ان چند اقتباسات سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ شخص اب سے نہیں اپنی ابتداء سے کس زبان اور کیسے اندازِ بیان کا عادی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خود ''اشـــاعـــت التـــوحیـــد والسنۃ'' کے کئی حضرات جن سے یہ زبان برداشت نہ ہو سکی تھی اسکا اظہار بھی کرتے رہے چنانچہ پروفیسر محمد افضل ضیاء المعروف محمد الفضاد صاحب مرکزی نائب ناظم اشاعت التوحید والسنۃ، مدیر ماہنامہ ''نغمہ توحید'' گجرات۔ اس بات کا اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''ہمارے تمام بزرگ عمر کے آخری حصہ میں دیانتداری سے یہ رائے دے چکے ہیں کہ یہ شخص جماعت کیلئے انتہائی خطرناک ہے''۔ ''ایضاً''ص ۷۳

جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ پنجاب کی مجلسِ شوریٰ کے اجلاس منعقدہ (۱۰) مئی ۱۹۹۸ء جامع مسجد شاہ فیصل گیٹ گجرات میں مولانا خلیل احمد واں بچھراں میانوالی نے بتایا کہ:''شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان نے کئی دفعہ مجھے یہ فرمایا کہ احمد سعید خطرناک آدمی ہے اسے جلسوں میں نہ بلایا کرو''۔ ''ایضاً''ص ۷۳

اسی اجلاس میں مولانا بشیر احمد (خوشاب) فاضلِ دیوبند نے کہا :

''میرا خیال ہے اگر مولانا احمد سعید خان کو پہلے دن ہی سے روکا جاتا تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی ...... مجھے یاد ہے حضرت شیخ القرآن فرماتے تھے : مجھے اس شخص سے بہت خطرہ ہے یہ میرے اکابر کے بارے میں مجلس میں بھی برے الفاظ استعمال کرتا ہے۔'' ''ایضاً''ص ٦٧

اسی اجلاس میں مولانا ضیاء اللہ شاہ صاحب نے کہا کہ مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب کہتے ہیں کہ ''احمد سعید قرآنی آیات میں تحریف کا مرتکب ہوتا رہا''۔ ''ایضاً'' ص ۷۵

محمد الفضاد صاحب نے احمد سعید ملتانی کی قرآنی آیات میں تحریف پر مشتمل تحریفات کو ایک مستقل کتاب بعنوان ''تفسیر یا تحریف'' شائع کرنے کا باقاعدہ اشتہار دیا ہے جس میں مولانا سید عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب کے تبصرے بھی شاملِ اشاعت ہیں ''خس کم جہاں پاک'' کے آخر سرورق کی پشت پر یہ اشتہار ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

اسی اجلاس میں مولانا محمد سعید نے کہا :

''مرکزی امیرِ محترم اور مرکزی ناظمِ اعلیٰ کو چاہیے تھا کہ پہلے ہی روز سے اصولوں کی خلاف ورزی کرنے والوں سے باز پرس کرتے''۔ ''ایضاً'' ص ۷۳

محمد الفضاد صاحب مؤلف ''خس کم جہاں پاک'' لکھتے ہیں: اس بدنصیب کی زبان کی کاٹ سے تو ان کے اپنے عقیدت مند مخاطبین بھی نہیں بچ سکے۔ ''ایضاً'' ص ۴۹

احمد سعید خان ملتانی کے متعلق ''اشاعت التوحید والسنۃ'' نے تسلیم کیا ہے کہ یہ شخص قرآن مجید کے ترجمہ وتفسیر میں تحریف کا مرتکب ہے، اللہ تعالیٰ کی شان عالی کا گستاخ ہے، انبیاء علیہم السلام سے لیکر اکابر علمائے دیوبند کو شیخ القرآن مرحوم (م مئی ۱۹۸۰ء) کے وقت سے کافر کہتا ہے اور اس کے یہ تکفیری فتوے خود اکابر ''اشاعت التوحید والسنۃ'' کے سامنے صادر ہوتے تھے اکابرِ اشاعت اس پر چیں بہ جبیں ہوتے مگر کوئی ایسا قرار واقعی اقدام نہ اٹھایا گیا کہ یہ بدزبانی ختم ہو جاتی یا پھر یہ صاحب اپنی راہ لیتے اور اشاعت التوحید والسنۃ کا نام اپنے مخصوص مشن کیلئے استعمال نہ کرتے ''اشاعت التوحید والسنۃ'' کے اجلاسوں اور نجی مجلسوں میں شکوہ شکایت پر ہی اکتفا کرتے ہوئے احمد سعید خان کی باقاعدہ سرپرستی کی گئی احمد سعید ملتانی نے اشاعت التوحید والسنۃ سے اپنے نکالے جانے (۱۰) مئی ۱۹۹۸ء سے چند دن ہی پہلے برسرِ عام تقریر میں بتایا :

''ضیاء اللہ شاہ صاحب کے ابا جی (مولانا سید عنایت اللہ گجراتی صاحب) کی بات کر رہا

ہوں جواب بھی دعائیں دے رہا ہے کہتا ہے کہ: خدا کی قسم علامہ احمد سعید سے میں قیامت تک راضی ہوں گواہ میرے پاس موجود ہے"۔ "خس کم جہاں پاک" ص ۱۵۰

احمد سعید ملتانی کو اس لب ولہجہ کے باوجود اس کی خدمات پر سید عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب "بیٹا" کہتے تھے۔ "خس کم جہاں پاک" ص ۵۹

۲۲ اکتوبر ۱۹۹۷ء کو اشاعت التوحید والسنۃ کے اجلاس منعقدہ پنج پیر میں مولانا محمد طیب طاہری صاحب امیر اشاعت التوحید والسنۃ نے احمد سعید ملتانی پر مولانا سید عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب کی شفقتوں اور احمد سعید کی سردمہریوں کی شکایت کرتے ہوئے کہا:

"حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب کی بیماری میں ان کی عیادت کرنا اگر ہمارے لیے استحباب کا درجہ رکھتا ہے تو حضرت مولانا احمد سعید خان کیلئے فرض تھا کیونکہ انہوں نے انکے لیے بہت محبت کا اظہار کیا تھا"۔ "خس کم جہاں پاک" ص ۵۹

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ احمد سعید ملتانی کے اشاعت التوحید والسنۃ کے جماعت سے نکالے جانے (۱۰) مئی ۱۹۹۸ء سے صرف چھ ماہ پہلے تک اسے مولانا سید عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب کی سرپرستی، شفقتیں اور "روحانی بیٹا" وغیرہ ہونا حاصل تھا۔ اسی کی وضاحت کرتے ہوئے محمد الفضا د صاحب لکھتے ہیں:

"یہ تو قائدین کا حوصلہ تھا کہ وہ پھر بھی انہیں ساتھ لیکر چلنے کی کوشش فرماتے رہے۔" "خس کم جہاں پاک" ص ۱۱۲

محمد الفضا د صاحب نے احمد سعید خان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا:

"حضرت مولانا احمد سعید خان صاحب ملتانی "اشاعت التوحید والسنۃ" پاکستان کے نامور واعظ اور خطیب تھے ایک دنیا انکی تقاریر سنکر سر دھنتی تھی۔ وہ "اشاعت التوحید والسنۃ، پاکستان" کی شوریٰ کے رکن تھے بعد ازاں حضرت مولانا سید ضیاء اللہ شاہ صاحب بخاری کی تجویز پر انہیں مجلسِ مقننہ کا رکن بھی چن لیا گیا اس میں کوئی شک نہیں کہ مسئلہ "عدمِ سماع" انہوں نے خوب بیان کیا شرک

کی بیخ کنی کے لیے محنت کی"۔ "ایضاً" ص ۱۶۷

"علمائے حق اور اراکین اشاعت التوحید والسنۃ ،مولانا احمد سعید خان کی ردِ شرک کیلئے خدمات کے باعث ان سے قلبی عقیدت رکھتے تھے"۔ "ایضاً" ص ۱۶۷

"مرکزی مبلغین میں سے تھے" "ایضاً" ص ۱۶۵

پروفیسر محمد افضل ضیاء المعروف محمد الفضاد صاحب اپنے قلبی دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

یہ آرزو تھی کہ ہم اس کے ساتھ ساتھ چلیں
مگر وہ شخص تو رستہ بدلتا جاتا ہے "ایضاً" ص ۸۱

احمد سعید ملتانی کو اشاعۃ التوحید والسنہ سے اکابرین اشاعت کی توہین پر نکالا گیا

قارئین کے ذہن میں یہ سوال ضرور پیدا ہوگا کہ "اشاعت التوحید والسنۃ" کے مرکزی قائدین احمد سعید ملتانی کے گستاخانہ لب ولہجہ کے باوجود اسے برداشت کرتے رہے، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مرحوم کی وفات ۲۶ مئی ۱۹۸۰ء کو ہوئی اس سے بہت پہلے تک احمد سعید ملتانی اکابر علمائے دیوبند کی تکفیر کرتا تھا۔ شیخ القرآن مرحوم کا مولانا غلام مصطفٰی مرجانی مرحوم (م ۲۹ جون ۱۹۷۷ء) کے سامنے شکوہ کہ احمد سعید نے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے دورہ تفسیر کی کیسٹ میں محفوظ ہے۔

قرآن مجید کے ترجمہ وتفسیر میں تحریف انبیاء علیہم السلام اور اسلاف کی گستاخی کے باوجود مولانا سید ضیاء اللہ شاہ صاحب نے مجلس مقننہ کا رکن منتخب کیا، مولانا طاہر پنج پیر مرحوم نے احمد سعید ملتانی کو مجلس مقننہ" اشاعت التوحید والسنۃ " کا نائب صدر بنایا۔ یہاں یہ ملحوظ رہے کہ "مجلس مقننہ"، "اشاعت التوحید والسنۃ" کے مرکزی حضرات کی اہم مجلس ہے مجلس مقننہ ہی میں پالیسی بنائی جاتی ہے اور اہم فیصلے ہوتے ہیں "اشاعت التوحید والسنۃ" کے "دستور" میں "مجلسِ مقننہ" کے زیر عنوان شق نمبر ۶ کے ذیل میں لکھا ہے کہ: "مجلسِ مقننہ کی رکنیت کے لیے وہی اہلیت

ضروری ہوگی جو امیر اور ناظمِ اعلیٰ کی ہے''۔ دستور اشاعۃ التوحید والسنہ، پاکستان ص ۱۳

مولانا سید عنایت اللہ گجراتی صاحب نے اسے مرکزی مجلس شوریٰ کا رکن بنایا، اور اپنا بیٹا قرار دیا اعتماد و اعتقاد کی یہ فضا احمد سعید ملتانی کو جماعت سے نکالنے سے چند ماہ پہلے تک رہی قارئین کے ذہن میں یہ سوال ضرور پیدا ہوگا کہ پھر آخر وہ کون سا اختلاف تھا جو احمد سعید ملتانی کو ''اشاعت التوحید والسنۃ'' سے نکالنے کا سبب بنا جب یہ سب کچھ برداشت تھا تو وہ کونسا جرم تھا جس کی سزا میں ''ملتانی'' کو جماعت بدر کر دیا گیا ہے۔

اس سوال کا جواب ''اشاعت التوحید والسنۃ'' کے مرکزی نائب ناظم اور مدیر ماہنامہ ''نغمۂ توحید'' گجرات پروفیسر محمد افضل ضیاء المعروف محمد الفضا صاحب کے قلم سے ملاحظہ ہو:

''جمعیۃ اشاعت التوحید والسنۃ'' پنجاب کی مجلس شوریٰ نے (۱۰) مئی ۱۹۹۸ء کو اس عضو معطل کو جسم سے الگ کرنے کا فیصلہ سنا دیا تاکہ اسکا زہر دوسرے اعضاء میں سرایت نہ کر سکے مولانا احمد سعید خان کی رکنیت منسوخ کر دی گئی ''اشاعت التوحید والسنۃ'' پاکستان کے سربراہ مکرم پیرِ طریقت حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری مدظلہ اور امیر مرکزیہ حضرت مولانا محمد طیب طاہری نے پنجاب کی شوریٰ کے فیصلے کی توثیق کر دی۔

مولانا احمد سعید خان اور انکے جذباتی ہمنوا دینی حلقوں کو یہ دھوکا دے رہے ہیں کہ بعض مسائل میں اختلاف کی بنا پر انہیں ''اشاعت التوحید والسنۃ'' پاکستان سے نکالا گیا ہے حالانکہ یہ حقائق سے منہ چڑانے کے مترادف ہے۔ مولانا احمد سعید خان کو کسی فقہی مسئلے میں اختلاف کی بنا پر نہیں بلکہ ''اشاعت التوحید والسنۃ'' پاکستان کے دستور سے انحراف کے جرم میں جماعت سے خارج کرنے کا فیصلہ کیا گیا زیرِ نظر کتاب ''خس کم جہاں پاک'' میں مولانا احمد سعید خان کے دستور اشاعت التوحید والسنۃ پاکستان کی خلاف ورزیوں کا خاکہ پیش کیا گیا ہے''۔ ''خس کم جہاں پاک'' ص ۹

پروفیسر محمد افضل ضیاء صاحب کے مذکورہ بالا اقتباس سے سمجھا جاتا ہے کہ احمد سعید ملتانی کو کسی فقہی (شرعی) اختلاف کی بناء پر جماعت سے نہیں نکالا گیا ''خس کم جہاں پاک'' میں احمد سعید

ملتانی کی جن باتوں کو قابلِ اعتراض شمار کیا گیا انکا اجمال یہ ہے کہ :

(۱) اللہ تعالیٰ کی شانِ عالی میں گستاخی۔

(۲) قرآن مجید کے ترجمہ وتفسیر میں تحریف۔

(۳) انبیاء علیھم السلام کی شان عالی میں گستاخی۔

(۴) حنفیت کی تضحیک اور غیر مقلدیّت کی تشہیر۔

(۵) علمائے دیو بند رحمھم اللہ کی تکفیر۔

(۶) اکابرین اشاعت التوحید والسنۃ کی تذلیل۔

(۷) تعویذ لکھنے اور نمک پانی پر دم پر شرک وکفر کا فتویٰ۔

(۸) مشرکین کے ذبیحہ کی حرمت۔

اب ذرا ملاحظہ کیجئے کہ احمد سعید ملتانی کو اشاعت التوحید والسنۃ سے نکالنے کی جو وجوہات محمد الفضا دصاحب نے ''خس کم جہاں پاک'' ص ۱۶۷ پر شمار کی ہیں مذکورہ بالا اقتباسات میں ان میں سے کسی کو بھی وجہ اخراج قرار نہیں دیا گیا بلکہ جن چیزوں پر زور دیا گیا ہے وہ اکابرین اشاعت کی تذلیل کرنا اور ''اشاعت'' کے اصول وضوابط سے روگردانی کرنا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ''اشاعت التوحید والسنۃ'' کو احمد سعید ملتانی سے کوئی بنیادی فقہی اختلاف نہیں اگر گلہ شکوہ ہے تو خود اپنے اکابرِ اشاعت کی توہین وتذلیل کا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جلّ شانہ، انبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام، ائمہ اسلاف رحمھم اللہ کی توہین، اکابرین علمائے دیو بند رحمھم اللہ کی تکفیر (۳۰) سال سے زیادہ عرصہ تک برداشت کی جاتی رہی ہے اور جب تکفیر وتضحیک اور گستاخی وبے ادبی کی عادی زبان کا رخ خود اپنے استاذ پیرِ طریقت اور سرپرست کی طرف پلٹا تو فوراً اشاعت سے اخراج کا فیصلہ صادر فرمادیا گیا (۳۰) تیس سال کا عرصہ اندازاً لکھا گیا کہ شیخ القرآن مرحوم ملتانی موصوف سے آخر تک ناراض رہے ''دارالعلوم تعلیم القرآن'' راولپنڈی میں موصوف کو کبھی بھی نہ بلایا گیا اس لیے اگر (۳۰) تیس سال سے زیادہ عرصہ کا دعویٰ کیا جائے تو بھی بیجا نہ ہوگا۔

احمد سعید ملتانی کو ''اشاعت التوحید والسنۃ'' سے نکالنے کی وجوہات میں پروفیسر محمد افضل ضیاء صاحب نے ایک وجہ اہلِ سنت والجماعت کے اجماعی مسلک سے روگردانی بھی لکھی ہے۔ یہاں روگردانی سے مراد دَم اور تعویذ کے مسئلہ میں اختلاف ہے نہ کہ تیس، پینتیس سال سے احمد سعید ملتانی کے اٹھائے ہوئے مسائل اور فتنہ تکفیر سے ہے۔ اس لیے کہ ۱۹۸۰ء تک احمد سعید ملتانی تعویذ لکھنے کے جواز کا قائل تھا اور اسی مسئلہ پر اپنی کتاب ''دمدمۃ الجنود علیٰ دندنۃ الیہود'' میں ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی کو یہودی، رافضی، سبائی اور منکر حدیث وغیرہ قرار دیتے ہوئے تعویذ لکھنے کے حق میں دلائل دیتا رہا ہے۔

احمد سعید ملتانی نے جس مسئلہ کی بنیاد پر قرآن مجید کے ترجمہ وتفسیر میں تحریف کی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اسلاف رحمہم اللہ کی گستاخی کا مرتکب ہوا، حقیقت پر تنقید کی اور اکابرین اہل السنت والجماعت دیوبند رحمہ اللہ کی تکفیر کی وہ مسئلہ ''سماع موتیٰ'' ہے۔

پروفیسر محمد افضل ضیاء صاحب نے احمد سعید ملتانی کے ''اشاعت التوحید والسنۃ'' سے اخراج کی جو وجوہات شمار کرائی ہیں ان سے پہلے برملا اسکا اعتراف کرتے ہوئے لکھا :

''اس میں کوئی شک نہیں کہ مسئلہ ''عدمِ سماع'' انہوں نے خوب بیان کیا شرک کی بیخ کنی کی۔''''خس کم جہاں پاک'' ص ۱۶۷

سماع موتیٰ کے قائلین کی تکفیری مہم کا پھریرا احمد سعید ملتانی نے پورے ملک میں لہرایا اور اس پر اکابرینِ اشاعت سے دادِ تحسین وصول کی اب قائلینِ سماع موتیٰ میں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ ہوں یا دوسرے فقہاء محدثین اور اکابرین دیوبند سب اس شمشیرِ بے نیام کی زد میں ہوں گے قائلین سماع موتیٰ کی تکفیر کے جس نسخہ کو احمد سعید ملتانی نے دو آتشہ کیا وہ اسے اسی ''اشاعت التوحید والسنۃ'' سے ملا مثلاً مولانا سید محمد حسین نیلوی صاحب نے سماع موتیٰ کی تکفیر کو ''تفسیرِ بے نظیر'' میں حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ کے ذمہ لگایا حالانکہ یہ تکفیری عقیدہ حضرت مولانا حسین علیؒ کی کسی اپنی تصنیف میں نہیں اسی طرح ''اشاعت التوحید والسنۃ'' کے بانی اور سرپرست مولانا سید

عنایت اللہ شاہ صاحب ہمیشہ قائلینِ سماع موتی کی تکفیر کرتے رہے۔

ماہنامہ ''صراط مستقیم'' اور ''نغمۂ توحید'' کی فائلیں اس پر گواہ ہیں۔

جب (۴) صفر ۱۴۰۶ھ بمطابق (۱۰) اکتوبر ۱۹۸۶ء کو مجلس متفقہ اشاعت التوحید والسنۃ نے قائلین سماع موتی پر کفر کا فتوی لگایا تو مولانا محمد طاہر مرحوم پنج پیر، مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی مرحوم ، مولانا محمد حسین شاہ نیلوی مرحوم، مولانا خان بادشاہ وغیرہ کے ساتھ احمد سعید ملتانی کے دستخط بھی موجود ہیں۔

اسی طرح جب (۲۵) جمادی الاخری ۱۴۱۳ھ بمطابق (۲۱) دسمبر ۱۹۹۶ء کو'' اشاعت التوحید والسنۃ'' کی طرف سے متفقہ طور پر سماع موتی کے قائلین کو مشرک قرار دیا گیا تو اکابرینِ اشاعت التوحید والسنۃ مثلاً مولانا محمد طیب طاہری صاحب پنج پیر، مولانا سید عنایت اللہ شاہ گجراتی مرحوم، مولانا محمد حسین شاہ نیلوی مرحوم وغیرہ کے ساتھ احمد سعید ملتانی کے دستخط بھی موجود ہیں۔

ملحوظ رہے کہ پہلے کفر اور پھر شرک دونوں فتوؤں کو مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب نے ایک ہی قرار دیتے ہوئے دوسرے فتوی کو پہلے کی وضاحت قرار دیا ہے۔ ''خس کم جہاں پاک/۶۸''

اب'' اشاعت التوحید والسنۃ '' کے تمام اکابر کا متفقہ طور پر قائلینِ سماع موتی کو کافر ،مشرک کہنے اور احمد سعید ملتانی کے قائلین سماع موتی محدثین، فقہاء اور علمائے دیوبند کو نام بنام کافر ،مشرک کہنے میں کیا فرق ہے۔؟

احمد سعید ملتانی کی امام بخاری رحمہ اللہ سے عداوت

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ سے احمد سعید ملتانی کی دشمنی جس کا اظہار اب انکی کتاب '' قرآن مقدس اور بخاری محدث'' کی صورت میں ہوا ہے یہ اسی تکفیری مہم کا پھل ہے جو عرصہ سے ''اشاعت التوحید والسنۃ '' کی طرف سے جاری ہے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ علی الاطلاق سماع موتی کے قائل ہیں چنانچہ اپنی ''صحیح بخاری'' میں اپنے مؤقف کو عنوان الباب جسے ''ترجمۃ الباب '' سے تعبیر کیا جاتا ہے میں واضح فرمایا ہے حدیث مبارکہ: ''اَلْعَبْدُ اِذَا وُضِعَ فِی

قَبْرِهِ وَتَوَلَّى أَصْحَابُهُ حَتَّى أَنَّهُ يَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ أَتَاهُ مَلَكَانِ". "صحیح بخاری" ١٧٨/١

"بندہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اسکے ساتھی (دفن کرنے والے) واپس لوٹتے ہیں تو ابھی وہ ان جانے والوں کی جوتیوں کی کھٹ کھٹاہٹ ہی سن رہا ہوتا ہے کہ (اچانک) اس کے پاس دو فرشتے آجاتے ہیں"

اس روایت میں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اپنا مؤقف بیان فرماتے ہوئے عنوان الباب میں فرماتے ہیں: "بَاب المیت یسمع قرع نعالھم". یہ باب اس (عقیدہ کے) بیان میں ہے کہ میت زائرین کے جوتوں کی آواز تک کو سنتا ہے۔

شارح بخاری حضرت علامہ بدرالدین محمود العینی رحمہ اللہ (م ٨٥٥ھ) حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے اس عنوان کی تشریح میں لکھتے ہیں: "أی ھذا باب یذکر فیه المیت یسمع خفق نعال الأحیاءِ وخفق النّعالِ صوتُھاودوسھا علی الارض" (عمدۃ القاری ١٥٧/٤) طبع مصر۔ "یعنی یہ باب اس بیان میں ہے کہ میت زندوں کی جوتیوں کی کھٹ کھٹ سنتا ہے اور خفق النّعال کا معنیٰ جوتیوں کی آواز اور جوتیوں سے زمین روندنا ہے۔"

یہاں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا حوالہ اور ایک مقتدر حنفی شارح حدیث کی تشریح پیش کرنے کا مقصد یہ وضاحت کرنا ہے کہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ سے احمد سعید ملتانی کی دشمنی کی بنیاد امام بخاری رحمہ اللہ کا سماعِ موتیٰ کا قائل ہونا ہے۔

امام بخاریؒ و رواۃ بخاری و مسلم پر اکابرین اشاعت التوحید والسنہ کی تنقید

اسلاف کے خلاف زبان درازی اور اپنے اکابر ائمہ سے بداعتماد ہونا اس دور کا سب بڑا فتنہ ہے، یہ ان ابواب الشر سے ہے جس سے کئی فتنے اٹھتے ہیں اور امت ایمان وایقان کی متعدد بیماریوں کا شکار ہو کر کفر وضلالت کے انجام تک جا پہنچتی ہے۔

برصغیر میں انگریز کی آمد سے ان کی سازشوں اور اسلامی بنیادوں کو کمزور کرنے کے مذموم مقاصد کے پیش نظر انگریز نے مسلمانوں میں اتحاد واتفاق کو ختم کرنے اور اسلامی ورثہ کو تاراج کرنے

کیلئے کئی آلہ کار کھڑے کیے۔

سر سید احمد خان، مرزا غلام احمد قادیانی، عبداللہ چکڑالوی، اسلم جیراج پوری، نیاز فتح پوری ،غلام احمد پرویز، جاوید احمد غامدی، وغیرہ اسی تسلسل کا ثمرہ ہیں۔ اسلاف پر تنقید و تنقیص اور اکابر سے بداعتقادی کے اس فتنہ میں حال ہی میں نمایاں ہونے والوں میں ایک نام احمد سعید ملتانی کا بھی ہے انبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام سے لے کر ائمہ متقدمین و متاخرین اور بالخصوص اکابر علمائے دیوبند رحمھم اللہ پر تنقید و تنقیص اور ٹھٹھا مذاق تو موصوف کا نصف صدی سے وظیفہ ہے، اب ان کی ایک کتاب ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' نے انہیں اس بے ادبی، بے باکی اور گستاخی کے عروج پر پہنچا دیا ہے۔

اکابرینِ اشاعت التوحید والسنۃ کے ہاں جس طرح دوسرے قائلینِ سماعِ موتی موردالزام ہیں امام بخاری رحمہ اللہ بھی اسکی زد میں رہے ہیں اور وقتاً فوقتاً اسکا اظہار بھی ہوتا رہا ہے چنانچہ ایک انٹرویو میں احمد سعید ملتانی کے استاذ اور پیرِ طریقت حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ گجراتی نے کہا :''اللہ تعالیٰ ان محققین، محدثین اور ائمہ پر لاکھوں رحمتیں برسائے جنہوں نے بخاری و مسلم جیسی اصح الکتب (بعد کتاب اللہ) میں بھی پوری تحقیق و تفتیش کے بعد انکے ضعیف، شیعہ اور معتزلہ رواۃ کی نشاندہی کردی ہے''۔ (ادخال الباغین۔ص۲٦)

مولانا سید عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب نے بخاری، مسلم کے بعض رواۃ کو شیعہ اور خارجی قرار دیا ہے رواۃ بخاری، حدیث میں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے اساتذہ ہیں بخاری شریف کو صحیح بخاری کہنا اور ''اصح الکتب بعد کتاب اللہ'' قرآن مجید کے بعد سب سے صحیح کتاب قرار دینا رواۃ بخاری ہی کی صحت پر ہے اس لئے کہ رواۃ بخاری کی صحت و ثقاہت پر امّت کا اتفاق ہے اب اساتذہ بخاری کو شیعہ اور خارجی قرار دینے کا مطلب یہی ہے کہ رواۃ بخاری شیعہ اور خوارج کے ہم عقیدہ ہیں مثلاً شیعہ کے ہاں ''قرآن مجید مکمل نہیں، متعہ جائز ہے، تقیہ (جھوٹ) جائز ہے، خلفائے ثلاثہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا عمر فاروق رضی

اللّٰہ عنہ، حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر سبّ ،تنقید وتنقیص جائز ہے۔''اور خوارج کے ہاں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حق پر نہ تھے اوران پر تنقید جائز ہے۔

اب احمد سعید کے پیرِ طریقت مولانا سید عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب کا اساتذہ بخاری کو شیعہ اور خارجی بتا کر گویا مذکورہ عقائد واعمال کا مرتکب قرار دینے اور احمد سعید ملتانی کے رواۃ بخاری پر تنقید کرنے اور تبرّیٰ کرنے میں کیا فرق ہے؟

اس لیے اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بانی اشاعت التوحید والسنۃ نے جس تحقیق کی بنیاد رکھی اور تخم ریزی کی ملتانی صاحب نے اس کی آبیاری کرتے ہوئے اس کے برگ و بار کا حقِ خدمت ادا کیا۔اساتذہ حدیث امام بخاری اور دوسرے اساطین امّت پر یہ رائے تو'' اشاعت التوحید والسنۃ ''کے ان حضرات کی ہے جو قرآن وحدیث کے ماہر اور منبر ومصلّٰی اور محراب ومسجد کے وارث کہلاتے ہیں،اس جماعت کے عام لوگوں اور حمایتیوں سے بھی امت کے یہ اکابر محفوظ نہیں انجینئر میاں محمد الیاس صاحب جو خیر سے ڈاڑھی کی سنت رسول ﷺ سے بھی محروم ہیں لکھتے ہیں:

''اے کاش بعض علماء کا دامن حسد سے پاک رہتا اور وہ مجہول راویوں کی بیان کردہ روایات پر عقیدہ ایمان کی عمارت کھڑی کرنے کی بجائے آیت قرآنی ''وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ، أَفَإِمَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى أَعْقَابِكُمْ''(ال عمران نمبر ۱۴۴ ،پ ۴)اور''إِنَّكَ مَيِّتٌ وَّإِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ'' الخ۔(الزمر نمبر ۳۰۰) ''مولانا حسین علی رحمہ اللّٰہ ص۳۰۰،۳۰۱''

مولانا محمد حسین شاہ نیلوی صاحب کی تصنیف ''شفاء الصّدور فی تحقیق عدمِ سماع من فی القبور ''اور مولانا محمد امیر بندیالوی صاحب کا اردو ترجمہ بھی اسی تحقیق کا نمونہ ہے جس میں بخاری کے رواۃ کو رافضی، معتزلی،قدریہ اور ضعیف ثابت کرنے کیلئے عجیب وغریب تاویلیں کی گئی ہیں۔

مولانا سیّد محمد حسین نیلوی مرحوم لکھتے ہیں:۔

فاعلم اناقداعتمدناعلیٰ اخراج الامام البخاری هذاالحدیث واخذناوقبلناه وان کانت الرواة منهم روافض قدریة ومنهم قدریّة فقط ومنهم مدلسون ولولم یکن رواه البخاری فی صحیحه هذالرددنا کما رددناالحدیث الذی اخرجه ابن ماجه فی سننه عن عبدالاعلیٰ والقیناه علی الحائط فان البخاری وان روٰی عن مثل هؤلاء الرواة محتاط لایاخذعنهم الاما کان علیٰ شرطه ولولم یکن علیٰ شرطه لم یخرجه کماانه لم یخرج حدیث اکل الداجن الصحیفة۔(شفاء الصدورفی تحقیق عدم سماع من فی القبور ص۱۲۲)

پس جان لوکہ ہم نے اس حدیث کوامام بخاری کی تخریج پراعتماد کرتے ہوئے قبول کیا ہے۔ اگرچہ اس کے راویوں میں کچھ روافض قدریہ اور کچھ فقط قدریّہ ہیں اوران میں مدلسین بھی ہیں اوراگر یہ روایت امام بخاری اپنی صحیح میں روایت نہ کرتے تو ہم اس روایت کواسی طرح رد کردیتے جس طرح ہم نے اس حدیث کورد کردیا ہے جسے ابن ماجہ اپنی سنن میں عبدالاعلیٰ سے لائے ہیں۔اورہم نے اس روایت کودیوار پر ماردیا ہے۔پس بخاری اگرچہ ان جیسوں سے محتاط ہوکرروایت کرتے ہیں اوران سے وہی لیتے ہیں جوان کی شرط پرہواوراگران کی شرط پرنہ ہوتواس کی روایت نہیں لیتے جس طرح انہوں نے ’’اکل الدّاجن‘‘ والی روایت نہیں لی۔

’’اشاعت التوحید والسنه‘‘ کے مشہور مبلغ اور مناظر مولانا محمد یونس نعمانی صاحب نے اپنی حالیہ تصنیف ’’تحقیق مسائل‘‘ میں روایت صحیح بخاری کوقرآن پاک کے مخالف،حدیث کے مخالف اورایمان مفصّل یعنی ایمانیات کے مخالف قراردیا صحیح بخاری ۹۷۸/۱ کی روایت ’’لا یَاْتِیْ ابنُ ادم النذربشیئ لم اکن قدرتهٗ‘‘ پرمولانا محمد یونس نعمانی صاحب لکھتے ہیں:یہ روایت قرآن پاک کے مخالف ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ کاارشاد نہیں ہوسکتا۔’’تحقیق مسائل‘‘ص ۹۳

مولانا محمد یونس نعمانی صاحب نے صحیح بخاری کے بعدصحیح مسلم کی تین طلاق پرایک روایت

کوتراشاہوا یعنی موضوع قرار دیا چنانچہ لکھتے ہیں:۔ یہ روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے کیلیے تراشی گئی ہے چنانچہ اس کی سند میں ابن جریج اور عبدالرزاق شیعہ راوی موجود ہیں۔ ایضاً ص ۱۷۷

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ پر مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی مرحوم، مولانا محمد حسین نیلوی شاہ مرحوم، مولانا محمد یونس نعمانی صاحب اور احمد سعید ملتانی کی تنقید و تنقیص کی اصل وجہ اور امام بخاری رحمہ اللہ سے عداوت کی بنیاد حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا سماع موتی کا قائل ہونا ہے۔

قائلین سماعِ موتی پر کفر و شرک کا فتویٰ

قائلین سماع موتی پر کفر و شرک کا فتویٰ اشاعت التوحید والسنۃ کے اکابر کا احمد سعید ملتانی کو اشاعت التوحید والسنۃ سے نکالنے سے پہلے صادر ہو چکا تھا۔

اکابرینِ ''اشاعت التوحید والسنۃ'' نے اس طرح کے چار فیصلے کئے پہلا ۱۹۸۱ء میں دوسرا ۱۹۸۵ء میں تیسرا ۱۹۸۶ء اور چوتھا ۱۹۹۲ء میں ان فیصلوں کے متن پر اکابرین اشاعت کو اختلاف ہوتا رہا مگر یہ اختلاف فقط اس عنوان میں تھا کہ قائلین سماعِ موتی کو کافر کہا جائے یا مشرک؟ اس لیے بعض سمجھ دار یہ کہتے ہیں کہ ہم تو کسی کو کافر نہیں کہتے ہم تکفیر کی مخالفت کرتے ہیں اس لئے قائلینِ سماع موتی کو کافر نہ کہا جائے مشرک کہا جائے۔ اب قائلینِ سماعِ موتی اکابرین امت جن میں امام بخاری رحمہ اللہ جیسے محدّث سے لیکر اکابر علمائے اہل السنّت والجماعت علمائے دیوبند سب شامل ہیں کو کہا جائے کہ: ''یہ کافر تو نہیں مشرک ہیں''۔ یہ کہاں کا ادب اور کہاں کا اخلاق ہے۔

بے لگامی اور بے ادبی کے ان فیصلوں پر احمد سعید ملتانی سمیت تمام اکابر علمائے اشاعت التوحید والسنۃ کے دستخط ہیں اس لیے اس تفصیل سے وضاحت ہو جاتی ہے کہ احمد سعید ملتانی سے اکابرینِ اشاعت التوحید والسنۃ کو جو اختلاف ہے وہ ان اساطینِ امت کی تکفیر و تذلیل پر نہیں بلکہ اکابرینِ جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کی پگڑیاں اچھالنے پر ہے اگر احمد سعید ملتانی کی تکفیری مہم سے انہیں اختلاف ہوتا تو اکابرینِ امت کو کافر و مشرک قرار دینے میں یہ کبھی متفق نہ ہوتے ورنہ اب متفقہ فیصلہ سنا دیا جائے کہ عقیدہ سماعِ موتی شرک نہیں ہم اکابرینِ امت قائلینِ سماعِ موتی کو مشرک نہیں

کہتے۔

دردمندانہ گزارش

احمد سعید ملتانی کی حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی شان میں گستاخی و بے ادبی کا شکوہ کرنے والے حضرات سے گذارش ہے کہ: احمد سعید ملتانی واقعی مستحق برأت وتنقید ہے مگراس کی بھی پہچان ضروری ہے کہ احمد سعید ملتانی اوراس جیسے دوسرے بے لگام، بے ادب اوراخلاق سے عاری کئی'' مثلِ ملتانی'' جواسی طرح کے جوہرِ خطابت دکھا کر''اشاعت التوحید والسنۃ'' کا سٹیج سجا رہے ہیں کس صنعت کے نمونے اور کس جنگل کی پیداوار ہیں؟ پروفیسر محمد افضل ضیاء المعروف محمد الفضا دصاحب مرکزی نائب ناظم ''اشاعت التوحید والسنۃ'' مدیر''نغمۂ توحید'' گجرات۔ نے احمد سعید ملتانی کی داستان إدخال و إخراج ''خس کم جہاں پاک'' کے عنوان سے بیان کی ہے پروفیسر صاحب اوراکابرینِ اشاعت التوحید والسنۃ کی خدمت میں گذارش ہے کہ یہ''خس'' آپ ہی کے''جہاں'' میں پیدا ہوا ہے، جس نے بقول آپ کے''اشاعت التوحید والسنۃ'' کو ہر جگہ بدنام کیا ہے اس لیے آپ اپنے اندازِ تربیت پر ذرا غور فرمائیں کہ وہ کیا عوامل ہیں جنہوں نے ملتانی جیسوں کو جنم دیا کہ جس کے جراثیم دوسروں میں سرایت کرنے سے آپ بھی ڈر رہے ہیں؟

''خس کم جہاں پاک''،ص۹

اس لیے اپنا''جہان'' پاک کرنے کیلئے جہاں''خسِ نجس'' اکھاڑ پھینکی جاتی ہے وہیں باقی ماندہ کا علاج اوراس جیسی ناپاک چیزیں پیدا نہ ہونے کیلئے محنت وفکر بھی کرنی پڑتی ہے۔اسی گستاخی اور بے لگامی کا ایک حالیہ نمونہ''اشاعت اکیڈمی، پشاور'' سے مطبوعہ کتاب''تحفة الاشاعه''مصنفہ مولانا عبدالوکیل ہے اس کتاب پر مولانا محمد طیب طاہری صاحب امیر مرکزی اشاعت التوحید والسنۃ ،مولانا یار بادشاہ صاحب، شیخ الحدیث دارالقرآن پنج پیر، مفتی سراج الدین صاحب مفتی دارالقرآن پنج پیر، مفتی غلام حبیب صاحب ویسہ، علاقہ چھچھ، اٹک ، کی تقاریظ ثبت ہیں۔مولانا محمد طیب طاہری صاحب اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں:

''اردتُ منذزمن طويل أن اذكراحوال بعض الذين يسمون انفسهم بالداعين وان كان دعوتهم بالمداهنة والكتمانِ، وترك الرّدّبالمبتدع والشّيطان ،فلماسردت النظرعلى كتاب (تحفة الاشاعةفى اصول التبليغ والدعوة)الذى صنفه الأخ الصالح السيّد عبدالوكيل فدعوت اللّٰه تعالىٰ ان يبارك فى علمه، وعمله، وتصانيفه، لأنه ادّى حق الأمر بالمعروف والنّهى عن المنكر .واسئل اللّٰه ان يجعله امام الهدىٰ''(تحفة الاشاعه/ ت)

کہ طویل عرصہ سے میراارادہ تھا کہ ان لوگوں کے حالات لکھوں جواپنے آپ کوداعی کہتے ہیں حالانکہ انکی دعوت مداہنت (منافقت)اورحق چھپانا، بدعتی اورشیطان کاردنہ کرنا ہے پس جب میں نے کتاب''تحفة الاشاعه فی اصول التبلیغ والدعوة ''جسے صالح بھائی سیدعبدالوکیل صاحب نے لکھا ہے دیکھاتواللہ تعالیٰ سے انکے لیے دعامانگی کہ اللہ تعالیٰ انکے علم وعمل اورتصانیف میں برکت عطاکرے اس لیے کہ انہوں نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کاحق اداکیا اللہ تعالیٰ سے سوال کرتاہوں کہ اس کتاب کوامام الہدیٰ بنادے۔

مولاناعبدالوکیل صاحب نے''تحفۃ الاشاعہ''میں تبلیغی جماعت،تبلیغی اکابراورخصوصاً شیخ الحدیث حضرت مولانامحمدزکریامہاجرمدنی رحمہ اللّٰہ پرسخت تنقیدکی ہے حضرت شیخ الحدیث مولانامحمدزکریامہاجرمدنی قدس سرہٗ نے قطب الارشادحضرت مولانارشیداحمدگنگوہی رحمہ اللّٰہ کاایک خط''فضائلِ صدقات''حصہ دوم ص ۵۵۷،۵۵۸ میں نقل کیا ہے اس کاحوالہ دیتے ہوئے مولاناعبدالوکیل صاحب لکھتے ہیں:

''ویقول کبیرهم :فی حق وحدةالوجود............اناللّٰه وانااليه راجعون ياايهاالاخوان فاسمعواالى هذه الهفوات والخرافات ماالفرق بينهم وبين اهل التناسخ والثنوية وهل هذاالادين النصارىٰ واليهود.''۔(تحفة الاشاعه۔ص ۳۰۰،۳۰۱)

اورانکاایک بڑاوحدت الوجودکےحق میں لکھتاہے .... انا للّٰه وانا اليه راجعون !اے بھائیوان بکواسات اورخرافات کودیکھوہندؤوں،بت پرستوں اوران میں کیافرق ہے

کیا یہ یہود ونصاریٰ کا دین نہیں۔

مؤلف ''تحفۃ الاشاعہ''، تبلیغی جماعت کے متعلق لکھتے ہیں:

''وما أردت بنقل الواقعات الاتنبیه الخواص علی هذه المعتقدات لأنهاهلکة عظمی لابدأن تنجي المخلوق عنها'' (تحفة الاشاعه ۔ص ۳۰۸) کہ ان واقعات (فضائل اعمال ، فضائل صدقات) کو نقل کرنے کا مقصد علماء کو ان عقائد سے مطلع کرنا ہے کہ یہ (تبلیغی جماعت) ایک بڑی تباہی ہے، مخلوق کو اس سے بچانا نہایت ضروری ہے۔

مؤلف ''تحفۃ الاشاعہ'' کا اکابر اہل السنت والجماعت علمائے دیوبند خصوصاً حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ، حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمہ اللہ کو ہندو اور بت پرست لکھنا اور ان اکابر کی دعوت إلی اللہ کو دینِ یہود ونصاریٰ قرار دینا یقیناً مذموم ہے مگر امیر اشاعت التوحید والسنۃ کی تقریظ اور اسے اپنے دل کی آواز قرار دینا کن عزائم کی غمازی کر رہا ہے۔

کسی مسئلہ میں اختلاف اگر اخلاق وادب کے حدود میں ہو تو بقول شاعر :

اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

اور اگر ادب و اخلاق کی حدود پامال ہو رہی ہوں تو یہ قابلِ تعزیر ہے اس لیے اکابرینِ اشاعت التوحید والسنۃ سے گذارش ہے کہ امام المفسّرین حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ کے متوسلین کی یہ جماعت شرک و بدعت کی تردید اور توحید وسنت کی دعوت کیلئے بنائی گئی تھی، بے ادبی و شرک کے فتوے خود اپنے اکابر پر لگانے کیلئے نہیں بنائی گئی تھی اس لیے اکابر کا دامن تھامتے ہوئے مسلک اعتدال کو اختیار کریں اور کفر وشرک کے فتوؤں سے علی الاعلان رجوع کریں تاکہ ملتانی مُتحقق جیسے ''خسِ ناپاک'' آپ کے ''جہاں'' سے پیدا نہ ہوں۔

﴿احمد سعید ملتانی کا انجام﴾

یہاں احمد سعید ملتانی اور اس کے حواریوں کو یہ یاد دہانی کرانا مقصود ہے کہ آج سے ستائیس سال پہلے ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء میں جب ڈاکٹر مسعود الدّین عثمانی امیر ''حزب اللہ'' کراچی نے امام

بخاری رحمہ اللہ سمیت اکابرین امت کونشانہ تنقید بنایا تو احمد سعید ملتانی نے" دمدمۃ الجنود علیٰ دندنۃ الیہود "نامی کتاب لکھی جو مولانا محمد حسین نیلوی شاہ صاحب کی تقریظ کیساتھ "جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ" کبیر والہ ملتان سے چھپی ہے۔

امام بخاریؒ ودیگر محدّثین پرڈاکٹرعثمانی کی تنقید پراحمد سعید ملتانی کے فتوے

"دمدمۃ الجنود علیٰ دندنۃ الیہود "میں احمد سعید ملتانی نے ڈاکٹر مسعود الدّین عثمانیؒ کوحضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی گستاخی پر یہودی، سبائی، رافضی، قادیانی منکر حدیث وغیرہ لکھا ہے چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

"آپ حیران ہوں گے کہ ایک مخبوط الحواس سَر پھرے ڈاکٹر صاحب پورے دین کی بیخ کنی کی خاطر کیا کیا چابکدستیاں اختیار کرتے ہیں اور پوری امت کوکفر کی بھٹی میں دھکیل دینے کیلئے انکو رافضیوں اور انکے فرزندانِ سعادت مند منکرینِ حدیث اور قادیانیوں کا کس طرح پوراپاٹ ادا کرنا پڑا ہے"۔"دَمدمۃ الجنود علیٰ دندنۃ الیہود "ص ۱۹

جب سلف صالحین مذہب اسلام کے اساطین مشائخ اکابرین مجتہدین ہی بے دین ٹھہرائے جائیں گے تو دینِ اسلام خود بخود باطل ہو جائے گا۔ (ایضاً ۳۳،۳۴)

"دمدمۃ الجنود "میں بخاری شریف کے رواۃ پراعتراض کرنے کے باوجود امام بخاری رحمہ اللہ کی وکالت کرتے ہوئے احمد سعید نے کہا ہے :

"بقول حاکم کے اگرامام بخاری ومسلم نے کہیں ابو معاویہ سے احتجاج کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انکے نزدیک ابو معاویہ کا غالی شیعہ ہونا ظاہر نہ ہوا اور نہ غالی شیعہ سے امام بخاری رحمہ اللہ احتجاج ہی نہیں کرتے"۔(ایضاً ص ۳۹)

"یہی وجہ ہے کہ ائمہ حدیث نے خصوصاً امام بخاری ایسے جلیل القدر نقاد مُحدّث نے اپنی تصانیف میں جہاں بھی کسی موقع پر شیعہ قسم کے راویوں کوذکر کیا ہے تو بطورِ استشہاد یا مقرون الراوی فی الحدیث کے طور پر ذکر کیا نہ بطور استدلال یا مدار کے جس طرح ڈاکٹر نے کیا"(ایضاً ص ۳۹)

''اسی طرح امام بخاری کو بدنام کرنے کیلیئے انکے ذمہ بھی ایک جھوٹ تھوپ کرانکے مقصد کی غلط تاویل محض خواہشِ نفسانی کے پیچھے لگ کرکرتے اور کہتے ہیں کہ:اسی لیے امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح بخاری میں قرآن کو روٹی کمانے کا ذریعہ بنانے کے گناہ کا باب باندھتے ہیں''۔(ایضاً ۴۵)

''اسی طرح خواہشات کے ''پابند خاں'' ڈاکٹر ''سوال عن المیت فی القبر'' کے باب میں آئی ہوئی حدیث صحیح بخاری میں ایسی باغیانہ حرکت کے مرتکب ہوئے ہیں کہ منکرینِ حدیث کی یاد تازہ ہو جاتی ہے''۔(ایضاً ص ۴۶،۴۷)

''ائمہ حدیث ، ائمہ مجتہدین بڑے بڑے مشائخ اسلام جن کی مساعی جمیلہ سے دین کی گاڑی اللہ کریم نے چلائی ہے حتیٰ کہ اس ضرب سے امام بخاری کو بھی کچل کر رکھ دیا ہے''۔(ایضاً ص ۵۹،۶۰)

اور خصوصاً امام احمد رحمہ اللہ ،امام بیہقی رحمہ اللہ اورامام بخاری رحمہ اللہ کے ساتھ تو عجیب قسم کی چالیں چلے ہیں''۔(ایضاً ص ۶۰)

''اور مبشّرات ،رویا صالحہ ہے اور رویا الصالحہ من اللہ ہی ہوتا ہے یہ سب کچھ بخاری شریف میں ہے''۔(ایضاً ص ۶۱)

''ناظرین خود ہی انصاف یہ شخص کتنا بے باکی سے اور کس قدر حیا سوزی سے صفائی پیش کرنے والوں کو ان مظلومین کا دشمن ٹھہراتا ہے اور پھر کتنا شرم کشی سے ان بے چاروں کو ناکردہ خطاء کی سزا کا مستوجب قرار دیتا ہے۔کون باانصاف اس کو سنی اور پھر مسلمان تصور کرسکتا ہے۔رافضی شیعوں کی کونسی رگِ بے غیرت ہے جو اس شخص کی سرشت میں پیوست نہیں ہو چکی۔ابنِ سباء کی تحریک کے نتائج لگاتے ہیں ان کے ذمے جو یہودیت سے ہزار بار متحاشی اور نفور شرک وحلول سے دور مسلمین کے قائد و امام ہدایت کے پہاڑ ہیں اور کھلے بندوں خود یہ اقرار نہیں کر لیتے کے فرزندِ ارجمند نومولود نا مسعود چودہویں صدی کے ہیرو خود آپ بقلم خود ہی ہیں''۔(ایضاً ص ۷۳)

''کبار محدثین ائمۃ مُـقـنّـنـیـن نقاد وحذاق محققین جنکی مساعی جمیلہ تحقیقات فریدہ کی

روایت واخبار اور احادیث کی اسناد رہین منت ہیں جن پر کھرے کھوٹے سچ جھوٹے کی پہچان کی دارومدار ہے جنکی چھان پھٹک کے سہارے آج امت مسلمہ تمام امم ماضیہ سابقہ سے فوقیت حاصل کیے ہوئے ہے جنکی جانفشانی تحقیق الرجال کے سلسلے میں صحرانوردی جانگدازی رسول اکرم ﷺ کی خصوصیت فائقہ علی الانبیاء کو اپنے ترشحات تدقیق نقوش قلم کی شکل میں ظاہر کر چکی ہے۔ مثل سعید بن المسیب، حسن بصری، سفیانِ الثوری امام اوزاعی، ابوجعفر محمد بن علی، مالک بن انس، امام شعبۃ، امیر المؤمنین فی الحدیث امام شافعی، امام احمد بن حنبل، عبداللہ بن مبارک، امام بخاری، امام ذہبی، عمر بن عبد العزیز، امام ابن حجر، امام حازم، امام ابن تیمیہ شیخ الاسلام، علامہ امام خزرجی، امام ابو اسحاق الغرناطی الشاطبی، وغیرھم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیھم وعلیٰ سائر الصالحین من امت سیدالمرسلین۔ وہ تو ان گدایانِ سنت محمد ﷺ مستغرقینِ وحدت بحارِ وحدت الٰہ العلمین کے حق میں ہم عصر یا قریب العہد ہونے کے باوجود حدّی خوان بیک زبان ہوں وہ تو ان زہاد بالیقین کا تذکرہ بالخیر کر کے رطب اللسان تبرید قلب و جنان کا سامان مہیا کریں مگر چودہویں صدی کا ایک پھکڑ باز خان دوا فروش ڈاکٹر حقائق شرعیّہ سے دل بردگی بے اعتنائی کے برتے پر اپنے مرضِ قلب کا مداوا اپنے ضمیر کی آواز اپنے سبائی ساز کے ذریعے انکے سر تھوپ کر ہمیشہ کیلئے حاملین شریعت کو بدنام کرنا چاہتے ہیں''۔ (ایضاً ص ۷۹،۸۰)

''اس کے باوجود اگر ڈاکٹر صاحب مذکور اپنی خرافات پر بضد ہیں تو ہم لِلّٰہ دیانت سے کہتے ہیں کہ اکابر محدثین اولیاء اللہ، الزاہدین، علماء صالحین بایں ہمہ اوصاف دیانت بھی اگر سب کے سب وجودی اور شہودی ہیں تو جناب ڈاکٹر صاحب بھی خیر سے پکے فرسودی، یہودی ہیں''۔ (ایضاً ص ۸۵)

''ڈاکٹر صاحب غالی اور سنّی رافضی ہیں جو بظاہر اپنے کو سنی موحد مشہور کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہماری تحریر میں کہیں کہیں ڈاکٹر صاحب کے بارے میں شدت بھی آ گئی ہے ہم اسکے معترف ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو معذور بھی پاتے ہیں کیونکہ جو پوری تیرہ صدیوں پر ڈاکٹر صاحب نے ہاتھ صاف کیے ہیں تو ہم سے قوتِ برداشت جذباتِ صحیحہ نے واپس لے لی''۔ (ایضاً ص ۸۸)

احمد سعید ملتانی کے اپنے فتوے اپنے نام

قارئین کرام: احمد سعید ملتانی نے مذکورہ اقتباسات میں ڈاکٹر مسعود الدّین کو امام بخاری رحمہ اللہ اور دوسرے اکابرین پر تنقید کرنے کی وجہ سے یہودی، رافضی، شیعہ، تبصرہ باز فرسودہ، فاتر العقل، پھکڑ باز وغیرہ کہا ہے ''ڈاکٹر'' یقیناً اس سے بھی زیادہ کا مستحق ہے مگر اس تحریر سے ستائیس سال بعد آج اس ملتانی مصنف نے ڈاکٹر مسعود الدّین عثمانی سے چار ہاتھ آگے جس طرح امام بخاری رحمہ اللہ، اساتذہ امام بخاری رحمہم اللہ اور خود احادیث رسول اللہ ﷺ کو نشانہ تنقید، تضحیک، تمسخر بنایا ہے اساطین امت پر لعنتیں بھیجی ہیں۔

اب اسی ملتانی مصنف اور اسکے حواریوں سے سوال ہے کہ ڈاکٹر مسعود الدّین عثمانی جس نے کسی پر لعنت نہیں بھیجی، جہنمی نہیں کہا، کفر کا فتوی نہیں لگایا، ایک خاص انداز میں ان اکابر امت کو نشانہ تنقید بنانے پر احمد سعید ملتانی کے قلم سے یہودی، سبائی، رافضی، شیعہ، قادیانی، فرسودی، فاتر العقل، پھکو باز۔ ہوسکتا ہے تو کیا یہی القاب ملتانی مصنف کے اپنی ہی قلم سے اس کے گلے کا طوق نہیں بن سکتے؟

پھنسا ہے سر خوار کا طوقِ دراز میں
لو آپ اپنے جال میں قزاق آگیا

اس لیے ہم احمد سعید ملتانی علیہ ما علیہ کو متنبہ کرتے ہیں کہ ''دمدمۃ الجنود علی دندنۃ الیہود'' سے ہمارے نقل کردہ اقتباسات سے آخری اقتباس بحوالہ ص ۸۸ میں اپنی تحریر پڑھیے اور یہودی، فرسودہ، قادیانی، منکر حدیث وغیرہ کے سارے تمغے اپنے سینے پر سجاتے ہوئے اور اپنا طوق اپنی گردن میں ڈال کر سیدھے ''الخ'' .... ہو جائیں۔

؎ پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

آخر میں اکابرین اشاعت التوحید والسنۃ جو احمد سعید ملتانی سے اپنے اختلافات کو کوئی فقہی اختلاف نہیں بلکہ محض انتظامی اختلاف سمجھتے ہیں کی خدمت میں گزارش ہے کہ احمد سعید ملتانی کو آپ ہی

کی بھٹی نے کندن بنایا ہے اس لیے آپ خود اور اپنی جماعت کو احمد سعید کے انجام ''بقلم خود'' سے بچانا چاہتے ہیں تو اپنے رویہ اور طرز تربیت پر غور کرتے ہوئے اکابرین اہل السنّت والجماعت علمائے دیوبند پر اعتماد کی فضا بنائیں اور ان اکابر کی پیروی میں دارین کی فلاح حاصل کریں۔

احمد سعید ملتانی کا اظہارِ غیر مقلدیّت

''میں اہل حدیث ہوں، رفع یدین اور فاتحہ خلف الامام نہ پڑھنے والے مسلمان نہیں، میں مصلحت کی وجہ سے نہیں کرتا میرے نزدیک دیوبندی، بریلوی سب مشرک کافر ہیں دونوں لا الہ الا اللہ کے مخالف ہیں میں جماعتوں کا مخالف ہوں نہ حنفی، نہ شافعی، نہ مالکی، نہ حنبلی ہوں''۔ ''خس کم جہاں پاک''ص ۱۳۵

ڈھوک فتیرا کے ایک صاحب کو طلقاتِ ثلاثہ پر علامہ صاحب نے فتویٰ دیا کہ صرف ایک طلاق واقع ہوئی ہے۔ ''ایضا'' ص ۱۱

''اشاعۃ التوحید والسنۃ'' کے اس ماحول نے صرف احمد سعید ملتانی کو ہی پیدا نہیں کیا بلکہ ملتانی جیسے گستاخوں کا ایک سلسلہ تشکیل دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گستاخی اور بے لگامی کی حدود کو پھلانگتے ہوئے اس جماعت کے سرکردہ لوگ غیر مقلدیّت کی گود میں گر رہے ہیں مولانا عبدالسلام رستمی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مرحوم اور مولانا محمد طاہر پنج پیر مرحوم کے قریبی تلامذہ میں سے ہیں اور انہیں مولانا سید عنایت اللہ شاہ گجراتی مرحوم کی خلافت کا اعزاز بھی حاصل ہے اب علی الاعلان غیر مقلد ہو کر اپنی صلاحیتیں اسلاف کرام مقلدین اور بالخصوص حنفیّت کے خلاف استعمال کر رہے ہیں اسی طرح مولانا سید عنایت اللہ شاہ گجراتی مرحوم کے سوانح نگار عنایت اللہ اثری اب مودودی جماعت اسلامی کے سرکردہ حضرات سے ہیں اسی طرح مشہور غیر مقلد مفتی اللہ بخش ملتانی فاضل دارالعلوم تعلیم القرآن، راولپنڈی استاذ مولانا سید ضیاء اللہ شاہ گجراتی صاحب غیر مقلد ہو کر احناف کے خلاف تمام عمر مناظرے کرتے رہے اور غیر مقلدیّت کو سہارا دیا مفتی اللہ بخش ملتانی اور احمد سعید ملتانی ہم درس رہے ہیں مولوی کریم بخش غیر مقلد مہتمم جامعہ محمدیہ، ملتان لکھتے ہیں:

مولانا مفتی اللہ بخش ملتانی اور مولوی احمد سعید ملتانی چتر ورگڑھی (جو مفتی صاحب کے ہم سبق بھی ہیں) نے مسلک اہل حدیث کا اعلان کرتا تھا۔مگر یہ شرف صرف مفتی اللہ بخش صاحب کے حصہ میں آیا۔ ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہورص۳۲ جلدنمبر۶۱ ،شمارہ نمبر ۲۷،۳ جولائی ۲۰۰۹ء

غیر مقلدیّت چند فقہی مسائل میں اختلاف کا نام نہیں فقہی مسائل میں اختلاف تو فقہاء اور مجتہدین میں ہمیشہ سے رہا ہے غیر مقلدیّت اپنے اسلاف سے بیزاری اور فکری آزادی کا نام ہے ''اشاعۃ التوحیدوالسنہ'' نے اس فکری آزادی اور اکابر سے بیزاری کا جوسبق پڑھا ہے وہ سبق ہی غیر مقلدیّت کی تمہید ہے احمد سعید ملتانی اوراس جیسے دوسرے بے لگاموں کا یہ انجام جہاں باعثِ عبرت ہے وہیں درس نصیحت بھی ہے۔

؎ صدائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کیلئے

احمد سعید ملتانی کا ایک نیا انکشاف اور تائید کفر

احمد سعید ملتانی کی گستاخانہ کتاب ''قرآن مقدس بخاری محدث'' کی کفریات اور گستاخانہ لب ولہجہ پر بعض الحدیثوں نے مقدمہ قائم کیا پولیس نے ملتانی کو گرفتار کر کے پابند حوالات اور پھر جیل بھیج دیا پاکستان میں رائج برطانوی قانون نے اس گستاخ کو شک کا فائدہ دیتے ہوئے بری کر دیا اب اس پر اگر چہ دوبارہ درخواست دی جا چکی ہے اسکا تو معلوم نہیں کیا ہو مگر ربّ قدیر کی عدالت کی سزا سے اسے کوئی نہیں بچا سکتا یوم تبلی السرائر فماله من قوةٍ وّلا ناصر (الطارق آیت نمبر۹، ۱۰) یہ واپسی اُس دن ہوگی جس دن تمام پوشیدہ بھید آشکار ہو جائیں گے۔اُس دن نہ تو انسان کو خود کوئی زور ہوگا اور نہ اُس کی کوئی مدد کرنے والا ہوگا۔

احمد سعید نے جیل سے پہلے اپنے حواریوں اور پجاریوں کی مسموم فضا میں گستاخانہ کتاب لکھی جب جیل گیا تو وہاں جرائم پیشہ ساتھیوں کے اختلاط نے اسے دو آتشہ کر دیا اور جیل سے باہر آ کر دریا خان ضلع بھکر کے نشیبی علاقہ میں اپنے ایک استقبالیہ میں یہ عجیب انکشاف کیا:

جس شخص کے دِل میں محبتِ رسول ہو خواہ مرزائی ہو،اس جیسا جہاں میں کوئی مسلمان

نہیں خواہ مرزائی ہی رہے۔ ہفت روزہ ''ختم نبوّت'' ملتان۔ص ۲۶، ۲۷ جمادی الاوّل ۱۴۳۰ھ

احمد سعید ملتانی کے اس تقریری اقتباس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ گستاخی اور بے لگامی کی نحوست نے اس شخص کو اس انجام تک پہنچا دیا ہے کہ اب مرزائی ملعونوں کو بھی اس نے اسلام کی سند سے نوازنا شروع کر دیا ہے۔

طائفہ منصورہ اہل السنّت والجماعت علمائے دیوبند کثّر اللّٰہ امثالھم نے اپنا فریضہ احقاقِ حق وابطالِ باطل ادا کرتے ہوئے ماشاء اللّٰہ احمد سعید ملتانی کے فتنہ کی علمی اور عملی سرکوبی میں کوئی کسر نہ چھوڑی ہے احمد سعید ملتانی اور اس کے گستاخ فکری ہم نشینوں کا ہر جگہ تعاقب کر کے واضح کیا کہ اس شرذمہ قلیلہ کا علمائے دیوبند سے کوئی تعلق نہیں یہ اہلسنت سے خارج معتزلہ کا ٹولہ ہے۔ احمد سعید ملتانی کی کتاب ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' کے جواب میں علمائے دیوبند کی تین وقیع علمی کتب زیورطبع سے آراستہ ہو کر عوام وخواص سے دادِ تحسین وصول کر چکی ہیں۔

۱: ''دفع اعتراضاتِ المُخَبِّثُ علی بخاری محدِّثْ''

مولانا عبدالقدوس خان قارن مدظلہٗ استاذِ حدیث جامعہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔

۲: ''عادلانہ جواب'' مولانا محمد عمر قریشی مدظلہٗ۔

۳: ''چتروڑی کے الزامات کا مسکت جواب'' مولانا عبدالکریم نعمانی مدظلہٗ۔

مذکورہ ٹھوس اور جامع جوابی کتب کے باجود ملتانی کے حواری یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ ملتانی کے جواب میں فلاں بات کو نظر انداز کر دیا گیا ہے، فلاں دلیل کا جواب نہیں دیا گیا اس لیے اس بات کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ ملتانی محقق کا اس صورت میں جواب لکھا جائے کہ اس کی کتاب کی ایک ایک سطر کو نقل کر کے اس کے ایک ایک نکتہ کی قلعی کھول دی جائے جواب کی یہ طرح عمدۃ المحدثین شارح ابی داؤد مولانا خلیل احمد سہارنپوری مہاجر مدنی قدس سرہٗ نے ڈالی تھی کہ انہوں نے بدعات مروّجہ کی تائید میں مولانا عبدالسمیع بیدل رامپوری مرحوم کی کتاب ''انوارِ ساطعہ'' کو متن کے طور پر مکمل نقل کرتے ہوئے ''براہین قاطعہ'' کے نام سے صفحہ بصفحہ اس کا ایسا جواب لکھا کہ ماشاء اللّٰہ آج تک ''براہین

قاطعہ'' کا جواب نہیں لکھا جاسکا۔

اللہ تعالیٰ حضرت مفتی محمد ظفر اقبال صاحب زید مجدھم فاضل جامعہ قاسمیہ شرف الاسلام چوک سرور شہید و متخصص جامعہ فاروقیہ کراچی وحلقہ بگوش ارادت پیکر اخلاص حضرت مولانا محمد عزیز الرحمن ہزاروی دامت برکاتہم کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے ماشاء اللہ اپنے شیخ الشیوخ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری مہاجر مدنی رحمہ اللہ کی اتباع میں ''براہین قاطعہ'' کی طرز پر احمد سعید ملتانی کی کتاب ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' کو بطور متن مکمل نقل کر کے صفحہ بصفحہ نکتہ بنکتہ، دلیل بدلیل ایسا مدلل، واضح اور مسکت جواب لکھا ہے کہ انشاء اللہ یہ جواب بے لگامی اور گستاخی کے اس ملتانی فتنہ کو دفن کر دے گا

یہ جواب جہاں صحیح بخاری شریف اور حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے دفاع کی ایک مقبول خدمت ہے وہیں انشاء اللہ متلاشیانِ حق کیلئے چراغ راہ بھی ہے۔

حضرت مفتی محمد ظفر اقبال صاحب مدظلہٗ نے اپنی اس تحقیقی کاوش میں درج ذیل امور کا اہتمام فرمایا ہے۔

۱: احمد سعید ملتانی کے اعتراض کو مکمل نقل کیا گیا اور جواب میں پہلے نکتہ اعتراض کو واضح کیا گیا تا کہ جواب سمجھنے میں آسانی ہو۔

۲: ملتانی نے اگر اعتراض میں کسی حدیث کا اقتباس دیا ہے تو جواب کی تمہید میں مکمل حدیث عربی متن مع اردو ترجمہ دی گئی تا کہ محض اقتباس سے جو ابہام پیدا ہوتا ہے وہ نہ رہے۔

۳: ملتانی نے اگر سند پر اعتراض کیا ہے تو حدیث کی مکمل سند پیش کی گئی تا کہ جواب کی وضاحت ہو سکے۔

۴: ملتانی نے اگر کسی راوی حدیث کو نشانہ بنایا ہے تو ائمہ اسماء الرجال سے راوی حدیث کی حیثیت کو واضح کیا گیا۔

۵: رواۃ کی تحقیق میں کوشش کی گئی ہے کہ دستیاب متون میں سے زیادہ سے زیادہ کے حوالہ جات پیش

کیے جائیں۔

۶: ملتانی محقق نے نقل روایت یا حوالہ دینے میں جہاں، جہاں دھوکہ کیا ہے اس کی دھوکہ دہی اور کذب کو مبرہن کیا گیا ہے۔

۷: ملتانی محقق کے جواب میں واضح، مسکت اور تحقیقی جواب کو اہمیّت دیتے ہوئے پیش کیا گیا ہے۔

۸: ملتانی محقق کے جواب میں ایک یا دو جواب ہی دیے گئے ہیں جوابات کی تعداد کو بڑھانے سے بچا گیا ہے تاکہ قاری مطلب کی بات آسانی سے پا سکے۔

۹: ملتانی محقق نے محدثین اور فقہاء کو جس دشنام طرازی سے مخاطب کیا ہے اس کے جواب میں اخلاق کا دامن نہیں چھوڑا گیا مصنف مدظلہٗ نے ماشاء اللہ نہایت سلجھی ہوئی زبان سے مدلل جوابات دیے ہیں۔

۱۰: مصنف مدظلہٗ نے مناظرانہ طرزِ تحریر سے اجتناب کیا ہے اور کوشش کی ہے کہ دعوتی طرز سے بات سمجھائی جائے تاکہ اس فتنہ سے آگاہی حاصل کرتے ہوئے امت اپنا ایمان بچا سکے۔

رب تعالیٰ سے دعاء ہے کہ حضرت مصنف مدظلہٗ کی اس کوشش کو جو اُسی کی عطا ہے قبول ومقبول فرمائے اور اسے امت کے ایمان وایقان کی حفاظت کا وسیلہ بنائے آمین۔ یارب العالمین وصلی اللہ تعالی علیٰ خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آله واصحابه أجمعین۔

احقر

نثار احمد الحسینی

۱۴/ رجب ۱۴۳۰ھ،

۸/ ۷/ ۲۰۰۹ء

☆☆☆☆☆

امام بخاری رحمہ اللہ تعالی

نام ونسب:۔ ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرۃ بن بردز بہ الجعفی البخاری (مقدمہ فتح الباری/۴۷۷)

پیدائش:۔ ۱۳ شوال ۱۹۴ھ بروز جمعۃ المبارک (ایضاً)

طلب علم:۔ نو دس سال کی عمر میں علم حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے دور کے تمام مراکز اسلامیہ سے اکتساب فیض کیا۔ چنانچہ بصرہ، کوفہ، بغداد، حجاز، شام، مصر اور الجزیرہ کے سینکڑوں شیوخ حدیث سے آپ نے استفادہ کیا۔ (ایضاً: ۴۷۸)

اساتذہ:۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ہزار اسی محدثین سے حدیث حاصل کی ہے آپ کے مشہور اساتذہ یہ ہیں۔ ☆ابو عاصم النبیلؒ ☆ مکی بن ابراہیمؒ ☆امام احمد بن حنبلؒ ☆محمد بن سلام البیکندیؒ ☆احمد بن اشکابؒ وغیرھم (ایضاً)

تلامذہ:۔ آپ سے ہزاروں شاگردوں نے علم حدیث حاصل کیا۔ حافظ صالح جزرہؒ فرماتے ہیں کہ بغداد میں آپکی مجلس حدیث میں بیس ہزار سے زائد لوگ شریک ہوتے تھے۔ مشہور شاگرد یہ ہیں ☆امام مسلم بن الحجاج القشیری النیساپوریؒ المتوفی ۲۶۱ھ، صاحب الصحیح ☆امام ابوعیسی محمد بن عیسی الترمذیؒ المتوفی ۲۷۹ھ، صاحب السنن ☆امام ابو بکر محمد بن اسحق بن خزیمہؒ المتوفی ۳۱۱ھ، صاحب الصحیح ☆امام محمد بن نصر المروزیؒ المتوفی ۲۹۴ھ ☆ قاضی ابوعبداللہ الحسین بن اسماعیل المحاملیؒ المتوفی ۳۳۰ھ ☆امام ابواسحق ابراہیم بن معقل النسفیؒ المتوفی ۲۹۵ھ ☆امام ابومحمد حماد بن شاکر النسفیؒ المتوفی ۳۱۱ھ ☆امام ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن مطر الفربریؒ المتوفی ۳۲۰ھ۔ زیادہ تر بخاری شریف کا پھیلاؤ انہی آخری شاگرد سے ہوا ہے۔ (ایضاً)

محیر العقول ذہانت

۱۔ گیارہ سال کی عمر میں امام داخلیؒ کے درس حدیث میں شریک تھے کہ انہوں نے ایک سند یوں بیان کی ''سفیان عن ابی الزبیر عن ابراھیم '' امام بخاریؒ نے کہا کہ ''ابوالزبیر نے ابراہیم سے روایت نہیں کی'' امام داخلیؒ نے بچہ سمجھ کر جھڑک دیا لیکن امام بخاریؒ نے بڑے اعتماد سے کہا کہ ''اگر آپ کے پاس اصل کتاب ہے تو آپ وہ دیکھیں'' امام داخلی گھر گئے اور کتاب دیکھ کر واپس آئے اور کہا ''اے بچے پھر وہ سند کسطرح ہے؟'' امام بخاری نے کہا'' زبیر عن ابراھیم '' ہے اور اس سے زبیر بن عدی مراد ہیں تو انہوں نے قلم سے اپنی کاپی کی اصلاح کی اور فرمایا کہ ''تم نے سچ کہا'' (ایضاً)

۲۔ آپ کے ایک ہم جماعت حاشد بن اسماعیلؒ کہتے ہیں کہ بخاری بچپن سے ہمارے ساتھ مشائخ بصرہ کے پاس جاتے تھے لیکن لکھتے کچھ نہ تھے، سولہ دن کے بعد ہم نے انکو ملامت کی کہ تم اپنا وقت ضائع کر رہے ہو، تو بخاری نے کہا تم نے مجھے بڑا تنگ کیا ہے لاؤ اپنی لکھی ہوئی کتابیں، ہم نے وہ نکالیں تو ان میں پندرہ ہزار احادیث تھیں، امام بخاری نے وہ سب زبانی سنا دیں یہاں تک کہ ہم اپنی غلطیوں کی اصلاح اس سے کرنے لگے۔ (ایضاً)

۳۔ ایک مرتبہ بغداد آئے تو وہاں کے محدثین نے عجیب امتحان لیا کہ دس آدمیوں کو مقرر کیا اور انہوں نے دس دس حدیثیں امام بخاریؒ کے سامنے پیش کیں کہ انکے متون اور اسانید کو ایک دوسرے سے تبدیل کیا گیا تھا اور امام بخاریؒ سے پوچھا کہ آپ یہ احادیث جانتے ہیں؟ امام بخاریؒ سب کے جواب میں کہتے رہے ''لااعرفه'' کہ میں یہ حدیث نہیں جانتا۔ جب یہ دسوں اپنی اپنی دس دس حدیثیں اس طریقے پر سنا کر فارغ ہو گئے تو امام بخاریؒ پہلے شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم نے پہلی حدیث یوں سنائی تھی اور صحیح یوں ہے، دوسری یوں سنائی تھی اور صحیح یوں ہے، یہاں تک کہ پوری سو حدیثیں پہلے غلط طریقے پر سنائیں جس طرح انہوں نے سنائی تھیں اور پھر صحیح طریقے پر سنائیں، تمام محدثین اور پورا مجمع حیرت کی تصویر بنا ہوا تھا کہ تصحیح تو اپنی جگہ، لیکن یہ سو الٹی پلٹی احادیث ایک ہی مرتبہ سن کر کیسے اسی طرح سنا دیں؟ (ایضاً)

اکابرین ومعاصرین کی آراء

۱۔سلیمان بن حربؒ نے ایک دن امام بخاری کی طرف دیکھ کرفرمایا ’’هذا يكون له صيت‘‘ کہ ایک دن اسکا ڈنکا بجے گا (مقدمہ فتح الباری/۴۸۲) اور واقعی ایسا ہی ہوا۔ سچ ہے

’’قدرِ زر، زرگر بداند، قدرِ جوھر، جوھری‘‘

۲۔عبدان بن عثمان المروزیؒ نے امام بخاریؒ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ’’ما رايت بعيني شابا ابصر من هذا‘‘ کہ میں نے اپنی آنکھوں کے ساتھ اس نوجوان سے زیادہ صاحب بصیرت کوئی نہیں دیکھا۔(ایضاً)

۳۔قتیبہ بن سعیدؒ نے فرمایا ’’جالست الفقهاء و الزهاد والعباد فمارأيت منذ عقلت مثل محمد بن اسماعيل‘‘ کہ میں کئی فقہاء، زُھّاد اور عُبّاد کے ساتھ بیٹھ چکا ہوں لیکن میں نے ہوش سنبھالنے سے اب تک امام بخاری جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ ایک دن ان سے ’’طلاق سکران‘‘ کے بارے سوال ہوا اور ادھر امام بخاریؒ آپہنچے تو آپ نے انکی طرف اشارہ کرکے سائل کو فرمایا کہ ’’یہ امام احمد بن حنبلؒ، امام اسحٰق بن راھویہؒ اور امام علی بن المدینیؒ کو اللہ نے تیرے پاس بھیج دیا ہے‘‘ (ایضاً)

۴۔امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ’’ما اخرجت خراسان مثل محمد بن اسماعيل‘‘ کہ سرزمین خراسان نے امام بخاری جیسا کوئی اور نہیں پیدا کیا۔(ایضاً)

۵۔امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے فرمایا ’’ما رأينا مثل محمد بن اسماعيل‘‘ کہ ہم نے امام بخاری جیسا کوئی اور نہیں دیکھا۔(ایضاً)

۶۔امام دارمیؒ نے فرمایا ’’محمد ابصر مني؛ لان همه النظر في الحديث، وقال: اذا قرأ محمد القرآن شغل قلبه و بصره و سمعه، وتفكر في امثاله، وعرف حلاله و حرامه‘‘ کہ امام بخاری مجھ سے زیادہ بصیرت مند ہیں کیونکہ انکی فکر حدیث میں نظر کرنا ہی ہے اور فرمایا کہ امام بخاری جب قرآن پڑھتے ہیں تو اپنے دل، آنکھوں اور کانوں کو اسی میں لگا دیتے ہیں اور اسکی

امثال میں غور وفکر کرتے ہیں اور اسکے حلال وحرام کو پہچانتے ہیں۔ (ایضاً/۴۸۵)

۷۔امام ابن خزیمہؒ نے فرمایا ''مارایت تحت ادیم السماء اعلم بحدیث رسول الله ﷺ واحفظ له من محمد بن اسماعیل'' کہ میں نے امام بخاری سے زیادہ حدیث رسول ﷺ کو جاننے والا اور یاد کرنے والا آسمان کے نیچے کوئی نہیں دیکھا۔ (ایضاً)

۸۔امام مسلمؒ نے فرمایا جب امام بخاریؒ نے انکے سامنے ایک حدیث میں کوئی علت نکالی جسکو وہ نہیں جانتے تھے ''دعنی اقبل رجلیك یا استاذ الاستاذین و سید المحدثین و طبیب الحدیث فی علله'' کہ اے استادوں کے استاد! اے محدثین کے سردار! اے حدیث کی بیماریوں کے ماہر حکیم! مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپکے قدم چوم لوں۔ (ایضاً ۴۸۸)

۹۔امام ترمذیؒ نے فرمایا ''لم اربالعراق ولا بخراسان اعلم منه فی معنی العلل و التاریخ ومعرفة الاسانید'' کہ میں نے علل حدیث، تاریخ اور اسانید کی معرفت میں امام بخاری سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا، نہ عراق میں، نہ خراسان میں۔ (ایضاً)

۱۰۔امام عبداللہ بن محمد المسندیؒ نے فرمایا ''محمد بن اسماعیل امام فمن لم یجعله اماما فاتهمه'' کہ محمد بن اسماعیل امام ہیں جو انکو امام نہ سمجھے اسکو متہم سمجھو۔ (ایضاً ۴۸۲)

۱۱۔امام ابوعمر والخفافؒ نے فرمایا ''محمد بن اسماعیل اعلم بالحدیث من اسحق بن راهویه و احمد بن حنبل وغیرهما بعشرین درجة، ومن قال فیه شیئا فمنی علیه الف لعنة'' کہ امام بخاری اسحٰق بن راھویہ اور احمد بن حنبل وغیرہ سے بیس درجہ بڑھ کر حدیث کے عالم ہیں اور جو شخص انکی بدگوئی کرے تو میری طرف سے اس پر ہزار لعنتیں ہوں۔ (ایضاً ۴۸۸)

اللہ بھلا کرے امام خفافؒ کا کہ انہوں نے پوری امت کی طرف سے چتروڑی صاحب کا ''حق'' صدیوں پہلے ادا کر دیا ہے۔ فجزاه الله خیرا عن جمیع المسلمین

هؤلاء احدعشر کوکبا

وفات: آپ کی وفات عید الفطر ۲۵۶ھ، ہفتہ کی رات، خراسان کے مقام ''خرتنگ'' میں ہوئی۔ اس

وقت آپ کی عمر ۱۳ دن کم ۶۲ سال تھی۔ (ایضاً)

اللہ تعالیٰ آپ کی قبر پر لاکھوں کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔آمین۔

یہ چند باتیں ہم نے ''مشتے نمونہ از خروارے'' کے طور پر ذکر کی ہیں۔جو زیادہ تفصیل جاننا چاہے وہ مقدمہ فتح الباری وغیرہ کی طرف رجوع کرے۔

☆☆☆☆☆

صحیح بخاری شریف

نام:۔ الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول اللہ ﷺ وسننہ و ایامہ

باعث تالیف:۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ نبی ﷺ کے سامنے ہوں اور ہاتھ میں پنکھا لئے آپ ﷺ سے کھیاں اڑا رہا ہوں، میں نے تعبیر بتانے والوں سے اسکی تعبیر پوچھی تو انہوں کہا کہ تم نبی ﷺ سے جھوٹ کو دور کرو گے۔اسی چیز نے مجھے ''الجامع الصحیح'' لکھنے پر برانگیختہ کیا (مقدمہ صحیح البخاری للشیخ احمد علی سہارنپوریؒ/۴)

اہتمام:۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی صحیح میں کوئی بھی حدیث درج کرنے سے پہلے غسل کیا اور دو رکعت نفل پڑھے۔(مقدمہ فتح الباری/۴۸۹)

معیار:۔ امام بخاریؒ کو ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث زبانی یاد تھیں اور ''صحیح البخاری'' چھ لاکھ احادیث کا انتخاب ہے،جس کو آپ نے سولہ برس میں مکمل کیا۔(ایضاً)

محدثین کے نزدیک صحیح بخاری کا مرتبہ ومقام

ا۔'' اجمع اھل العلم علی کونہ اصح کتاب فی الارض فی حدیث النبی ﷺ'' کہ تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ روئے زمین پر حدیث کی صحیح ترین کتاب صحیح بخاری ہے (موسوعۃ الحدیث،تعریف البخاری)

۲۔ ''اتفق العلماء علی ان اصح الکتب المصنفة صحیحا البخاری و مسلم و اتفق الجمهور علی ان صحیح البخاری اصحهما صحیحا و اکثرهما فوائد'' کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حدیث میں لکھی گئی کتابوں میں صحیح ترین کتابیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہیں اور جمہور کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ ان دونوں میں سے زیادہ صحیح اور زیادہ فوائد کی حامل صحیح بخاری ہے۔(مقدمہ صحیح البخاری للشیخ احمد علی سہارنپوریؒ/۴)

۳۔ اول الجامع باقتصار علی الصحیح فقط البخاری
ومسلم بعده والاول علی الصحیح فی الصحیح افضل

کہ سب سے پہلے صحیح روایات پر اکتفاء کر کے مجموعہ تیار کرنے والے بخاری ہیں اور انکے بعد مسلم، اور صحیح قول کے مطابق اول یعنی امام بخاریؒ صحیح روایات لانے میں برتری لے گئے ہیں۔(الفیۃ للسیوطی بحوالہ مقدمہ تقریر بخاری شریف/۳۳)

۴۔حافظ عقیلیؒ فرماتے ہیں ''لما الف البخاری کتا ب الصحیح عرضه علی احمد بن حنبل ویحیی بن معین و علی بن المدینی وغیرهم فاستحسنوه و شهدواله بالصحة'' کہ جب امام بخاریؒ نے اپنی صحیح کی تالیف مکمل کرلی تو اسکو امام احمد بن حنبلؒ، یحیٰ بن معینؒ اور علی بن مدینیؒ وغیرھم کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اسکو پسند کیا اور اسکے صحیح ہونے کی گواہی دی سوائے چار حدیثوں کے کہ ان پر انہوں نے فنی جرح کی۔امام عقیلیؒ فرماتے ہیں کہ ان میں بھی بات امام بخاریؒ کی صحیح ہے کیونکہ وہ چار حدیثیں بھی صحیح ہیں۔(مقدمہ فتح الباری/۴۸۹)

۵۔امام نسائیؒ فرماتے ہیں ''مافی هذه الکتب اجود من کتاب محمد بن اسماعیل'' کہ ان کتب حدیث میں امام بخاریؒ کی کتاب سے زیادہ عمدہ کوئی کتاب نہیں ہے(ایضاً)

۶۔امام حاکم نیشاپوریؒ فرماتے ہیں ''رحم الله محمد بن اسماعیل الامام؛ فانه الذی الف الاصول، و بین للناس، و کل من عمل بعده فانما اخذه من کتابه'' کہ اللہ امام بخاریؒ پر رحمتیں نازل فرمائے کہ انہوں نے ہی اصول تالیف کئے اور لوگوں کے سامنے بیان کئے

اور انکے بعد جس نے بھی حدیث پر کام کیا ہے اس نے انہی کی کتاب سے اخذ کیا ہے۔ (ایضاً)

۷۔ شیخ ابوالحسن المقدسیؒ فرماتے ہیں "الرجل الذی یخرج عنه فی الصحیح جاز القنطرة" کہ جو راوی صحیح بخاری میں آ گیا وہ پل پار ہو گیا یعنی اسکے بعد اس پر کسی کی جرح قابل التفات نہیں ہے۔ (ایضاً/۳۸۴)

۸۔ شیخ ابوالفتح القشیریؒ فرماتے ہیں "هکذا نعتقد وبه نعول" کہ ہم بھی یہی اعتقاد رکھتے ہیں اور اسی پر اعتماد کرتے ہیں۔ (ایضاً)

۹۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں "بخاری شریف کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ اسلئے کہا جاتا ہے کہ اسمیں مؤلف حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری نے صحیح احادیث جمع کرنے کا جو التزام کیا ہے اسمیں وہ دوسرے مؤلفین کی بہ نسبت زیادہ کامیاب ہوئے ہیں اور اسکی حدیثیں نسبتاً دوسری صحاح سے زیادہ صحیح ہیں" (کفایت المفتی ۱۱۹/۲)

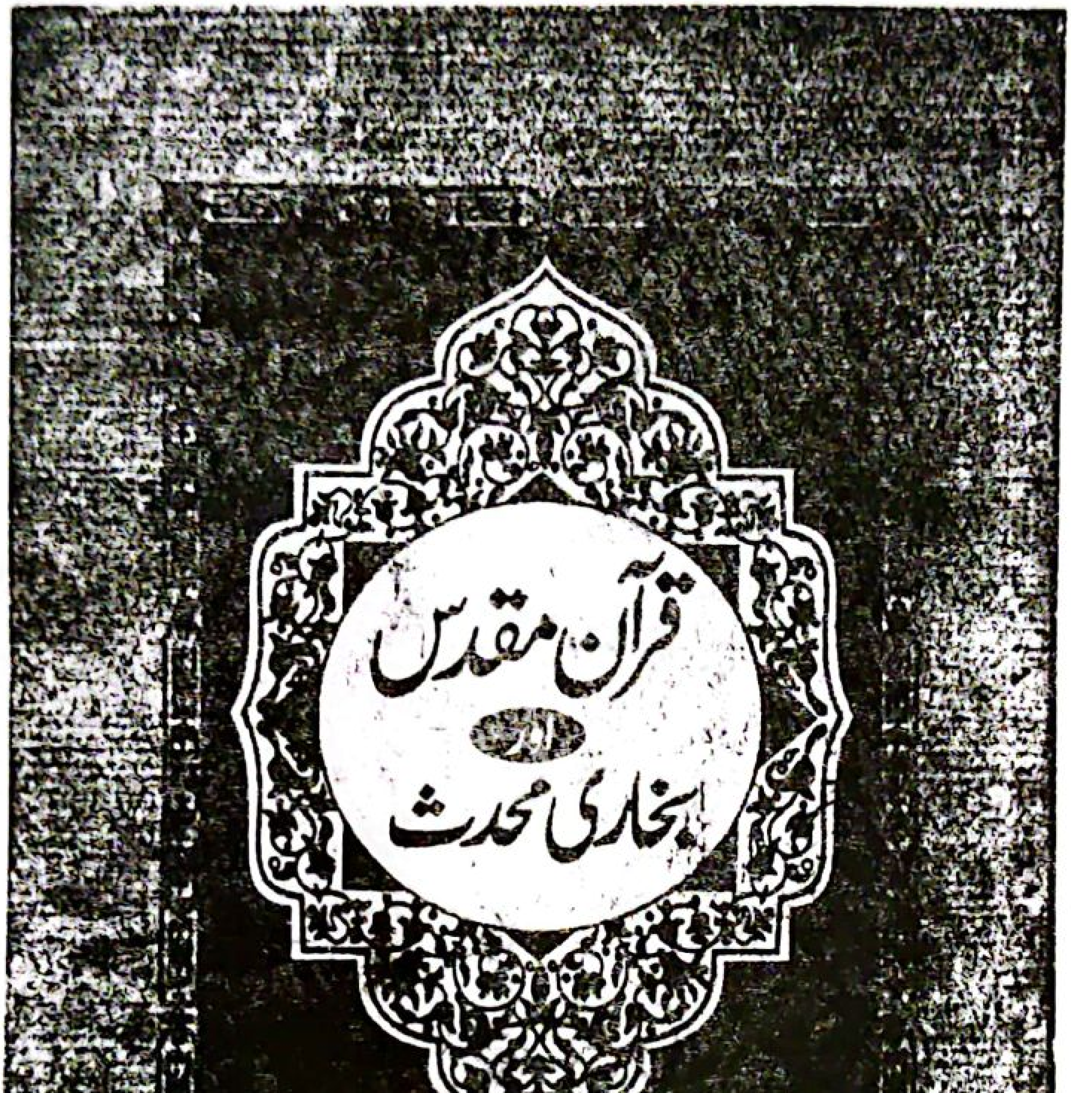
قدر پھلاں دی گجھ کے جانڑے مردے کھاونڑ والی
قدر پھلاں دی بلبل جانڑے صاف دماغاں والی

ترجمہ:۔ پھولوں کی قدر مردار کھانے والی گدھ کیا جانے؟ پھولوں کی قدر صاف ستھرے دماغ والی بلبل جانتی ہے۔

۱۰۔ حجۃ الاسلام والمسلمین، قاسم العلوم والخیرات، بانی دار العلوم دیو بند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں " تین کتابیں الیلی ہیں ایک کلام اللہ، ایک بخاری شریف، ایک مثنوی شریف، کہ انکا کسی سے احاطہ نہیں ہو سکا" (حکایات اولیاء، تذکرہ حضرت نانوتویؒ حکایت ۲۷۲، مؤلفہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

گیاہِ سبز داند قدرِ باراں
تو "پتھری" قدرِ باراں راچہ دانی

☆☆☆☆☆



کتاب کا نام ’’قرآن مقدس اور بخاری محدث‘‘، مصنف کا نام بمع القاب ’’شیخ التفسیر والحدیث امام انقلاب حضرت علامہ الخ‘‘ اور جماعت کا نام ’’مرکزی اشاعت التوحید والسنۃ‘‘ نمایاں ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب:: قرآنِ مقدس اور بخاری محدث

تصنیف:: شاگرد شیخ القرآن محقق اعصر امام انقلاب

علامہ احمد سعید خان ملتانی

بانی مرکزی اشاعت التوحید والسنۃ پاکستان

کمپوزنگ:::m:m:m کمپوزنگ سنٹر جامع مسجد علی عقب گورنمنٹ

ہائی اسکول کھیالی بائی پاس گوجرانوالہ" 03066659390

قیمت: 60 روپے

الہی بخش:: ڈرائیور علامہ صاحب

☆ جامعہ محمدیہ احیاء السنۃ گکڑ ہٹہ روڈ کبیروالہ

☆ جامعہ معاویہ نور القرآن عقب گورنمنٹ ہائی اسکول کاشف پارک کھیالی بائی پاس

گوجرانوالہ 0554291890,03066659390

''شاگرد شیخ القرآن'' اور ''بانی مرکزی اشاعت التوحید والسنۃ پاکستان'' کو غور سے دیکھ کر اپنے ذہن میں محفوظ کر لیں تاکہ بوقت ضرورت کام آئے۔

فہرست مضامین

فہرست مضامین

یہ ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' کی فہرست ہے اس سے آپ امام بخاری رحمہ اللہ کے متعلق چترویڑی صاحب کا ذہن پڑھ سکتے ہیں

آغازِ کتاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلّیاً ومسلّماً۔ آپنے پیش لفظ، مقدمہ اور امام بخاری وصحیح بخاری کا تعارف، نیز اصل کتاب کے ٹائیٹل، ٹائیٹل کے اندرونی صفحہ اور کتاب کی فہرست عکس ملاحظہ فرمایا۔ یقیناً یہ تمام چیزیں آپکی بصیرت میں اضافے کا باعث بنی ہونگی۔ اب یہاں سے باقاعدہ ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' کے جواب کا آغاز کرتے ہیں جو ایک ایک نکتے کے جواب پر مشتمل ہوگا ان شاءاللہ۔

بنیادی طور پر کتاب ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' کے تین حصے ہیں۔

۱۔ مقدمہ: یہ دس نمبروں پر مشتمل ہے۔

۲۔ قرآن مقدس اور بخاری محدث کے باہم تقابلات: یہ حصہ ۵۴ اعتراضات پر مشتمل ہے

۳۔ خاتمہ: یہ ایک صفحہ کی عبارت پر مشتمل ہے۔

جواب کیلئے ہم بھی اسی ترتیب سے چلیں گے۔ کہ سب سے پہلے مقدمہ پھر اعتراضات اور پھر خاتمہ پر اپنی معروضات پیش کریں گے۔

آیئے سب سے پہلے مقدمہ کا جائزہ لیتے ہیں۔

چتروڑی صاحب نے اپنی کتاب کی ابتداء میں چند منتشر باتیں دس نمبروں میں لکھی ہیں انہی کو فہرست میں مقدمہ کا نام دیا گیا ہے، یہ آنے والے اعتراضات کیلئے تمہید کی حیثیت رکھتی ہیں لہٰذا سب سے پہلے ہم بھی انہی پر اپنا تبصرہ پیش کرتے ہیں۔

ان دس نمبروں کے جواب کیلئے ہم نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ پہلے ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' سے بالترتیب ہر ایک نمبر کو بلا کم وکاست، من وعن نقل کیا ہے پھر ہر ایک پر اپنا تبصرہ پیش کیا ہے، فرق کرنے کیلئے ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' کی عبارت کو باریک اور اپنے تبصرے کو اس سے موٹے قلم کے ساتھ لکھا ہے۔

اہم وضاحت: ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' کے ان تمہیدی دس نمبرات اور آگے آنے والے ۵۴ اِعتراضات اور ان کے بعد خاتمہ میں لفظی، معنوی اور فنی غلطیاں بکثرت پائی جاتی ہیں ہم نے ان کو بعینہ اسی طرح نقل کیا ہے جیسا کہ اصل کتاب میں تھیں اس لئے اس کتاب میں آپ کو ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' کی کسی بھی عبارت کی نقل میں کسی بھی قسم کی کوئی غلطی نظر آئے خواہ وہ قرآنی آیات میں ہو یا احادیث میں یا دیگر کسی چیز میں تو اس کو ہماری طرف منسوب کرنے کی بجائے اصل کتاب کے مصنف یا کمپوزر کیطرف منسوب کیا جائے۔ ہم نے اس میں بہت زیادہ احتیاط سے کام لیا ہے کہ ہماری طرف سے اس میں کوئی اضافی غلطی نہ ہونے پائے لیکن اس کے باوجود اگر کوئی اضافی غلطی نظر آئے تو اس پر ہم مصنفِ ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' سے پیشگی معذرت کرتے ہیں لیکن جتنا کچھ ہو سکتا تھا ہم نے اس میں کوئی کمی نہیں چھوڑی حتیٰ کہ رسم الخط اور علامات ترقیم وغیرہ میں بھی کوئی تبدیلی نہیں کی۔ صحیح، غلط جیسے تھیں ان کو ویسے ہی نقل کیا ہے تاکہ نقل برطابق اصل ہو۔

اگر کوئی آدمی اصل کتاب ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' کیساتھ اس کا مقابلہ کرے گا تو وہ ہمیں داد دیئے بغیر نہیں رہے گا کیونکہ اس پر یہ واضح ہو جائے گا کہ ہم نے نقل کتاب میں کتنی باریک بینی اور احتیاط سے کام لیا ہے۔ یہاں تک کہ اگر اس کو اصل کتاب کی فوٹوسٹیٹ قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہو گا تاہم اتنا فرق ضرور کیا گیا ہے کہ اصل کتاب میں جو خواہ مخواہ کے فاصلے تھے ان کو ختم کیا گیا، دوسرے لکھائی بہت موٹی تھی اس کو باریک کیا گیا، اس طرح جو تحریر ۱۴۲ صفحات پر پھیلی ہوئی تھی وہ سمٹ کر کل تقریباً ۲۴ صفحات میں آگئی ہے۔ اور اتنا کچھ تکلف کرنے سے ہمارا مقصد بھی یہی تھا کہ صفحات کم کیے جائیں ورنہ تو اصل کتاب کی فوٹوسٹیٹ سے بھی کام نکل سکتا تھا لیکن اس صورت میں کتاب کا حجم بہت بڑھ جاتا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿۱﴾

ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری عفی عنہ سے متعلق بعض محدثین متاخرین کی تحریرات میں لکھا دیکھا کہ وہ امام الدنیا، امیر المحدثین، شیخ الاسلام حجۃ اللہ علی الارض ہیں.... پھر انکی کتاب الصحیح البخاری سے متعلق کہ وہ اصح الکتب پھر اصح الکتب بعد کتاب

اللہ ہے لقب اور نام کے عاشق ہمارے ایسے نااہل بھی عالم مستی میں امام بخاری کے خوشہ چینوں میں سے تھے اسی ولولہ عشق میں ڈوبے ہوئے بخاری کا مطالعہ ذرا امعان نظری سے شروع کیا تو یہ بھی نظر آیا کہ بخاری صاحب نے اپنے اساتذہ کے سلسلہ اسناد میں یہ طرح بھی ڈالی کہ اپنے اساتذہ کے استاذ حدیث امام اعظم استاذ الاساتذہ سراج الامت رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی کا بین مظہر **امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ** کے متعلق یہ لکھ دیا کہ یہ مسلمانوں سے دھوکہ فراڈ کرنے والا تھا، یقول ھذا الخداع بین المسلمین،، تو اچانک خیال آیا کہ محدث دار قطنیؒ وغیرہ کے ذہن رسا بیان میں واقعیت ہے.. کہ بخاری ضعیف فی الحدیث اور متعصب ہے کہ اس نے اپنے شیخ المشائخ کو بھی معاف نہیں کیا تو دوسروں کے ساتھ کیا رواداری برتیں گے ... امام زیلعیؒ اور امام اوزاعیؒ جیسے جلیل القدر محدث اور فقیہ جن کے متعلق فرمائیں کہ ،،الناس فی الفقه عیال علی ابی حنیفه،، ایسے نقاد محدث اور امام کو جو بدلقبی کے ساتھ ذکر کرتا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ تو رہا در کنار.. عفی عنہ تک جس نے پسند نہیں کیا کہ لکھ دے یہ تعصب نہیں تو کیا ہوگا؟ (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۱۔۲)

﴿تبصرہ﴾

''علامہ'' کی بددیانتی کا نمونہ: یہاں چتروڑی صاحب نے بنیادی نکتہ یہ اٹھایا ہے کہ امام بخاریؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق یہ لکھا ہے کہ وہ مسلمانوں سے دھوکہ فراڈ کرنے والا تھا اور بخاری کی عبارت بھی نقل کی '' یقول ھذا لخداع بین المسلمین،، اسکا تفصیلی جواب ہم نمبر ۱۰ میں دینگے مختصر یہ ہے کہ یہاں چتروڑی صاحب نے بددیانتی اور جہالت یا دھوکہ دہی سے کام لیا ہے ۔بددیانتی اس طرح کہ عبارت غلط نقل کی ہے بخاری کی اصل عبارت یوں ہے '' قال فاجاز ھذا الخداع بین المسلمین،، دیکھئے صحیح بخاری کتاب الحیل، باب احتیال العامل لیھدی لہ اور جہالت یا دھوکہ دہی اس طرح کہ اسکا ترجمہ غلط کیا ہے۔ **تفصیل نمبر ۱۰ میں صفحہ نمبر ۱۳۱ پر ملاحظہ فرمائیں۔**

باقی محدث دار قطنیؒ کا امام بخاریؒ کو ضعیف فی الحدیث یا متعصب کہنا اگر چتروڑی کے نزدیک حجت ہے تو انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کو بھی ضعیف فی الحدیث کہا ہے ومن المتعصبین علی ابی حنیفة الدار قطنی (تنسیق النظام فی مسند الامام/۲۸ للشیخ محمد حسن السنبلیؒ) تو انکے بارے میں کیا خیال ہے؟ ابوحنیفہؒ کے بارے میں دار قطنیؒ کی رائے نہ ماننا اور امام بخاریؒ کے بارے میں مان لینا تو خود آپکے تعصب پر دلالت کرتا ہے۔

باقی امام بخاریؒ کا محدثین کے نزدیک امام الدنیا، امیر المحدثین، شیخ الاسلام، حجۃ اللہ علی

الارض ہونا اور انکی کتاب صحیح البخاری کا اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہونا اہل علم کے نزدیک مسلمہ حقیقت ہے جیسا کہ امام بخاریؒ اور انکی کتاب کے تعارف میں گزرا۔ کسی کم علم یا متعصب کا اس سے انکار کرنا امام بخاریؒ یا انکی کتاب کے مرتبہ کو نہیں گھٹاتا بلکہ یہ چاند پر تھوکنے کے مترادف ہے جو چاند کو تو گدلا نہیں کرتا البتہ تھوکا ہوا خود تھوکنے والے پر گرتا ہے۔

﴿۲﴾

غالباً امام بخاری کو تعصب نے ہی اپنے اساتذہ اور شاگردوں سے الگ اور اکیلا کر دیا ہے اپنی کتاب میں کہتے ہیں،، حدثنا الحمیدی، لیکن خود حمیدیؒ رفع یدین میں اسی طرح ترمذیؒ دارمیؒ وغیرھم سب بخاری کے مخالف ہیں وہ کون سی وبا ہے جس نے امام بخاری کو اپنے اساتذہ اور مشائخ اور شاگردوں سے الگ کر دیا ہے۔۔یہی طرفداری کا تعصب ہی ہے جسکی وجہ سے اخبار احاد کو فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں ذکر فرماتے ہیں ،،قد تواتر الخبر عن رسول اللہ،، حالانکہ روایت میں تواتر تام کا کوئی درجہ تک ثابت نہیں ہوسکا... بہرکیف امام موصوف کے فضائل وکمالات کے اعتراف کے باوجود افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ فقہی یا مسلکی تعصب سے بالاتر ہوکر امام صاحب اگر کتاب لکھتے...تو چشم ما روشن دل ماشاد...لیکن برعیب حافظ مکن بے عیب ذات کبریاء

بڑوں بڑوں سے ممکن ہوتا چلا آیا ہے،،الطیس یغار علی الطیس،،کے تحت اچھائی بہرحال اچھائی ہوتی ہے۔۔اقوال پر اگر دین کی مدار ہوتی تو ہم سب سے اول درجہ کے پرستار ہوتے لیکن،،اعرف الرجال للحق لا الحق بالرجال،،کے توسط سے امام بخاری کی کتاب کو میزان حق یعنی قرآن مقدس کی کسوٹی پر پرکھنا ضروری ہوگیا......(قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ۲۔۳)

﴿تبصرہ﴾

''علامہ'' کا کچھ تعارف: چتروڑی صاحب کی باتوں پر انکی بلائیں لینے کو جی چاہتا ہے۔انکو امام بخاریؒ کے بارے میں تو ''الگ اور اکیلے'' ہونے کا احساس ہے لیکن اپنے بارے میں یہ احساس نہیں ہے کہ وہ خود کہاں کھڑے ہیں؟ چلو ہم ہی بتا دیتے ہیں کہ وہ سواد اعظم سے تو پہلے ہی کٹے ہوئے تھے اور اسطرح ''شذوذ'' کی زندگی گزار رہے تھے،اس پر مزید اضافہ یہ ہوا کہ اپنی جماعت ''جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ'' نے بھی انکو انکی حرکات،انکی تنگ نظری،تعصب،بدزبانی اور فحش گوئی سے تنگ آکر اپنی جماعت سے خارج کر دیا،اور وہ بھی خاموشی سے نہیں بلکہ باقاعدہ ایک ضخیم کتاب لکھ کر جو اُن کیلئے چارج شیٹ کی حیثیت رکھتی ہے،اور اسکا نام بھی کتنا موزوں تجویز کیا ''خس کم جہاں پاک''جسکے بعد انکو'' مرکزی جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ'' کے نام سے اپنی الگ ''فرقی'' بنانا پڑی۔اس طرح

اب چتر وڑی صاحب ''اشنذشنذوذا'' کی زندگی گزار رہے ہیں اور پھر اس پر مزید یہ کہ انکے اپنے بیٹے انکے مسلک کو چھوڑ کر غیر مقلدیت اختیار کر چکے ہیں۔ اسکے باوجود انکو امام بخاریؒ کے اکیلے پن کی بڑی فکر ہے اور اپنا پتہ بھی نہیں اسی کو کہتے ہیں ''دیگراں را نصیحت خود میاں فضیحت''

چتر وڑی صاحب! آپ اپنی فکر کیجئے باقی رہے امام بخاریؒ تو ان پر ایک دنیا عقیدت کے پھول نچھاور کر رہی ہے۔

؎ عرفی میندیش زغوغائے رقیباں آوازِ سگاں کم نکند رزقِ گدارا

کیا امام ترمذیؒ اور امام دارمیؒ امام بخاریؒ کے مخالف ہیں؟: باقی یہ کہنا کہ حمیدیؒ، ترمذیؒ اور دارمیؒ رفع یدین میں امام بخاریؒ کے مخالف ہیں یہ بھی ایک جھوٹ ہے کیونکہ امام بخاریؒ نے ''رفع یدین'' کے اثبات پر احادیث نقل کی ہیں اور امام ترمذیؒ نے اپنی ''جامع الترمذی'' کی کتاب الصلوۃ میں باب باندھا ہے ''باب رفع الیدین عندالرکوع'' اور اسمیں ابن عمرؓ سے ''رفع یدین'' کی روایت نقل کی ہے اور اسکے بارے میں کہا ہے ''حدیث ابن عمر حدیث حسن صحیح'' اور ابن مسعودؓ سے ''عدمِ رفع'' کی روایت نقل کی ہے اور اسکے بارے میں کہا ہے ''حدیث ابن مسعود حدیث حسن''

اور امام عبداللہ بن مبارکؒ سے حدیث ''رفع'' کا ثابت ہونا اور حدیث ''عدم رفع'' کا غیر ثابت ہونا نقل کیا ہے۔

قال عبدالله ابن المبارك: قد ثبت حديث من يرفع و ذكر حديث الزهري عن سالم عن ابيه (ابن عمرؓ) ولم يثبت حديث ابن مسعودؓ ان النبي ﷺ لم يرفع الافي اول مرة ۔

اسی طرح ''رفع یدین'' والے مسلک کے قائلین کی فہرست لمبی ذکر کی ہے اور ائمہ میں سے عبداللہ بن المبارکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور اسحٰقؒ کا مسلک یہی بتایا ہے جبکہ ''عدم رفع'' والے مسلک کے قائلین کی فہرست مختصر ذکر کی ہے اور ائمہ میں سے صرف سفیانؒ اور اہل کوفہ کا مسلک یہ بتایا ہے۔

توان چار باتوں سے بالکل ظاہر ہے کہ انہوں نے رفع یدین والی روایت کوترجیح دی ہے پھر کیسے کہا جاسکتا ہے کہ امام ترمذیؒ نے امام بخاریؒ کی مخالفت کی ہے؟

اورامام دارمیؒ نے اپنی ''سنن دارمی'' کی کتاب الصلوۃ میں ''بـاب فـی رفع الیدین فی الرکوع والسجود'' قائم کرکے اسمیں ''رفع یدین'' پرتین احادیث نقل کی ہیں ایک ابن عمرؓ سے جسکو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے، دوسری مالک بن الحویرثؓ سے، اور تیسری وائل الحضرمیؓ سے، اور ''عدم رفع'' کی ایک حدیث بھی ذکرنہیں کی۔کیااب بھی کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے امام بخاریؒ کی مخالفت کی ہے؟

لگتا ہے چترو ڑی صاحب نے اپنے جاہل معتقدین پراپنی علمی دھاک بٹھانے کیلئے یہ کچھ لکھا ہے تاکہ وہ یہ سمجھیں کہ ہمارے علامہ بڑے وسیع النظر عالم ہیں ورنہ ایک عالم پرتوانکی علمیت کاسارا پول کھل گیا ہے۔

اور جب ہم پرترمذی ودارمی کے بارے میں ''علامہ'' کاجھوٹ واضح ہوگیا توہم نے حمیدی کے بارے میں تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی کہ تین باتوں میں سے دوجب سراسرجھوٹ ثابت ہو جائیں توتیسری کے سچ ہونے کا کتنا احتمال رہ جاتا ہے؟

اور اگر بالفرض یہ حضرات مخالف بھی ہوتے تو یہ مخالفت کونسی مضرتھی؟ کیونکہ یہ توفروعی مسلکی اختلاف ہے بالکل ایسے جیسے امام ابو یوسف اورامام محمد وزفررحمہم اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اختلاف کر جاتے ہیں۔توکیااس سے امام صاحبؒ کی تنقیص کا کوئی پہلو نکلتا ہے؟اس سے بھی تھوڑا سااوپر جائیں تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضرت داود علیہ السلام کے فیصلے سے اختلاف کیا تھا ''وداود و سلیمان اذیحکمان فی الحرث ''الخ(الانبیاء/۷۸)توکیایہ داودعلیہ السلام کی تنقیص پر دلالت کرتا ہے؟ حالانکہ قرآن مجید میں تودونوں کی تعریف کی گئی ہے۔وکلا اٰتینا حکما و علما (الانبیاء/۷۹)

اورفاتحہ خلف الامام کے بارے ''قدتواتر الخبر عن رسول اللہ'' کے متعلق عرض ہے

کہ یہ تواتر معنوی ہے یہی وجہ ہے کہ فاتحہ کا وجوب متفق علیہ ہے البتہ احناف کے ہاں امام کا پڑھ لینا مقتدی کیطرف سے حدیث ذیل کیوجہ سے کافی سمجھا جاتا ہے

"**من كان له امام فقراء ة الامام له قراء ة**" (ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوۃ، باب اذا قرأ الامام فانصتوا)

باقی چترروڑی صاحب نے امام بخاریؒ کے فضائل و کمالات کا اعتراف کیا ہے تو یہ امام بخاریؒ کی کرامت ہے کہ ان جیسا امام بخاریؒ کا بدترین دشمن جس نے جگہ جگہ ان پر بے جا حملے کئے ہیں بھی انکے فضائل و کمالات کے اعتراف پر مجبور ہوگیا۔ **والفضل ما شهدت به الاعداء**، اسی کو کہتے ہیں جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ ورنہ کتاب کے یہ عنوانات ہی انکی ''بخاری دشمنی'' کے ثبوت کیلئے کافی ہیں۔ ''بخاری محدث رب کی توہین، نبیؑ کی توہین، حضرت حواء کی توہین، حجرہ عائشہ کی توہین، نبیؑ پر جھوٹ، ابراہیمؑ پر تہمت'' وغیرہ

آگے شعر لکھا ہے

برعیب ہانظر مکن   بے عیب ذات کبریاء

اور پوری کتاب عیوب نکالنے میں لکھی ہے۔ یہ ہے اپنے لکھے کی لاج۔

اور فرماتے ہیں ''امام بخاری کی کتاب کو میزان حق یعنی قرآن مقدس کی کسوٹی پر پرکھنا ضروری ہوگیا'' میں کہتا ہوں ضرور! لیکن پرکھنے والا وہ ہو جو قرآن کا علم رکھتا ہو محض ڈینگیں مارنے، دعوے کرنے اور اپنے منہ میاں مٹھو بننے والا ہرگز اسکا اہل نہیں ہوسکتا۔ اور ان شاء اللہ ہم اسکے ثبوت پیش کرینگے کہ خود ساختہ علامہ صاحب کا علمی معیار درجہ اولیٰ کے طالب علم سے زیادہ ہرگز نہیں ہے۔

﴿۳﴾

حق و باطل کا معیار قلت و کثرت نہیں ہوتا. قوۃ وضعف پر ہوتا ہے اگر دیکھا جائے کہ امام بخای کی کتاب صحیح بخاری پر کتنے قوی اور زوردار اعتراض ہیں اور بخاری میں کتنی زبردست غلطیاں ہیں... قرآن مقدس کے خلاف کتنے ریمارکس ہیں... عزت و حیثیت نبویہ پر کتنے اہانت آمیز فقرے ہیں... اصحاب النبی ﷺ پر کس قدر بہتانات ہیں... تو پھر بخاری صاحب کی کتاب اصح الکتب کی بجائے صحیح الکتب بھی نہیں کہی جاسکتی جیسا کہ ناظرین دیکھیں گے... جس طرح کثرت کیساتھ امام بخاری کی روایات ہیں.. اتنی ہی کثرت کیساتھ انکی روایات قرآن کے خلاف واقع ہوئی ہیں... دوسرے محدثین کی ہزاروں غلطیوں پر بھی ایک غلطی امام بخاری کی بھاری ہے. اسلئے ہم مطلقاً غلطیوں کی بات نہیں کر رہے بلکہ قرآن

کے تناظر میں بخاری کی روایات میں غلطیاں بہت بڑی قبیح غلطیاں ہیں..ان اغلاط کے ہوتے ہوئے بخاری کو اصح الکتب کہنا صرف سینہ زوری اور تحکم ہی ہوگا...امام بخاری جس طرح سب سے بڑا اور سرتاج محدثین ہے انکی غلطی بھی ہوگی تو تمام غلطیوں کی سرتاج ہوگی...مثلاً امام بخاری کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نعوذ باللہ تین مرتبہ خودکشی کرنے پر تیار ہوگئے اگر جبریل دلاسہ نہ دیتے تو آپ ﷺ خودکشی کر لیتے..اب دیکھو ایسی غلطی کسی دوسرے محدث نے کی ہے انکی ہزارہا غلطیوں پر بھی انکی ایک غلطی ہی بھاری ہے...(قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۳۔۴)

﴿تبصرہ﴾

امام بخاریؒ اور صحیح بخاری پر بہتانات: کہتے ہیں ''اگر دیکھا جائے کہ امام بخاری کی کتاب صحیح بخاری پر کتنے قوی اور زوردار اعتراض ہیں...الی قولہ صحیح الکتب بھی نہیں کہی جاسکتی'' یہ تمام اتنے بڑے بہتانات ہیں کہ بے ساختہ زبان پر جاری ہوجاتا ہے سبحٰنک ھذا بھتان عظیم. امام بخاری رحمہ اللہ کا دامن ان تمام بہتانات سے پاک ہے، اور انکی کتاب صحیح البخاری میں اس طرح کی کوئی ایک چیز بھی نہیں ہے جیسا کہ یہ سب کچھ اپنی جگہ واضح ہوجائیگا ان شاء اللہ۔

لکھتے ہیں'' مثلاً امام بخاری کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نعوذ باللہ تین مرتبہ خودکشی کرنے پر تیار ہوگئے'' اسکی تفصیل اعتراض نمبر۱ کے ذیل میں آرہی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔اور یہ روایت لانا اگر ہزارہا غلطیوں پر بھاری غلطی ہے تو یہ ''غلطی'' امام احمد بن حنبلؒ نے بھی کی ہے۔اسکی تفصیل بھی اعتراض نمبر۱ کے ذیل میں آرہی ہے۔اب چتروڑی صاحب بتلائیں کہ امام احمد بن حنبلؒ محدث تھے یا نہیں جنہوں نے حدیث کی عظیم کتاب مسند احمد تصنیف فرمائی؟

﴿۴﴾

حب الشیی یعمیه ،، محبت خود اندھی ہوتی ہے انسان کو اندھا کر دیتی ہے بعض حضرات کو امام بخاری کی محبت نے اتنا اندھا کر دیا ہے کہ انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ الباری ھو الصحیح البخاری ، حالانکہ ایسا فقرہ جوڑتے ہوئے نہ انہوں نے ذات باری کی پرواہ کی اور نہ کلام اللہ القرآن کو درخور اعتناء سمجھا...انکو علم ہونا چاہئے تھا کہ جس طرح اللہ کا بعد کوئی نہیں اسی طرح کتاب اللہ کا بعد بھی کوئی نہیں جس طرح ،، ھو الاول ھو الاخر ،ذات باری ہے اسی طرح اسکی کلام بھی آخری بات اور بھاری ہے جب قرآن کے بعد کوئی درجہ ہے بھی نہیں تو پھر بعد کتاب اللہ کا کیا مقصد...رہی حدیث رسول اللہ ﷺ کہ وہ خود قرآن کی تشریح ہونے کے لحاظ سے خود قرآن ہی ہے...کلام رسول ہونے کے فرق کیساتھ حدیث میں قرآن ہی کا مفہوم ہے کوئی الگ درجہ نہیں رکھتی...فبای حدیث بعدہ' یو منون ،، پر انکی نظر ہوتی تو یوں نہ کہتے اسلئے یہ فقرہ بھی بے علموں کا ملتا ہے،،بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر، حالانکہ اللہ کی بزرگی کی انتہا نہیں تا کہ کسی اور بزرگ کا دوسرا نمبر ہو بحالیکہ اللہ نے خود فرمایا،بعد اللہ و آیاته ؟ جب اللہ اور اسکی آیات کا آخر ختم ہی نہیں ہوتا تو پھر

اسکے بعد کا کیا معنی؟ (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۴-۵)

﴿تبصرہ﴾

''علامہ'' کا مغالطہ: یہاں چتروڑی صاحب یا خود مغالطے کا شکار ہوئے ہیں یا دوسروں کو مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔ فرماتے ہیں ''بعض حضرات کو امام بخاری کی محبت نے اتنا اندھا کر دیا ہے کہ... کتاب اللہ کا بعد بھی کوئی نہیں''

بعدیت رتبی یا زمانی؟: یہاں چتروڑی صاحب نے جہالت یا دھوکہ دہی کیوجہ سے ''بعدیت رُتبی'' کو''بعدیت زمانی'' کے معنی میں لیکر اعتراض جڑ دیا ہے جسکا کوئی جواز نہیں ہے بلکہ یہاں تو بعدیت زمانی پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا کیونکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے کلام کا مجموعہ ہے اور صحیح بخاری رسول اللہ ﷺ کے کلام کا مجموعہ۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ کا کلام پہلے نازل ہوا اور رسول اللہ ﷺ کا کلام بحیثیت رسول بعد میں شروع ہوا تو ''**بعد کتاب اللہ الباری هو الصحیح البخاری**'' اپنی جگہ بالکل ٹھیک ہے۔

اور یہ کہنا کہ ''جب قرآن کے بعد کوئی درجہ ہے بھی نہیں تو پھر بعد کتاب اللہ کا کیا مقصد'' بڑا حیرت انگیز ہے۔ فقہاء کرام کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ احکام شرعیہ کے استخراج کیلئے سب سے اول کتاب اللہ، پھر سنت رسول اللہ، پھر اجماع اور پھر قیاس ہے۔ تو اگر قرآن کے بعد کوئی درجہ ہے بھی نہیں تو پھر اس مسلمہ اصول کا کیا مطلب ہے؟ اور ''**فبای حدیث بعده یؤ منون**'' کا بھی یہی مطلب ہے کہ قرآن مجید جو اللہ کا کلام ہونے کیوجہ سے مرتبہ میں سب کلاموں اور باتوں سے بڑھ کر ہے اگر اس پر یہ لوگ یقین نہیں کرتے تو باقی باتوں پر جو درجہ میں قرآن سے کم ہی ہیں تو ان پر کیسے یقین کرینگے؟ اور یہی مطلب ''ابعد اللہ و ایاته'' کا بھی ہے۔

مزید تحریر فرماتے ہیں ''یہ فقرہ بھی بے علموں کا ملتا ہے بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'' میں کہتا ہوں یہ فقرہ تو بے علموں کا نہیں ہے لیکن آپ جیسے بے علم 'علاّ موں' کے ہاتھ چڑھ گیا ہے اس لئے

اس بیچارے کے ساتھ یہ حشر ہو رہا ہے ورنہ اس میں لفظ ''بزرگ'' خود بتلا رہا ہے کہ یہاں بعدیت رتبی مراد ہے یعنی بزرگی اور بڑائی میں سب سے بڑا مرتبہ اللہ تعالیٰ کا ہے، پھر اللہ کے مرتبہ سے نیچے اور باقی تمام مخلوقات سے اوپر مرتبہ آپ ﷺ کا ہے۔ اسمیں بھلا کوئی اعتراض ہے؟ اعتراض تو تب ہوتا جب اسکا مطلب یہ ہوتا کہ سب سے پہلے تو اللہ ہے جب معاذ اللہ وہ چلا جائیگا تو پھر آپ ﷺ کا نمبر ہوگا۔ اور یہ مطلب آپ جیسے کوڑھ مغز کے علاوہ اور کوئی نہیں لے سکتا۔

اور نکتہ آفرینی فرماتے ہیں ''رہی حدیث رسول اللہ ﷺ کہ وہ خود قرآن کی تشریح ہونے کے لحاظ سے خود قرآن ہی ہے'' میرا چتروڑی صاحب سے سوال ہے کہ کیا ''قرآن کی تشریح'' اور ''قرآن'' ایک چیز ہیں؟ اگر ایسا ہے تو ''قرآن کی تفسیر'' جو ''قرآن کی تشریح'' ہوتی ہے کیا اس سے نماز ہو جائیگی؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ ''قرآن کی تشریح'' مرکب اضافی ہے۔ اور بالبداھۃ "مضاف" اور "مضاف الیہ" ایک دوسرے کا ''غیر'' ہوتے ہیں ''عین'' نہیں ہوتے۔ تعجب ہے کہ ''علامہ'' کو بدیہیات سمجھنے بھی مشکل ہو رہے ہیں۔

﴿۵﴾

امام بخاری کی کتاب الصحیح البخاری اپنی مثال آپ تھی.. کاش کہ موت انکو اپنی کتاب پر نظر ثانی کا موقعہ دیتی اور کاش کہ جن رواۃ پر انکو اعتماد تھا وہ واقع میں بھی ویسے ہی ہوتے لیکن کیا کہا جائے کہ اتنے بڑے جلیل القدر محدث بخاری نے خزف ریزے کی چھانٹ کانٹ سے پہلے ہی دنیا سے روانگی کا کوچ بندھ لیا.. اور کتاب میں لعنتی راویوں کی بھرمار ہوگئی،، کئی مدلس مدسس کتاب میں گھس گئے اور انہوں نے اپنی باطنی کینہ وری کے ذریعہ کتاب کی اہمیت ختم کرنے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا زہری جیسے کینہ ور اور بات کا بتنگڑ بنانے والوں نے کتاب کا حلیہ بگاڑ کے رکھ دیا... خود امام بخاری نے جتنا زور روایات کے جمع کرنے پر لگایا اس قدر قرآن کے مفہوم میں بصیرت حاصل کرنے کی سعی مشکور نہ فرمائی... اس میں کوئی شک نہیں کہ امام بخاری نے حسن نیت کیساتھ کتاب لکھی امت پر بار احسان کر ڈالا.. لیکن حسن نیت کیساتھ بصیرت قرآن ہونا لازمی تھا جسکے لئے وقت نے آپ کا ساتھ نہ دیا اور لعنتی راویوں نے اسٹر گھسٹر کر کے کتاب کی قدر و قیمت گھٹا کے رکھ دی.... یہی وجہ ہے کہ کتاب میں باطل قسم کی روایات کی بھرمار ہے.. موقوفات.. منقطعات.. مرسلات.. اور اقوال رجال وغیرہ کا کتاب میں طوفان وطومار ہے.. اللہ معاف کرے.. (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۶)

﴿تبصرہ﴾

''علامہ'' کی تضاد بیانی و بے باکی: یہ عبارت چتروڑی صاحب کی تضاد بیانی کا واضح

ثبوت ہے کہ ایک طرف تو امام بخاریؒ کو ''بڑا جلیل القدر محدث'' لکھ رہے ہیں اور دوسری طرف یہ کہ'' کاش جن روات پر انکو اعتماد تھا وہ واقع میں بھی ایسے ہی ہوتے'' یعنی انہوں نے نا قابل اعتماد راویوں پر اعتماد کرلیا۔ اگر ایسا ہے تو وہ بڑے جلیل القدر محدث کیسے ہو گئے؟ کیا بڑا جلیل القدر محدث وہی ہوتا ہے جو راویوں کو پرکھ بھی نہ سکے؟

اور پھر یہ تو کتنی احمقانہ بات ہے کہ ''کئی مدلس مدسس کتاب میں گھس گئے'' کیا راوی کتاب میں خود بخود گھس جاتے ہیں؟ کیا امام زہریؒ (متوفی ۱۲۴ھ) جو امام بخاریؒ (مولود ۱۹۴ھ) کی ولادت سے ستر سال پہلے وفات پا چکے تھے وہ بھی امام بخاریؒ کی وفات کے بعد کتاب میں گھس گئے؟ چتروڑی صاحب ویسے تو مردے کے سماع کے بھی قائل نہیں کہ وہ عقل کے خلاف ہے اور یہاں قبر سے نکل کر دنیا میں آجانا اور پھر کتاب کا حلیہ بگاڑ دینا بھی ارشاد فرما رہے ہیں۔ بریں فہم ودانش بباید گریست

اور لکھتے ہیں'' کتاب میں لعنتی راویوں کی بھر مار ہوگئی'' یہ جملہ چتروڑی صاحب کی انتہائی بے باکی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ بخاری شریف کے اکثر راوی صحابہؓ تابعین اور تبع تابعین ہیں اور ان سے نیچے وہ لوگ ہیں جنکی دیانت وامانت پر پوری امت کا اتفاق ہے۔ معدودے چند راوی ایسے ہیں جن پر انگلی اٹھائی گئی ہے لیکن وہ بھی اس حد تک نہیں کہ وہ مستحق لعنت ہوں۔

چتروڑی صاحب کو حدیث مبارک ''من شذ شذ الی النار'' (ترمذی، الفتن، باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ) کہ ''جو آدمی جماعت سے علیحدگی اختیار کرتا ہے وہ جہنم میں جاتا ہے'' کے تناظر میں اپنا جائزہ لینا چاہیے۔

امام زہریؒ جنکو چتروڑی صاحب نے کینہ ور اور بات کا بتنگڑ بنانے والا کہا ہے انکے بارے میں اعیان ملت واساطین امت کیا کہتے ہیں؟ یہ اعتراض نمبر ا کے ذیل میں ملاحظہ فرمایئے آپکو یقین ہو جائیگا کہ واقعی ہر آدمی دوسرے کو اپنے جیسا ہی سمجھتا ہے۔

اور لکھتے ہیں'' خود امام بخاری نے جتنا زور روایات کے جمع کرنے پر لگایا اس قدر قرآن کے مفہوم میں بصیرت حاصل کرنے کی سعی مشکور نہ فرمائی'' سبحان اللہ کہ

ع طفلِ مکتب، شیخِ دبستان کو کہے جاھل۔

امام بخاریؒ کو الحمدللہ قرآنی بصیرت کا وافر حصہ قدرت کی طرف سے عطا ہوا تھا انکے تراجم اسکا واضح ثبوت ہیں لیکن اندھے کو اندھیرے کے سوا کیا نظر آتا ہے؟ اور خود چتروڑی صاحب کو قرآنی بصیرت کتنی حاصل ہے؟ اسکے نمونے بالتفصیل آپکے سامنے آرہے ہیں تھوڑا سا انتظار کیجئے۔

اور فرماتے ہیں ''اسمیں شک نہیں کہ امام بخاری نے حسن نیت کے ساتھ کتاب لکھی امت پر بار احسان کرڈالا'' اسکو بھی پڑھیں اور تمہیدی نمبر۳ بھی پڑھیں پھر چتروڑی صاحب کی ایمانی حالت کا اندازہ لگائیں۔ کیا جس کتاب میں قرآن مقدس کے خلاف ریمارکس ہوں، عزت وحیثیت نبویہ پر اہانت آمیز فقرے ہوں اور جس میں اصحابؓ النبی ﷺ پر بہتانات ہوں، اسکے لکھنے والے میں حسن نیت نام کی کوئی چیز ہوسکتی ہے؟ اور کیا ایسا آدمی ایسی کتاب لکھ کر امت پر احسان کرنے والا ہوتا ہے؟ ہمارے نزدیک تو قطعاً ایسا نہیں۔

بخاری میں باطل قسم کی روایات کی بھرمار؟: مزید لکھتے ہیں ''کتاب میں باطل قسم کی روایات کی بھرمار ہے... طومار ہے'' میں کہتا ہوں یہ سفید جھوٹ ہے کہ کتاب میں باطل قسم کی روایات کی بھرمار ہے اگر ایسا ہوتا تو امت محمدیہ علی صاحبھا الف الف تحیہ کبھی اسپر اعتماد نہ کرتی جس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا ''ان اللہ لا یجمع امتی علی الضلالۃ'' (ترمذی، الفتن، باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ) اور امت نے سب سے زیادہ اعتماد اسی کتاب کو بخشا ہے اور وہ بھی اندھی عقیدت کیوجہ سے نہیں بلکہ اسکے راویوں اور روایتوں کی مکمل چھان بین کرلینے کے بعد جیسا کہ آپ دیکھیں گے ان شاءاللہ۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

باقی موقوفات، منقطعات، مرسلات اور اقوال رجال بھی اپنی حیثیت عرفیہ کے مطابق مفید ہوتے ہیں اس لئے انکو کتاب میں ذکر کرنا کوئی گناہ کی بات نہیں۔

﴿۶﴾

امام بخاری کی حسن نیت پر شک نہیں کیا جاسکتا کتاب شاہد ہے کہ آپ نے دروس العلم کے خطرہ کے پیش نظر اور فرض منصبی سمجھتے ہوئے کتاب لکھی

لیکن انکی دانست میں جوراوی بے داغ تھے..شوئی قسمت کہ انکو جھنجھوڑ نہ سکے وہ اپنی منافقانہ روش کے ساتھ آپکو صاف نظر آئے اسی لحاظ سے کتاب بخاری اس لائق ہوگئی کہ ،،مالا یوخذ کلہ لا یترک کلہ ،،کے پیش نظر قرآن پر روایات کا پرکھنا ضروری ہو جاتا ہے اور ،، خذ ما صفادع ماقدر ،،کے مسلمہ کیساتھ روایات کو قبول بھی کیا جاسکتا ہے.. ہاں یہ کہنا کہ جس روایت کو امام بخاری پاس کر دیں بس وہ پل سے پار ہوگئی یہ صریح غلط ہے بخاری کتاب خود بھی اس مفروضہ سے اپنی برائت کر رہی ہے جس میں قرآن کے خلاف اور خود صاحب حدیث ﷺ کی حیثیت نبویہ عرفیہ کیخلاف...اصحاب رسول ﷺ کے خلاف کافی مواد بھر دیا گیا ہے...امام بخاری کی عظمت شان اپنی جگہ مسلم ہے مگر عزت رسول ﷺ پر لاکھوں بخاری قربان کیے جاسکتے ہیں... ذب عن القرآن، ذب عن الرسول، ذب عن الا صحاب ہی کیلئے ہم نے یہ کچھ تحلیل کی ہے..ہم امام بخاری پر یہی الزام لگا سکتے ہیں کہ انہوں نے روات کی بات کو قرآن پر پرکھنے کی کوشش بہت ہی کم فرمائی ہے...(قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۷)

تبصرہ

یہ عبارت پڑھیں ''لیکن ان (امام بخاری) کی دانست میں جوراوی بے داغ تھے شوئی قسمت کہ انکو جھنجھوڑ نہ سکے وہ اپنی منافقانہ روش کے ساتھ آپکو صاف نظر آئے'' آگے نمبر ۸ میں یہ بھی پڑھیں '' کیا یہ کہا جائے کہ امام بخاری کے اندر راویوں کے چھانٹنے کی بصیرت نہ تھی جبکہ یہ تو قطعاً غیر مناسب ہے'' اب آپ بتائیں کہ جس میں راویوں کے چھانٹنے کی بصیرت ہو اسکو کوئی منافقانہ روش کیوجہ سے صاف نظر آسکتا ہے؟ اور جسکو منافقانہ روش والے صاف نظر آئیں کیا وہ چھانٹنے کی بصیرت سے بہرہ مند ہوسکتا ہے؟ آپ چتروڑی صاحب کے تضادات ملاحظہ فرمائیں!

اور فرماتے ہیں'' خذ ما صفادع ما کدر کے مسلمہ کے ساتھ روایات کو قبول بھی کیا جاسکتا ہے''

شاید اس لئے کہ اپنی من پسند اور مفید مطلب احادیث لینے کا جواز پیدا ہو جائے

پھر نمبر ۳ والی باتیں دہراتے ہوئے فرماتے ہیں ''جسمیں قرآن کے خلاف... امام بخاری کی عظمت شان اپنی جگہ مسلم ہے مگر الخ'' میں کہتا ہوں یہ بات ظاہر ہے کہ کوئی راوی از خود کتاب میں گھس کر اپنی طرف سے کوئی روایت نہیں ٹانک سکتا جیسا کہ چتروڑی صاحب کا خیال ہے بلکہ کتاب میں جو کچھ درج ہے وہ امام بخاریؒ کیطرف سے ہی ہے تو پھر انکی عظمت اپنی جگہ مسلم کیسے ہوسکتی ہے جب کہ انہوں نے اپنی کتاب میں قرآن کے خلاف، رسول ﷺ کے خلاف اور اصحاب رسول ﷺ کے خلاف مواد بھر دیا ہو؟ کیا آپکی دیانت اسکی اجازت دیتی ہے؟

اور فرماتے ہیں ''ذب عن القرآن، ذب عن الرسول، ذب عن الاصحاب ہی کیلئے ہم نے یہ کچھ تحلیل کی ہے'' اگر واقعی ایسا ہے تو یہ نادان دوست والی خیر خواہی ہے کہ جس کے بعد کسی دشمن کی ضرورت نہیں رہتی۔

بالیقین کہا جاسکتا ہے کہ بخاری شریف میں کوئی چیز خلاف قرآن، خلاف رسول ﷺ اور خلافِ اصحاب ؓ نہیں ہے۔ البتہ آپکی سعی نامشکور سے قرآن مقدس، رسول خدا ﷺ اور اصحاب ؓ نبیؑ کے بارے میں شکوک وشبہات ضرور پیدا ہوئے ہیں اسی لئے کہتے ہیں ''نادان دوست سے دانا دشمن بہتر''۔

اور لکھتے ہیں ''ہم امام بخاری پر یہی الزام لگا سکتے ہیں کہ انہوں نے روات کی بات کو قرآن پر پرکھنے کی کوشش بہت کم فرمائی ہے'' میں کہتا ہوں اصولی طور پر محدث کا کام یہ ہوتا ہے کہ اسکو رسول اللہ ﷺ سے منسوب کوئی بھی حدیث ملے تو وہ اسکو سند کے ساتھ نقل کردے یہی وجہ ہے کہ محدثین کرام ایک دوسرے سے معارض احادیث بھی بڑی فراخدلی سے نقل کرتے ہیں آپ خاص طور پر ترمذی شریف اور طحاوی شریف کو پڑھ کر دیکھ لیجئے کہ وہ ہر باب میں ہر طرح کی روایات بالالتزام نقل کرنے کا اہتمام فرماتے ہیں تو اگر امام بخاریؒ نے روایات کو قرآن پر نہ پرکھا ہوتا تب بھی ان پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا تھا جبکہ اسکی سند موجود ہو کہ بطور محدث انکا وظیفہ یہی تھا لیکن بایں ہمہ بخاری شریف میں کوئی روایت خلاف قرآن نہیں ہے جیسا کہ ہم اعتراضات کے جوابات میں تفصیل سے اسکو ظاہر کرینگے ان شاء اللہ العزیز۔

البتہ پرکھنے والے چتروڑی صاحب جیسے ''ماہر تعارضیات'' ہوں تو پھر بخاری شریف ہی نہیں بلکہ حدیث کی کوئی کتاب بھی بلکہ معاذ اللہ قرآن مجید بھی تعارضات سے بھرا ہوا نظر آئیگا۔ نعوذ باللہ من سوء الفہم۔

﴿۷﴾

جو لوگ بخاری کتاب حدیث کو قرآن پر مقدم سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بخاری کے بغیر قرآن سمجھ نہیں آتا.. یا وہ لوگ جو کلی طور پر بخاری شریف کو صحیح اور بے غبار جانتے ہیں وہ یا تو قرآن مقدس پر ایمان نہیں رکھتے اور یا پھر انتہے اجہل ہیں جو ،،لا یعلمون الکتاب الا امانی وان ھم

الا یظنون ،، کا مصداق ہیں ورنہ قرآن کتاب اللہ لاریب ہونیکے ساتھ مھیمن یعنی تمام آسمانی کتابوں پر بھی کنٹرول کرنیوالی ہے ذہنی کتابوں کا کیا مقام کہ قرآن کو اپنے پیچھے لگالے یا اس سے مقدم ہو اسلئے اپنے ظاہر الفاظ کے لحاظ سے یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے کہ ،، السنۃ قاضية على كتاب الله ،، بلکہ ہونا تو چاہئے تھا ،، القرآن قاض على سنة رسول الله ،، لہٰذا احناف کو تو فرمودۂ امام اعظم ہی کافی ہے ،، اعرضوه على كتاب الله ،، رہے دوسرے لوگ تو انکو ایمان بالقرآن پر نظر ثانی کرنا چاہئے ..اگر بعض آیات حدیث کے بغیر سمجھ نہیں آتیں تو بعض احادیث قرآن کے بغیر بھی سمجھ نہیں آتیں جیسے ،، ما انا علیه و اصحابی ،، کا مفہوم کلی قرآن کے بغیر قطعاً سمجھ نہیں آتا... نیز بعض آیات کا حدیث سے سمجھ آنا حدیث سے مقدم ہونیکی تو دلیل نہیں ..الثانیہ بات سمجھ آئیگی کہ قرآن کا متن موجود نہ ہو تو حدیث کا وجود بھی نہیں ہوگا.... پہلے قرآن ہوگا تو تب حدیث کا وجود مانا جائیگا لہٰذا اعتبار میں قرآن ہی مقدم ہوگا.... (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۸)

﴿تبصرہ﴾

فرماتے ہیں ''جو لوگ بخاری کتاب حدیث کو قرآن پر مقدم سمجھتے ہیں'' میں کہتا ہوں کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں سمجھتا، معلوم نہیں آپ نے یہ گمان کیسے قائم کرلیا؟

باقی یہ بات کہ ''بخاری کے بغیر قرآن سمجھ نہیں آتا'' اسکا مطلب یہ ہے کہ حدیث رسول ﷺ قرآن کی تشریح ہے جیسا کہ آپ نے خود نمبر ۴ میں لکھا کہ ''رہی حدیث رسول ﷺ کہ وہ خود قرآن کی تشریح الخ'' اور ظاہر ہے کہ تشریح اصل ''متن'' سے زماناً بھی مؤخر ہوتی ہے اور رتبۃً بھی۔ تو اس سے بخاری کا قرآن سے مقدم ہونا آپ نے کیسے سمجھ لیا؟

السنة قاضية على كتاب الله: اور کہتے ہیں ''یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے کہ السنة قاضية على كتاب الله بلکہ ہونا تو یوں چاہیے تھا القرآن قاض على سنة رسول الله ﷺ'' میں کہتا ہوں یہ جھوٹ نہیں بلکہ ایک اٹل حقیقت ہے البتہ آپ اسکا مطلب نہ سمجھ سکیں تو یہ آپکا اپنا دماغی قصور و ذہنی فتور ہوگا۔ مطلب اسکا یہ ہے کہ جیسے قرآن مجید میں ہے وانزلنا اليك الذكر لتبين للناس ما نزل اليهم (النحل/۴۴) کہ ہم نے آپ کی طرف قرآن نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کیلئے بیان کریں جو انکی طرف نازل کیا گیا ہے۔

تو اس میں ''انزال قرآن'' کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی ہے اور ''تبیین قرآن'' کی نسبت رسول ﷺ کی طرف۔ پس اس میں یہ حقیقت واضح فرمائی کہ جیسے قرآن وہ ہوگا جو اللہ کی طرف

سے ''منزّل'' ہو اس طرح قرآن کی تبیین یعنی تفسیر وتشریح وہ ہوگی جو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ''مبیّن'' ہو یعنی بیان کی گئی ہو۔تو اس آیت کی رو سے قرآن کو سمجھنے کیلئے رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کو دیکھا جائیگا جو کہ قرآن مجید کی عملی تفسیر ہے اور اگر کوئی آپ جیسا یا آپکے بزرگ و پیشرو غلام احمد پرویز جیسا قرآن دانی کا مدعی، قرآن کی خودساختہ تفسیر وتشریح کرنے لگے تو وہ ہرگز معتبر نہ ہوگی یہی مطلب ہے ''السنة قاضية على كتاب الله'' کا کہ قرآن کی تفسیر وتشریح کا معیار ومدار سنتِ رسول ﷺ ہے نہ کہ نتھو پھتو کے خودساختہ خیالات۔

مزید لکھتے ہیں '' احناف کو تو فرمودۂ امام اعظم ہی کافی ہے اعرضوہ علی کتاب اللہ رہے دوسرے لوگ تو انکو ایمان بالقرآن پر نظر ثانی کرنی چاہیئے''

لیجئے جی! کہ غیر احناف یعنی شوافع، مالکیہ، حنبلیہ اور اہل ظواہر وغیرھم بشمول امام شافعیؒ، مالکؒ، احمد بن حنبلؒ اور داود ظاہریؒ وغیرھم کا تو ایمان بالقرآن نظر ثانی کا محتاج ٹھیرا، البتہ خوش بختی سے احناف کا ایمان بالقرآن چتروڑی صاحب کے ہاں تسلیم ہوگیا۔

لیکن کوئی حنفی بھی اپنے حنفی ہونے کی خوش فہمی میں نہ رہے حنفی بھی وہ معتبر ہوگا جو'' عدم سماع موتی'' کا قائل ہو اور ''مرکزی جمعیت اشاعت التوحید والسنة'' کا رکن بھی ہو''مرکزی'' کے بغیر والی ''اشاعت التوحید والسنة'' والے بھی حنفیت کے معیار پر پورا نہیں اترتے۔

شاید کہ'' قرآن دان'' چتروڑی صاحب نے'' ولا تجعل فی قلوبنا غلاللذین امنوا'' (الحشر/۱۰) کا مطلب یہی سمجھا ہے کہ سب کا ایمان مشکوک بنادیا جائے نعوذ باللہ۔

باقی ''اعرضوہ علی کتاب اللہ'' کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی حدیث ایسی سامنے آتی ہے جو صراحۃً قرآن کے مخالف ہے اور اسکی کوئی بھی صحیح توجیہ نہیں ہوسکتی تو اسکو رد کردیا جائیگا کیونکہ تشریح، متن کے خلاف نہیں ہوسکتی جو تشریح (حدیث) متن (قرآن) کے خلاف جارہی ہے وہ ظاہر ہے کہ تشریح نہیں ہوسکتی۔

لیکن ہم پہلے یہ عرض کرچکے ہیں کہ یہ کام صاحبِ فن ہی کرسکتا ہے جو قرآن وحدیث پر وسیع

اور گہری نظر رکھتا ہو چتر وڑی صاحب جیسے کسی مدعی نادان کو یہ حق نہیں دیا جا سکتا کہ وہ احادیث کو اپنی ٹیڑھی سمجھ سے قرآن کے مخالف بتا بتا کر رد کرنا شروع کر دے۔

اور لکھتے ہیں ''اگر بعض آیات حدیث کے بغیر سمجھ نہیں آتیں... قرآن کے بغیر قطعاً سمجھ نہیں آتا'' یہ تو معلوم نہیں ہو سکا کہ چتر وڑی صاحب اس سے کہنا کیا چاہتے ہیں؟ البتہ پیچھے نمبر ۴ میں یہ کہہ کر کہ ''رہی حدیث رسول ﷺ کہ وہ خود قرآن کی تشریح ہونے کے لحاظ سے خود قرآن ہی ہے'' حدیث کی جداگانہ حیثیت کا انکار کر دیا اور اب یہاں آ کر جداگانہ حیثیت کو تسلیم کر لیا دوسروں کے خواہ مخواہ تضادات نکالنے والا خود جگہ جگہ تضادات کا شکار ہو رہا ہے اور اسکا احساس بھی نہیں کر پا رہا۔

اور یہ جملہ بھی انتہائی توجہ کا طالب ہے کہ ''بعض آیات کا حدیث سے سمجھ آنا حدیث سے مقدم ہونے کی تو دلیل نہیں'' شاید آپکو یہ سمجھ نہ آئی ہو کہ ''علامہ'' اس سے کیا فرمانا چاہتے ہیں؟ وہ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ ''بعض آیات کا حدیث سے سمجھ آنا حدیث کے مقدم ہونے کی دلیل نہیں'' لیکن اس مفہوم کو ادا کرنے کیلئے ''علامہ'' کو یہ علم نہیں ہے کہ لفظ ''سے'' آئیگا یا ''کے''؟ جبکہ یہاں لفظ ''کے'' کی بجائے ''سے'' لگانے سے معنی بالکل الٹ ہو جاتا ہے۔

﴿۸﴾

امام بخاری نے جب اپنی کتاب کا نام رکھا، الجامع المسند الصحیح،، تو پھر انکی کتاب میں باطل روایات.. غیر مسند غیر صحیح.. موقوفات.. منقطعات... مرسلات وغیرہ روایات کیوں پائی جاتی ہیں جیسا کہ ناظرین دیکھ لیں گے... کیا یہ کہا جائے کہ امام بخاری کے اندر راویوں کے چھاننے کی بصیرت نہ تھی جبکہ یہ تو قطعاً غیر مناسب ہے اور یا یہی کہا جائے کہ بخاری کے پسماندگان تلامذہ کی تحقیق غلط ہے یہ بھی برمحل معلوم نہیں ہوتا... یا پھر یہی کہا جائے کہ بعض راوی جو رافضی شیعہ تھے انہوں نے تقیہ کر کے بخاری کو اپنے اعتماد میں لے لیا.. یا پھر یہ کہا جائے کہ امام بخاری کے تیار کردہ مسودہ میں لعنتی راویوں نے دسیسہ کاری کی اور انہی کی دلفریب کاریگری نے یہ گل کھلائے اور امام بخاری کی کتاب میں تخریب کاری کی... جو صورت بھی ہو بہر حال یہ کہنا پڑتا ہے کہ بخاری کی روایات کو انفرادی طور پر ماننا بہت مشکل ہے جب تک دوسرے محدث روایت کی تصدیق نہ کریں صرف اکیلے امام بخاری کی روایت کو حدیث رسول اللہ ﷺ کہنا بہت مشکل ہوگا... بہر کیف لعنتی راوی امام بخاری کیلئے مار آستین ثابت ہوئے اور آپ کی سعی مبارک کو نامبارک بنانے میں پوری محنت کر گئے اور ایک جلیل القدر اور امین محدث کبیر کی دیانت کو بٹہ لگا گئے،، فلعنة الله على المدلسين،، (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۹۔۱۰)

☆☆☆

﴿تبصرہ﴾

بخاری میں غیر مسند، غیر صحیح، موقوفات، مقطوعات، مرسلات کیوں؟

فرماتے ہیں ’’امام بخاری نے جب اپنی کتاب کا نام رکھا الجامع المسند الصحیح الخ‘‘، میں کہتا ہوں امام بخاریؒ نے اصالۃً جو روایات ذکر کی ہیں وہ سب مسند و صحیح ہیں البتہ جنکو تبعاً تراجم ابواب میں نقل کیا ہے وہ بظاہر مسند نہیں لیکن حقیقت میں وہ بھی مسند ہیں البتہ اختصار کے پیش نظر انکو بغیر اسناد کے ذکر کر دیا اور انکی بھی صحت پر شک نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اکثر دوسری جگہ امام بخاریؒ نے ان تعلیقات کو موصول ذکر کیا ہے اور تکرار سے بچنے کیلئے کسی جگہ سند کو چھوڑ دیا ہے اور جس کی سند کہیں ذکر نہیں کی تو شراح بخاری نے اسکا اہتمام سے بتایا ہے کہ یہ تعلیق فلاں کتاب میں فلاں محدث نے موصول ذکر کی ہے۔

امام سیوطیؒ کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں

ویلاحظ ان من المعلقات ماھو موصول فی نفس صحیح البخاری ، علقه فی بعض المواضع لاجل ان لا یکررا الحدیث بنفس السند والمتن (تدریب الراوی ۱/۱۱۸)

آگے فرماتے ہیں ’’کیا یہ کہا جائے کہ امام بخاری کے اندر راویوں کے چھانٹنے کی بصیرت نہ تھی جبکہ یہ تو قطعاً غیر مناسب ہے‘‘ میں کہتا ہوں اپنے بقول یہ ’’قطعاً غیر مناسب‘‘ کام چتروڑی صاحب نے جگہ جگہ کیا ہے جیسا کہ ناظرین پر مخفی نہیں رہے گا۔

اور فرماتے ہیں ’’بہر حال یہ کہنا پڑتا ہے کہ بخاری کی روایات کو انفرادی طور پر ماننا بہت مشکل ہے‘‘ الخ۔ چتروڑی صاحب کے اس فرمان کیوجہ سے ہم نے ہر جگہ یہ دیکھنے کا اہتمام کیا ہے کہ بخاری کی جس روایت پر انہوں نے اعتراض کیا ہے امام بخاریؒ اسکی روایت میں منفرد ہیں یا کسی اور محدث نے بھی اسکو روایت کیا ہے؟ اس وقت ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب ہم نے سوائے چند

ایک کے باقی تمام روایات کو دیگر محدثین کی کتابوں میں بھی بالکل اسی طرح موجود پایا جس طرح امام بخاریؒ نے روایت کیا، اور انکے حوالہ جات ہم نے اہتمام سے نقل کیئے تا کہ قارئین مراجعت کر کے یقین حاصل کر سکیں۔

یہ چتروڑی صاحب کیلئے دعوت رجوع ہوگی کہ جب دوسرے محدثین نے اس روایت کو اپنی کتاب میں جگہ دیکر اسکی تصدیق کردی ہے تو اب آپکو بھی اپنے اس ''قول'' کی وجہ سے اسکی تصدیق کرنی چاہیئے اور سابقہ تکذیب وتغلیط سے توبہ کی لینی چاہیئے کہ صبح کا بھٹکا شام کو گھر آجائے تو اسے بھٹکا ہوانہیں کہتے۔

اور لکھتے ہیں ''لعنتی راوی امام بخاری کیلئے مارآستیں ثابت ہوئے الخ'' میں کہتا ہوں بفضلہٖ تعالٰی بخاری شریف کا کوئی راوی از روئے ''فن جرح وتعدیل'' لعنتی نہیں ہے، نہ انہوں نے آپکی سعی مبارک کونا مبارک بنانے کی محنت کی اور نہ ہی آپکی دیانت کو بٹہ لگا۔ فلعنة الله على الكاذبين۔

﴿۹﴾

ہم نے حسبة لللہ بتوفیق اللہ صرف اور صرف ذب عن القرآن، اور ذب عن الرسول کیلئے یہ پہاڑ سر پر رکھ لیا ہے بصد تاسف کہنا پڑتا ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد کہلوا کر امام صاحب کے نام پر تجوریاں بھر رہے ہیں وہ بھی کہنے لگے ہیں کہ دیکھو جی احمد سعید نے اب امام بخاری پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیئے ہیں حالانکہ بخاری کا اکثر حصہ احنافؒ کے صریح خلاف واقع ہوا ہے پھر بھی اپنے آپ کو حنفی کہلانے والے بخاری شریف کا ختم پڑتے ہیں...وبا وطاعون میں بخاری کا ورد پڑتے ہیں اور پھر امام مرضی عنہ کا نام تک نہیں لیتے اور،، اذالم تستحي فاصنع ماشئت،، کے مصداق گلہ شکوہ بھی ہمارے خلاف کرتے ہیں. دراصل ان مریضان قلب کا روگ اور ہے وہ یہ کہ امام بخاری نے صریحاً قرآن کی نص قطعی کیخلاف مردہ کے جنازہ پر بولنے اور مردہ کے سننے کی جھوٹی روایت پیش کی ہے اور وہ سوء اتفاق سے ہمارے خلاف مذہب ہے اور ان حنفی کرم فرماؤں کے نجس عقیدہ کے مطابق ہے...حالانکہ امام اعظمؒ خود سماع وکلام میت کے قائل نہ ہیں..بس فساد فی سبیل اللہ کی خاطر یہ لوگ امام بخاری کا رٹہ لگاتے ہیں تا کہ ان کا مخالف بدنام ہی ہو رہے..بحالیکہ امام اعظمؒ کے اصول کیمطابق وہ روایات،، لم يثبت بمعناه،، ہیں جیسا کہ شامی میں موجود ہے..امام اعظمؒ کے مذہب کے دشمن خود ہیں اور ہم خدام ابی حنیفہؒ کو منکر حدیث کہہ کر بدنام کرتے ہیں...(قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۱۰۔۱۱)

﴿تبصرہ﴾

ملاحظہ فرمائیں ''ہم نے حسبةً للّٰہ بتوفیق اللہ صرف اور صرف ذب عن القرآن اور ذب عن الرسول کیلئے یہ پہاڑ سر پر رکھ لیا'' شاید چتروڑی صاحب جیسے ملاؤں کیلئے ہی کہا گیا ہے

ع دین مُلّا فساد فی سبیل اللہ.

کہ ایک تو اکابر سے بدظنی کا فساد بو رہے ہیں اور اسلام کی جڑیں کاٹ رہے ہیں دوسرے اسکو حسبةً لله اور بتوفیق الله بھی کہہ رہے ہیں، انہی کی طرح انکے ایک پیشرو عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی ملعون نے بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو شہید کر کے یہی کہا تھا کہ میں نے یہ کام حسبةً للّٰــہ و بتوفیق اللّٰہ کیا ہے، ظاہر ہے الجنس یمیل الی الجنس.

اور فرماتے ہیں ''بخاری کا اکثر حصہ احناف کے صریح خلاف واقع ہوا ہے'' الخ میں کہتا ہوں یہی چیز تو انکے حق پرست ہونے اور آپکے باطل پرست ہونے کی دلیل ہے کہ وہ جب کوئی روایت ثابت ہو جائے تو اسکو حدیث رسول ﷺ کہتے اور سمجھتے ہیں خواہ انکے مذہب کے خلاف کیوں نہ ہو اور آپ اسکو رد کر دیتے ہیں جو آپکے مذہب کے خلاف واقع ہو خواہ وہ سنداً صحیح کیوں نہ ہو، کیا ''افرایت من اتخذ الهه هواه واضله اللّٰہ علی علم'' (الجاثیہ/۲۳) آپ جیسے لوگوں پر منطبق نہیں ہوتی؟

کیا بخاری کا اکثر حصہ احناف کے خلاف واقع ہوا ہے؟:

باقی رہی یہ بات کہ ''بخاری کا اکثر حصہ احناف کے صریح خلاف واقع ہوا ہے'' اول تو مسلّم نہیں اور اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ کسی حدیث کا صحیح و ثابت ہونا اور چیز ہے اور اسکا معمول بہ ہونا اور چیز ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی حدیث روایۃً تو ثابت ہو لیکن عملاً اسکا مضمون منسوخ ہو، اسکی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں، نماز کے احکام میں تغیر و تبدل اسکی ایک واضح مثال ہے۔

آگے فرماتے ہیں ''دراصل ان مریضان قلب کا روگ اور ہے الخ'' میں کہتا ہوں کہ یہی دراصل آپکا روگ ہے اور آپ ''چور مچائے شور'' کے مصداق دوسروں پر تھوپ رہے ہیں ورنہ آپکو امام بخاریؒ سے کیا بیر تھا؟ بیر تو یہی ہے کہ آپ نے ایک فرقہ بنایا اور اسکا شعار یہ بنایا کہ ''مردے نہیں سنتے'' اور قرآن مجید کی آیات کو توڑ مروڑ کر بطور دلیل پیش کیا لیکن ''السنة قاضية علی کتاب اللّٰہ'' کے تحت جب بخاری شریف میں اسکے خلاف پایا تو اسکو مخالف قرآن قرار دیدیا، حالانکہ جو کچھ بخاری میں

ہے وہ قرآن کے قطعاً مخالف نہیں بلکہ آپکی خودساختہ تفسیر (تفسیر بالرأی) کے مخالف ہے اسلئے اس سے چڑ ہوگئی اور اسکے خلاف کتاب لکھ کر اپنی انتقامی آگ کو ٹھنڈا کر رہے ہیں لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ پہاڑوں کو ٹکریں مارنے سے پہاڑ نہیں ٹوٹا کرتے بلکہ سر پھوٹا کرتے ہیں۔

کیا ''سماع موتی'' نجس عقیدہ ہے؟: اور ''سماع موتی'' کو ''نجس عقیدہ'' قرار دینا بھی بہت بڑی جرأت ہے، یہ عقیدہ تو صحابہؓ وتابعینؒ کا بھی تھا، کیا انکے عقیدے معاذ اللہ نجس تھے؟ کیا اسی کا نام ذب عن اصحاب رسول ہے؟

واضح رہے کہ عام مردوں کے سماع وعدم سماع کا عقیدہ صدر اول سے اختلافی چلا آرہا ہے اسلئے سماع یا عدم سماع میں سے کوئی بھی عقیدہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ دوسروں کو گمراہ نہ کہا جائے اور یہ عقیدہ قرآن سے صراحۃً بالکل ثابت نہیں، نہ نفیاً نہ اثباتاً، البتہ اشارات دونوں جانب کے ملتے ہیں تو اس میں غلو کرنا بہت بڑی گمراہی ہے، اور کسی بھی جانب سے بے احتیاطی اور مخالف کی تضلیل وتفسیق کی زد صحابہ کرامؓ تک پہنچ سکتی ہے۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ نے بھی تفسیر جواہر القرآن میں یہی موقف اختیار کیا ہے اس مسئلہ کی مکمل تفصیل اعتراض نمبر ۱۹ کے ذیل میں آرہی ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ اور مسئلہ سماع موتی: مزید فرماتے ہیں '' حالانکہ امام اعظمؒ خود سماع وکلام میت کے قائل نہ ہیں'' میں کہتا ہوں امام اعظم رحمہ اللہ سے اس بارے صراحۃً کچھ منقول نہیں، بعض متاخرین نے انکے ایک مسئلہ یمین سے یہ استنباط کیا ہے کہ آپؒ سماع موتی کے قائل نہیں تھے لیکن انکا یہ استنباط صحیح نہیں کیونکہ امام صاحبؒ نے ''**مبنی الایمان علی العرف**'' کے ضابطے سے مسئلہ بتایا۔

وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی قسم کھالے کہ میں فلاں سے نہیں بولونگا پھر وہ اسکے مرنے کے بعد اس سے بولے تو وہ حانث نہ ہوگا کیونکہ بولنا اسکو کہا جاتا ہے جسکو سنا جارہا ہو اور مردہ عرفاً نہیں سنتا لہٰذا یہ

بولنا نہیں سمجھا جائیگا اور قسم کھانے والا حانث نہ ہوگا۔

اذا حلف لا یکلم فلانا ابدا و کلمه بعد مامات لا یحنث فی یمینه

(عالمگیری ۱۰۹/۲) لیکن یہ ایک عرفی بات ہے شرعی نہیں کیونکہ قسم کا مدار عرف پر ہے، نہ کہ شرع پر۔ اور اسکی نظیر وہ مسئلہ ہے کہ اگر کوئی قسم کھالے کہ میں گوشت نہیں کھاؤنگا پھر وہ مچھلی کھالے تو حانث نہ ہوگا کیونکہ مچھلی کو عرفاً گوشت نہیں کہا جاتا حالانکہ قرآن مجید میں مچھلی کو ''**لحماً طریاً**'' (النحل/۱۴) یعنی تازہ گوشت کہا گیا ہے۔

ولا حنث فی حلفه لا یا کل لحما باکل سمك ...مع تسمیتها فی القراٰن لحما ...للعرف (تنویرالابصار مع الدر المختار ۹۹/۳)

تو یہ مسئلہ امام ابوحنیفہؒ کے انکارِ سماعِ موتی کے دلیل نہیں بن سکتا۔ البتہ امام صاحب نے اپنی مسند میں ایسی روایات درج فرمائی ہیں جن سے سماع وکلام میت پر استدلال کیا جا سکتا ہے مثلاً ایک روایت ہے **اذا وضع المؤمن فی قبره اتاه الملك فاجلسه فقال : من ربك؟ فقال: اللّٰه، قال: ومن نبیك؟ قال: محمدﷺ، قال: وما دینك؟ قال: الاسلام** (مسند امام اعظم/۱۰۵) اس سے قبر میں میت کا سماع وکلام ثابت ہو رہا ہے کہ مردہ قبر میں فرشتے کی بات سنتا بھی ہے اور جواب بھی دیتا ہے۔

دوسری روایت ہے **عن بریدة قال: کان النبی ﷺ اذا خرج الی المقابر فقال: السلام علی اهل الدیار من المسلمین وانا ان شاء اللّٰه بکم لا حقون نسأل اللّٰه لنا ولکم العافیة** (مسند امام اعظم/۱۰۶) اس سے مردہ کا قبر کے اندر سے باہر والے کا سلام و کلام سننا ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس میں مخاطب کے صیغے تخاطب پر دلالت کرتے ہیں اور تخاطب بغیر سماع کے نہیں ہوتا۔

آخر میں فرماتے ہیں ''امام اعظمؒ کے مذہب کے دشمن خود ہیں اور ہم خدام ابی حنیفہؒ کو منکر حدیث کہہ کر بدنام کرتے ہیں'' خدام ابی حنیفہ کی ''خدمت'' مذہب حنفیہ کے مناظر جگہ جگہ ہم آپ کو

دکھائینگے ان شاء اللہ۔

﴿۱۰﴾

کوئی محدث اور فقیہ ایسا نہیں جو تلمذا، قراءۃ،، سماعاً امام ابوحنیفہؒ کا شاگرد نہ ہو اور کوئی محدث اور امام مجتہد ایسا نہیں پایا گیا جو امام اعظمؒ کو تابعی صغیر نہ کہتا ہو اور کوئی شعبہ واجتہاد ایسا نہیں جس میں امام اعظمؒ نے حضرت ابن مسعودؓ کے نقش قدم کیخلاف اور اصول عائشہ صدیقہؓ کیخلاف کیا ہو... سب سے زیادہ فضیلت امام صاحب کی یہ تھی کہ قرآن میں غوطہ زن رہ کر ہر وہ روایت جو قرآن کے خلاف ہوتی اس کو کاٹ کر رکھ دیتے تھے یہی طرز اُمنا صدیقہ طاہرہؓ کا تھا جس نے بستر رسالت پر بیٹھ کر سبقاً قرآن پڑھا تھا یہی وجہ ہے کہ امام صاحبؒ سے زیادہ مقدار میں روایات مروی نہ ہوئیں کیونکہ آپ کے سامنے کھرے کھوٹے کی پہچان کی کسوٹی قرآن پاک تھا... چنانچہ جس محدث کی نظر صرف جمع روایات پر تھی انکی کتب میں قرآنی بصیرت بہت ہی کم ہے اسی وجہ سے انکی روایات اکثر قرآن سے ٹکراتی ہیں.. بہر کیف امام صاحب کی قرآن پر نظر عمیق تھی کیونکہ ہر علم کی میزان قرآن ہی تھا... ہم خدام نااہل ہونے کے باوجود نقال ہیں تو انہی اسلاف کے طرز کے نقال ہیں.. قرآن کے ظاہر بیان کیخلاف کوئی روایت قابل قبول نہیں ہے.. امام بخاری چونکہ روایت کے پرستار تھے قرآنی بصیرت سے خالی آدمی امام اعظمؒ کو خداع نہ کہے تو اور کیا کہے.. فالی اللہ المشتکیٰ وبا اللہ التوفیق والیہ المرجع والمآب،،... (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۱۱-۱۲)

﴿تبصرہ﴾

چتروڑی صاحب کا یہ فرمان کہ ''کوئی محدث اور فقیہ ایسا نہیں جو تلمذ اقراءۃً سماعاً امام ابو حنیفہؒ کا شاگرد نہ ہو'' بالکل بے تکا ہے کیونکہ ''تلمذا'' کا معنی ہے ''شاگردانہ طور پر'' تو عبارت کا مطلب بنے گا ''کوئی محدث وفقیہ ایسا نہیں جو شاگردانہ طور پر امام ابوحنیفہ کا شاگرد نہ ہو'' کیا کوئی غیر شاگردانہ طور پر بھی شاگرد ہوتا ہے؟ اور یہ بات بھی بالکل غلط ہے کہ ''کوئی محدث اور فقیہ ایسا نہیں جو قراءۃً سماعاً امام ابوحنیفہ کا شاگرد نہ ہو'' کیونکہ صحاح ستہ کے تمام مؤلفین جو کہ محدثین ہیں اور امام شافعی اور امام احمد جو کہ فقیہ ہیں ان میں سے کوئی بھی امام ابوحنیفہؒ کا قراءۃً یا سماعاً شاگرد نہیں ہے اور ہو بھی کیسے سکتا ہے کہ ان میں سے اکثر کی پیدائش بھی امام صاحب کی وفات کے بعد ہے۔ ہاں بالواسطہ ضرور شاگرد ہیں یعنی شاگردوں کے شاگرد ہیں لیکن اسکو قراءۃً یا سماعاً شاگردی نہیں کہا جاتا۔

آگے فرماتے ہیں ''یہی وجہ ہے کہ امام صاحبؒ سے زیادہ مقدار میں روایات ... قرآنی بصیرت کم ہے'' میں پوچھتا ہوں کہ امام احمد بن حنبلؒ کے بارے میں جناب کی کیا رائے ہے؟ کہ ان سے امام بخاریؒ کی بہ نسبت کہیں زیادہ روایات مروی ہوئی ہیں کہ بخاری میں مکررات سمیت ۷۰۰۸

روایات ہیں جبکہ مسند احمد میں ۲۶۳۶۳ روایات ہیں۔ نیز بخاری کی جن روایات پر آپنے اعتراض کیا مشکل سے ہی کوئی روایت ایسی ہوگی جو مسند احمد میں نہ ہو۔ فرمایئے اور بلا جھجک فرمایئے۔

اور لکھتے ہیں ''ہم خدام نااہل ہونے کے باوجود نقال ہیں تو انہی اسلاف کے طرز کے نقال ہیں'' بندہ عرض کرتا ہے کہ اتنی کسر نفسی بھی اچھی نہیں ہوتی کہ اپنے آپکو نااہل کہہ دیا حالانکہ آپ جیسا تو کسی ماں نے جنا ہی نہیں جو بیک وقت ''شیخ الحدیث'' بھی ہو اور ''مفسر قرآن'' بھی، ''امام انقلاب'' بھی ہو اور ''علامۂ دوراں'' بھی، توحید کا پوری امت میں واحد ٹھیکیدار بھی ہو اور قرآنی بصیرت کا تن تنہا اجارہ دار بھی۔ اگر آپ نااہل ہیں تو کیا اہل صرف مرزا قادیانی ہے؟

حیلہ کے جواز وعدمِ جواز کی بحث: اخیر میں لکھتے ہیں'' امام بخاری چونکہ روایت کے پرستار... خداع نہ کہے تو اور کیا کہے؟'' یہی بات چتروڑی صاحب نمبر۱ میں بھی لکھ چکے ہیں اور آگے اعتراض نمبر۲۱ پر بھی نقل کرینگے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس سے یہیں فراغت حاصل کرلیں۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ فقہی احکام کے شرائط میں حیلہ کر کے شرعی حکم کو اپنے اوپر لاگو ہونے سے روک لینا جائز ہے یا نہیں؟

اس بارے علماء کرام کی دو متضاد رائیں ہیں، بعض کے نزدیک یہ بالکل جائز ہے اور امام ابوحنیفہؒ اسی جانب ہیں، اور بعض کے نزدیک بالکل ناجائز ہے اور امام بخاریؒ اس جانب ہیں، اور ان دونوں کا اختلاف ادِلہّ کے اختلاف کیوجہ سے ہے، دونوں جانب کے حضرات کے پاس قرآن وسنت سے مضبوط دلائل ہیں۔

قائلینِ جواز کے دلائل

☆ **وخذ بیدك ضغثا فاضرب به ولا تحنث** (ص/۴۴) کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی بیوی رحمت بی بی کو ایک معمولی بات پر سو کوڑے مارنے کی قسم کھائی تھی اللہ تعالیٰ نے اس نیک بی بی پر رحم فرماتے ہوئے ایوب علیہ السلام کو حکم دیا کہ تم جھاڑو کی سو سینکیں اپنی بیوی کو مار دو اس

سے تمہاری قسم پوری ہو جائیگی اور تمہاری خدمتگار نیک بیوی کو تکلیف بھی نہ ہوگی۔

☆حضور ﷺ نے بھی ایک بوڑھے آدمی کو زنا کے سو کوڑوں والی سزا اسی طرح دی تھی تا کہ وہ سزا سے مر نہ جائے (بعض الناس فی دفع الوسواس فی اول البخاری ۲/۲۳)

☆**فلما جهزهم بجهاز هم جعل السقاية فی رحل اخيه. الى قوله تعالىٰ: ثم استخرجها من وعاء اخيه كذالك كدنا ليوسف** (یوسف/۷۰-۷۶) کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس رکھنے کیلئے یہ حیلہ کیا تھا کہ ایک برتن اپنے بھائی کے غلے کی بوری میں رکھوا دیا تھا اور پھر تلاشی کے ذریعے اسکو انکے سامان سے برآمد کرا کے انکو مجرم بنا کر اپنے پاس رکھ لیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "**كذالك كدنا ليوسف**" کہ یہ حیلہ یوسف کو ہم نے سکھایا تھا ورنہ وہ وہاں کے ملکی قانون کے تحت اسکو اپنے پاس نہ رکھ سکتے تھے۔

☆**ومن يتق الله يجعل له مخرجا** (الطلاق/۲) کہ جو آدمی اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اسکے لئے تنگی سے نکلنے کی راہ پیدا کر دیتا ہے اور فقہی حیلوں میں بھی تنگی سے نکلنے راہیں ہیں۔

☆کھجور ان چیزوں میں سے ہے کہ جن میں کمی بیشی کے ساتھ تبادلہ سود و ربٰوا بن جاتا ہے لہٰذا کھجور کا تبادلہ کھجور کے ساتھ برابر سرابر ضروری ہے اگر چہ ایک طرف عمدہ کھجور ہو اور دوسری طرف کم درجے کی۔ حضور ﷺ کے پاس ایک صحابیؓ نے کھجور پیش کی جس کو آپ ﷺ نے پسند فرمایا اور پوچھا کہ یہ تمہارے باغ کی کھجور ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے باغ کی کھجور اتنی اچھی نہیں ہے میں نے اپنی کھجور زیادہ دے کر یہ عمدہ کھجور تھوڑی لے لی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا نہ کیا کرو بلکہ یوں کیا کرو کہ اپنی کھجور کو پیسوں کے ساتھ بیچ دیا کرو اور پھر انہی پیسوں کے ساتھ یہ کھجور خرید لیا کرو۔ تو آپ ﷺ نے کمی بیشی کرنے کا ایک حیلہ خود ہی تعلیم فرما دیا (بعض الناس فی دفع الوسواس ایضا)

قائلینِ عدمِ جواز کے دلائل

☆اصحاب سبت کا قصہ، کہ انہوں نے حیلہ سازی سے شکار شروع کر لیا تھا جسکی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی۔ یہ قصہ قرآن مجید میں کئی جگہ مذکور ہے اسکی تفصیل سورۃ الاعراف آیات ۱۶۳ تا ۱۶۶ میں

ہے۔

☆حدیث شریف میں ہے کہ بنی اسرائیل پر اسلئے پھٹکار پڑی کہ ان پر چربی حرام ہوئی تو انہوں نے اسکو پگھلا کر گھی بنالیا اور اسکو بیچ کر اسکی رقم کھانا شروع کردی، تو یہ بھی ایک حیلہ تھا جس کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی۔ (بعض الناس، ایضا)

☆لعن الله المحلّل والمحلّل له کہ حلالہ کرنے والا اور جسکے لئے حلالہ کیا جارہا ہے دونوں پر اللہ کی لعنت ہے، اور حلالہ بھی عورت کو سابقہ خاوند کے پاس لوٹانے کا ایک حیلہ ہی ہے جس پر لعنت کی گئی ہے۔

☆نهی رسول الله ﷺ عن بیع النجش کہ دھوکے کی بیع سے آپ ﷺ نے منع فرمایا اور حیلہ بھی ایک قسم کا دھوکہ ہوتا ہے۔

تو ان متعارض دلائل کیوجہ سے بعض علماء نے جواز حیل اور بعض نے عدم جواز حیل کا قول اختیار کیا ہے اور ہر ایک نے اپنے مخالف پڑنے والے دلائل کی مناسب تاویل کی ہے اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ دونوں کی دیانت پر شک کی گنجائش نہیں اور کسی پر بھی طعن و تشنیع کرنا بلا وجہ ہے۔

لیکن یہ بھی انسانی فطرت ہے کہ وہ جس چیز کو حق سمجھ کر اختیار کرتا ہے تو دوسروں کو بھی اسی پر دیکھنا چاہتا ہے، اور اپنے سے اختلاف رکھنے والوں کو ترچھی نگاہوں سے دیکھتا ہے، یہی حال امام بخاریؒ کا بھی ہے کہ انہوں نے عدم جواز حیل کا قول اختیار کیا تو اپنے مخالف کے قول جواز حیل کو ''خداع'' یعنی دھوکہ سے تعبیر کردیا یہ یقیناً انکی طرف سے زیادتی ہے کیونکہ جواز حیل پر بھی مضبوط دلائل موجود ہیں جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمائے، اسی وجہ سے فقہاء احناف نے بھی انکی خوب خبر لی، چنانچہ شمس الائمہ سرخسیؒ فرماتے ہیں۔

''ان الحیل فی الاحکام المخرجة عن الامام جائزة عند جمهور العلماء انما کره ذالك بعض المتقشفة لجهلهم وقلة تأملهم فی الکتاب والسنة'' (المبسوط للسرخسی: الحیل) کہ امام ابوحنیفہؒ سے احکام میں جو حیلے منقول ہیں وہ جمہور علماء کے نزدیک جائز ہیں

صرف بعض تنگی پسند لوگوں نے اپنی جہالت اور قرآن وسنت میں قلتِ تأمل کیوجہ سے انکو ناپسند جانا ہے۔آگے تفصیلی دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"فمن کرہ الحیل فی الاحکام فانما یکرہ فی الحقیقة احکام الشرع" کہ جوشخص احکام میں حیلوں کوناپسند کرتا ہے وہ درحقیقت احکام شرع کوناپسند کرتا ہے۔(بعض الناس،ایضاً)

اختلافی مسائل میں اکابرینِ دیوبندرحمہم اللہ کا طرز: بہرحال یہ بڑوں کی باتیں ہیں جوتعریضات کی صورت میں دونوں جانب سے کی گئی ہیں،لیکن ایسے اختلافی مواقع پر ہمارے اکابرین دیوبند کا طرز کیا ہے؟ اسکا ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔مولانا تقی الدین ندوی لکھتے ہیں"امام بخاریؒ کا جہاں حنفیہ سے اختلاف ہوا ہے وہاں حداعتدال کوقائم رکھنا بہت سے اہل علم سے دشوار ہوجاتا ہے مگر حضرت اقدس (شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ) اس موقع پر عام طور سے امام بخاریؒ کے اعتراض کا مدلل جواب دینے کے بعد انکے اسمِ گرامی کے ساتھ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ انکی عظمت شان وجلالت قدر میں کسی طرح کمی واقع نہ ہوخصوصاً کتاب الحیل وکتاب الاکراہ میں حضرت اقدسؒ کے درس کا منظر آنکھوں کے سامنے ہے"(مقدمہ تقریر بخاری شریف/۱۸مطبوعہ مکتبۃ الشیخ کراچی) سچ ہے برتن سے وہی کچھ چھلکتا ہے جواسمیں ہوتا ہے۔

بہرحال یہ نام لئے بغیر ایک دوسرے پرچوٹیں اور تعریضیں علمی دنیا میں معمول کا حصہ ہیں جوشخص علماءفقہاء کی کتابیں دیکھ چکا ہے اسکے لئے یہ کچھ اجنبی نہیں۔اگر چتر وڑی صاحب بھی اسی انداز میں تنقید وتعریض سے کام لیتے تو اسکو بھی قبول کیا جاتا اور کچھ بھی برا نہ منایا جاتا بشرطیکہ زبان شائستہ استعمال کی جاتی لیکن یہاں تو معاملہ ہی کچھ اور ہے کہ انہوں نے علمی دیانت کو بھی پرے پھینک کر ایک سفید اور بالکل سفید جھوٹ گھڑ لیا ہے کہ امام بخاری نے امام اعظم کو خداع کہا ہے اور پھر اسکا ترجمہ کیا دھوکہ فراڈ کرنے والا،اسکے بعد امام بخاریؒ کے متعلق انتہائی گھٹیا زبان استعمال کی ہے۔

''علامہ'' کی ایک جملہ میں کئی تحریفات: چنانچہ اپنی کتاب کے تمہیدی نمبر ا میں لکھتے ہیں کہ ''بخاری صاحب نے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق یہ لکھ دیا کہ یہ مسلمانوں سے دھوکہ فراڈ کرنے والا تھا یقول هذا لخداع بين المسلمين'' اوراعتراض ۲۱ میں لکھتے ہیں کہ ''امام بخاری صاحب کو قرآن فہمی کی داد دیجئے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے متعلق تو یہاں تک یاوہ گوئی کر جاتے ہیں کہ يقول هذا لخداع لیکن اپنا حال یہ ہے کہ الخ''

حالانکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ چتروڑی صاحب نے عبارت بھی غلط نقل کی ہے اور ترجمہ بھی غلط کیا ہے۔ عبارت یوں نقل کی ہے ''يقول هذا لخداع بين المسلمين'' حالانکہ اصل عبارت یوں ہے ''قال فاجاز هذا الخداع بين المسلمين'' دیکھئے بخاری شریف كتاب الحيل ،باب احتيال العامل ليهدى له اور ترجمہ کیا ہے ''یہ مسلمانوں سے دھوکہ فراڈ کرنے والا تھا'' حالانکہ اصل ترجمہ یوں ہے ''بخاری کہتا ہے کہ پس اسنے مسلمانوں کے درمیان اس دھوکہ کو جائز قرار دیدیا'' تو ان دونوں عبارتوں اور ترجموں میں کتنا تفاوت ہے؟ کیا چتروڑی صاحب کی دیانت انہیں اسکی اجازت دیتی ہے کہ وہ امام بخاریؒ کے لفظ ''قال'' کو ''یقول'' بنادیں؟ اور انکے لفظ ''فاجاز'' کو بالکل ہی اڑادیں؟ اور ''الخداع'' کو ''لخداع'' بنا کر ترجمہ بجائے ''دھوکہ'' کے ''دھوکہ فراڈ کرنے والا'' کردیں؟ [حیر]ت ہوتی ہے کہ ''علامہ'' کو یہ کھلی خیانتیں کرتے وقت یہ بھی خیال نہ آیا کہ اسکو کوئی عالم بھی پڑھ سکتا ہے وہ میرے بارے میں کیا تاثر قائم کرے گا؟

اور پھر یہ سمجھنا کہ یہ بات امام بخاریؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں کہی ہے یہ بھی سینہ زوری ہے اسلئے کہ امام بخاریؒ نے امام ابوحنیفہؒ کا نام ہرگز نہیں لیا بلکہ ''قال بعض الناس'' کہا ہے یعنی ''بعض لوگوں نے کہا'' اور جواز حیلہ کے قائل صرف امام ابوحنیفہ نہیں کہ ''بعض الناس'' کا مصداق وہی ٹھیریں۔ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں تقریباً ۲۴ مرتبہ یہی لفظ ذکر کیا ہے اور کسی جگہ اسکا مصداق کوئی ہے اور کسی جگہ کوئی۔

یہاں اگرچہ شارحین بخاری نے یہی کہا ہے کہ امام بخاریؒ جس حیلے کا رد کررہے ہیں اسکے

جواز کے قائل امام ابوحنیفہ ؒ ہیں لہٰذا ''بعض الناس'' سے وہی مراد ہیں لیکن یہ حتمی نہیں کہ امام بخاریؒ کی مراد وہی ہوں کیونکہ اسکے جواز کے قائل اور بھی کئی ہیں، اور اگر حتمی بھی سمجھ لیا جائے کہ اس سے مراد ابوحنیفہؒ ہی ہیں، تو پھر نام کو مبہم رکھ کر تعریض کرنا تو امام بخاریؒ کی طرف سے امام ابوحنیفہؒ کے ادب و احترام کا پتہ دیتا ہے کہ جس مسئلہ کو وہ اپنی دیانت سے صحیح نہیں سمجھتے تھے اس پر رد کرنا تو ضروری سمجھا لیکن جب دیکھا کہ اسکے قائل امام ابوحنیفہؒ جیسے عظیم امام ہیں تو تأ دباً انکا نام ذکر نہیں کیا بلکہ نام لئے بغیر اسکا رد کیا۔ **واللہ اعلم بحقیقه الحال.**

تو یہ ہے اس الزام کی حقیقت جسے بار بار چتروڑی صاحب نے دہرایا ہے تاکہ احناف کو اپنا ہم خیال بنایا جاسکے لیکن جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ انہوں نے ایک جملے میں کئی خیانتیں کی ہیں اور کئی جھوٹ تراشے ہیں، تو کوئی مخلص حنفی ایسے ''دیانتدار'' شخص کا ہم خیال کیسے بن سکتا ہے؟

آخر میں ایک آیت مبارکہ پر ہم اس بحث کا اختتام کرتے ہیں۔ **انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون بایٰت اللہ واولئك هم الکاذبون** (النحل/۱۰۵) ترجمہ: بیشک جھوٹ وہ لوگ گھڑتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے اور یہی لوگ ہی جھوٹے ہیں۔

چتروڑی صاحب کو اس آئینہ قرآنی میں اپنا چہرہ ضرور دیکھنا چاہیے۔

اب ہم بالتفصیل چتروڑی صاحب کی جانب سے بخاری شریف پر اٹھائے گئے اعتراضات کے جوابات ھدیۂ ناظرین کرتے ہیں، اور توقع رکھتے ہیں کہ اگر آپ نے تعصب سے ہٹ کر انکا مطالعہ کیا تو ان شاء اللہ شکوک وشبہات کے کالے بادل چھٹ جائینگے اور آپ اپنے دل میں اطمینان محسوس کرینگے اور دل میں کوئی خلش اور چبھن باقی نہیں رہے گی، اور آپ امام بخاریؒ کی عظیم خدمتِ حدیث اور بلند علمی مقام ومرتبہ کے معترف ہوجائینگے، اور اسکے ساتھ ہی چتروڑی صاحب کے ''علمی کارنامے'' انکا ''مفسر قرآن'' ہونا ''شیخ الحدیث'' اور ''علامہ'' ہونا اور مزید براں ''خدام ابی حنیفہؒ'' ہونا بھی بالکل طشت ازبام ہوجائیگا۔ **واللہ الموفق للاتمام وھو المیسر لکل عسیر.**

اعتراضات و جوابات کا سلسلہ شروع کرنے سے پہلے علامہ عبدالعظیم بن عبدالقوی

المنذریؒ التوفی ٦٥٦ھ سے جرح وتعدیل کے الفاظ نقل کرتے ہیں تا کہ آگے آنیوالے الفاظِ جرح و تعدیل کا مرتبہ معلوم ہو سکے اور کسی قسم کی پریشانی نہ ہو۔

الفاظ ومراتبِ جرح وتعدیل: مراتب التعديل: فاذاقيل للواحدانه ثقة او متقن، ثبت فهو ممن يحتج بحديثه .واذا قيل: انه صدوق، او محله الصدق، او لابأس به، فهو ممن يكتب حديثه و ينظرفيه الاانه دون الثانية.واذا قيل: شيخ فهو بالمنزلة الثالثة يكتب حديثه و ينظر فيه الاانه دون الثانية.واذا قيل: صالح الحديث فانه يكتب حديثه للاعتبار.

مراتب الجرح :واذا اجابوا فى الرجل بلين الحديث فهو ممن يكتب حديثه و ينظرفيه اعتبارا، واذا قالوا: ليس بالقوى فهو بمنزلة الاول فى كتب حديثه الا انه دونه، و اذا قالوا: ضعيف الحديث فهو دون الثانى لا يطرح حديثه بل يعتبربه، واذا قالوا:متروك الحديث او ذاهب الحديث او كذاب فهو ساقط الحديث لا يكتب حديثه وهى المنزلة الرابعة.(رسالۃ فی الجرح والتعدیل/۲۹)

اسکا حاصل یہ ہے کہ الفاظ تعدیل کے چار درجے ہیں۔

☆ ثقۃ، متقن، ثبت (ثقہ کا لغوی معنی ہے قابل اعتماد، اور محدثین کی اصطلاح میں جو دیانت اور ضبط میں قابل اعتماد ہو۔اسکی حدیث صحیح اور حجت سمجھی جاتی ہے۔

☆ صدوق، محلہ الصدق، لاباْس بہ

☆ شیخ

☆ صالح الحدیث

سب سے قوی پہلا درجہ ہے پھر درجہ بدرجہ اوپر سے نیچے یہ قوت کم ہوتی جاتی ہے۔

اسی طرح الفاظ جرح کے بھی چار درجے ہیں۔

☆ لین الحدیث

☆ لیس بالقوی

☆ ضعیف الحدیث

☆ متروک الحدیث، ذاھب الحدیث، کذاب

سب سے زیادہ مجروح آخری درجہ ہے کہ اسکی حدیث کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ پھر درجہ بدرجہ نیچے سے اوپر کی طرف یہ ضعف کم ہوتا جاتا ہے۔

نوٹ: بخاری شریف کے اکثر روات پہلی قسم سے تعلق رکھتے ہیں جو سب سے قوی ہے جیسا کہ آپ دیکھیں گے ان شاء اللہ۔ اور آخری قسم جو بالکل ساقط ہے اس درجے کا کوئی راوی بخاری شریف میں نہیں ہے۔ اسی سے چتروڑی صاحب کی جرح بالکل بے حیثیت ہو کر رہ جاتی ہے کیونکہ صرف آخری قسم ہی ایسی ہے جسکی حدیث معتبر نہیں، باقی سب اپنے اپنے درجے کے مطابق معتبر ہیں۔

واضح رہے کہ رواۃ کا تعارف اور انکی جرح و تعدیل بنیادی طور پر ''موسوعۃ الحدیث الشریف'' سے لئے گئے ہیں اور اسکی ترتیب بھی وہی رکھی گئی ہے تاہم کہیں کہیں تھوڑا بہت تغیر کیا گیا ہے اور ساتھ ساتھ معتبر کتبِ رجال سے اسکی تخریج بھی کر دی گئی ہے تا کہ مراجعت کر کے اطمینان قلب حاصل کیا جا سکے۔

اور واضح رہے کہ اس بارے موسوعۃ الحدیث کے ماخذ ۸۶ کتب ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔ تھذیب الکمال، تھذیب التھذیب، تقریب التھذیب، میزان الاعتدال، لسان المیزان، تذکرۃ الحفاظ، سیر اعلام النبلاء، رجال البخاری وغیرھا۔

اب ۵۴ اعتراضات اور انکے تفصیلی جوابات ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں بھی ہمنے پہلے ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' سے ایک ایک اعتراض کو بغیر کسی کمی بیشی کے من وعن نقل کیا ہے، پھر ہر ایک کے ساتھ اسکا جواب پیش کیا ہے، اور دونوں میں فرق کرنے کیلئے اعتراض کو باریک اور جواب کو موٹے قلم کے ساتھ لکھا ہے۔ وہی طرز جو آپنے مقدمہ میں ملاحظہ کیا۔

﴿اعتراض نمبرا﴾

﴿۱﴾ **قرآن مقدس** جو شخص خودکشی کرتا ہے وہ کفر پر مرتا ہے کیونکہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہو کر مرتا ہے اگر اللہ کی رحمت کو پیش نظر رکھتا تو قطعاً خودکشی نہ کرتا اسی وجہ سے اللہ کے رسول کریم ﷺ نے موت کی تمنا رکھنے والے کو پسند نہ کیا اور تمنا موت کرنے سے منع فرمادیا اور قرآن مقدس نے صاف فرمادیا،، لَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ،، (یوسف آیت نمبر ۸۷) اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوا کرو کیونکہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے والا کافر ہی ہوتا ہے مرجانے کی آرزو رکھنے والا خواہ دنیاوی تکلیف کیوجہ سے ہو خواہ دینی تکلیف کیوجہ سے.. بحرحال ایماندار آدمی یہ تو کہہ سکتا ہے کہ اے اللہ،، اذا اردت بقوم فتنة فافیضنی الیک،، لیکن اپنے اختیار سے اپنے آپکو مار دینوالا شخص قطعاً مسلمان ہو کر نہیں مرتا **بخاری محدث رسول اللہ ﷺ کی توہین** امام بخاری اپنے امام زہری کے ذریعے فترۃ الوحی کا یوں نقشہ کھینچتے ہیں کہ وحی نہ آنے کی وجہ سے آپ ﷺ اتنے ملال میں آئے کہ کئی بار آپ ﷺ خودکشی کرنے پر تیار ہو گئے اگر جبریل آ کر دلاسہ نہ دیتا کہ آپ ﷺ اللہ کے حق سچ کے رسول ہیں تو آپ ﷺ خودکشی کرنے پر کئی بار تیار ہو گئے تھے... مرارا کی یتردی من رؤوس شواھق الجبال فکلما اوفی بذروة جبل لکی یلقی نفسه منه تبدی له جبریل فقال یا محمد انک رسول الله حقا فیسکن لذالک جاشه و تقر نفسه فیرجع فاذ اطالت علیه فترة الوحی غدا لمثل ذالک،، الخ ﴿بخاری ۱۰۳۳ کتاب التعبیر باب اول﴾
یہ ہے امام بخاری اور انکے معتمد علیہ استاذ امام زہری کا مذہب جو بڑی خوشی کے ساتھ امام بخاری نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے بار بار آپ ﷺ سے کفر کی تیاری کرواتے ہیں (معاذ اللہ) نہ بخاری کو قرآن کا علم نہ انکے امام زہری کو علم، نہ امام بخاری کو آپ ﷺ کی حیثیت نبویہ کا پاس نہ زہری ایسے بکواسی آدمی کو! دونوں نے ملکر آپ ﷺ سے کئی بار کفر پر مرنے کی تیاری کروائی (اعاذنا اللہ) اب ناظرین غور فرمائیں کہ اپنی کتاب الجامع المسند الصحیح کا مؤلف امام بخاری جس نے جھانسہ تو دیا تھا کہ میری کتاب مسند ہے لیکن زہری ایسے بکواسی کی مرسل روایت کو اور وہ بھی رسول اللہ کی پاک طینت پر خودکشی کرنے کا حملہ کر رہی ہے یہ کس طرح باور کیا جائے کہ انکے دل میں قرآن اور حامل قرآن کی کس قدر اہمیت ہے.... روایت جمع کرنے کے شوق میں بخاری نے یہ بھی نہ سوچا کہ جس پاک شخصیت کے ناموس کی خاطر احادیث جمع کر رہا ہوں اسی کی توہین آور حدیث بھی بیان کر رہا ہوں کیا توہین نبوت کرنے والی روایت کو بھی حدیث رسول اللہ ﷺ کا نام دیا جاتا ہے؟ کیا یہی ایک بکواس ہزار ہا دیگر بکواسات پر بھاری نہیں ہے؟ کیا اصح الکتب وہی کتاب ہوتی ہے، جس میں نبی کریم ﷺ کی خودکشی کرنے کا عزم صمیم پایا جائے؟ کیا ایسا آدمی نبی ﷺ کا امتی کہلوانے کا حق بھی رکھتا ہے؟ کیا یہ امام بخاری کا تدین ہے یا لعنتی راویوں کی کارگری ہے؟ کیا امام بخاری اس جرم سے بری ہو سکتے ہیں؟ اگر لعنتی راویوں نے یہ بکواس تیار کیا ہے تو امام بخاری اتنا بے بصیرت تھا کہ انکو کچھ بھی نہ سوجھا کہ میں اس خرافت کو کیسے درج کتاب کر رہا ہوں؟ (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۱۲۔۱۵)

﴿﴿الجواب﴾﴾

اس اعتراض میں مذکور روایت، اسکا ترجمہ اور اسکی عام فہم تشریح ملاحظہ فرمائیں پھر اشکالات کے جوابات دیئے جائینگے۔

روایت: ''وفتر الوحی فترة حزن النبی ﷺ فیما بلغنا حزنا غدامنه مرارا کی یتردی من رؤوس شواهق الجبال فکلما اوفی بذروة جبل لکی یلقی نفسه منه تبدی له جبریل فقال یا محمد انك رسول الله حقا فیسکن لذالك جأشه، وتقرنفسه فیرجع، فاذاطالت علیه فترة الوحی غدالمثل ذالك" الخ (صحیح بخاری ،کتاب التعبیر ،باب مابدی بہ الوحی ،رقم الحدیث ۶۴۶۷)

ترجمہ: اوروحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا جس سے نبی ﷺ اتنے غمگین ہوئے کہ کئی مرتبہ اس کی وجہ سے آپ ﷺ کی یہ حالت ہوئی کہ آپ پہاڑ کی چوٹی سے اپنے آپکو گرادیں۔آپ جب پہاڑ کی چوٹی پر چڑھتے تاکہ اس سے اپنے آپکو گرادیں تو جبریل آپ کے سامنے ظاہر ہوتے اور کہتے اے محمد! آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اس سے آپ ﷺ کا دل مطمئن ہوجاتا اور آپ واپس لوٹ آتے۔پھر جب انقطاع وحی کی مدت لمبی ہوجاتی تو پھر آپ ﷺ کی یہی حالت ہوجاتی۔

تشریح: اصل معاملہ جو اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جب پہلی وحی نازل ہوئی جو کہ ان پانچ آیات پر مشتمل تھی ''اقرأ بسم ربك الذی خلق O خلق الانسان من علق O اقرأ وربك الاکرم O الذی علم بالقلم O علم الانسان مالم یعلم O "(سورۃ العلق/ آیات ا تا ۵) کہ'' آپ اپنے رب کا نام لیکر پڑھئے جس نے (تمام مخلوق کو) پیدا کیا، جس نے انسان کو جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھئے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا، اس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔'' اور اسکے متصل بعد کچھ عرصے کیلئے سلسلۂ وحی منقطع ہوگیا۔آپ ﷺ کلام الٰہی کی حلاوت وشیرینی کا ذائقہ چکھ چکے تھے اسلئے آپ ﷺ اسکی دوبارہ آمد کیلئے بے تاب رہتے، جب یہ سلسلۂ انقطاع بہت لمبا ہوگیا جسکی مدت مہینوں کی حد کو چھونے لگی، تو آپ ﷺ کی بے چینی بھی شدید صورت اختیار کرنے لگی، جب یہ مدت اس سے بھی لمبی ہوکر سالوں پر محیط ہونے لگی جیسا کہ بعض روایات میں اسکی مدت اڑھائی سال

بتلائی گئی ہے " قد جاء فی بعض الاحادیث المسندة ان مدة فترة الوحی کانت سنتین ونصف"(السیرۃ الحلبیۃ ۱/۴۲۱)

تو آپ ﷺ کا اضطراب انتہاء کو پہنچ گیا، اور صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا، اور فراوانیٔ شوق میں پروانہ وار شمع کلام الٰہی پر جان دیدینے کا ارادہ فرمانے لگے کہ "الانتظار اشد من الموت" اس مقصد کیلئے آپ ﷺ کئی بار پہاڑوں کی چوٹیوں پر تشریف لے گئے، لیکن اللہ تعالیٰ جبریلؑ کے ذریعے دستگیری فرماتا، کہ وہ فوراً نازل ہوتے اور کہتے کہ آپ اللہ کے برحق رسول ہیں، یعنی یہ انقطاع عارضی ہے اور جلد یہ سلسلۂ وحی ضرور بحال ہوگا تو آپ ﷺ جبریلؑ کو دیکھ کر اور انکی تسلی سنکر مطمئن ہوجاتے، لیکن چونکہ یہ انقطاع وحی کا عرصہ کافی طویل ہو گیا اسلئے آپ ﷺ سے کئی بار اس ارادے کا صدور ہوا۔

اسی کو انقطاع وحی کے بعد نازل ہونے والی وحی میں فرمایا " ووجدك ضالًا فهدى " (سورۃ الضحیٰ /۷) کہ اللہ نے آپ کو از خود رفتہ پایا اور پھر رہنمائی فرمائی۔ یہ ہے اس واقعہ کی مختصر تفصیل جو بخاری شریف میں امام زہریؒ کے حوالے سے نقل ہوا۔ اب اسپر چتروڑی صاحب کو جو اشکال ہیں ہم انکا جواب دیتے ہیں۔

کیا خودکشی کفر ہے؟: سب سے بڑا اشکال یہ ہے کہ خودکشی کفر ہے تو کیا اسکا ارادہ نبی سے ممکن ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو یہ بات ہی غلط ہے کہ خودکشی کفر ہے۔ چتروڑی صاحب اپنے آپکو حنفی کہتے ہیں اور امام ابو حنیفہؒ سے بڑی عقیدت کا اظہار بھی کرتے ہیں تو فقہ حنفی کی مشہور و متداول کتاب درمختار میں ہے کہ خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے۔

"من قتل نفسه ولو عمدا يغسل ويصلى عليه وان كان اعظم وزرا من قاتل غيره"(تنوير الابصار مع الدر المختار، باب الجنائز ط ۱)

چتروڑی صاحب سے سوال ہے کہ کیا کافر کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے؟

اس سے انکے دعویٔ حنفیت کی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ خودکشی کفر نہیں

ہے البتہ گناہ کبیرہ ضرور ہے، اور چونکہ نبی گناہ سے مطلقا معصوم ہوتا ہے لہٰذا اشکال اب بھی موجود ہے۔

اشکال کو جڑ سے ختم کرنے کیلئے ہم عرض کرتے ہیں کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب سورۂ علق کی صرف ابتدائی پانچ آیات نازل ہوئی تھیں انکے علاوہ کوئی وحی یا حکم الٰہی ابھی نازل نہیں ہوا تھا۔

اب ہم چتروڑی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ ان پانچ آیات میں جو ترجمہ سمیت پیچھے مذکور ہو چکی ہیں خودکشی کی ممانعت یا حرمت مذکور ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر آپکو خودکشی کا حرام ہونا بلکہ کفر ہونا کیسے معلوم ہو گیا؟ کیا یہ "لا تقدموا بین یدی الله و رسوله "(الحجرات/۱) کی خلاف ورزی نہیں ہے کہ اللہ اور اسکا رسول ابھی کسی حکم کو لاگو نہ کریں اور آپ اسکو لاگو کر دیں؟ کیا وحی الٰہی کے بغیر احکام خداوندی معلوم ہو سکتے ہیں؟

چتروڑی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ قرآن مجید، تورات، زبور اور انجیل کی طرح یکبارگی نازل نہیں ہوا کہ سارے احکام ایک ساتھ آ گئے ہوں، بلکہ بتدریج نازل ہوا، اور ۲۳ سالوں میں اسکی تکمیل ہوئی تب تمام احکام خداوندی ہم تک پہنچے، اور جب تک کوئی حکم نازل نہیں ہوا تب تک بعد میں نازل ہونے والے کسی حکم کی خلاف ورزی کرنا کوئی گناہ نہ تھا، نہ صغیرہ نہ کبیرہ، شراب، جوئے اور سود کی حرمت اسکی واضح مثالیں ہیں۔

خودکشی کی ممانعت کا حکم کب نازل ہوا؟: خودکشی کی ممانعت قرآن مجید کی آیت "لا تقتلوا انفسکم "(النساء/۲۹) سے ثابت ہوتی ہے جو کہ اس واقعہ سے کم از کم تیرہ، چودہ سال بعد مدینہ میں نازل ہوئی، یہی حال" لا ییئس من روح الله الاالقوم الکافرون"(یوسف/۸۷) کا بھی ہے کہ وہ بھی اس واقعہ کے بعد ہی نازل ہوئی۔

اور اس سے پہلے شریعت موسوی میں خودکشی کو توبہ کیلئے شرط قرار دیا گیا تھا ارشاد باری تعالیٰ ہے" فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم ذالکم خیر لکم عند بارئکم" (البقرہ/۵۴) کہ اپنے پیدا کرنے والے کی جناب میں توبہ کرو اور اپنے آپ کو قتل کرو، یہی تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے حق میں بہتر ہے۔

حاصل یہ کہ جس وقت آپ ﷺ نے اس اقدام کا ارادہ کیا تب تک وہ کوئی گناہ نہ تھا، نہ صغیرہ نہ کبیرہ، چہ جائیکہ کفر۔ لہٰذا یہ اعتراض کرنا بالکل بے جا اور جہالت کی دلیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین کرام کو اس روایت پر کوئی اشکال نہیں ہوا کیونکہ وہ ''شیخ الحدیث'' کی طرح علم حدیث کے متعلقہ ضروری علوم سے بے بہرہ نہ تھے۔

چتروڑی صاحب نے اسی روایت کیوجہ سے امام بخاریؒ کے متعلق یہ عنوان قائم کیا ہے ''بخاری محدث رسول اللہ ﷺ کی توھین'' اور اس میں انہوں نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں یقیناً وہ توہین آمیز ہیں، جبکہ امام بخاریؒ یا امام زہریؒ کے الفاظ میں اظہار واقعہ ضرور ہے، توہین آمیزی ہرگز نہیں ہے، تو چتروڑی صاحب کو امام بخاریؒ وزہریؒ کی بجائے اپنے بارے فکرمند ہونا چاہئے۔

کیا مایوسی کفر ہے؟: اور چتروڑی صاحب نے مایوسی کو بھی کفر کہا ہے حالانکہ مایوسی بھی اصطلاحی معنی میں کفر نہیں بلکہ بالاتفاق گناہ کبیرہ ہے اور **لاییئس من روح اللہ الا القوم الکافرون** (یوسف/۸۷) کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا کافرانہ فعل ہے، نہ کہ فعلِ کفر۔ امام بغویؒ لکھتے ہیں ''**والقنوط من رحمة الله كبيرة كالامن من مكره**'' (تفسیر بغوی، الحجر/۵۶) کہ اللہ کی رحمت سے ناامید ہوجانا بھی گناہ کبیرہ ہے جیسا کہ اللہ کے عذاب سے نڈر ہوجانا۔

اصل اعتراض بفضلہ تعالیٰ جڑ سے اکھیڑ دیا گیا ہے باقی چتروڑی صاحب کی ہفوات، ہذیان گوئی اور یاوہ کلامی کا جواب بصورت ہذیانات ہم اپنے لئے مناسب نہیں سمجھتے اسلئے اس سے صرف نظر کرتے ہیں۔ البتہ امام زہریؒ کے بارے میں کچھ تعارفی کلمات لکھتے ہیں تاکہ انکی عظمت شان اور محدثانہ حیثیت آپکے سامنے واضح ہوجائے اور پھر آپ انکے بارے میں چتروڑی صاحب کی یاوہ گوئی کا اس سے موازنہ کرسکیں۔ امام بخاریؒ کے حالات اور اکابرین امت کے ان پر اعتماد کے نمونے شروع میں گزر چکے ہیں آپ خود ان شخصیات کا جو امام بخاریؒ کی عظمت شان کے قائل ہیں چتروڑی صاحب کے ساتھ بآسانی موازنہ کرسکتے ہیں۔

تعارف امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ

کنیت: ابوبکر

نام ونسب: محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبداللہ بن شہاب بن عبداللہ بن الحارث بن زہرہ بن کلاب القرشی الزہری۔

شہرت: حجاز وشام کے بڑے عالم اور مشہور ومعروف امام حدیث وفقہ۔

سکونت: شام

پیدائش: سنہ ۵۰ھ

علامہ ابن حجرؒ تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں'' محمد بن مسلم ...ابن شهاب الزهری الفقیه ابو بکر الحافظ المدنی احدالائمة الاعلام و عالم الحجاز و الشام'' (تهذیب التهذیب ۳۹۵/۹)

اساتذہ کرام

عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن جعفرؓ، سہل بن سعدؓ، انسؓ، جابرؓ، ابوالطفیلؓ، السائب بن یزیدؓ، محمود بن ربیعؓ، محمد بن لبیدؓ، ابن عمرؓ کے تین بیٹے عبداللہ، عبید اللہ اور سالم، خارجہ بن زید، سعید بن المسیب، سلیمان بن یسار، طلحہ بن عبداللہ، عبداللہ بن کعب بن مالک، عروہ بن زبیر، عطاء بن ابی رباح، علقمہ بن وقاص، علی بن حسین بن علی امام زین العابدین، علی بن عبداللہ بن عباس، قاسم بن محمد بن ابی بکر، یحی بن سعید بن العاص، حسن بن محمد بن الحنفیۃ وغیرھم رحمہم اللہ جن میں سے اکثریت صحابہ کرامؓ اور انکی اولاد کی ہے۔ (ایضاً)

تلامذہ عظام

امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام اوزاعی، امام لیث، سفیان بن عیینہ، محمد بن علی بن حسین، عمر بن عبدالعزیز، ایوب السختیانی، محمد بن المنکدر، ھشام بن عروہ، معمر، عمرو بن دینار، صالح بن کیسان، ابان بن صالح وغیرھم رحمھم اللہ (ایضاً تنسیق النظام/۸۳) یہ سب کے سب نامی گرامی لوگ ہیں

امام ابوحنیفہؒ کا امام زہریؒ کا شاگرد ہونا: واضح رہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے اپنی مسند میں ان سے سات روایات لی ہیں دیکھئے مسند الامام الاعظم ☆ کتاب العلم /۲۱ ☆ کتاب الصلوۃ /۴۱ ☆ کتاب الصلوۃ /۸۱ ☆ کتاب الصوم/۱۰۸ ☆ کتاب النکاح /۱۳۴ ☆ ایضاً ☆ کتاب الجنایات/۲۱۷۔

کیا اب بھی چتروڑی صاحب کو ان پر اطمینان نہیں ہوگا؟

امام زہریؒ کے بارے علماء کی آراء

☆امام ابوبکر بن منجویہؒ فرماتے ہیں:''کان من احفظ اهل زمانه و احسنهم سياقالمتون الاخبار كان فقيها فاضلا'' (تھذیب الکمال ۴۳/۲۶) کہ زہری اپنے زمانے میں سب سے بڑے حافظ الحدیث تھے، احادیث کے متون لانے میں بہت عمدہ، اور بافضیلت فقیہ تھے۔

☆امام محمد بن سعدؒ فرماتے ہیں'' كان الزهرى ثقة كثير الحديث والعلم والرواية، فقيها جامعا'' کہ امام زہری ثقہ یعنی قابل اعتماد تھے، کثیر الحدیث، کثیر العلم، کثیر الروایۃ اور جامع الصفات والعلوم فقیہ تھے۔ (تھذیب التھذیب ۳۹۶/۹)

☆امام مالک بن انسؒ امام مدینہ فرماتے ہیں ایک دن امام زہریؒ نے حدیث پڑھائی، جب فارغ ہو کر اٹھے تو میں نے ان سے ایک حدیث دوبارہ پوچھی تو فرمایا آپ بھی دوبارہ پوچھتے ہیں؟ مجھے تو کبھی کسی عالم سے دوبارہ پوچھنے کی نوبت نہیں آئی۔ سبحان اللہ (ایضاً)

☆عمرو بن دینارؒ فرماتے ہیں:'' مارايت انص للحديث من الزهرى '' کہ میں نے

زہری سے زیادہ پختہ احادیث سنانے والا کوئی نہیں دیکھا (ایضاً)

☆ابوبکر الھذلیؒ فرماتے ہیں میں حسن بصریؒ اور محمد بن سیرینؒ کی مجالس میں بھی بیٹھا ہوں لیکن میں نے زہری سے بڑا عالم نہیں دیکھا (تھذیب الکمال ۲۶/۴۳۷)

☆امام مالکؒ فرماتے ہیں یہ علم دین ہے لہٰذا یہ ضرور دیکھو کہ تم اپنا دین کس سے لے رہے ہو۔ پھر مسجد نبوی علی صاحبہ الف الف تحیۃ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے اس مسجد میں کوئی ستر آدمی دیکھے ہونگے جو حدیث بیان کرتے تھے " قال فلان قال رسول ﷺ "لیکن میں نے ان سے کچھ بھی نہ لیا حالانکہ وہ ایسے لوگ تھے کہ اگر انکو بیت المال (سرکاری خزانہ) کا امین بنایا جاتا تو وہ خیانت نہ کرتے کیونکہ وہ امین تھے لیکن میں نے اسلئے ان سے حدیث نہ لی کہ وہ اس عظیم الشان منصب کے اہل نہ تھے اور محمد بن شہاب زہریؒ ہمارے لئے گھر سے نکلتے تو ہم انکے گھر کے دروازے پر بھیڑ لگا لیتے تھے حالانکہ وہ اس وقت جوان تھے (کیونکہ وہ اس منصب کے اہل تھے) (تھذیب الکمال ۲۶/۴۳۸)

☆معمرؒ فرماتے ہیں جس فن (فن حدیث) میں زہری ہیں، میں نے اس میں ان جیسا اور کوئی نہیں دیکھا (ایضاً ۲۶/۴۳۹)

☆عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا نبی کریم ﷺ اور خلفاء راشدینؓ کے قضایا اور سنن کا زہری سے بڑا عالم اب کوئی نہیں رہا۔ اور یہ اس وقت کہا جب حضرت حسن بصریؒ جیسے حضرات موجود تھے۔ (ایضاً)

☆امام احمد العجلیؒ فرماتے ہیں: '' ادرک من اصحاب النبی ﷺ انس بن مالک و سھل بن سعد و عبدالرحمٰن بن ازھر و محمود بن الربیع الانصاری و روی عن عبداللہ بن عمر نحوا من ثلاثۃ احادیث و روی عن السائب بن یزید '' (ایضاً ۲۶/۴۳۲) کہ امام زہریؒ نے اصحاب نبیؐ میں سے حضرت انس بن مالکؓ، سھل بن سعدؓ، عبدالرحمن بن ازھرؓ، محمود بن ربیع انصاریؓ کی زیارت کی اور عبداللہ بن عمرؓ سے تین احادیث روایت کیں اور سائب

بن یزیدؒ سے بھی روایت کی۔

☆ابوبکر بن منجویہؒ نے فرمایا" رایٰ عشرۃ من اصحاب النبی ﷺ "(ایضاً) کہ امام زہریؒ نے دس اصحاب نبی کی زیارت کی۔

☆جعفر بن ربیعہؒ کہتے ہیں میں نے عراک بن مالکؒ سے پوچھا اہل مدینہ میں سب سے بڑے عالم کون ہیں؟ تو انہوں نے سعید بن المسیبؒ، عروہ بن زبیرؒ اور عبد بن عبداللہؒ کا ذکر فرمایا اور پھر فرمایا کہ میرے نزدیک ان سب سے بڑے عالم ابن شہاب زہری ہیں کیونکہ ان تینوں کا علم انکے پاس جمع ہوگیا ہے۔(تھذیب التھذیب ۳۹۶/۹)

☆مکحولؒ فرماتے ہیں روئے زمین پر زہری سے بڑا عالم اب کوئی نہیں رہا(ایضاً/۳۹۷)

☆امام لیثؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن شہابؒ سے زیادہ تمام علوم کا احاطہ کرنے والا کوئی عالم نہیں دیکھا اور نہ ان سے زیادہ کوئی کثیر العلم شخصیت دیکھی۔(ایضاً)

☆وھیب بن خالدؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایوب سختیانیؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے زہری سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا تو انکو صخر بن جویریہ نے کہا کہ حسن بصری کو بھی؟ تو انہوں نے کہا: ہاں میں نے زہری سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا یعنی وہ حسن بصریؒ سے بڑھے ہوئے ہیں(ایضاً)

☆امام شافعیؒ فرماتے ہیں اگر زہری نہ ہوتے تو مدینہ سے سنتوں کا علم جاتا رہتا۔(تنسیق النظام/۸۳)

یہ انکا علمی مقام و مرتبہ تھا جس کا تمام اکابرین امت نے برملا اعتراف کیا، اسکے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی فیاضی اور سخاوت سے بھی خوب نوازا تھا۔

☆امام مالکؒ فرماتے ہیں:" کان من اسخی الناس " کہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے(تھذیب التھذیب ۳۹۸/۹)

☆عمرو بن دینارؒ کہتے ہیں زہری کے نزدیک دراہم ودنانیر سے زیادہ ہلکی اور کم درجہ کوئی چیز نہ تھی کہ وہ ہر وقت لٹاتے رہتے تھے، انکے نزدیک دراھم ودنانیر کی حیثیت مینگنیوں سے زیادہ نہ تھی

(تھذیب الکمال ۲۶/۴۳۵)

اپنی یاداشت کو قوی رکھنے کیلئے شہد بکثرت استعمال فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ حافظہ بڑھاتا ہے اور سیب کھانے سے پرہیز رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس سے نسیان پیدا ہوتا ہے۔

(ایضاً ۲۶/۴۴۴)

وفات: آپ کا انتقال ۷۴ سال کی عمر میں ۱۷ رمضان المبارک ۱۲۴ھ کو شام میں ہوا اور وہیں مدفون ہوئے رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (ایضاً ۲۶/۴۴۱)

امام زہریؒ کا احادیث کو قرآن پر پرکھنا

امام زہریؒ بنوامیہ کے چھٹے حکمران ولید بن عبدالملک کے پاس آئے تو ولید نے کہا یہ حدیث کیسی ہے جو اہل شام ہم سے بیان کرتے ہیں؟ امام زہریؒ نے فرمایا امیر المؤمنین وہ کیا ہے؟ ولید نے کہا وہ ہم سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جب کسی بندے کو اپنی رعایا کا نگران بناتا ہے تو اس کی نیکیاں لکھتا ہے اور برائیاں نہیں لکھتا۔ امام زہریؒ نے فرمایا اے امیر المؤمنین یہ حدیث باطل ہے۔ کیا وہ حکمران جو نبی ہو اللہ کے نزدیک زیادہ باعزت ہے یا وہ حکمران جو نبی نہ ہو؟ ولید نے کہا کہ وہ جو نبی بھی ہو۔ تو امام زہریؒ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے نبی حضرت داؤدؑ کو فرمار ہے ہیں ''یــــا داود انا جعلناك خليفةً فی الارض فاحكم بين الناس بالحق الخ'' کہ ''اے داود ہم نے تمہیں روئے زمین پر حکمران بنایا ہے پس تم لوگوں کے درمیان حق فیصلہ کرنا اور خواہش نفس کا اتباع نہ کرنا ورنہ یہ چیز تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی۔ یقیناً جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے کیونکہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا''۔ اے امیر المومنین! یہ وعید ایسے حکمران کے لئے ہے جو نبی ہو تو آپ کا کیا خیال ہے اس حکمران کے بارے میں جو نبی نہ ہو؟ تو ولید نے کہا بیشک یہ لوگ ہمیں ہمارے دین کے بارے میں دھوکہ دیتے ہیں۔ (نخبۃ العرب/۴۰)

اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ امام زہریؒ کی قرآن وحدیث پر کتنی گہری اور وسیع نظر

تھی۔

یہ ہیں وہ امام زہریؒ جن کے بارے میں چتروڑی صاحب نے جگہ جگہ گندہ ذہنی کا ثبوت دیا ہے کہیں انکو باتونی، پھکڑ باز اور رفض نواز کہا۔ دیکھئے اعتراض نمبر ۷ ۳ کہیں انکو شیعہ کہا۔ دیکھئے اعتراض نمبر ۱۳ اور کہیں انکو بکواسی اور لعنتی کہہ دیا۔ دیکھئے اعتراض نمبر ۱۔ العیاذ باللہ العظیم

ہم نے ان الزامات کو سنجیدگی سے لیکر پوری تحقیق وتفتیش سے کام لیا اور اسماء الرجال کی معتبر کتابوں کے بیسیوں اوراق کنگھالے لیکن ہر کتاب میں انکا تذکرہ عقیدت واحترام کے ساتھ ہی مسطور پایا کہیں انکے خلاف کوئی ایک لفظ نہیں دیکھا۔

حیرت ہوتی ہے اس نام نہاد علامے پر کہ کس قدر خوف خدا وخوف آخرت سے عاری ہوکر اسلاف پر طعنہ زنی اور جھوٹی الزام تراشی کرتا ہے حالانکہ امام زہریؒ کی ایک فضیلت ہی انکی عظمت کے سامنے سر جھکا دینے کیلئے کافی تھی اور وہ فضیلت انکا اصحاب نبی ﷺ کا شاگرد ہونا اور اصطلاحی اعتبار سے تابعی ہونا ہے جن کے بارے میں قرآن کریم کی نص ناطق ہے'' والذین اتبعوھم با حسان رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ'' (التوبہ/۱۰۰)

کہاں گئی علامہ کی وہ قرآن دانی، قرآن فہمی اور قرآنی بصیرت جس کے دعوے کرتے کرتے وہ تھکتے نہیں؟ کیا یہ آیت قرآن میں نہیں؟ یا کیا یہ آیت منسوخ ہے؟ تف ہے ایسے علم پر جو جہالت سے بھی برا ہو۔ حضور ﷺ کا فرمان سچ ہے ان من العلم جھلا (ابوداود شریف) کہ بعض علم درحقیقت جہالت ہوتے ہیں یعنی بعض نام نہاد علامے درحقیقت اجہل ہوتے ہیں۔

کیا امام زہریؒ شیعہ تھے؟: ہم نے امام زہریؒ کے حالات کی تفتیش میں تقریب التھذیب، تھذیب التھذیب، تھذیب الکمال للمزی، کتاب التجریح و التعدیل للباجی، رجال صحیح البخاری للکلاباذی اور میزان الاعتدال فی نقد الرجال الذہبی سے امام زہریؒ کے حالات بالاستیعاب پڑھے جو درجنوں اوراق پر پھیلے ہوئے ہیں۔ کسی جگہ ہم نے انکا شیعہ ہونا نہیں دیکھا اور ابوبکر انکی کنیت ہونا اور امام مالکؒ جیسے امام اہل السنۃ کا انکی مدح سرائی کرنا اور امام ابوحنیفہؒ کا انکی شاگردی اختیار کرنا اور اپنی مسند

میں ان سے سات روایات لینا انکو اس الزام سے بری کرنے کیلئے کافی ہیں۔

لفظ شیعہ کے بارے میں تحقیق: لیکن چترو ڑی صاحب نے چونکہ ان پر یہ الزام لگایا ہے اس لئے میں کہتا ہوں کہ اگر بالفرض کسی نے انکو شیعہ کہا ہو تب بھی یہ انکے لئے مضر نہیں کیونکہ صدر اول میں شیعہ ہونا محض حب علیؓ کا نام تھا جو بالکل مضر نہیں۔ بعد میں اس میں غلو پیدا ہوا اور صحابہ کرامؓ خصوصاً خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں بدظنی اور بدکلامی شروع ہوئی جو عدالت کو مجروح کرتی ہے۔

امام سیوطیؒ فرماتے ہیں: صرح الذهبی فی المیزان فقال: البدعة علی ضربین الصغری کا لتشیع بلا غلو او غلو کمن تکلم فی حق من حارب علیا فهذا کثیر فی التابعین و تابعیهم مع الدین والورع. والغلوفیه والحط علی ابی بکرؓ و عمرؓ والدعاء الی هذا فهذا النوع لایحتج بهم. (تدریب الراوی: ۳۳۲/۱)

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: والتشیع محبة علی و تقدیمه علی الصحابة فمن قدمه علی ابی بکر و عمر فهو غال فی تشیعه ویطلق علیه رافضی والا فشیعی (مقدمہ فتح الباری/۴۵۹)

ایک سوال چترو ڑی صاحب نے یہ بھی اٹھایا ہے کہ "امام بخاری نے جھانسہ تو دیا تھا کہ میری کتاب مسند ہے لیکن زہری ایسے بکواسی آدمی کی مرسل روایت" (کو کتاب میں درج کر دیا) یہ بین القوسین عبارت جملہ مکمل کرنے کیلئے ہم نے بڑھائی ہے ورنہ چترو ڑی صاحب نے یہ جملہ مکمل کئے بغیر دوسرا جملہ شروع کر دیا ہے اور اس طرح کی "خوبصورت" عبارات "حضرت" کی کتاب میں جگہ جگہ ملتی ہیں اور کیوں نہ ملیں کہ آخر علامہ جو ہوئے۔

بہر حال ہم اصل اعتراض کے جواب کیطرف آتے ہیں کہ محدثین کی اس بارے دو رائیں ہیں ایک یہ کہ یہ سابقہ سند کے ساتھ متصل ہے دوسری یہ کہ یہ زہری سے مرسل ہے۔

اگر پہلی صورت ہے تو کوئی اشکال نہیں اور اگر دوسری صورت ہو تو چونکہ امام بخاریؒ کو بھی

دیگر محدثین، فقہاء وائمہ فن کی طرح امام زہریؒ پر اعتماد تھا اسلئے انہوں نے اس روایت کو ذکر کر دیا اگر کسی کو انپر اعتماد نہیں ہے تو بے شک وہ اس حصے کو تسلیم نہ کرے البتہ اطلاع کیلئے ہم یہ بتلا دیتے ہیں کہ اس حصے کو امام احمدؒ نے بھی قبول فرمایا ہے اور اپنی عظیم کتاب ''مسند احمد'' میں درج فرمایا ہے دیکھئے مسند احمد، باقی مسند الانصار، باقی المسند السابق، رقم الحدیث ۲۴۷۶۸۔

اب ہم چتروڑی صاحب کو انکی وہ بات بھی یاد دلانا چاہتے ہیں جو انہوں نے اپنی کتاب کے تمہیدی نمبر ۱۰ میں نیز خاتمہ میں بھی لکھی ہے کہ ''بخاری کی روایات کو انفرادی طور پر ماننا بہت مشکل ہے جب تک دوسرے محدث روایت کی تصدیق نہ کریں'' کہ بخاری کی مطعونہ روایت کی تصدیق ہم نے ایسی شخصیت سے پیش کر دی ہے جو عظیم محدث ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم فقیہ بھی ہیں اور ائمہ اربعہ میں سے چوتھے امام، اور خود چتروڑی صاحب کے ممدوح بھی، کہ انہوں نے اپنی کتاب **دمدمة الجنود علی دندنة الیهود** میں انکا ذکر بڑی عقیدت کے ساتھ جگہ جگہ کیا ہے۔ کیا اب بھی اس روایت پر اعتراض کرنے کا کوئی جواز باقی ہے؟ واللہ اعلم بالصواب۔

اعتراض نمبر ۲

﴿۲﴾ **قرآن مقدس** قرآن مقدس کا بیان ہے کہ جادو شرک وکفر اور افک ہے اسکی کوئی حقیقت نہیں باطل ہے اسکی شرک کی طرح کوئی اصل نہیں امام اعظمؒ نے قرآن ہی کے مطابق کہا،، لا حقیقة للسحر،، اللہ نے فرمایا،، لَا یُفْلِحُ السّٰاحِرُ حَیْثُ اَتٰی،، اور فرمایا،، لَا یُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ،، جادوگر جس حیثیت سے بھی حق کے مقابلہ میں آئے ناکام ہی ہوگا عام مومن مخلص پر بھی جادو اور شرک کا اثر نہیں ہو سکتا خود شیطان نے بھی قرار کیا کہ،، اِلَّا عِبَادَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ،، تیرے مخلص بندوں پر میرا یا میری کسی بھی شرارت کا اثر نہ ہوگا اور اللہ نے فرمادیا کہ جادو کا مومن مخلص پر اثر ماننا یہ عقیدہ مشرک ظالم کا ہے مسلمان کا نہیں،، وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا،، (فرقان نمبر ۸) اور اللہ نے آپ ﷺ کی ذات پاک کو ہر قسم کے جنون اور دیوانگی سے پاک رکھا،، مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ،، (القلم نمبر ۲) اور لوگوں اور شیطانوں کی ہر ایذا دہی خفیہ شرارت سے بچا کے رکھنے کا وعدہ کیا ہے فرمایا،، وَ اللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ،، جس طرح شرک ہوائی چیز ہے اسی طرح جادو بھی ہوائی چیز ہے جادو میں بھی شیطان کی سورو پکار اور عبادت ہوتی ہے! **بخاری محدث نبی ﷺ کو خیال کا مریض بنانا** قرآن کے قطعاً مخالف امام بخاری نے بذریعہ ہشام کذاب مدلس آپ ﷺ پر شرک وکفر کا اثر ماننا ثابت کیا ہے آپ ﷺ کے دماغ کی قوت میں خلل واقع ہونا ذکر کر دیا ہے حق کے مقابلہ میں باطل شیطانی جادو کا اثر اور غلبہ ثابت کیا ہے آپ ﷺ پر شیطانی کلام کا اتنا اثر ہوا کہ آپ ﷺ خیال کے مریض بن گئے اور خلاف واقعہ کام کرنے اور خلاف واقعہ باتیں کرنے لگ گئے صرف شیطانی کلام کی وجہ سے آپ ﷺ کا وجود اقدس نچڑنے لگا نڈھال ہوتے گئے بحالیکہ جادوگروں کا

مقصد بھی آپ ﷺ کے وجود کو نچوڑ دینا تھا،، حتی ینکوہ،، یہ فقرہ جادوگر لبید بن اعصم یہودی مشرک کا پورا پورا اثر کر گیا (نعوذ باللہ) بخاری نے ہشام کی یہ باطل کہانی اپنی کتاب میں آٹھ مقام پر ذکر کی ہے اور بڑے شوق اور دھڑلے کے ساتھ آپ ﷺ پر شرک کا اثر ثابت کیا ہے... ﴿بخاری ۴۵۰، ۴۶۲، ۴۶۲، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۸، ۸۹۵﴾ بخاری کا مذہب ہی یہی معلوم ہو گیا کسی ایک جگہ پر بھی جناب بخاری کو عصمت نبویہ کا خیال نہیں آیا لعنتی راویوں کی کاناگری سے اتنے مرعوب ہوئے کہ آٹھ جگہ اس شیطانی تجویز کو کتاب میں ثبت فرما دیا، جب حق و باطل کا مقابلہ ہو تو باطل بھاگ جاتا ہے مگر بخاری کا کہنا یہ ثابت ہوا کہ حق کو باطل نے دبا دیا اللہ فرماتا ہے کہ حق کے مقابلہ میں باطل کامیاب نہیں ہو سکتا مگر بخاری کا کہنا یہ ثابت ہوا کہ حق ناکام ہوتا ہے اور باطل نبی حق کو مغلوب کر دیتا ہے، یہودیوں نے ابتداء ہی سے آپ ﷺ کو جسمانی طور پر نچوڑ دینے کی مختلف تدبیریں کیں، کبھی زہر خورانی کی تدبیر، کبھی چکی کا بھاری پاٹ آپ ﷺ کے سر پر پھینکنے کی تدبیر، اندھیرے میں آپ ﷺ کو قتل کر دینے کی تدبیر کی لیکن جب انکی کوئی تدبیر اللہ کے وعدے،، وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاس،، کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکی تو آخر کار ایک کامیاب تدبیر شیطان سے مدد مانگ کر اور اسکی سورہ پکار کر کے کلام شرک کے ذریعہ اللہ کے معصوم رسول کو نگوں کر دیا لا حول ولا قوۃ کاش کہ بخاری کو قرآن کی بصیرت اور رسول اللہ کی سیرت پر عبور حاصل ہوتا تو آپ ﷺ پر شیطانی جادو جو زا شرک اور کفر تھا کا اثر نہ مانتے،.. (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۱۵۔۱۸)

﴿﴿الجواب﴾﴾

اعتراض میں مذکور حدیث اور اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث: حدثنا ابراهيم بن موسىٰ، اخبرنا عيسىٰ بن يونس، عن هشام عن ابيه عن عائشةؓ قالت: سحر رسول الله ﷺ رجل من بني زريق يقال له لبيد بن الاعصم حتى كان رسول الله ﷺ يخيل اليه انه كان يفعل الشيئ وما فعله

(صحیح بخاری: کتاب الطب، باب السحر، رقم الحدیث ۵۳۲۱)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بنو زریق کے ایک آدمی لبید بن اعصم نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کر دیا تھا جس سے حضور ﷺ کی یہ حالت ہو گئی کہ آپ ﷺ کو یہ خیال ہوتا کہ آپ ﷺ کام کر چکے حالانکہ کیا نہیں ہوتا تھا۔

کیا جادو کوئی حقیقت نہیں ہے؟: حدیث اور اس کا ترجمہ آپ نے ملاحظہ فرمایا اس حدیث پر چتروڑی صاحب کو یہ اعتراض ہے کہ اس میں جادو کا ذکر ہے جبکہ ''قرآن کی رو سے جادو کی کوئی حقیقت نہیں ہے'' اسکا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے'' یعلمون الناس السحر''

(البقرہ/۱۰۲) کہ شیاطین انسانوں کو جادو کی تعلیم دیتے تھے۔اگر جادو کی کوئی حقیقت نہیں یعنی وہ کوئی چیز نہیں تو پھر وہ تعلیم کس چیز کی دیتے تھے؟ کیا جس چیز کی حقیقت واصلیت نہ ہو یعنی وہ لاشئی ہو تو اسکی تعلیم دی جاسکتی ہے؟ آگے ہے" **فیتعلمون منهما مایفرقون به بین المرء وزوجہ**"(البقرہ ۱۰۲) کہ وہ ان سے وہ چیز (جادو) سیکھتے تھے جس کے ذریعے خاوند بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیں۔اگر جادو کی کوئی حقیقت نہیں تو پھر وہ تفریق کا سبب کیسے بن سکتا ہے؟ آگے ہے"**ویتعلمون ما یضرهم ولا ینفعهم**"(البقرہ/۱۰۲) کہ وہ ایسی چیز (جادو) سیکھتے تھے جو انکو نقصان دے اور فائدہ نہ دے، اگر جادو کوئی حقیقت نہیں تو وہ ضرر رساں کیسے ہو گیا؟

تو قرآن مجید سے معلوم ہو گیا کہ اسکی حقیقت واصلیت ہے یعنی یہ لاشئی نہیں، البتہ ہے بری چیز۔تو بری چیزیں بھی حقیقتیں رکھتی ہیں جیسے شرک، کفر اور تمام معاصی۔البتہ حق نہیں ہوتیں بلکہ باطل ہوتی ہیں اسی طرح جادو بھی حق نہیں بلکہ باطل ہے لیکن بہرحال حقیقت ہے۔لگتا ہے چتروڑی صاحب نے حقیقت کو باطل کا متضاد سمجھا ہے حالانکہ باطل کا متضاد حق ہے نہ کہ حقیقت۔

اسی وجہ سے اہلسنت نے جادو کی حقیقت کو تسلیم کیا ہے امام قرطبیؒ لکھتے ہیں۔

"**ذهب اهل السنة الی ان السحر ثابت وله حقیقة، وذهب عامة المعتزلة و ابو اسحق من اصحاب الشافعی الی ان السحر لا حقیقة له**"(تفسیر قرطبی البقرہ/۱۰۲)

ترجمہ: اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ جادو ثابت ہے اور اسکی حقیقت ہے اور اکثر معتزلہ اور اصحاب شافعی میں سے ابو اسحٰق کا مذہب یہ ہے کہ جادو کی کوئی حقیقت نہیں۔

اس عبارت سے واضح ہو جاتا ہے کہ چتروڑی صاحب سنی نہیں بلکہ معتزلی ہیں۔

علامہ قرطبیؒ مزید لکھتے ہیں کہ صحابہ وتابعین میں سے کسی سے اسکی اصلیت وحقیقت کا انکار سامنے نہیں آیا بلکہ ابن عباسؓ سے یہ روایت منقول ہے"**من کذّب به فهو کافر مکذّب لله و رسوله منکر لما علم مشاهدة و عیانا**"(تفسیر قرطبی:البقرہ/۱۰۲) کہ"جو جادو کو جھٹلائے وہ کافر ہے اللہ اور اسکے رسول کو جھٹلانے والا ہے اور مشاھدے اور آنکھوں دیکھی چیز کا منکر ہے"

خدا ہی خیر کرے اس سے ابن عباسؓ کے نزدیک تو چتروڑی صاحب کافر ٹھیرتے ہیں۔

شامی میں ہے" وفی شرح الزعفرانی: السحر حق عندنا وجوده و تصوره واثره "(ردالمحتار:۱/۳۵) کہ ہمارے یعنی اہلسنت کے نزدیک جادو کا وجود، اسکا تصور اور اسکی تاثیر بر حق ہے یعنی ثابت ہے اس سے معلوم ہوا کہ اہلسنت کے نزدیک جادو کسی پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں" سحر اور جادو سے جو چیزیں مشاہدے میں آتی ہیں یہ دائرہ اسباب سے الگ کوئی چیز نہیں فرق صرف اسباب کے ظہور و خفاء کا ہے۔ جہاں اسباب ظاہر ہوتے ہیں وہ آثار ان اسباب کیطرف منسوب کئے جاتے ہیں اور کوئی تعجب کی چیز نہیں سمجھی جاتی لیکن اسباب مخفی ہوں تو وہ تعجب کی چیز ہوتی ہے"(معارف القرآن، البقرہ/۱۰۲)

اس سے معلوم ہوا کہ جادو کوئی مافوق الاسباب چیز نہیں بلکہ ماتحت الاسباب ہے البتہ اسکے اسباب مخفی ہیں نیز یہ کہ جادو اور اسکے آثار کے درمیان سبب اور مسبب کا رشتہ ہے جیسے دیگر اسباب کو اختیار کر کے مسببات کا حصول کوئی قابل رد چیز نہیں اسیطرح جادو کر کے اسکے آثار کا حصول بھی کوئی قابل انکار بات نہیں۔

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ لکھتے ہیں" آپ ان دونوں سورتوں (معوذتین) کی اکثر تلاوت کیا کریں آپ پر جادو کا اثر نہ رہے گا"(جواھر القرآن: سورۃ الفلق) دیکھئے چتروڑی صاحب کے بقول انکے استاد بھی اسکی حقیقت کو تسلیم کر رہے ہیں۔

کیا انبیاءؑ پر جادو ہو سکتا ہے؟: اب سوال یہ ہے کہ کیا جادو نبی پر بھی اثر انداز ہو سکتا ہے؟ اسکا جواب بھی مفتی محمد شفیعؒ سے لیتے ہیں آپ خود ہی سوال اٹھاتے ہیں اور پھر اسکا جواب دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

" کیا انبیاء پر جادو ہو سکتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے وجہ وہی ہے جو اوپر بتلائی گئی کہ سحر درحقیقت اسباب طبعیہ ہی کا اثر ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام اسباب طبعیہ کے اثرات سے متاثر ہوتے ہیں۔ یہ تاثر شان نبوت کے خلاف نہیں جیسے ان کا بھوک پیاس سے متاثر ہونا، بیماری میں مبتلا ہونا اور

شفاء پانا ظاہری اسباب سے سب جانتے ہیں اسی طرح جادو کے باطنی اسباب سے بھی انبیاء علیہم السلام متاثر ہو سکتے ہیں اور یہ تاثر شانِ نبوت کے منافی نہیں۔

رسول اللہ ﷺ پر یہودیوں کا سحر کرنا اور اسکی وجہ سے آپ ﷺ پر بعض آثار کا ظاہر ہونا اور بذریعہ وحی اس جادو کا پتہ لگنا اور اسکا ازالہ کرنا احادیث صحیحہ میں ثابت ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سحر سے متاثر ہونا خود قرآن میں مذکور ہے'' (معارف القرآن مفتی محمد شفیعؒ: البقرۃ/۱۰۲)

قرآن مجید کی جس آیت سے موسیٰ پر جادو کا اثر ہو جانا مذکور ہے وہ یہ ہے ''یخیل الیہ من سحرھم انھا تسعی '' (طہ/٦٦) کہ انکے جادو کیوجہ سے موسیٰ علیہ السلام کو بھی وہ رسیاں دوڑتے ہوئے سانپ معلوم ہوئے اور اسکو عصمت نبویہ کے منافی سمجھنا ''علامہ'' کی نادانی ہے کیونکہ عصمت سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ گناہوں سے معصوم ہیں یعنی یہ کہ آپ ﷺ سے کوئی گناہ سرزد نہ ہوگا یہ نہیں کہ آپ ﷺ کے ساتھ کوئی اور گناہ کر نہیں سکے گا، کیا کفار حضور ﷺ کو اذیتیں پہنچاتے نہیں رہے؟ تو کیا اس سے حضورؐ کی عصمت میں کوئی فرق آ گیا؟ اسکو بھی یوں ہی سمجھئے کہ آپ ﷺ تو جادو نہیں کرینگے لیکن آپ ﷺ پر کوئی جادو کر دے تو یہ بالکل ممکن بلکہ واقع ہے۔

اور یہ کہنا تو بالکل حماقت ہے کہ'' آخر کار ایک کامیاب تدبیر شیطان سے مدد مانگ کر اور اسکی سورو پکار کر کے کلام شرک کے ذریعے اللہ کے معصوم رسول کو نگوں کر دیا'' اسکو آپ کامیاب تدبیر سمجھتے ہیں جسکو اللہ تعالیٰ نے معوذتین نازل فرما کر ناکام کر دیا؟ آفرین ہے آپ کی سمجھ پر!

اور'' واللہ یعصمک من الناس '' کو یہاں پیش کرنا بالکل بے موقع ہے اسلئے کہ اس میں حضورؐ کو یہ اطمینان دلایا گیا ہے کہ آپ کو کوئی شہید نہیں کر سکے گا۔ واللہ یعصمک من الناس ان یقتلوک (جلالین المائدہ/٦٧) باقی تھوڑی بہت تکلیف کفار سے پہنچ سکتی ہے اور وہ اس وعدۂ حفاظت کے منافی نہیں، میدان احد میں آپ کا زخمی ہونا اور دندان مبارک شہید ہونا، کفار کی طرف سے تکلیف پہنچنے کی، اور ہجرت کی رات قتل کے ارادے سے کفار کا حضور ﷺ کے گھر کا محاصرہ کرنا اور حضور ﷺ کا حصار کے درمیان سے صحیح سلامت گزر جانا کفار کے آپکو شہید نہ کر سکنے کی واضح دلیل

ہے۔اسی طرح اس جادو کے ذریعے بھی معمولی تکلیف پہنچی لیکن جو کفار کا اصل مقصد تھا اس سے اللہ نے حفاظت فرمائی۔

اور امام اعظمؒ سے ''لاحقیقة للسحر '' کی نقل باحوالہ نہیں ہے کہ اسکی تصدیق یا تردید کی جاسکے۔تاہم فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب ''شامی'' جسکے حوالے ''علامہ'' بھی نقل کرتے ہیں اس سے اسکے خلاف ہم نقل کرچکے ہیں نیز امام صاحب کی کتاب ''الفقہ الاکبر'' کی شرح میں ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں ''ومنها ان السحر والعين حق عندنا خلافاللمعتزلة''(شرح الفقہ الاکبر/۱۴۵) کہ جادو ہوجانا اور نظر لگ جانا ہمارے نزدیک برحق ہے اور اسمیں معتزلہ نے اختلاف کیا ہے۔اسلئے بظاہر یہ بھی چترو ڑی صاحب کا جھوٹ ہی نظر آتا ہے کیونکہ شارح، ماتن کی اغراض کو واضح کیا کرتا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ امام اعظمؒ تو فرمائیں لاحقيقة للسحر اور شارح فرمائیں ان السحر والعين حق؟۔

اور'' لا يفلح الساحر حيث اتى ''یا'' لا يفلح الساحرون'' کا مطلب یہ ہے کہ جادوگر پیغمبر کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہوتے اس سے تاثیر سحر کے انکار کا کچھ ثبوت نہیں۔موسیٰ سمیت سب لوگ رسیوں، لاٹھیوں کو چلتے پھرتے سانپ محسوس کرنے لگےلیکن وہ باوجود اسکے موسیٰ کے مقابلے میں کامیاب نہ ہوسکے بلکہ کامیاب موسیٰ ہوئے۔واوحينا الى موسىٰ ان الق عصاك فاذاهى تلقف مايا فكون فوقع الحق و بطل ما كانوا يعملون(الاعراف:۱۱۷،۱۱۸)

اور''الا عبادك منهم المخلصين ''کو اس موقع پر پیش کرنا کھلی تحریف ہے کیونکہ اس آیت کا سحر سے دور کا تعلق بھی نہیں۔اس سے پچھلی آیت ہے''قال رب بما اغويتنى لازينن لهم فى الارض ولا غوينهم اجمعين ''(الحجر/۳۹) کہ شیطان نے کہا اے میرے رب! جسکی وجہ سے تو نے مجھے گمراہ کیا میں انکے لئے زمین میں گناہوں کو مزین کرکے پیش کرونگا اور ان سب کو گمراہ کردونگا۔آگے کہا''الا عبادك منهم المخلصين ''(الحجر/۴۰) کہ مگر ان میں سے تیرے چنے ہوئے بندوں کو میں گمراہ کرنے سے عاجز رہونگا۔تو اس آیت میں تو شیطان نے یہ اقرار کیا ہے کہ میں

تیرے مخلص بندوں کو گمراہ نہیں کرسکوں گا یہ تو نہیں کہا کہ میں ان پر جادو نہیں کرسکونگا۔ تو اس آیت کا جادو سے کیا تعلق؟

اور "ان تتبعون الا رجلامسحورا" سے کفار کی غرض آپکو مجنون و مغلوب العقل ثابت کرنا ہے کہ معاذ اللہ جادو زدہ ہونے کیوجہ سے پاگل ہیں لہٰذا اس لائق نہیں کہ تم انکی پیروی کرو۔ "مسحورا مخدوعا مغلوبا علی عقله' (جلالین) فالمراد بالسحر الاختلال فی العقل (صاوی علی الجلالین، الفرقان/۸) اور "ماانت بنعمة ربك بمجنون" میں اسی کا جواب دیا گیا ہے کہ آپ بفضلہٖ تعالیٰ مجنون نہیں کہ لائق اتباع نہ ہوں۔

اور اگر آپ نے اس آیت کو اسلئے پیش کیا ہے کہ روایت بخاری سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ معاذ اللہ آپ ﷺ مجنون ہوگئے تھے جسے آپ نے ذہنی مریض سے تعبیر کیا ہے تو یہ آپکا گستاخی رسولؐ پر مبنی خود ساختہ مطلب ہے ورنہ روایت بخاری میں صرف اتنا ہے کہ آپ ﷺ کوئی کام کر چکے ہوتے اور خیال ہوتا کہ نہیں کیا یا اسکے برعکس۔ یعنی ذہول و نسیان کی کیفیت طاری ہوگئی تھی۔ تو کیا کوئی ذہول ونسیان والے کو مجنون یا پاگل یا ذہنی مریض کہتا ہے سوائے آپ جیسے ذہنی مریض کے؟ ذہول ونسیان اور جنون یا پاگلپن میں عقلمند کے نزدیک زمین آسمان کا فرق ہے

اور فرماتے ہیں کہ "اللہ نے فرمادیا کہ جادو کا مؤمن مخلص پر اثر ماننا یہ عقیدہ مشرک ظالم کا ہے مسلمان کا نہیں" اور اس پر دلیل پیش کی "ان تتبعون الا رجلامسحورا" جسمیں دعوے کا ذکر تک نہیں۔ ہم چتروڑی صاحب سے سوال کرتے ہیں کہ کیا موسیٰ علیہ السلام مؤمن مخلص تھے یا نہ؟ اور "یخیل الیه من سحرهم انها تسعی" (طٰہٰ/٦٦) سے بصراحت یہ معلوم ہو رہا ہے کہ جادو کا ان پر اثر ہوا۔ کیا اب بھی یہ عقیدہ مشرک ظالم کا ہے مسلمان کا نہیں؟

ہم سمجھتے ہیں کہ جو موسیٰ علیہ السلام پر جو کہ یقیناً مومن مخلص بلکہ انکے امام تھے جادو کا اثر تسلیم نہیں کرتا۔ وہ خود اس آیت قرآنی کے انکار کیوجہ سے کافر ہے مسلمان نہیں۔

آگے گل افشانی کرتے ہیں "جس طرح شرک ہوائی چیز ہے اسی طرح جادو بھی ہوائی چیز

ہے''اس جملے کو''علامہ''یا انکے''دانا''معتقدین ہی سمجھیں تو سمجھیں ہم تو اس''ہوائی چیز'' کی حقیقت سمجھنے سے قاصر ہیں۔

اور اس روایت کو چتروڑی صاحب نے''لعنتی راویوں کی کاٹا گری'' سے تعبیر کیا ہے اور خاص طور پر ان راوۃ میں سے ھشام کو کذاب اور مدلس کہا ہے اسلئے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ ان تمام راویوں کا مختصر تعارف اور ائمہ فن سے انکی جرح وتعدیل سے انکی حیثیت واضح کردیں تاکہ جھوٹے کا جھوٹ بالکل واضح ہو جائے۔

رواۃ حدیث: ابراہیم بن موسیٰ، عیسی بن یونس، ہشام بن عروہ، عروۃ بن زبیر، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

۱۔ابواسحٰق الصغیر ابراہیم بن موسیٰ بن یزید التمیمی من کبار تبع الاتباع المتوفی ۲۲۰ھ

ابو حاتم الرازیؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۱/۴۸)
النسائیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
الخلیلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)

۲۔ابوعمرو عیسی بن یونس بن ابی اسحاق السبیعی الکوفی من وسطی الاتباع المتوفی ۱۸۷ھ

احمد بن حنبلؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۸/۲۱۳)
یعقوب بن شیبہؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابو حاتم الرازیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابن خراشؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ	(ایضاً ۸/۲۱۴)
العجلیؒ	:	ثقۃ، ثبت	(ایضاً)

۳۔ہشام۔ان کا تعارف قدرے تفصیل کے ساتھ آگے آتا ہے۔

۴۔ابوعبداللہ عروۃ بن الزبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی الاسدی

المدنی من وسطی التابعین المتوفی ۹۳ھ

ابن سعدؒ	:	ثقۃ، ثبت، مامون	(تہذیب التھذیب ۱۶۴/۷)
الزہریؒ	:	کان بحرا، لا یکدرہ الدلاء	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابن عیینہؒ	:	اعلم الناس بحدیث عائشہ	(ایضاً ۱۶۵/۷)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً)

۵۔ام عبداللہ عائشۃ بنت ابی بکر الصدیق ام المومنین التیمیۃ الصحابیہ المتوفاۃ ۵۸ھ۔رضی اللہ عنہا من الصحابۃ ورتبتھم اسمی مراتب العدالۃ والتوثیق

یہ ہیں وہ پانچ راوی جنکو چتروڑی صاحب نے لعنتی راویوں کا ''لقب'' دیا ہے۔ کیا اس لعنت کی زد سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا محفوظ رہینگی ؟ جن سے عدم سماع موتی کی روایت کیوجہ سے چتروڑی صاحب کو اچھی بھلی عقیدت بھی ہے۔

حضرت ہشامؒ کا تعارف

ابوالمنذر ہشام بن عروۃ بن الزبیر بن العوام الاسدی المتوفی ۱۴۵ھ۔

حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کے پوتے، عبداللہ بن زبیرؓ کے بھتیجے، حضرت عائشہؓ کے بھانجے کے بیٹے اور مشہور تابعین میں سے ہیں۔

اساتذہ ہشام

والد یعنی عروہ بن زبیر، حضرت عائشہؓ، عباد بن عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عبدالرحمن بن عوف، عمر بن عبداللہ بن عمر بن خطاب، سودۃ بنت عبداللہ بن عمر وغیرہ جن میں سے بعض کو صحابیت اور بعض کو انکی اولاد ہونے کا شرف حاصل ہے۔

تلامذہ ہشام

سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ، شعبہ بن الحجاجؒ، امام عبداللہ بن مبارکؒ، امام لیث بن سعدؒ امام مالک بن انسؒ، امام وکیع استاد امام شافعیؒ وغیرھم۔ اساتذہ وتلامذہ سے انکی عظمت شان کا کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مزید ہم ائمہ فن سے انکے بارے میں اقوال نقل کرتے ہیں کہ وہ انکے بارے میں کیارائے رکھتے ہیں؟

محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ، ثبت، حجۃ	(تھذیب التھذیب ۱۱/۴۵)
یعقوب بن شیبہؒ	:	ثقۃ، ثبت	(ایضاً)
ابو حاتم الرازیؒ	:	ثقۃ، امام فی الحدیث	(ایضاً)
ابن خراشؒ	:	صدوق	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	متقن، حافظ	(ایضاً)

یہ ہیں ہشامؒ کے بارے میں ائمہ فن کی آراء کہ کوئی انکو ثقۃ، ثبت، حجۃ، کوئی صدوق، کوئی متقن، حافظ اور کوئی امام فی الحدیث کہہ رہا ہے اور دوسری طرف چتروڑی صاحب کا حال بھی ملاحظہ فرمائیں کہ وہ انکو کذاب کہہ رہے ہیں۔ العیاذ باللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ یہ بالکل ایسے ہے جیسے انکے پیشروؤں نے حضرت صالح علیہ السلام کو معاذ اللہ کذاب کہا تھا جسکے جواب میں اللہ رب العزت نے فرمایا کہ کل قیامت کے دن انہیں معلوم ہو جائیگا کہ کذاب کون تھا؟ ''ء القی الذکر علیه من بیننا بل هو کذاب اشر O سیعلمون غدا من الکذاب الاشر O'' (القمر/۲۴، ۲۵) اسی طرح چتروڑی صاحب کو بھی کل پتہ چل جائیگا کہ کذاب کون تھا؟ اصل میں جو خود کذاب ہوتا ہے وہ دوسروں کو بھی کذاب ہی سمجھتا ہے کہ ''کل رجل یقیس علی نفسه''۔

نیز انکو تابعیت کا جو شرف حاصل ہے اس کے بارے میں قرآن مجید کی تصریح ہم پیچھے نقل کر چکے ہیں کہ اللہ نے ان سے بھی اپنی رضا کی خبر دی ہے۔ والذین اتبعوهم باحسان رضی الله

عنهم (التوبہ /۱۰۰) چتروڑی صاحب نے پاکوں کے لتے لینے کا انتہائی خطرناک مشغلہ اختیار کر کے اپنے آپکو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔ انکو حدیث قدسی "من عادی لی ولیا فقد اٰذنته بالحرب" (بخاری: کتاب الرقاق، باب التواضع) کہ "جو میرے کسی پیارے کے ساتھ عداوت رکھتا ہے میرا اسکے ساتھ اعلان جنگ ہے" کو مدنظر رکھتے ہوئے توبہ کرنی چاہیے ورنہ خطرناک انجام کیلئے تیار رہنا چاہیے۔

ہشامؒ کی تدلیس مضر نہیں: باقی رہی تدلیس کی بات تو وہ کوئی مضر نہیں کیونکہ اسی روایت کے ایک دوسرے طریق میں ہشام نے "حدثنی ابی" کی تصریح کردی ہے۔ جس سے تدلیس کا اثر زائل ہوگیا۔ **قوله هشام عن ابيه: وقع في رواية يحى القطان عن هشام حدثني ابى** (فتح الباری: کتاب الطب، باب السحر)

آخر میں فرماتے ہیں "کاش کہ بخاری کو قرآن کی بصیرت اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر عبور حاصل ہوتا تو آپ ﷺ پر شیطانی جادو جو نرا شرک اور کفر تھا کا اثر نہ مانتے" اسی کو کہتے ہیں چور الٹا کوتوال کو ڈانٹے۔ میں کہتا ہوں کاش کہ آپ کو قرآن کی بصیرت اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر عبور حاصل ہوتا تو آپ بھی معتزلہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جادو کی حقیقت کا انکار نہ کرتے۔

کیا جادو کفر ہے؟: اور یہ بات بھی ذہن نشین کرلیں کہ جادو مطلقاً کفر نہیں جیسا کہ آپکا خیال ہے بلکہ اسمیں تفصیل ہے۔ علامہ شامیؒ نے امام ابومنصور ماتریدیؒ سے نقل کیا ہے۔

ان القول بان السحر كفر على الا طلاق خطأ ويجب البحث عن حقيقته، فان كان في ذالك رد مالزم في شرط الايمان فهو كفر والا فلا (ردالمحتار: ۳۵/۱) کہ علی الاطلاق جادو پر کفر کا حکم لگانا غلط ہے، بلکہ اسکی حقیقت (عمل یا منتر وغیرہ) کو دیکھنا ضروری ہے اگر اسمیں ضروریات ایمان کے خلاف کوئی عمل یا قول ہے تو وہ کفر ہے ورنہ نہیں۔

تفسیر صاوی میں ہے

فان اعتقد صحته وانه یؤثر بنفسه فھو کفر، واما ان تعلمه لیسحر به الناس فھو حرام، وان کان لالشیئ فمکروہ، وان کان لیبطل به السحر فجائز۔ (الصادی علی الجلالین ،البقرہ/۱۰۲) کہ ''اگر جادو کو صحیح اور مؤثر بالذات سمجھے تو کفر ہے، اگر لوگوں پر جادو کرنے کیلئے اسکو سیکھے تو حرام ہے، اگر بلاوجہ سیکھے تو مکروہ ہے اور اگر جادو کو توڑنے کیلئے سیکھے تو یہ جائز ہے''۔

روایت معترضہ دیگر کتب حدیث میں: اس بحث کے اخیر میں ہم آپکو یہ بھی بتاتے چلیں کہ جس روایت پر چتروڑی صاحب نے اعتراض کیا ہے وہی روایت ان کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم، کتاب السلام باب السحر میں ایک جگہ (رقم:۴۰۵۹)

سنن ابن ماجہ، کتاب الطب، باب السحر میں ایک جگہ (رقم:۳۵۳۵)

مسند احمد، باقی مسند الانصار، حدیث السیدۃ عائشۃ (رقم:۲۳۱۰۴، ۲۳۱۶۵، ۲۳۵۰۹)

نیز اس روایت کو چتروڑی صاحب کے استاد محترم نے صحیح تسلیم کیا ہے اور بطور شان نزول اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے فرماتے ہیں ''یالبید بن اعصم یہودی کی بیٹیاں مراد ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا تھا'' (جواہر القرآن سورۃ الفلق/۴)

اب چتروڑی صاحب فرمائیں کہ امام مسلمؒ، امام ابن ماجہؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور شیخ القرآنؒ کی تصدیق کے بعد بھی روایت کی صحت پر کوئی شک ہے؟

ہم آپکو رجوع کی دعوت دیتے ہیں۔ کیا آپ میں حق کے سامنے سر جھکا دینے کی ہمت ہے؟ ہے تو جھکنے میں دیر نہ کیجئے وقت تیزی سے نکل رہا ہے اللہ آپ کو ہدایت عطا فرمائے۔

﴿اعتراض نمبر ۳﴾

﴿۳﴾ قرآن مقدس قرآن پاک کا اعلان ہے نہ اللہ کسی کی مثل ہے اور نہ کوئی اللہ کی مثل ہے،، لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ،، قرآن کا بیان ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ بندے میں حلول کر جاتا ہے اور کبھی بندہ بھی اللہ کے ساتھ ایک بن جاتا ہے دوئی ختم ہو جاتی ہے،، لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ،، اور مشرکین کا مشہور عقیدہ ہے کہ، جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر اتر

پڑا مدینہ میں مصطفیٰ ہوکر، اللہ کسی کی مثل بن جائے یا اللہ کسی کا وجود بن جائے یا اللہ کسی میں حلول کر کے اسکے اعضاء بن جائے یہ سب شرک اور کفر کی شکلیں ہیں جنکو قرآن پاک برداشت نہیں کرتا وہ سبحان ہے کہ کسی جیسا ہو اور اسی کیلئے حمد ہے کہ کوئی اس جیسا ہو،، سبحان اللہ وبحمدہ تعالیٰ،، **بخاری محدث رب کی توھین** امام بخاری کہتا ہے کہ اللہ پاک بندے میں حلول کر کے اسکے اعضاء بن جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں بندہ کے کان ہاتھ پاؤں بن جاتا ہوں وہ بندہ میرے کانوں سے سنتا ہے میرے پاؤں سے چلتا ہے میں بندے کی آنکھ بن جاتا ہوں وہ میری آنکھ سے دیکھتا ہے وغیرہ وغیرہ،، جب تک اللہ بندے کے جسم میں نہ اترے اسکے اعضاء کس طرح بن جائیگا امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری کتاب الرقاق ۹۶۳ پر بڑے جذبات کے ساتھ یہود و نصاریٰ کے مذہب کی ترجمانی کر کے قرآن سے اور خود اللہ کریم سے بغاوت کی روایت ٹانک دی ہے۔.اب کیا کہا جائے کہ یہ کسی لعنتی راوی نے بخاری کو شرک کی پٹی پڑھائی ہے کہ ہوش وارفتہ ہو کر امام بخاری نے اپنی صحیح میں درج کر دیا ہے۔.بحالیکہ نہ روایت مسند باسناد صحیح ہے اور نہ ہی ایسی موضوع روایت کو حدیث کا نام دیا جا سکتا ہے...کیا اب بھی بخاری کی روایت کا اعتبار کیا جا سکتا ہے؟(قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۱۸۔۲۰)

الجواب

اعتراض میں مذکور حدیث اور اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث: حدثنی محمد بن عثمان بن کرامة، حدثنا خالد بن مخلد، حدثنا سلیمان بن بلال، حدثنی شریك بن عبدالله بن ابی نمیر عن عطاء عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله ﷺ: ان الله قال: من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب وما تقرب الی عبدی بشئ احب الی مماافترضت علیه، وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه، فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصربه، ویده التی یبطش بها، ورجله التی یمشی بها، وان سالنی لا عطینه، ولئن استعاذنی لا عیذنه، وما ترددت عن شئ انا فاعله ترددی من نفس المؤمن یکره الموت وانا اکره مساء ته (بخاری شریف: کتاب الرقاق، باب التواضع، رقم ۶۰۲۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس آدمی نے میرے کسی ولی کے ساتھ دشمنی اختیار کی میرا اسکے ساتھ اعلانِ جنگ ہے، اور جو چیزیں میں نے اپنے بندے پر فرض کی ہیں قرب حاصل کرنے میں کوئی چیز مجھے ان سے زیادہ محبوب نہیں ہے، اور میرا بندہ

نوافل کے ذریعے مسلسل میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسکو اپنا محبوب بنالیتا ہوں اور جب میں اسکو اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اسکا کان بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ سنے، اور اسکی آنکھ بن جاتا ہوں جسکے ساتھ وہ دیکھے، اور اسکا ہاتھ بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ پکڑے، اور اسکا پاؤں بن جاتا ہوں جسکے ساتھ وہ چلے۔ اگر مجھ سے وہ کوئی سوال کرے تو میں اسکو ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے میں اسے ضرور پناہ دیتا ہوں، اور جو کام میں نے کرنا ہوتا ہے مجھے کبھی اسمیں تردد نہیں ہوا سوائے اس مومن کی روح قبض کرنے کے جو موت کو ناپسند کرتا ہے کہ میں بھی اسکی ناپسندیدگی کو ناپسند کرتا ہوں۔

یہ حدیث مبارک کتنی پیاری ہے جو بندے کے قرب مع اللہ کی صورت میں کئی اعزازات و انعامات پر مشتمل ہے لیکن چتروڑی صاحب کو اس پر اشکال ہو گیا ہے۔

وجہ اشکال ورفع اشکال: انکو یہاں اشکال اس وجہ سے ہوا ہے کہ انہوں نے اپنی فہم نارسا سے اسکو حقیقی معنی میں لیا ہے حالانکہ کوئی بھی اہل ایمان اسکا قائل نہیں بلکہ یہ مجاز اور مبالغہ ہے کہ اتنا اللہ کے ساتھ قرب ہو جاتا ہے کہ گویا اختلاف ذوات کے فاصلے نہیں رہتے اور گویا غیریت بالکل ختم ہو جاتی ہے اور ''من تو شدم تو من شدی'' والا معاملہ ہو جاتا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ کوئی ایک ذات دوسری ذات ہرگز نہیں بن سکتی کہ دو ذاتوں میں تباین کی نسبت ہوتی ہے اور دو متباین حقیقتیں یکجان کیسے ہو سکتی ہیں؟

اس کا حقیقی معنی ہرگز مراد نہیں ہے جیسا کہ چتروڑی صاحب نے لیا ہے کیونکہ ''لیس کمثلہ شیء'' جیسی آیات واضح طور پر حقیقی معنی لینے سے مانع ہیں۔

اور مجازی معانی اہل زبان کے کلام میں بکثرت مستعمل ہوتے ہیں مثلاً یہ نعرہ بہت عام ہے کہ ''قائد ہمارا شیر ہے'' یہاں مجازی معنی ہی مراد ہے کہ قائد ہمارا انتہائی بہادر ہے اب ''علامہ صاحب'' جو کلام کو مجازی معنی پر محمول کرنا جانتے بھی نہیں وہ تو کہیں گے یہ بالکل جھوٹ ہے یہ شیر نہیں ہے کیونکہ شیر تو جانور ہوتا ہے اور یہ انسان ہے، شیر کی چار ٹانگیں ہوتی ہیں اور اسکی تو دو ٹانگیں ہیں، شیر کی دم ہوتی

ہے اور اسکی تو دم نہیں ہے، شیر کی کھال پر بال ہوتے ہیں اور اسکی کھال تو بے بال ہے۔ اگر اس طرح کی ''منطقی'' دلیلوں سے وہ یہ ثابت کرنا چاہیں کہ یہ شیر نہیں ہے تو اسکو سوائے حماقت اور علمی قصور کے اور کیا سمجھا جائیگا؟

اسطرح لوگ کہتے ہیں ''نہر چل رہی ہے'' اور ''پرنالہ بہہ رہا ہے'' حالانکہ نہر اور پرنالہ اپنی جگہ ساکن ہوتے ہیں البتہ انمیں پانی چل اور بہہ رہا ہوتا ہے تو اس طرح کے مجاز بکثرت مستعمل ہوتے ہیں جن پر عقلمند کبھی معترض نہیں ہوتے اور قرآن مجید میں بھی مجاز کا استعمال بکثرت ہوا ہے صرف دو مثالوں پر اکتفاء کرتا ہوں۔

پہلی مثال: ''**وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود** ''(البقرہ/۱۷۸) کہ روزہ رکھنے کیلئے کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے۔ یہاں سفید دھاگے سے فجر کی روشنی اور سیاہ دھاگے سے رات کا اندھیرا مراد ہے تو یہ مجازی معنی ہے حقیقی نہیں۔

دوسری مثال: **فوجدا فیھا جدارا یریدان ینقض فاقامہ** (الکھف/۷۷) کہ حضرت موسی وخضر علیہما السلام نے بستی میں ایک دیوار پائی جو گرنے کا ارادہ کر رہی تھی تو اسکو ٹھیک کر دیا۔

چتروڑی صاحب سے سوال ہے کہ کیا دیوار ارادہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کیا معاذ اللہ اس آیت کو غلط کہہ دیا جائے؟ ہرگز نہیں! کیونکہ یہاں حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ مجازی معنی مراد ہیں اور مجازی معنی سمجھنے کیلئے عقل سلیم اور زبان کے محاورات پر مکمل عبور ضروری ہے۔ ''علامہ'' چونکہ ان دونوں چیزوں سے کورے ہیں اس لئے انہوں نے مجازی معنی کو حقیقی معنی پر محمول کر کے اعتراض جڑ دیا اور حلول کا عقیدہ از خود کشید کر کے امام بخاریؒ کے سر تھوپ دیا اور کمال بے شرمی سے یہ عنوان لگا دیا ''بخاری محدث رب کی توہین''

اگر ''علامہ'' کو اشکال پیدا ہو گیا تھا تو اہل علم کیطرف رجوع کرتے کہ قرآنی حکم یہی ہے ''**فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون**''(الانبیاء/۷) کہ اگر تمہیں کسی بات کا علم نہ ہو تو اہل

علم سے پوچھ لو۔

لیکن کیا کریں کہ ''علامہ'' قرآنی بصیرت سے بالکل کورے ہیں اسلئے کبھی بھی سیدھا راستہ نہیں پکڑتے بلکہ الٹے راستے پر ہی سرپٹ دوڑتے چلے جاتے ہیں۔ فالی اللہ المشتکی۔

اگر چتروڑی صاحب اس قرآنی حکم پر عمل کرتے تو کبھی نہ بھٹکتے کیونکہ صدیوں پہلے اس اشکال کو حل کیا جاچکا تھا اور ہمارے علمی ذخیرہ میں محفوظ تھا علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں اسی اشکال کے تقریباً سات جوابات دیئے ہیں جنہیں اختصار کے پیش نظر ہم نقل کرنے سے معذور ہیں جو آدمی رغبت رکھتا ہو اسے فتح الباری سے اس مقام کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔ البتہ اتنی بات نقل کرنا ضروری سمجھتے ہیں **قال الطوفی: اتفق العلماء ممن یعتد بقولہ ان ھذا مجاز و کنایۃ عن نصرۃ العبد وتاییدہ واعانتہ** (فتح الباری، کتاب الرقاق، باب التواضع) کہ جن علماء کی بات کسی شمار میں آتی ہے ان سب کا اتفاق ہے کہ یہ مجاز ہے اور بندے کی نصرت، تائید اور اعانت سے کنایہ ہے۔

مزید فرماتے ہیں: **والا تحادیۃ زعموا انہ علی حقیقتہ** (ایضاً) کہ اتحادیہ، یہ کہتے ہیں کہ یہ اپنے حقیقی معنی پر ہے۔

معلوم ہوا کہ جو اسکا حقیقی معنی لیتے ہیں ایک تو وہ کسی شمار میں نہیں دوسرے یہ کہ وہ حلول کا عقیدہ رکھتے ہیں اور چتروڑی صاحب نے بھی اسکا حقیقی معنی لیا ہے تو کہا جا سکتا ہے کہ ''حضرت'' خود اسی اسٹیشن سے بول رہے ہیں جسکا امام بخاریؒ کو الزام دینا چاہتے ہیں جبکہ امام بخاریؒ بفضلہٖ تعالیٰ اس سے بری ہیں۔

چتروڑی صاحب لکھتے ہیں ''اب کیا کہا جائے کہ یہ کسی لعنتی راوی نے بخاری کو شرک کی پٹی پڑھائی ہے کہ ہوش وارفتہ ہو کر امام بخاری نے اپنی صحیح میں درج کر دیا''

جن راویوں سے یہ روایت مروی ہے انکا مختصر تعارف اور جرح وتعدیل نقل کی جاتی ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ راوی لعنتی نہیں بلکہ انکو لعنتی کہنے والا ازروئے حدیث خود لعنتی ہے۔ ''من لعن

شيأ ليس له باهل رجعت اللعنة عليه" (ابوداود، کتاب الادب، باب فی اللعن) کہ جو شخص کسی ایسی چیز پر لعنت بھیجتا ہے جو اسکی اہل نہیں تو وہ لعنت خود اسی پر پلٹ آتی ہے۔

رواۃ حدیث: محمد بن عثمان بن کرامۃ ، خالد بن مخلد، سلیمان بن بلال، شریک بن عبداللہ، عطا بن یسار، حضرت ابوہریرہؓ

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

۱۔ ابوجعفر محمد بن عثمان بن کرامۃ العجلی الکوفی من وسطی تبع الاتباع المتوفی ۲۵۶ھ

ابوحاتم الرازیؒ	:	صدوق	(تھذیب التھذیب ۳۰۱/۹)
داود بن یحییٰؒ	:	صدوق	(ایضاً)
محمد بن عبداللہ بن سلیمانؒ	:	صدوق	(ایضاً)
الذھبیؒ	:	صدوق	(الکاشف ۲۰۰/۲)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً)
مسلمہ بن قاسمؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)

۲۔ ابوالھیثم خالد بن مخلد القطوانی البجلی الکوفی من کبار تبع الاتباع المتوفی ۲۱۳ھ

یحییٰ بن معینؒ	:	مابہ بأس	(تھذیب التھذیب ۱۰۱/۳)
ابوداود سجستانیؒ	:	صدوق ولکنہ یتشیع	(ایضاً)
عثمان بن ابی شیبہؒ	:	ثقۃ، صدوق	(ایضاً)
ابن عدیؒ	:	لابأس بہ	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ، فیہ قلیل تشیع	(ایضاً)
صالح جزرۃؒ	:	ثقۃ، الاانہ متھم بالغلو	(ایضاً)

تنبیہ: تشیع کے بارے میں ہم امام زہریؒ کے تعارف کے ذیل میں امام سیوطیؒ سے

نقل کر چکے ہیں کہ یہ چیز تابعین وتبع تابعین میں دین داری اور پرہیز گاری کے ساتھ مضر نہیں کیونکہ اس وقت تک شیعہ ہونا حب علی کا نام تھا یہی وجہ ہے کہ امام ابوداود سجستانیؒ اور امام عجلیؒ تشیع کا ذکر کرنے کے باوجود انکو ثقہ اور صدوق کہہ رہے ہیں جو چیز مضر ہے اسکو رفض سے تعبیر کیا جاتا ہے۔لہذا لفظ تشیع سے کوئی ہرگز دھوکہ نہ کھائے۔

۳۔ابو محمد سلیمان بن بلال التیمی القرشی المدنی من وسطی الاتباع المتوفی ۱۷۲ھ

احمد بن حنبلؒ	:	لاباس بہ، ثقہ	(تھذیب التھذیب ۴/۱۵۴)
یحییٰ بن معینؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
عثمان بن ابی شیبہؒ	:	لاباس بہ لکن لیس ممن یعتمد علی حدیثہ	(ایضاً)

۴۔ابوعبداللہ شریک بن عبداللہ بن ابی نمر اللیثی المدنی من صغری التابعین المتوفی ۱۴۴ھ

یحییٰ بن معینؒ	:	لیس بہ باس	(تھذیب التھذیب ۴/۲۹۶)
النسائیؒ	:	لیس بہ باس	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابوداود سجستانیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابن الجارودؒ	:	لیس بہ باس ولیس بالقوی	(ایضاً)
ابن عدیؒ	:	اذا روی عنہ ثقۃ فلا باس بروایاتہ	(ایضاً)

۵۔ابو محمد عطاء بن یسار الھلالی المدنی من کبار التابعین المتوفی ۱۰۳ھ

یحییٰ بن معینؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۷/۱۹۴)
ابوزرعۃ الرازیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
النسائیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)

ابن حبانؒ : ذکرہ فی الثقات (ایضاً)

٦۔ابو ہریرہ عبدالرحمن بن صخر الدوسی الیمانی المدنی رضی اللہ عنہ المتوفی ۵۷ھ
من الصحابۃ ورتبتھم اسمی مراتب العدالۃ والتوثیق

کیا یہ روایت موضوع ہے: یہ روایت اگرچہ کچھ کمزور نظر آرہی ہے لیکن فن حدیث کا کوئی ادنی طالب علم بھی اسکو موضوع نہیں کہے گا۔اور ''علامہ'' نے اسکو ''موضوع روایت'' کہا ہے جو انکی کم علمی کی

اعتراض نمبر ۴

﴿۴﴾ قرآن مقدس قرآن کا بیان ہے نہ اللہ کا کوئی مثیل نہ اللہ کسی کا مثیل ہے،، لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ،، اللہ تعالیٰ سبحان ہے ہر قسم کے شریکوں سے پاک ہے ہر عاجزی سے بری ہے مخلوقات میں سے کسی جیسا نہیں ہر قسم کی تشبیہ سے پاک ہے،، علوا كبيرا،، ہے ہر قسم کی تمثیل سے وراء الوراء ہے جو لوگ اللہ کو کسی کی طرح سمجھیں وہ مشرک ہیں اسکا کوئی کام کسی جیسا نہیں وہ خالق ہے کسی مخلوق کیساتھ اسکو تشبیہ دینیوالا کٹر مشرک ہے وہ ذات ہر ضرورت سے پاک ہے کھانا کھانے پکانے سے پاک ہے اسکے ارادہ سے سب کچھ ہو جاتا ہے اسکو کام کرنے کی ضرورت نہ ہے اسکا ہر کام فوق الاسباب ہے وہ اسباب کا محتاج نہیں اسکے کسی کام کو کسی کی طرح کہنا صریح شرک ہے! **بخاری محدث** لیکن امام بخاری اپنی صحیح میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی طرح اپنے ہاتھ سے روٹی پکا کے جنتیوں کو کھلائے گا جس طرح بندے روٹی کو ڈھال کر توے پر پکا کر اور آگ سے سینک کر دستر خوان پر رکھتے ہیں اسی طرح اللہ پاک بھی اپنے ہاتھ سے زمین کی روٹی بنا کر اور ڈھال کر دستر خوان پر رکھے گا اور ستر ہزار بہشتی مہمان کھائینگے...،، تكون الارض يوم القيامة خبزة واحدة يتكفاها الجبار بيده كما يتكفا احدكم خبزته فى السفر نزلاً لاهل الجنة،، الخ... بخاری صاحب اللہ کو بندوں سے تشبیہ دے رہے ہیں شرک وکفر کے علاوہ یہ جھوٹ مستزاد ذکر کرتے ہیں کہ ساری زمین روٹی بن جائیگی اللہ فرماتا ہے،، والارض جميعاً قبضته،، اور بخاری کہتا ہے،، خبزته،، پھر قرآن بہشتیوں کی مہمانی جنات الفردوس بتاتا ہے مگر بخاری فرماتے ہیں اسی دنیا والی مٹی کی روٹی سے اللہ مہمانی کریگا،، لاحول ولا قوة الا بالله،، (بخاری ۹۶۵ کتاب الرقاق باب یقبض اللہ الارض) (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۲۰-۲۱)

الجواب

اعتراض میں مذکور روایت، ترجمہ اور رواۃ کا حال ملاحظہ فرمائیں اسکے بعد اشکال کو حل کرتے ہیں۔

روایت: حدثنا يحى بن بكير، حدثنا الليث عن خالد عن سعيد بن ابى هلال عن زيد بن اسلم عن عطاء بن يسار عن ابى سعيد الخدريؓ قال: قال النبى ﷺ: تكون الارض يوم القيمة خبزة واحدة يتكفؤها الجبار بيده كما يكفا احدكم خبزته فى السفر نزلا لا هل الجنةفاتى رجل من اليهود فقال: بارك الرحمٰن عليك يا ابا القاسم الا اخبرك بنزل اهل الجنة يوم القيمه؟ قال: بلى قال: تكون الارض خبزة واحدة كما قال النبى ﷺ فنظر النبى ﷺ الينا ثم ضحك حتى بدت نواجذه، ثم قال الا اخبرك بادامهم؟ قال: ادامهم بالام ونون، قالوا وما

هـذا؟قـال: ثـور و نون ياكل من زائدة كبدهما سبعون الفا.(صحیح بخاری: کتاب الرقاق، باب یقبض اللہ الارض، رقم ۶۰۳۹)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن زمین ایک روٹی بن جائیگی جسکو خدائے جبار اپنے دست قدرت سے الٹائے گا جیسا کہ تم میں سے کوئی اپنی روٹی دسترخوان میں الٹاتا ہے اور یہ اہل بہشت کی مہمانی ہوگی۔ اتنے میں ایک یہودی آ گیا اور اس نے کہا اے ابوالقاسم (حضور ﷺ کی کنیت) رحمٰن آپ پر برکتیں نازل فرمائے کیا میں آپکو قیامت کے دن جنت والوں کی مہمانی کے بارے نہ بتلاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں تو اسنے ویسے ہی کہا جیسے نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ ساری زمین ایک روٹی بن جائیگی تو نبی ﷺ نے ہماری طرف دیکھا اور ہنسے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے آخری دانت ظاہر ہوگئے۔ پھر اس نے کہا کیا میں آپکو انکے سالن کے بارے نہ بتلاؤں؟ تو اس نے بتلایا کہ انکا سالن ایک بیل اور ایک مچھلی ہوگی کہ انکی کلیجی کے ایک چھوٹے حصے سے ستر ہزار آدمی کھائینگے۔

رواۃ حدیث: یحی بن بکیر، لیث، خالد، سعید بن ابی ھلال، زید بن اسلم، عطاء بن یسار، ابو سعید الخدریؓ

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

۱۔ ابوزکریا یحی بن عبداللہ بن بکیر القرشی المخزومی من کبار تبع الاتباع المتوفی ۲۳۱ھ

الساجیؒ	:	صدوق	(تھذیب التھذیب ۲۰۸/۱۱)
ابن عدیؒ	:	اثبت الناس فی اللیث	(ایضا)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضا)
الخلالؒ	:	ثقۃ	(ایضا)
ابن قانعؒ	:	ثقۃ	(ایضا)

الذھبیؒ	:	صدوق	(ایضاً)

۲۔ابوالحارث لیث بن سعد بن عبدالرحمن الفھمی من کبار الاتباع المتوفی ۱۷۵ھ۔

احمد بن حنبلؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۴۱۳/۸)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
علی بن المدینیؒ	:	ثقۃ، ثبت	(ایضاً ۴۱۴/۸)
یحیٰی بن معینؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
یعقوب بن شیبۃؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
النسائیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)

۳۔ابوعبدالرحیم خالد بن یزید الجمحی المروزی ممن لم تلق الصحابۃ المتوفی ۱۳۹ھ

ابوزرعۃ الرازیؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۱۱۱/۳)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
یعقوب بن سفیانؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
النسائیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابوحاتم الرازیؒ	:	لاباس بہ	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً)

۴۔ابوالعلاء سعید بن ابی ہلال اللیثی المروزی ممن لم تلق الصحابۃ المتوفی ۱۳۵ھ

ابوحاتم الرازیؒ	:	لاباس بہ	(تھذیب التھذیب ۸۳/۴)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً)
الساجیؒ	:	صدوق	(ایضاً)

ابن خزیمہؒ	:	وثقہ	(ایضاً)

۵۔ابواسامہ زید بن اسلم العدوی القرشی من وسطی التابعین المتوفی ۱۳۶ھ۔

احمد بن حنبلؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۳/۳۴۲)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابوزرعۃ الرازیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابوحاتم الرازیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
یعقوب بن شیبہؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)

۶۔عطاء بن یسار۔ملاحظہ فرمائیں اعتراض نمبر۳، راوی نمبر۵، صفحہ نمبر ۱۴۷

۷۔ابوسعید سعد بن مالک بن سنان بن عبید الخدری الانصاری المدنی رضی اللہ عنہ المتوفی ۷۴ھ۔من الصحابۃ ورتبتھم اسمیٰ مراتب العدالۃ والتوثیق

رواۃ کا تعارف اسلئے دیا ہے تاکہ روایت کی صحت ثابت ہو جائے کیونکہ جب کوئی بھی راوی ضعیف نہ ہو جیسا کہ اس روایت میں ہے تو پھر روایت ضعیف یا غلط نہیں ہوا کرتی بلکہ صحیح وثابت ہوتی ہے اور اسکے انکار کی گنجائش باقی نہیں ہوتی۔

نیز اسی حدیث کو انہی الفاظ کے ساتھ امام مسلمؒ نے بھی اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔دیکھئے صحیح مسلم، کتاب صفۃ القیمۃ والجنۃ والنار، باب نزل اھل الجنۃ (۵۰۰)

اب تو چتر وڑی صاحب کے اصول پر بھی روایت ثابت ہوگئی کہ اکیلے بخاری کی روایت کو حدیث ماننا بہت مشکل ہے جب تک دوسرے محدث اسکی تصدیق نہ کریں۔

جب حدیث صحیح ثابت ہوگئی تو اب اس کا انکار ممکن نہیں اور نہ ہی اس پر اعتراض کیا جا سکتا ہے البتہ اس سے کوئی اشکال پیدا ہوتا ہے تو اسکا حل ڈھونڈنا چاہیے۔

حل اشکال: اشکال کے حل میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ جو کچھ اس حدیث میں ہے وہ امام بخاریؒ نے نہیں فرمایا بلکہ جب روایت کی صحت ثابت ہوگئی تو اسکا مطلب ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا۔اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان مخالف قرآن نہیں ہوسکتا۔البتہ اسمیں جو تشبیہ اور ہاتھ کا ذکر ہے تو یہ متشابہات میں سے ہے جیسا کہ خود قرآن مجید میں کئی جگہ متشابہات ہیں جنکے بارے میں رب تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ھوالذی انزل علیك الکتب منه اٰیات محکمت ھن ام الکتب واخر متشبھٰت فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ماتشابه منه ابتغاء الفتنة (آل عمران/۷)

کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو کتاب نازل کی ہے اسکی کچھ آیات محکم ہیں اور وہی اصل کتاب ہیں اور کچھ آیات متشابہ ہیں پس جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہوتی ہے وہ فتنہ کی تلاش میں متشابہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔

ایک صحیح غیر مفتون مسلمان محکمات پر عمل کرتا ہے اور متشابہات کی کوئی مناسب تاویل کرسکتا ہے تو تاویل کرلیتا ہے ورنہ اسکا علم اللہ کے سپرد کر کے اسکی حقانیت پر ایمان رکھتا ہے۔''**والراسخون فی العلم یقولون اٰمنابه**'' (آل عمران/۷) اللہ تعالیٰ نے راسخین فی العلم کا وظیفہ متشابہات پر ایمان رکھنا بیان کیا ہے نہ کہ اعتراض کرنا اور جو کج رو اور گمراہ ہوتا ہے وہ انہی متشابہات کو لے کر فتنہ وفساد فی سبیل اللہ کیلئے کوشاں رہتا ہے۔

چتروڑی صاحب کو اپنی ''خدمات'' کا اسی آیت مبارکہ کے تناظر میں جائزہ لینا چاہئے کہ کہیں وہ بھی از روئے قرآن کج رو اور گمراہ تو نہیں؟ اور فتنہ تو نہیں بھڑکا رہے؟ مجھے تو یہ آیت جناب پر پوری پوری منطبق نظر آتی ہے۔

اس حدیث مبارک میں اگر اللہ کے ہاتھ کا ذکر آیا ہے اور اس پر اعتراض ہے تو یہ لفظ خود قرآن مجید میں بھی ایک جگہ نہیں کئی جگہ آیا ہے **ید اللہ فوق ایدیھم** (الفتح/۱۰) **بل یداہ مبسوطتان** (المائدہ/۶۴) **لما خلقت بیدی** (ص/۷۵) پھر قرآن پر کیوں اعتراض نہیں؟ اگر اُسمیں کوئی مناسب تاویل ہوسکتی ہے تو اِسمیں کیوں نہیں ہوسکتی؟

اسی طرح قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے چہرے، پنڈلی اور آنکھ کا ذکر بھی آیا ہے۔ **فثم وجه**

اللہ (البقرہ/۱۱۵) یوم یکشف عن ساق (القلم/۴۲) ولتصنع علی عینی (طہ/۳۹) تو کیا آپ ان آیات کی کوئی توجیہ کرتے ہیں یا ان میں تعارض ثابت کر کے قرآن کی بھی بخاری شریف کی طرح ''خدمت'' کرتے ہیں؟

اسی طرح عرش پر مستوی ہونا قرآن مجید کی کئی آیات میں مذکور ہے الرحمٰن علی العرش استوٰی (طہ/۵) کیا استواء علی العرش بغیر جسم کے ممکن ہے؟ تو کیا آپ معاذ اللہ کا جسم مانیں گے یا اس آیت کا انکار کرینگے؟

اور یہ کہنا کہ ''اسکے ارادے سے سب کچھ ہو جاتا ہے اسکو کام کرنے کی ضرورت نہ ہے'' یقیناً درست ہے ''انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون (یٰس/۸۲) کہ اسکے حکم سے ہی چیز وجود میں آجاتی ہے لیکن اگر وہ خود کوئی کام کرے تو اسپر اعتراض کا حق بھی کسی کو نہیں لا یسئل عما یفعل (الانبیاء/۲۳) کہ وہ جو کرے اس سے باز پرس نہیں کی جا سکتی اور قرآن مجید میں ہے ''یا ابلیس مامنعك ان تسجد لما خلقت بیدی ''(ص/۷۵) کہ اے ابلیس! تجھے اُس کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے روک دیا جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا۔ کیا اللہ تعالیٰ کے کام کرنے کا ذکر قرآن مجید میں نہیں آگیا؟ اب اسکا آپ انکار کرینگے؟ یا اس پر کوئی اعتراض کرینگے؟

اس آیت مبارکہ میں بھی ہاتھوں سے ایک کام کرنے کا ذکر ہے اور بخاری شریف کی حدیث میں بھی ہاتھوں سے ایک کام کرنے کا ذکر ہے۔ پھر ایک پر اعتراض ہو اور دوسرے پر اعتراض نہ ہو سمجھ سے بالاتر ہے۔

چتروڑی صاحب! آپ بہت غلط راہ پر چل پڑے ہیں اگر آپ نے اس راہ کو نہ چھوڑا تو یقیناً کہا جا سکتا ہے کہ کل کلاں آپ کو قرآن مجید میں بھی ایسے ہی تعارضات نظر آئینگے جیسے آج بخاری شریف میں نظر آرہے ہیں اس وقت سے پہلے توبہ کر لیں اور اپنا علمی گھمنڈ چھوڑ کر ایک ادنی طالبعلم بن کر کسی عالم ربانی کے قدموں میں آجائیں اسی میں آپکی اور پوری امت کی خیر ہے۔

زمین کس طرح روٹی بن جائے گی؟:

مزید فرماتے ہیں ''بخاری... یہ جھوٹ

مستزاد ذکر کرتے ہیں کہ ساری زمین روٹی بن جائیگی اللہ فرماتا ہے والارض جمیعا قبضته اور بخاری کہتا ہے خبزته"

چتر وڑی صاحب نے بڑی عیاری کے ساتھ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امام بخاری نے قرآن میں تحریف کی ہے کہ قرآن میں ہے "قبضتهٗ' اور بخاری کہتا ہے "خبزته" لیکن وہ اپنے مقصد میں تب کامیاب ہوتے جب وہ یہ ثابت کر سکتے کہ بخاری نے قرآن مجید کی آیت میں یہ لفظ ذکر کیا ہے اور ایسا وہ قیامت تک نہیں کر سکتے کیونکہ امام بخاریؒ نے ایک مستقل روایت ذکر کی ہے جس میں آیت کا حوالہ تک نہیں ہے۔ اصل میں ہر آدمی دوسرے کو اپنے جیسا سمجھتا ہے۔ چتر وڑی صاحب چونکہ خود ماہر تحریفات ہیں جیسا کہ پیچھے آپ اسکے کئی نمونے ملاحظہ فرما چکے ہیں اسلئے وہ امام بخاریؒ کو بھی اپنی کاٹا گری کا آدمی سمجھ رہے ہیں لیکن حاشا وکلا۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

مزید لکھتے ہیں" قرآن بہشتیوں کی مہمانی جنات الفردوس بتاتا ہے مگر بخاری فرماتے ہیں اسی دنیا والی مٹی کی روٹی سے اللہ مہمانی کرے گا"

یہاں پھر چتر وڑی صاحب چالاکی سے یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ امام بخاری اہل بہشت کو مٹی کی روٹی کھلانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں وضاحت سے یہ موجود ہے" یوم تبدل الارض غیر الارض "(ابراہیم/۴۸) کہ قیامت کے دن اس زمین کی ماہیت بدل دی جائیگی یعنی وہ مٹی کی نہیں رہے گی۔ چتر وڑی صاحب جو خوش فہمی سے اپنے آپ کو شیخ القرآن بھی سمجھتے ہیں کی قرآن دانی کا یہ حال ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت سے ہی بے خبر ہیں۔

اب یہ تو قرآن مجید میں آگیا کہ زمین مٹی کی نہیں رہے گی لیکن اس سوال کا کیا جواب ہے کہ یہ پھر کیا بن جائیگی؟ تو اس حدیث میں یہ آگیا ہے کہ وہ کھانے کی روٹی بن جائیگی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ کھانے کی روٹی مٹی کی نہیں ہوتی۔ اور یہ کہنا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ زمین روٹی بن جائے؟ تو یہ قدرت خداوندی کے انکار کے مترادف ہے جب اللہ قرآن میں فرما رہا ہے" ان اللہ علی کل شیئ قدیر "(البقرہ/۲۰) کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے تو ایک مومن مسلمان کیلئے اسمیں تامل کی کیا گنجائش ہے؟

معتبر تفاسیر مثلاً طبری، قرطبی اور ابن کثیر وغیرہ میں **یوم تبدل الارض غیر الارض** (ابراہیم/۴۸) کی تفسیر میں اس روایت کو ذکر کیا گیا ہے اور کسی مفسر نے اس پر یہ اعتراض نہیں کیا جو "علامہ" کو سوجھا ہے۔ لگتا ہے "علامہ" خدا کی قدرت کو بھی اپنی قدرت پر قیاس کرنے لگے ہیں۔

امام نوویؒ نے حدیث کی شرح میں اس اشکال کا یہی حل پیش کیا ہے فرماتے ہیں۔

معنی الحدیث ان اللہ تعالیٰ یجعل الارض کالطلمۃ والرغیف العظیم ویکون ذالك طعاما نزلالا ھل الجنۃ واللہ علی کل شیئ قدیر (نووی شرح مسلم کتاب صفۃ القیمۃ والجنۃ والنار، باب نزل اھل الجنۃ) کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین کو ایک بڑی چپاتی اور روٹی کیطرح بنادیگا اور یہی اہل بہشت کی مہمانی کا کھانا ہوگا۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یعنی اسکی قدرت سے زمین کو روٹی بنادینا کوئی بعید نہیں۔ اسکی قدرت کو اپنی قدرت پر قیاس مت کرو۔

اس اشکال کے جوابات اور بھی دیئے گئے ہیں تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں فتح الباری: کتاب الرقاق، باب یقبض اللہ الارض لیکن سب سے آسان، مختصر، وزن دار اور الفاظ حدیث کے مناسب تر جواب یہی ہے جو امام نوویؒ نے دیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

اعتراض نمبر ۵

﴿۵﴾ **قرآن مقدس** قرآن پاک میں صاف بیان ہے کہ ابوالبشر آدم علیہ السلام اور ام البشر حواء دونوں شجرہ ممنوعہ کو نسیانا استعمال کر بیٹھے دونوں شریک فعل ہوئے،، وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا،، اور اس میں زیادہ بااختیار چونکہ آدم تھے اسلئے نسیانا اس فعل کی نسبت حضرت آدم کی طرف کی گئی ہے حضرۃ حواء کا ذکر نہیں کیا گیا گویا قرآن نے حضرت حواء کا ذکر نہ کر کے انکی بے قصوری کا ذکر کیا ہے لیکن اسکے کھانے کے فعل میں دونوں شریک تھے اسلئے جنت سے نکالے جانے میں دونوں کا ذکر ہوا..... بہر کیف ام البشر کے ذمہ مستقل طور پر کوئی الگ خطاء کا ذکر قرآن میں مزکور نہ ہوا بلکہ انکا نام بھی پردے میں رکھا گیا... **بخاری محدث حضرت حوا کی توہین** امام بخاری کا رجحان چونکہ روایت پرستی کی طرف تھا اور قرآن کی طرف توجہ نسبتا کم تھی اس لئے انہوں نے لعنتی روایوں پر اعتماد کلی کر کے ام البشر حضرت حواء کو خیانت کرنیوالیوں میں ذکر کر دیا بلکہ تمام عورتوں کا خیانت کرنے میں بنیادی نکتہ آغاز حواء ہی کو ذکر کر دیا ہے اور کہا،، لو لا حوالم تخن انثی زوجھا،، اگر حواء سب سے پہلے خیانت نہ کرتی تو کوئی عورت اپنے خاوند کی خیانت دینی یا دنیوی نہ کرتی (بخاری ۴۶۹ کتاب الانبیاء) لعنتی راویوں پر اعتماد کلی کر کے اپنی اماں کو بھی امام بخاری بدنام اور خائن کہہ گئے... (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۲۲۔۲۳)

الجواب

سب سے پہلے اعتراض میں مذکور اس جملے پر غور فرمائیں ''اور اسمیں زیادہ بااختیار چونکہ آدم تھے اسلئے نسیاناً اس فعل کی نسبت حضرت آدمؑ کی طرف کی گئی ہے'' واضح رہے کہ اس فعل کی نسبت حضرت آدمؑ کی طرف اللہ تعالی نے کی ہے ''فنسی و لم نجدله عزما '' (طہ/۱۱۵) تو کیا اللہ تعالی نے آدمؑ کی طرف یہ نسبت نسیاناً یعنی بھول کر کی ہے؟ لگتا ہے چتروڑی صاحب اللہ تعالی کے نسیان کے قائل بھی ہیں العیاذ باللہ۔

اب حدیث، اسکا ترجمہ اور مختصر تشریح ملاحظہ فرمائیں پھر حل اشکال کیطرف آتے ہیں۔

حدیث: حدثنا بشر بن محمد، اخبرنا عبداللہ، اخبرنا معمر عن همّام عن ابي هريرةؓ عن النبي ﷺ نحوه يعني لولا بنو اسرائيل لم يخنز اللحم، ولولا حواء لم تخن انثى زوجها (صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم وذریتہ (۳۰۸۳) وباب قول اللہ تعالی: ووعدنا موسی ثلثین لیلۃ واتممنا ھابعشر (۳۱۴۷)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت کبھی نہ سڑتا اور اگر حواء نہ ہوتیں تو کبھی کوئی عورت اپنے خاوند سے خیانت نہ کرتی۔

تشریح: بنی اسرائیل کیلئے وادی تیہ میں من وسلوٰی نازل کیا جاتا رہا اور انہیں یہ حکم دیا گیا کہ وہ اسکو کھایا کریں اور ذخیرہ نہ کیا کریں لیکن انہوں نے اس حکم کی خلاف ورزی کی اور کل کیلئے ذخیرہ کرنا شروع کر دیا تو اللہ تعالٰی نے بطور سزا گوشت (سلوی) کو خراب کرنا شروع کر دیا کہ وہ صبح تک سڑ جاتا تھا یعنی بدبودار ہو جاتا تھا۔ جبکہ اس سے پہلے گوشت خراب نہیں ہوا کرتا تھا۔ تو اسی کو فرمایا کہ ''اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے'' یعنی ان سے یہ غلطی سرزد نہ ہوتی اور حکم عدولی نہ ہوتی تو کبھی گوشت خراب نہ ہوتا کہ اسکی ابتداء انہی سے ہوئی اور پھر ہمیشہ کیلئے یہی قانون بنا دیا گیا۔

معناه ان بني اسرائيل لما انزل الله عليهم المن والسلوى نهوا عن

ادخارهما فادخروا ففسد وانتن واستمر من ذالك الوقت (نووی شرح مسلم: کتاب الرضاع، باب لولا حواء لم تخن انثی زوجھا الدھر)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم وحواء علیہا السلام کو جنت میں ٹھیرایا اور انکو کھانے پینے کی کھلی چھوٹ دی کہ جہاں سے تمہارا جی چاہے کھاؤ پیو لیکن "لاتقربا هذه الشجرة" (البقرہ/۳۵) کہ اس خاص درخت کے قریب نہ جانا، ادھر شیطان ان دونوں کو اپنے انتقام میں جنت سے نکالنے کیلئے کوشاں تھا اور مختلف طریقے سوچ رہا تھا، اسکے لئے مشکل یہ تھی کہ وہ آدمؑ کو کیونکر پھسلائے کہ وہ اللہ کے معصوم نبی ہیں آخر کار اپنی تجربہ کاری کی بناء پر اس ملعون نے آدمؑ کی ایک کمزوری بھانپ لی کہ یہ اپنی بیوی حواء کی دلجوئی کیلئے اسکی تقریباً ہر بات مان لیتا ہے۔ لہٰذا اس نے آدمؑ پر خود محنت کرنے کی بجائے حضرت حواء علیہا السلام پر اپنی کوشش صرف کی اس امید پر کہ حضرت حواء چونکہ معصوم نہیں ہیں لہٰذا انکو ورغلانا آسان ہے اور پھر جب وہ مان گئیں تو آدمؑ کو ورغلانے والا اکیلا میں نہیں ہونگا بلکہ حواء کی مخلصانہ کوششیں بھی میرے ساتھ ہونگی۔

اب چونکہ عورت کی فطری کمزوری یہ ہے کہ وہ باتوں میں آجاتی ہے لہٰذا انکو چکنی چپڑی باتوں سے ورغلانا شروع کیا کہ بی بی جی! تمہیں جو اس درخت سے منع کیا گیا تھا وہ اس وجہ سے منع کیا گیا تھا کہ اسوقت تمہاری طبیعت اسکی متحمل نہ تھی اب جبکہ تمہاری پیدائش کو کافی دن ہو گئے ہیں اور جنت کی مقوی نعمتیں استعمال کرنے کیوجہ سے تمہارا بدن مضبوط ہو گیا ہے تو اب تم اسکو کھا سکتے ہو اور اسکا کھانا تمہارے لئے مضر نہیں۔ یعنی یہ باور کرایا کہ خدا تعالیٰ کا تم کو اس سے منع کرنا مصلحت پر مبنی ایک عارضی حکم تھا، مستقل نہ تھا، نیز طبعی تھا شرعی نہ تھا۔ اور پھر اس درخت کے فوائد بتلائے کہ اس سے تمہارے اندر ملکانی صفات پیدا ہو جائینگی اور تم ہمیشہ ہمیشہ کیلئے موت سے محفوظ ہو جاؤ گے اور لمبی چوڑی قسمیں کھا کر انکو اپنا سچا ہونا اور خیر خواہ ہونا ظاہر کیا۔ "قال ما نهكما ربكما عن هذه الشجرة الا ان تكونا ملكين او تكونا من الخلدين وقاسمهما انى لكما لمن النصحين" (الاعراف/۲۰۔۲۱) حضرت حواء کی اس وقت عمر ہی کیا تھی اور تجربہ بھی بالکل نہ تھا اسلئے

اپنی سادگی سے ابلیس کے دام ہمرنگ زمین میں پھنس گئیں اور شجرۂ ممنوعہ کے کھانے کیلئے تیار ہوگئیں اور اب حضرت آدمؑ چونکہ رکاوٹ تھے اسلئے انکو حضرت حواء نے سمجھانا بجھانا شروع کیا اور ایک سمجھدار اور ہوشیار آدمی بھی عورتوں کی باتوں میں آہی جاتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں بھی ہے "ما رایت من ناقصات عقل و دین اذھب للب الرجل الحازم من احدا کن" (بخاری: کتاب الحیض و مسلم: کتاب الایمان) کہ عورتیں خود ناقص العقل ہوتی ہیں لیکن اچھے بھلے سمجھداروں کی عقل اڑا دیتی ہیں پس بالآخر حضرت آدمؑ بھی قائل ہوگئے اور شجرۂ ممنوعہ کے کھانے میں ان کے ساتھ شریک ہوگئے اسی کو حدیث پاک میں حواء کی خیانت سے تعبیر کیا گیا ہے "فیہ اشارۃ الی ماوقع من حواء فی تزیینھا لآدم الاکل من الشجرۃ حتی وقع فی ذالک، فمعنی خیانتھا انھا قبلت مازین لھا ابلیس حتی زینتہ لآدم" (فتح الباری شرح صحیح البخاری: کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق ادم وذریتہٖ) کہ انکی خیانت کا مطلب یہ ہے کہ شیطان نے جو کچھ ان کیلئے مزین کر کے پیش کیا اسکو انہوں نے قبول کرلیا اور پھر اسکو حضرت آدمؑ کیلئے مزین کر کے پیش کیا کہ وہ بھی اسمیں پھنس گئے۔

اس خیانت سے معاذ اللہ کوئی اور خیانت ہرگز مراد نہیں ہے کہ چتروڑی صاحب سیخ پا ہو جائیں اور حقائق سے چشم پوشی کرتے ہوئے اندھادھند فائرنگ شروع کردیں۔

ولیس المراد بالخیانۃ ھنا ارتکاب الفواحش حاشا وکلا، ولکن مالت الی شھوۃ النفس من اکل الشجرۃ و حسنت ذالک لآدم عدذالک خیانۃ لھا (فتح الباری ایضاً) کہ یہاں معاذ اللہ خیانت سے مراد فواحش کا ارتکاب ہرگز نہیں ہے بلکہ حضرت حواء کا نفس کی خواہش پر درخت کے کھانے کیطرف مائل ہونا اور پھر حضرت آدمؑ کیلئے اسکو مزین کر کے پیش کرنا ہی انکی خیانت شمار کیا گیا ہے۔

تو یہ ہے وہ بات جسکا بتنگڑ بنا کر چتروڑی صاحب نے بلاوجہ امام بخاریؒ کو مطعون کیا ہے اور اپنی کج فہمی سے معنون کر کے یہ الزام لگایا "بخاری محدث حضرت حواء کی توہین"

کیا یہ بات امام بخاریؒ نے اپنی طرف سے کی ہے کہ اسکو امام بخاریؒ کیطرف سے حضرت

حواء کی توہین قرار دیا جائے؟ ہرگزنہیں بلکہ انہوں نے پورے سلسلۂ سند کے ساتھ اس بات کو حضورﷺ سے نقل کیا ہے۔اور حدیث کے تمام رواۃ ثقہ ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کی نقل حضورﷺ سے صحیح وثابت ہے تو اگر چتروڑی صاحب کے نزدیک اس حدیث کا مطلب یہی ہے تو پھر معاذ اللہ اس توہین کا الزام سیدھا حضورﷺ پر لگائیں نہ کہ مظلوم بخاری پر کہ کم از کم امام بخاریؒ اس سے بری ہیں۔

اب آیئے ان راویوں کو دیکھتے ہیں جنکو''علامہ'' نے''لعنتی راویوں'' کا خطاب دیا ہے۔

رواۃ حدیث: بشر بن محمد، عبداللہ، معمر، ہمام، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

۱۔ابومحمد بشر بن محمد السختیانی المروزی من کبار تبع الاتباع المتوفی ۲۲۴ھ

ابن حبانؒ : ذکرہ فی الثقات، وقال: کان مرجئا (تھذیب التھذیب ۱/۲۰۱)

اہل بدعت کی روایت مقبول ہونے کی شرائط: مبتدع فرقوں کی بھی روایت مقبول ہوتی ہے بشرطیکہ وہ متہم بالکذب نہ ہوں اور دیانت وعبادت کے ساتھ موصوف ہوں اور اپنی بدعت کے داعی نہ ہوں نیز انکی روایت انکی بدعت کو فروغ دینے والی نہ ہو۔اور یہاں تمام مطلوبہ اوصاف موجود ہیں

والمفسق بها(ای بالبدعة) كبدع الخوارج والروا فض ...وغير هؤلاء من الطوائف المخالفين لاصول السنة..فقد اختلف اهل السنة فى قبول حديث من هذا سبيله اذا كان معروفا بالتحرز من الكذب مشهورا بالسلامة من خوارم المروأة موصو فابالديانة والعبادة فقيل يقبل مطلقا و قيل يرد مطلقاو الثالث التفصيل بين ان يكون داعية او غير داعية فيقبل حديث غير الداعية ويرد حديث الداعية وهذاالمذهب هو الاعدل (مقدمة فتح الباری/۳۸۵)

۲۔ابوعبدالرحمن عبداللہ بن المبارک بن واضح الحنظلی المروزی من وسطی الاتباع المتوفی ۱۸۱ھ

ابن مھدیؒ	:	الائمۃ اربعۃ فذکرہ فیھم	(تھذیب التھذیب ۳۳۶/۵)
احمد بن حنبلؒ	:	حافظ	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ، ثبت	(ایضاً ۳۳۷/۵)
یحیٰ بن معینؒ	:	متثبت، ثقۃ، صحیح الحدیث	(ایضاً)
الخلیلیؒ	:	الامام المتفق علیہ، لہ من الکرامات مالا یحصی	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ، مامون، حجۃ	(ایضاً)

۳۔ابوعروۃ معمر بن راشد الازدی البصری من کبار الاتباع المتوفی ۱۵۴ھ

یحیٰ بن معینؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۲۱۹/۱۰)
عمرو بن الفلاسؒ	:	اصدق الناس	(ایضاً)
النسائیؒ	:	ثقۃ، مامون	(ایضاً)
یعقوب بن شیبہؒ	:	ثقۃ، صالح، ثبت من الزہری	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	حافظ، متقن	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)

۴۔ابوعقبۃ ھمام بن منبہ بن کامل بن شیخ الصنعانی الابناوی دون وسطی التابعین المتوفی

۱۳۲ھ

یحیٰ بن معینؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۵۹/۱۱)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
الذھبیؒ	:	صدوق	(الکاشف ۳۳۹/۲)

۵۔ابوہریرہؓ ملاحظہ فرمائیں اعتراض نمبر ۳ صفحہ ۱۴۷

یہ ہیں وہ رواۃ جنکو ''علامہ'' نے ''لعنتی'' راوی کہا ہے جبکہ ائمہ فن ان سب کی ثقاہت پر متفق

ہیں ع ناطقہ سر بگریباں ہے کہ اسے کیا کہئے؟۔

باقی یہ کہنا کہ ’’گویا قرآن نے حضرت حواء کا ذکر نہ کر کے انکی بے قصوری کا ذکر کیا ہے ’’علامہ‘‘ کی قرآن کی طرف بے توجہی کی واضح دلیل ہے ورنہ اگر وہ سورۂ اعراف کا مطالعہ کر لیتے تو ان پر یہ بات واضح ہو جاتی کہ قرآن نے انکو بھی قصوروار ٹھیرایا ہے ’’ لا تقربا ھذہ الشجرۃ فتکونا من الظلمین‘‘ کی نہی دونوں کیطرف متوجہ ہے۔اور ’’ ناداھما ربھما الم انھکما‘‘ کا عتاب بھی دونوں کیطرف متوجہ ہے اور ’’ قالا ربنا ظلمنا انفسنا‘‘ میں اعتراف گناہ وتوبہ کی نسبت بھی دونوں کیطرف ہے دیکھئے سورۃ الاعراف آیات ۱۹ تا ۲۵۔ پھر بے قصوری کا ذکر کیسا؟

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اور آخر میں یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ یہی روایت صحیح مسلم اور مسند احمد وغیرہ میں بھی موجود ہے۔ دیکھئے

صحیح مسلم: الرضاع، باب لولا حواء لم تخن انثی زوجھا الدھر (۲۶۷۳، ۲۶۷۴)

مسند احمد: باقی مسند المکثرین، مسند ابی ہریرۃؓ (۷۶۸۹، ۷۸۲۳، ۸۲۳۶)

کیا اب بھی چتروڑی صاحب جرأت انکار کر سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

﴿اعتراض نمبر ۶﴾

﴿۶﴾ **قرآن مقدس** قرآن پاک میں ہے کہ حضرت خلیل اللہ نے اپنی زندگی میں باپ کے گھر سے ہجرت کیوقت باپ سے وعدہ کیا تھا کہ میں تیرے لیے دعا کروں گا چنانچہ انہوں نے دعا فرمائی بعد میں جب انکو واضح ہو گیا کہ وہ کفر پر مرا ہے،، فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ،، تو آپ نے دعا کرنے سے برائت فرمائی اور معاملہ دعا والا ختم کر دیا اور پہلے وعدہ کیمطابق دعا ان الفاظ کیساتھ فرمائی تھی ،، وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ،، اور اللہ نے بھی تصدیق کر دی کہ ابراہیم نے وعدے کے مطابق دعا تو کر دی لیکن جب انکو اس کے کفر پر پختہ رہنے کا علم ہوا تو پھر دعا کرنے سے بری ہو گئے جبکہ اسکے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے،، مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ، (توبہ نمبر ۱۱۴) **بخاری محدث** مگر برا ہو لعنتی راویوں کا جو قرآن پاک کی تحلیل اس رنگ میں کرنا چاہتے تھے کہ قرآن پاک ایک فرسودہ کتاب شمار ہونے لگے امام بخاری کو بھی بکثیر روایت کی دھن میں یہ ہی باور کرایا گیا کہ واقعی اللہ نے ابراہیم سے وعدہ کیا تھا کہ میں تجھے شرمسار نہ کروں گا اسلئے دن قیامت کے خلیل اللہ فرمائیں گے یا اللہ،، انک وعدتنی ولا تخزنی یوم یبعثون فای خزی اخزی من ابی،، الخ بخاری ۳۳۷۴ کتاب الانبیاء اے رب تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ زندہ کرنے کے دن میں تجھ کو ذلیل نہ کروں گا چنانچہ اس سے بڑی ذلت اور کیا ہوگی

کہ میرا باپ جہنم میں چلا جائے (لا حول ولا قوۃ الا باللہ) قرآن میں عدم بصیرت کیوجہ سے ابراہیمؑ کی دعا کو امام بخاری نے اللہ کا وعدہ بنا دیا حالانکہ قرآن میں کتنا صاف لکھا ہوا ہے کہ خلیل اللہ نے دنیا ہی میں اپنے باپ سے برائت کا اعلان کر دیا تھا تو قیامت میں کیسے کہہ سکتے تھے...(قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۲۳۔۲۴)

﴿الجواب﴾

اعتراض میں مذکور حدیث اور اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث: حدثنا اسماعيل بن عبدالله قال اخبرنی اخی عبدالحميد عن ابن ابی ذئب عن سعيد المقبری عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال يلقی ابراهيم اباه اٰزر يوم القيمة وعلی وجه اٰزر قترة وغبرة فيقول له ابراهيم: الم اقل لك لا تعصنی فيقول ابوه: فاليوم لااعصيك فيقول ابراهيم: يا رب انك وعدتنی ان لاتخزينی يوم يبعثون فای خزی اخزی من ابی الا بعد؟ فيقول الله تعالیٰ: انی حرمت الجنة علی الكافرين ثم يقال: يا ابراهيم! انظر ماتحت رجليك فينظر فاذاهو بذيخ ملتطخ فيؤخذ بقوائمه فيلقی فی النار (صحیح بخاری: احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ: واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا (۳۱۰۱)، تفسیر القرآن، باب لاتخزنی یوم یبعثون ( ))

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن ابراہیمؑ اپنے والد آزر سے اس حال میں ملیں گے کہ آزر کے چہرے پر غبار اور سیاہی چھائی ہوئی ہوگی۔ تو اسکو ابراہیمؑ کہیں گے کہ کیا میں نے تجھے کہا نہ تھا کہ میری نافرمانی نہ کر؟ تو انکا والد کہے گا پس اب میں آپکی نافرمانی نہیں کرونگا تو ابراہیمؑ عرض کرینگے اے میرے پروردگار تو نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ تو مجھے رسوا نہیں کریگا تو میرے رحمت سے دور باپ سے بڑھکر میری کیا رسوائی ہوگی؟ (کہ اسکو جہنم میں ڈالا جارہا ہے) تو اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ میں نے کافروں پر جنت حرام کردی ہے پھر کہا جائیگا اے ابراہیم! اپنے پاؤں میں دیکھو، وہ دیکھیں گے تو انہیں مٹی میں لتھڑا ہوا ایک بجو نظر آئیگا جس کی ٹانگوں سے پکڑ کر اسکو جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔

یعنی حضرت ابراہیمؑ کے مشرک والد آزر کو بجو کی شکل میں مسخ کر کے جہنم میں ڈالا جائیگا۔

یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ ابراہیمؑ تو اپنے والد کو جہنم سے بچانا چاہتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے نہ صرف یہ کہ ابراہیمؑ کی خواہش کے برعکس اسکو جہنم میں ڈالا بلکہ مزید اسکو بجو کی شکل میں مسخ بھی کر دیا۔

تو اس اشکال کا جواب علامہ کرمانیؒ نے دیا ہے کہ اگر آزر کو جہنم میں اپنی اصلی شکل پر ڈالا جاتا تو یہ ابراہیمؑ کیلئے باعث تکلیف و رسوائی ہوتا کہ باپ جہنم میں جارہا ہے جبکہ اللہ نے ان سے یہ وعدہ کر رکھا تھا کہ انکو قیامت کی رسوائی سے محفوظ رکھا جائیگا، اور اگر انکی وجہ سے اسکو جنت میں داخل کر دیا جاتا تو اللہ کی یہ وعید ٹوٹ جاتی '' انہ من یشرك باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنة و ماواہ النار '' (المائدہ/۷۲) تو اللہ تعالیٰ نے اسکی شکل تبدیل کر کے اپنے وعدے اور وعید دونوں پر عمل کر لیا۔

حل اشکال: اب چترو ڑی صاحب کے اشکال کیطرف آتے ہیں انکی جانب سے امام بخاریؒ پر وارد کئے جانیوالے اعتراضات میں سے یہ پہلا اعتراض ہے جس کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ معقول اعتراض ہے لیکن بہرحال ایسا ہرگز نہیں کہ جس کی وجہ سے امام بخاریؒ اور روایت کے رواۃ کے بارے میں گھٹیا زبان استعمال کی جائے۔ یہی اعتراض ان سے پہلے کئی اہل علم بھی کر چکے ہیں لیکن انہوں نے ادب کے دائرے میں رہ کر بات کی ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے انکا اعتراض بھی نقل کیا ہے اور جواب بھی دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"قد استشکل الاسماعیلی ھذا الحدیث من اصلہ وطعن فی صحتہ فقال بعد ان اخرجہ ھذا خبر فی صحتہ نظر من جھة ان ابراھیم علیہ السلام علم ان اللہ لا یخلف المیعاد فکیف یجعل ماصار لابیہ خزیا مع علمہ بذالك؟ و قال غیرہ: ھذا الحدیث مخالف لظاھر قولہ تعالیٰ: وما کان استغفار ابراھیم لا بیہ الا عن موعدة وعدھا ایاہ فلما تبین لہ انہ عدو للہ تبرأ منہ" (فتح الباری: کتاب التفسیر، باب ولا تخزنی یوم یبعثون) کہ اسماعیلی نے اس حدیث کی اصل پر اشکال کیا ہے اور اسکی صحت میں طعن کیا ہے چنانچہ اسکی تخریج کے بعد کہا کہ اس حدیث کی صحت میں نظر ہے اس وجہ سے کہ ابراہیم علیہ السلام جانتے

تھے کہ اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا تو وہ اپنے والد کے انجام کو رسوائی کیسے ٹھہرا سکتے تھے؟ اور بعض دیگر نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس فرمان خداوندی کے ظاہر کے خلاف ہے کہ ''ابراہیم کا اپنے والد کیلئے استغفار کرنا ایک وعدے کیوجہ سے تھا جو انہوں نے اس سے کرلیا تھا پھر جب ان پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ یہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے''

پھر اسکا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

والجواب عن ذالك ان اهل التفسير اختلفوا فی الوقت الذی تبرأفيه ابراهيم من ابيه (فتح الباری ایضاً) کہ اسکا جواب یہ ہے کہ اصل میں اس وقت کے بارے اہل تفسیر میں اختلاف ہے کہ وہ کونسا وقت ہے جس میں ابراہیمؑ نے اپنے باپ سے بیزاری اختیار کی۔ پھر اس بارے مفسرین کے دو قول نقل کئے جنکو امام طبریؒ نے اسی آیت کے تحت اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے۔ وہ دو قول یہ ہیں۔

ا۔ یہ بیزاری موت کے وقت تھی جب اسکا کفر پر مرنا واضح ہو گیا۔

۲۔ یہ بیزاری میدان محشر میں ہوگی جب اسکو بجو بنا کر جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔

اب اگر دوسری تفسیر کو صحیح سمجھیں پھر تو کوئی اشکال نہیں بلکہ وہ اس حدیث کے عین مطابق ہے سوائے اسکے کہ آیت میں ''تبین'' اور ''تبرأ'' ماضی کے صیغے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیزاری دنیا میں تھی لیکن اسکا جواب دیا جا سکتا ہے کہ تحقق وقوع پر دلالت کرنے کیلئے مستقبل کو بصورت ماضی بیان کیا گیا ہے اور قرآن مجید میں اسکی مثالیں بکثرت ہیں مثلاً **وفتحت السماء فكانت ابوابا O وسيرت الجبال فكانت سرابا O** (النبأ/۱۹،۲۰)

اور اگر پہلی تفسیر کو صحیح سمجھیں جیسا کہ مفسرین کے نزدیک راجح یہی ہے تو پھر یہ اشکال ضرور متوجہ ہو سکتا ہے اور یہ حدیث بظاہر آیت کے معارض ٹھیرتی ہے تو اسکا جواب علامہ ابن حجرؒ نے یہ دیا ہے

" **ويمكن الجمع بين القولين بانه لمامات مشركا فترك الاستغفارله لكن لما رأه يوم القيمة ادركته الرأفة والرقة فسال فيه فلما رأه مسخ يئس منه حينئذ فتبرأمنه**

تبـرأ ابـديـا ''(فتح الباری: التفسیر، باب ولاتخزنی یوم یبعثون) کہ ان دونوں (آیت وروایت) میں تطبیق بایں طور ممکن ہے کہ جب شرک پر اسکی موت آئی تو اس سے بیزار ہو کر استغفار ترک کر دی لیکن جب اسکو قیامت کے دن دیکھیں گے تو اسپر ترس آجائے گا تو اسکے بارے میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرینگے پھر اسکو مسخ شدہ دیکھیں گے تو ناامید ہو کر اس سے ہمیشہ کیلئے بیزار ہو جائینگے۔

کیا نبی کافرومشرک کیلئے سفارش کرسکتا ہے؟: اب سوال یہ ہے کہ کیا ایک نبی کیلئے یہ ممکن ہے کہ وہ آخرت میں کافرومشرک پر ترس کھائے؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ احتمال اب بھی موجود تھا کہ شاید وہ معجزات وغیرہ کو دیکھ کر اپنے دل میں ایمان لے آیا ہو لیکن مادی فوائد کیوجہ سے بظاہر کفر کو ظاہر کئے رکھا ہو کیونکہ وہ بادشاہ وقت نمرود کا بہت قریبی خادم تھا اور اس سے بہت زیادہ دنیوی فوائد حاصل کرتا تھا۔

"قیل: ان ابراهیم لم یتیقن بموته علی الکفر لجواز ان یکون اٰمن فی نفسه و لـم یطـلع ابراهیم علی ذالك وتکون تبرئته فیه حینئذ بعد الحال التی وقعت فی هذا الحدیث" (ایضاً)

نیز یہ بھی ممکن ہے کہ باوجود کفر کے جاننے کے یہ سفارش کی ہو کیونکہ حضرت ابراہیم اور عیسی علی نبینا وعلیہما السلام انبیاء علیہم السلام میں انتہائی رحم دل اور رقیق القلب سمجھے جاتے ہیں حضرت عیسیٰؑ کے متعلق قرآن مجید میں مذکور ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا کہ کیا تم نے اپنی امت کو یہ کہا تھا کہ وہ تمہیں اور تمہاری والدہ کو خدا بنالیں؟

تو عیسیٰؑ اسکے جواب میں مکمل براءت کا اظہار کرینگے اور اپنی صفائی پیش کرینگے، پھر مجرمین و کافرین کے بارے میں عرض کرینگے ''ان تـعـذبهم فانهم عبادك وان تغفرلهم فانك انت الـعـزیـز الحکیم ''(المائدہ/۱۱۸) کہ اگر تو انکو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں (تیرا حق بنتا ہے) اور اگر تو انکو بخش دے تو تو بڑا غالب اور حکمت والا ہے۔ یعنی ان کفار ومشرکین کی بھی لطیف انداز میں سفارش کرینگے کہ اگر تو انکو بخش دے تو تجھ سے پوچھنے والا کون ہے؟ لیکن اللہ فرمائیگا ''هـذا یـوم یـنـفـع

الصٰدقین صدقهم ''(المائدہ/۱۱۹) کہ آج سچوں کو انکی سچائی نفع دے گی۔یعنی آج سچے کو سچ اور جھوٹے کو جھوٹ کا بدلہ دیا جائیگا اس طرح بڑے پیار سے اس لطیف سفارش کو رد کر دیا جائیگا۔

اسیطرح ابراہیمؑ کا یہ قول بھی قرآن ہی میں مذکور ہے''من تبعنی فانه منی و من عصانی فانك غفور رحیم' '(ابراہیم/۳۶) کہ جس نے میری پیروی کی وہ تو ہے ہی میرا اور جس نے میری نافرمانی کی تو بیشک تو بہت بخشنے والا انتہائی مہربان ہے،یعنی اگر تو نافرمان کو بھی بخش دے تو یہ تیری شان کے عین مناسب ہے۔تو اسی رحمت کا اظہار ان سے قیامت کے دن بھی ہوگا جب وہ اپنی آنکھوں سے اپنے والد کو ناگفتہ بہ حالت میں دیکھیں گےلیکن اللہ تعالیٰ''انی حرمت الجنة علی الکافرین ''فرما کر اس مؤدبانہ سفارش کو رد کر دینگے کیونکہ کفار قیامت کے دن کسی رحمت کے حقدار نہ ہونگے۔''ان الله لا یغفران یشرك به'' کہ اللہ تعالیٰ مشرک کی بالکل بخشش نہیں فرمائیگا۔

میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ یہ حدیث مبارکہ آیت مبارکہ''فما تنفعهم شفاعة الشافعین ''(المدثر/۴۸) کی بہترین تفسیر ہے کہ کفار کو کسی سفارش کرنے والے کی سفارش نفع نہیں دے گی کہ وہ سفارش کیوجہ سے جہنم سے بچ جائے کیونکہ جب ابراہیمؑ جیسے اللہ کے خلیل کی سفارش انکے اپنے والد کے حق میں قبول نہیں کی جائیگی تو باقیوں کی سفارش کا تو سوچنا ہی کیا؟

اسلئے بجائے اسکو قرآن کے معارض سمجھنے کے قرآن کی تفسیر سمجھا جائے تو بہتر ہوگا۔یہی وجہ ہے کہ امام تفسیر طبریؒ نے''فلما تبین له انه عدو لله تبرأ منهٗ''(التوبہ/۱۱۴) کے تحت اور امام قرطبیؒ اور ابن کثیرؒ نے''ولا تخزنی یوم یبعثون ''(الشعراء/۸۷) کے تحت اس روایت کو ذکر کیا ہے اور اسپر کوئی اعتراض نہیں کیا۔امام ابن کثیرؒ نے اس روایت کی تخریج بخاری شریف کے علاوہ امام نسائیؒ کی ''سنن کبریٰ'' کتاب التفسیر اور ''مسند بزار'' سے بھی کی ہے اس لحاظ سے دوسرے محدثین کیطرف سے بھی اس کی تصدیق ہوگئی لہٰذا امام بخاریؒ پر اعتراض کرنا اب چترالی صاحب کے اپنے اصول پر بھی بے جا ہوگا۔

حل اشکال کیلئے امید ہے اتنی بات کافی ہوگی۔اب روایت کے رواۃ کو دیکھتے ہیں جنکو'' علامہ'' نے

’’لعنتی راویوں‘‘ کالقب دیا ہے۔

رواۃ حدیث: اسماعیل بن عبداللہ، عبدالحمید، ابن ابی ذئب، سعید المقبری، حضرت ابوہریرہؓ

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

۱۔ابوعبداللہ اسماعیل بن عبداللہ بن عبداللہ بن اویس الاصبحی المدنی من کبار تبع الاتباع

المتوفی ۲۲۶ھ۔

احمد بن حنبلؒ	:	لاباس بہ	(تہذیب التہذیب ۲۷۱/۱)
یحییٰ بن معینؒ	:	ضعیف	(ایضاً)
النسائیؒ	:	ضعیف، لیس بثقۃ	(ایضاً)
ابوحاتم الرازیؒ	:	مغفل، محلہ الصدق	(ایضاً)

۲۔ابوبکر عبدالحمید بن عبداللہ بن عبداللہ بن اویس الاصبحی المدنی من صغری الاتباع المتوفی

۲۰۲ھ

یحییٰ بن معینؒ	:	ثقۃ	(تہذیب التہذیب ۱۰۷/۶)
ابن حبانؒ	:	وثقہ	(ایضاً)
الدارقطنیؒ	:	حجۃ	(ایضاً)
النسائیؒ	:	ضعیف	(ایضاً)

۳۔ابوالحارث محمد بن عبدالرحمن بن المغیرۃ بن الحارث بن ابی ذئب القرشی العامری

المدنی من کبار الاتباع المتوفی ۱۵۸ھ۔

احمد بن حنبلؒ	:	ثقۃ، صدوق	(تہذیب التہذیب ۲۷۱/۹)
یحییٰ بن معینؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
النسائیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
یعقوب بن شیبہؒ	:	ثقۃ، صدوق	(ایضاً)

ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً ۲۷۲/۹)
الخلالؒ	:	ثقة	(ایضاً)

۴۔ابوسعد سعید بن ابی سعید کیسان المقبری المدنی من وسطی التابعین المتوفی ۱۲۳ھ۔

احمد بن حنبلؒ	:	لیس بہ باس	(تھذیب التھذیب ۴/۳۴)
علی بن المدینیؒ	:	ثقة	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقة	(ایضاً)
ابوزرعة الرازیؒ	:	ثقة	(ایضاً)
النسائیؒ	:	ثقة	(ایضاً)
ابوحاتم الرازیؒ	:	صدوق	(ایضاً)

۵۔حضرت ابوہریرہؓ ملاحظہ فرمائیں اعتراض نمبر ۳ صفحہ نمبر ۱۶۵

راوی حدیث اسماعیل بن عبداللہ کے بارے میں تحقیق: اس روایت کے پہلے راوی اسماعیل بن عبداللہ کو تقریباً ضعیف کہا گیا ہے لیکن واضح رہے کہ کسی روای کا ضعیف ہونا اسکو لعنتی نہیں بناتا اور انکے علاوہ باقی تمام راوی ثقہ ہیں تو'' علامہ'' نے انکو لعنتی کہہ کر حد سے تجاوز کیا ہے۔ **ولاتعتدوا ان الله لا یحب المعتدین.**

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام نسائیؒ کا راوی مذکور اسماعیل بن عبداللہ کو''لیس بثقة'' کہنا شاید انکے دور جوانی کے بعض کاموں کیوجہ سے ہے جبکہ بعد میں ان میں نیکی اور صالحیت پیدا ہوگئی تھی اور امام بخاریؒ و مسلمؒ کے بارے میں یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے راوی مذکور سے صحیح کے علاوہ کوئی حدیث لی ہو **ولعل هذا كان من اسماعيل في شبيبته ثم انصلح واما الشيخان فلايظن بهما انهما اخرجا عنه الا الصحيح من حديثه الخ** (تھذیب التھذیب ۱/۲۷۲)

نیز لکھتے ہیں کہ مناقب بخاری میں سند صحیح کے ساتھ ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ راوی مذکور نے اپنا حدیث کا رجسٹر امام بخاریؒ کے سامنے رکھا اور کہا کہ آپ اسکی چھانٹی کریں اور صحیح احادیث پر

نشان لگادیں تا کہ میں آئندہ انہی کو بیان کروں اور باقی کو چھوڑ دوں۔اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ امام بخاریؒ نے انکی جس حدیث کو اپنی صحیح میں درج کیا وہ انکی صحیح احادیث میں سے ہے۔

روینا فی مناقب البخاری بسند صحیح ان اسماعیل اخرج له اصوله واذن له ان ینتقی منها وان یعلم له علی مایحدث به لیحدث به ویعرض عما سواه وهو مشعر بان ما اخرجه البخاری عنه هو من صحیح حدیثه (مقدمہ فتح الباری/۳۹۱)

''علامہ'' مزید فرماتے ہیں'' قرآن میں عدم بصیرت کیوجہ سے ابراہیمؑ کی دعا کو امام بخاری نے اللہ کا وعدہ بنا دیا''

میں کہتا ہوں امام بخاریؒ نے اسکو وعدہ نہیں قرار دیا بلکہ حضرت ابراہیمؑ نے اسکو وعدہ قرار دیا ہے کیونکہ انہوں نے اللہ کے سامنے یہ عرض کیا کہ'' **انك وعدتنی ان لا تخزینی** '' کہ تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تو مجھے رسوانہیں کریگا۔یقیناً اللہ تعالیٰ نے'' **لاتخزنی یوم یبعثون** '' کی دعا کے بعد ابراہیمؑ سے وعدہ کیا ہوگا۔تب ہی ابراہیمؑ نے اسکا ذکر کیا۔اور نبی اور خدا کے درمیان براہ راست رابطہ ہوتا ہے تو اس وعدے پر اشکال کیونکر ہے؟

کیا آپکو اللہ تعالی نے یا جبریلؑ نے بتلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ابراہیمؑ سے کوئی وعدہ نہ تھا؟ اگر ایسا ہے تو پھر آپکا یہ اعتراض تسلیم کیا جاسکتا ہے اور اگر ایسا نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر آپکے اعتراض کی کیا حیثیت و وقعت ہے؟

مزید فرماتے ہیں'' قرآن میں کتنا صاف لکھا ہوا ہے کہ خلیل اللہ نے دنیا ہی میں اپنے باپ سے برائت کا اعلان کر دیا تھا''

میں پوچھتا ہوں کیا اس آیت میں کہیں صراحۃً دنیا کا ذکر ہے؟ سوائے اسکے کہ ''تبرأ'' ماضی کا صیغہ ہے لیکن اسمیں مستقبل کا احتمال ہم پیچھے ذکر کر چکے ہیں اور اسکے مطابق مفسرین نے کئی روایات بھی نقل کی ہیں تو کیا اب بھی کہا جاسکتا ہے کہ'' قرآن میں کتنا صاف لکھا ہوا ہے کہ خلیل اللہ نے دنیا ہی میں اپنے باپ سے برائت کا اعلان کر دیا تھا''؟ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

﴾اعتراض نمبر ۷﴿

﴿۷﴾ **قرآن مقدس** قرآن مقدس میں صاف لکھا ہوا ہے کہ آپ ﷺ جب ابو طالب کو باصرار دعوت ایمان دیکر اسکے ایمان سے مایوس ہوکر واپس لوٹے تو اللہ نے صاف فرمادیا، اِنَّکَ لَا تَهْدِی مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِی مَنْ یَشَآءُ،، اور پھر آئندہ کیلئے پیش بندی کے طور پر اللہ نے رسول اللہ ﷺ اور مومنین کو سختی سے منع فرمادیا کہ، مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْ کَانُوْا اُولِیْ قُرْبٰی مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحَابُ الْجَحِیْمِ،، کہ نہ میرے نبی کو لائق ہے اور نہ ہی مومنوں کو کہ وہ اپنے قریبی رشتہ داروں کیلئے جبکہ وہ قطعی جہنمی ہوں ان کیلئے کوئی سفارشی استغفار کریں اللہ کا رسول ﷺ خود بھی ابو طالب کے ایمان سے مایوس ہوگیا اور اللہ نے بھی آئندہ کیلئے اس کیلئے شفاعت واستغفار سے منع کردیا چنانچہ آپ ﷺ نے آیت آنے کے بعد کسی بھی مشرک کیلئے قطعاً کوئی سفارش یا استغفار نہیں فرمائی..... **بخاری محدث** لیکن اللہ معاف کردے تو بڑی بات ہے ورنہ بعض راویوں نے امام بخاری کو یوں اعتماد میں لے لیا تھا کہ آپ نے شاید کبھی قرآنی بصیرت کا خیال تک نہیں فرمایا اور وہ یوں کہ بخاری کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا،، لعله تنفعه شفاعتی یوم القیامة ، امید ہے کہ قیامت کے دن میری شفاعت سے اسکو نفع ہو،، فیجعل فی ضحضاح من النار یبلغ کعبیه یغلی منه دماغه،، پس کردیا جائیگا وہ ابو طالب آگ کے پایاب چشمے میں اسکی آگ ٹخنوں تک پہنچ جائیگی اسکی وجہ سے اسکا دماغ کھولے گا.. (بخاری ۵۴۸ کتاب المناقب) جب اللہ نے دنیا ہی میں قریبی رشتہ دار کافروں کیلئے سفارش سے منع فرمادیا تھا تو پھر قیامت کے دن آپ ﷺ نعوذ باللہ اللہ کریم سے باغیانہ سفارش کرینگے.....،، لاحول ولا قوة،، (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۲۴ـ۲۶)

﴾الجواب﴿

اعتراض میں مذکور روایت اور اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

روایت: حدثنا عبدالله بن یوسف، حدثنا اللیث، حدثنا ابن الهاد عن عبدالله بن خباب عن ابی سعید الخدریؓ انه سمع النبی ﷺ و ذکر عنده عمه فقال: لعله تنفعه شفاعتی یوم القیمة فیجعل فی ضحضاح من النار یبلغ کعبیه یغلی منه دماغه (بخاری شریف: المناقب، باب قصة ابی طالب (۳۵۹۶) والرقاق، باب صفة الجنة و النار (۶۰۷۹)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے سامنے آپ ﷺ کے چچا (ابو طالب) کا ذکر چلا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ شاید قیامت کے دن میری شفاعت انکو نفع دے

جسکے نتیجے میں انکو جہنم کے معمولی آگ والے حصہ میں رکھا جائیگا جو صرف انکے ٹخنوں تک پہنچے گی اس سے انکا دماغ کھولنے لگے گا۔

آپنے حدیث مبارک اور اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمایا اب ''علامہ'' کے اشکال کیطرف آتے ہیں۔

آیت ماکان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین کی تفسیر:

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر ''علامہ'' کوقرآن اور حدیث میں تعارض دکھانا تھا تو اس حدیث کو آیت ''فما تنفعهم شفاعة الشافعين'' (المدثر/۴۸) کے معارض ظاہر کرتے کہ ایک ظاہر بین اسکو بہت جلد معارض سمجھ لیتا لیکن چونکہ ''علامہ'' کو قرآن کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے اس لئے اس آیت کیطرف کوئی دھیان نہیں گیا اور قرآن وحدیث میں تعارض دکھانے کا شوق پورا کرنے کیلئے کھینچاتانی سے ''ما كان للنبی'' الخ سے تعارض کرادیا حالانکہ اس آیت اور حدیث مطعونہ میں بظاہر بھی کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ آیت میں استغفار سے منع کیا گیا ہے اور استغفار کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔۱۔دعائے مغفرت ۲۔نماز جنازہ۔اور دونوں صورتوں میں کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا۔

اگر اس سے مراد نماز جنازہ ہو جیسا کہ امام طبریؒ نے نقل کیا ہے ''تاول آخرون الاستغفار فی هذا الموضع بمعنی الصلوة'' (تفسیر طبری: التوبہ/۱۱۳) تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ نبی ﷺ اور مومنین کیلئے شایان شان نہیں ہے کہ وہ مشرکین کی نماز جنازہ پڑھیں، اور آپ ﷺ نے بھی ابوطالب کا جنازہ نہیں پڑھا۔ باقی رہی شفاعت تو اس سے منع ہی نہیں کیا گیا تو اگر آپ ﷺ نے شفاعت کردی تو اسپر اعتراض کیسا؟ خلاصہ یہ کہ آیت میں جس چیز (نماز جنازہ) سے منع کیا گیا ہے آپ ﷺ نے اسکا ارتکاب نہیں کیا اور حدیث پاک میں آپ ﷺ کی جس شفاعت کا ذکر ہے آیت میں اس سے منع نہیں کیا گیا لہٰذا ان میں کوئی تعارض نہیں۔

اور اگر اس سے مراد دعائے مغفرت ہو جیسا کہ راجح یہی ہے تو پھر بھی آیت وحدیث میں

کوئی تعارض نہیں کیونکہ اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ نبی ﷺ اور مومنین کیلئے شایان شان نہیں کہ وہ مشرکین کیلئے دعائے مغفرت کریں اور مغفرت کا مطلب ہے بخشش۔یعنی مشرکین کی بخشش کی دعا منع ہے اور حدیث شریف میں جس شفاعت کا ذکر ہے وہ تخفیف عذاب کی شفاعت ہے نہ کہ مغفرت اور بخشش کی۔جیسا کہ علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں'' وهذه شفاعة فى تخفيف العذاب لافى الخروج من النار على مابيناه فى كتاب التذكرة'' (تفسیر قرطبی:التوبہ/۱۱۳)

اب بھی خلاصہ یہی نکلا کہ آیت مبارکہ میں جس چیز (دعائے مغفرت) سے منع کیا گیا ہے آپ ﷺ نے اسکا ارتکاب نہیں کیا اور حدیث پاک میں جس شفاعت (شفاعت تخفیف عذاب) کا ذکر ہے آیت مبارکہ میں اس سے منع نہیں کیا گیا لہٰذا آیت وحدیث میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

کیا کفار کیلئے سفارش جائز و نافع ہے؟: اب سوال یہ ہے کہ کیا کفار و مشرکین کیلئے کسی قسم کی شفاعت جائز ہے؟ اور کیا کسی سفارش کرنے والے کی سفارش کفار کو نفع پہنچا سکتی ہے؟ جبکہ قرآن مجید میں ہے''فما تنفعهم شفاعة الشافعين'' (المدثر/۴۸) کہ کفار کو سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہیں دے گی۔

تو اسکا جواب یہ ہے کہ شفاعت کی دو صورتیں ہیں

۱۔تخفیف عذاب کی شفاعت۔ ۲۔عذاب سے مکمل نجات کی شفاعت۔

پہلی قسم کی شفاعت یعنی تخفیف عذاب کی شفاعت کفار کیلئے جائز ہے اور انکو نافع بھی ہے۔متکلمین ومحدثین نے شفاعت کی آٹھ قسمیں ذکر کی ہیں جن میں سے چھٹی قسم یہی ذکر کی ہے ''النوع السادس: الشفاعة فى تخفيف العذاب عمن يستحقه كشفاعته فى عمه ابى طالب ان يخفف عنه عذابه'' (شرح العقیدۃ الطحاویۃ) وشفاعة سادسة لعمه ابى طالب فى التخفيف عنه كما رواه مسلم عن ابى سعيد الخدریؓ (التذکرۃ للقرطبی/۲۲۰) نیز شفاعت کی پہلی قسم شفاعت کبریٰ ہے اس سے بھی کفار کو محشر کی سختی سے نجات ملے گی۔

دوسری قسم کی شفاعت یعنی عذاب سے مکمل نجات کی شفاعت کفار کیلئے جائز بھی نہیں اور انکو

نافع بھی نہیں آیت فما تنفعهم شفاعة الشافعين (المدثر/۴۸) میں اسی شفاعت کا ذکر ہے کہ کفار کو کسی شفاعت کرنے والے کی شفاعت یوں نفع نہیں دے گی کہ وہ اسکی شفاعت سے جہنم سے نکل کر جنت میں داخل ہو جائیں ''فالمراد شفاعة الخروج من السقر '' (النبر اس شرح شرح العقائد للعلامۃ عبدالعزیز الفرہاریؒ) فان قيل فقد قال الله تعالىٰ فما تنفعهم شفاعة الشافعين قيل لا تنفع في الخروج من النار (التذکرۃ للقرطبی/۲۲۰)

حاصل یہ کہ آیت مبارکہ ''فما تنفعهم شفاعة الشافعين'' میں جس شفاعت کے نافع ہونے کی نفی کی گئی ہے وہ جہنم سے مکمل نجات کی شفاعت ہے اور حدیث مبارک لعله تنفعه شفاعتي میں جس شفاعت کا ذکر ہے وہ تخفیف عذاب کی شفاعت ہے لہٰذا قرآن وحدیث میں کوئی تعارض نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ کسی مفسر ومحدث کو ان دونوں میں کوئی تعارض نظر نہیں آیا اور شراح حدیث میں سے کسی نے اس حدیث کو رد نہیں کیا بلکہ اس سے کئی مسائل مستنبط کئے ہیں۔ علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

وفي الحديث ...ان عذاب الكفار متفاوت (فتح الباری: المناقب، قصۃ ابی طالب) کہ اس حدیث سے کئی مسائل معلوم ہوئے جنمیں سے ایک یہ ہے کہ کفار کا عذاب متفاوت ہے یعنی کسی کو کم اور کسی کو زیادہ ہوتا ہے۔ اسکے بعد فرماتے ہیں۔

'' والنفع الذي حصل لابي طالب من خصائصه ببركة النبي ﷺ'' (ایضاً)

کہ ابو طالب کو جو تخفیف عذاب کا نفع حاصل ہوا ہے وہ انکی خصوصیت ہے جو نبی کریم ﷺ کی برکت سے انکو حاصل ہوئی۔

چتروڑی صاحب! سچ سچ بتائیں کہ آپکو حضور پاک ﷺ کی برکات سے تو چڑ نہیں ہے؟

اس اعتراض کی کچھ مزید تفصیل اعتراض نمبر ۵۳ صفحہ نمبر ۴۵۵ پر ملاحظہ فرمائیں۔

اب آیئے ان راویوں کو دیکھتے ہیں جنکو '' علامہ '' نے معاذ اللہ ''لعنتی'' کہا ہے۔

رواۃ حدیث: عبداللہ بن یوسف، لیث، ابن الھاد، عبداللہ بن خباب، ابو سعید الخدریؓ۔

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

ا۔ابومحمد عبداللہ بن یوسف التنیسی الکلاعی المروزی من کبار الاتباع التوفی ۲۱۸ھ۔

البخاریؒ	:	من اثبت الشامیین	(تھذیب التھذیب ۷۹/۶)
الجوزجانیؒ	:	الثقة المقنع	(ایضاً)
ابوحاتم الرازیؒ	:	ثقة	(ایضاً)
ابن عدیؒ	:	صدوق، لاباس بہ	(ایضاً)
ابن یونسؒ	:	ثقة، حسن الحدیث	(ایضاً)
الخلیلیؒ	:	ثقة، متفق علیہ	(ایضاً)

۲۔امام الفقہ والحدیث لیث بن سعد رحمہ اللہ، ملاحظہ فرمائیں اعتراض نمبر۴، صفحہ نمبر ۱۶۸

۳۔ابوعبداللہ یزید بن عبداللہ بن اسامۃ بن الھاد اللیثی المدنی من صغری التابعین التوفی ۱۳۹ھ

احمد بن حنبلؒ	:	لااعلم بہ بأسا	(تھذیب التھذیب ۲۹۷/۱۱)
یحییٰ بن معینؒ	:	ثقة	(ایضاً)
یعقوب بن سفیانؒ	:	ثقة	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقة	(ایضاً)
النسائیؒ	:	ثقة	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقة	(ایضاً)

۴۔عبداللہ بن خباب الانصاری النجاری المدنی من کبار التابعین۔

ابوحاتم الرازیؒ	:	ثقة	(تھذیب التھذیب ۱۷۲/۵)
النسائیؒ	:	ثقة	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً)

ابن عدیؒ : صدوق، لا باس بہ (ایضاً)

۵۔ابو سعید سعد بن مالک بن سنان بن عبید الخدری الانصاری المدنی المتوفی ۷۴ھ رضی اللہ عنہ۔ من الصحابۃ ورتبتھم اعلیٰ مراتب العدالۃ والتوثیق۔

یہ ہیں وہ راوی جنکو ائمۂ جرح وتعدیل نے ''ثقہ'' یعنی قابل اعتماد کہا ہے اور ''علامہ'' نے اپنی لاعلمی کے اندھے پن میں ''لعنتی'' کہا ہے وہ حدیث آپکو یاد ہوگی جسمیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی کسی ایسے پر لعنت بھیجے جو لعنت کا مستحق نہ ہو تو وہ لعنت خود اسی پر پلٹ آتی ہے۔

''علامہ'' نے ''علم'' کے زور پر ایسی لعنتیں اپنے نامۂ عمل میں خوب اکٹھی کر رکھی ہیں جو انکے لئے ''ذخیرۂ آخرت'' بنیں گی۔

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اور آخر میں یہ بات کہ اسی روایت کو امام مسلمؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے بھی روایت کیا ہے دیکھئے

صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب شفاعۃ النبی لابی طالب والتخفیف عنہ بسببہ (۳۱۰)

مسند احمد: باقی مسند المکثرین، مسند ابی سعید الخدریؓ (۱۰۶۳۶، ۱۱۰۴۴، ۱۱۰۹۴)

کیا اب بھی ''علامہ'' کیلئے اس روایت سے مفر ہے؟

واللہ الھادی الی سواء السبیل۔

﴿اعتراض نمبر ۸﴾

﴿۸﴾ **قرآن مقدس** قرآن پاک کی آیت، ،یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ وَکُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ حَلٰلاً طَیِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ اَنْتُمْ بِہٖ مُؤْمِنُوْنَ،، مومنوں کو رہبانیت سے روکنے کیلئے نازل ہوئی ہے یعنی دنیوی علائق سے قصداً کنارہ کش ہو کر طیبات یعنی کھانے پینے کی پاکیزہ اور لذیذ چیزوں اور صاف ستھرے اچھے کپڑے سے خود کو دور رکھ کر، آبادی سے الگ تھلگ کسی غار وغیرہ میں اللہ کی عبادت میں مصروف رہنا......طیبات سے اس جگہ کھانے پینے کی لذیذ اور پاکیزہ چیزیں مراد ہیں کیونکہ، ،کُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ حَلٰلاً طَیِّبًا،، فرمایا ہے اسی طرح دیگر آیات میں بھی طیبات سے مراد یہی چیزیں ہیں اسی طرح سورۃ اعراف کی آیات میں بھی طیبات آیا ہے یعنی کھانے پینے پہننے کی لذیذ اور پاکیزہ چیزیں مراد ہیں اور اسی لئے فرمایا، ، لا رھبانیۃ فی الاسلام،، **بخاری محدث** لیکن شومئی قسمت کہ اسناد کے چکر

میں پڑنے اور مفہوم قرآن کو مجور کرنے والے روات نے امام بخاری کو بھی ایسا الجھایا کہ نہ انکو قرآن کی تصریح سے آگاہی ہوئی نہ سیرت نبویہ کا پاس آیا نہ صحابہ کرامؓ کی پاک طینت کو سوچا یونہی آنکھ بند کم بصیرت کیساتھ انہوں نے جڑ دیا کہ یہ آیت متعہ یعنی زنا کے حلال کرنے کیلئے نازل ہوئی ہے اور صحابیؓ رسول ﷺ عبداللہ بن مسعودؓ کے متھے اتنا بڑا طومار جڑ دیا کہ انہوں نے یہ آیت پڑھی ہی اس لئے تھی کہ پتہ چل جائے کہ آیت کا نزول ہی متعہ یعنی زنا کے جواز کیلئے ہوا ہے۔ (بخاری ۲/۶۶۴ سورۃ المائدہ) ثم قرء یایها الذین آمنوالا تحرموا طیبات ما احل الله لکم (یعنی متعہ) امام بخاری نے باب بھی اسی آیت پر باندھا ہے جس کا مطلب ہے کہ امام بخاری خود بھی متعہ کے حلال ہونے کے قائل تھے۔ (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۲۶ ـ ۲۸)

الجواب

اعتراض میں مذکورروایت اوراسکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

روایت: حدثنا عمرو بن عون، حدثنا خالد عن اسماعیل عن قیس عن عبداللهؓ قال : کنا نغزو مع النبی ﷺ ولیس معنا نساء فقلنا الانختصی؟ فنهانا عن ذالك فرخص لنا بعد ذالك ان نتزوج المرأة بالثوب ثم قرأ یا ایها الذین آمنوا لا تحرموا طیبات ما احل الله لکم (بخاری شریف: التفسیر، سورۃ المائدہ باب قولہ یاایھا الذین آمنوالاتحرموا طیبات مااحل اللہ لکم، رقم ۴۲۴۹، والنکاح، باب ما یکرہ من التبتل والخصاء، رقم ۴۶۸۶)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے اور ہماری بیویاں ہمارے ساتھ نہ تھیں تو ہم نے عرض کیا کیا ہم خصی نہ ہو جائیں؟ تو آپ ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرمایا پھر اسکے بعد آپ ﷺ نے ہمیں یہ رخصت دی کہ ہم (مہر کے طور پر) کسی کپڑے کے عوض کسی عورت سے شادی کرلیں پھر عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ آیت پڑھی یا ایها الذین آمنو الاتحرموا طیبات ما احل الله لکم کہ اے ایمان والو! ان پاک چیزوں کو حرام مت قرار دو جنہیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کر دیا ہے۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں عارضی شادیوں یعنی متعہ کی اجازت دی تھی کہ اگر کسی کے پاس اور کچھ نہ ہو تو اپنا فالتو کپڑا بطور حق مہر دے کر کسی

عورت سے وقتی و عارضی شادی کر لے اور یہ متعہ اس زمانے میں جائز نکاح کی ایک شکل تھی جسکو بعد میں حرام قرار دے دیا گیا۔قال القاضی: **واتفق العلماء علی ان ھذہ المتعۃ کانت نکاحا الی اجل لا میراث فیھا، وفراقھا یحصل بانقضاء الا جل من غیر طلاق ووقع الاجماع بعد ذالك علی تحریمھا من جمیع العلماء الا الروافض** (نوویؒ شرح مسلم: النکاح، باب نکاح المتعۃ) کہ قاضی عیاضؒ نے فرمایا کہ تمام علماء کا اسپر اتفاق ہے کہ یہ متعہ ایک نکاح موقت تھا جسمیں میراث جاری نہ ہوتی تھی، اور مدت مقررہ گزر جانے کے بعد بغیر طلاق کے فرقت ہو جاتی تھی اسکے بعد سوائے روافض کے باقی تمام علماء کا اسکے حرام کئے جانے پر اجماع ہو گیا۔

اب ''علامہ'' بتلائیں کہ وہ عالم ہیں یا نہیں؟ اگر عالم ہیں تو قاضی عیاضؒ کے مطابق تمام علماء کا اسپر اتفاق ہے کہ متعہ حرمت سے پہلے ایک موقت نکاح تھا تو ''علامہ'' اسکو اس زمانے کے اعتبار سے زنا کیوں کہہ رہے ہیں؟ اور اگر عالم نہیں تو انکی بات کا وزن ہی کیا ہے؟

''علامہ'' کا بہتان: اور یہ تو سراسر بہتان ہے کہ ''امام بخاری نے آنکھ بند کر کے یہ جڑ دیا کہ یہ آیت متعہ کو حلال کرنے کیلئے نازل ہوئی'' قارئین کرام! آپ بخاری شریف اٹھا کر دیکھ لیں اسمیں یہی الفاظ ہیں جنہیں ہم جواب کے شروع میں باترجمہ نقل کر چکے ہیں۔ کیا ان سے آپ یہ سمجھتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے اسمیں یہ کہا ہے کہ یہ آیت متعہ یعنی زنا کو حلال کرنے کیلئے نازل ہوئی؟ ہرگز نہیں۔

اصل میں چتروڑی صاحب اپنی خود ساختہ باتیں دوسروں کے متھے جڑنے کے بہت عادی ہیں۔ یہاں بھی یہی کام کیا کہ یہ بات کہی تو خود لیکن ذمہ لگا دی مظلوم بخاریؒ کے۔

مزید فرماتے ہیں ''عبداللہ بن مسعودؓ کے متھے اتنا بڑا طومار جڑ دیا کہ انہوں نے یہ آیت پڑھی ہی اسلئے تھی کہ پتہ چل جائے کہ آیت کا نزول ہی متعہ یعنی زنا کیلئے ہوا ہے'' یہ بھی سراسر بہتان ہے۔ نہ امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ آیت پڑھنا اس نیت سے نقل کیا ہے اور نہ ہی عبداللہ بن مسعودؓ نے خود یہ آیت اس مقصد کیلئے پڑھی ہے بلکہ انہوں نے اس موقع پر یہ آیت اس مقصد کیلئے پڑھی

کہ متعہ بھی ''ما احل اللہ'' کے عموم میں شامل ہے لہٰذا اسکو حرام مت قرار دو۔

قارئین کرام! یہ اس وقت کی بات ہے جب ابن مسعودؓ بھی دیگر بعض صحابہؓ جیسے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور جابر بن عبداللہؓ کیطرح اسکی حرمت و منسوخیت سے بے خبر تھے اور اسکی ابتدائی حلت کو جانتے تھے تو جب دوسرے صحابہؓ نے ان سے متعہ کی حرمت کی بات کی تو انہوں نے اپنے علم کے مطابق اس حدیث کے ذریعے اسکا حلال ہونا واضح کیا کہ خود حضور ﷺ نے ہمیں اسکی اجازت دی تھی تو یہ حرام کیسے ہوگیا؟ اور پھر ''ما احل اللہ لکم'' کے عموم میں اسکو داخل کر کے ''لاتحرموا طیبات ما احل اللہ لکم'' کے ذریعے اسکو حرام قرار دینے سے منع فرمایا اسکے بعد ان پر اسکی حرمت واضح ہوگئی تو اسکی اباحت وحلت سے رجوع کرلیا۔

وظاہر استشہاد ابن مسعودؓ بھذہ الآیۃ ھنا یشعر بانہ کان یری بجواز المتعۃ فقال القرطبیؒ: لعلہ لم یکن حینئذ بلغہ الناسخ ثم بلغہ فرجع بعد (فتح الباری: النکاح، باب ما یکرہ من التبتل والخصاء)

لاتحرموا طیبات ما احل اللہ لکم کی تفسیر:

اور یہ کہنا کہ ''طیبات سے اس جگہ کھانے پینے کی لذیذ اور پاکیزہ چیزیں مراد ہیں کیونکہ کلوا مما رزقکم اللہ حلالاً طیبا فرمایا ہے'' یہ ''شیخ التفسیر'' کی اس آیت کی تفسیر وشان نزول سے لاعلمی کی دلیل ہے۔ ورنہ مفسرین تو یہ لکھ رہے ہیں کہ چند صحابہ کرامؓ نے جن میں حضرات ابوبکرؓ، علیؓ، عبداللہ بن مسعودؓ اور عبداللہ بن عمرؓ بھی تھے یہ طے کرلیا کہ وہ ہمیشہ روزہ رکھا کرینگے اور ساری رات عبادت کیا کرینگے اور عورتوں کے بالکل قریب نہ جائینگے اور گوشت نہ کھائیں گے اور بستروں پر نہ سوئیں گے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ''یا ایھا الذین اٰمنوا لاتحرموا طیبات ما احل اللہ لکم'' (المائدہ/۸۷) کہ اے ایمان والو! اللہ نے جو پاکیزہ چیزیں تمہارے لئے حلال کی ہیں انہیں اپنے اوپر حرام مت کرو۔

ونزل لمّا ھم قوم من الصحابۃ ان یلازموا الصوم و القیام ولا یقربوا النساء والطیب ولا یاکلوا اللحم ولا ینا موا علی الفراش یا ایھا الذین اٰمنوا لا

تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم (تفسیر جلالین: سورۃ المائدہ/۸۷)

اس سے معلوم ہوا کہ طیبات سے مراد تمام پاک اور حلال چیزیں ہیں جن میں عورتیں بھی شامل ہیں تو یہ کہنا کہ اس سے صرف کھانے پینے کی لذیذ چیزیں مراد ہیں بالکل غلط ہے نہ آیت کا ترجمہ اسکی اجازت دیتا ہے نہ شانِ نزول۔

اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ''علامہ'' کو متھے جڑنے کا مفہوم بھی بتایا جائے کیونکہ وہ اس لفظ کا بہت غلط استعمال کرتے ہیں۔

متھے جڑنا یہ ہوتا ہے کہ کوئی آدمی بے سروپا بات بغیر کسی سند کے کسی کے ذمہ لگا دے جیسے چتروڑی صاحب بے سروپا باتیں امام بخاریؒ یا دیگر محدثین کے ذمہ لگایا کرتے ہیں لیکن امام بخاریؒ نے اس طرح عبداللہ بن مسعودؓ کے متھے کوئی بات نہیں لگائی کیونکہ انہوں نے سند متصل کیساتھ یہ بات ان سے نقل کی ہے اور اس نقل کے تمام رواۃ ثقہ ہیں جیسا کہ آپ ابھی دیکھیں گے جسکا مطلب یہ ہے کہ انکے متھے نہیں لگایا گیا بلکہ انکا قول نقل کیا گیا ہے اور یہ طومار نہیں بلکہ حقیقی واقعہ ہے۔

امام بخاریؒ پر جواز متعہ کا جھوٹا الزام: مزید فرماتے ہیں کہ ''امام بخاری نے باب بھی اسی آیت پر باندھا ہے جسکا مطلب ہے امام بخاری خود بھی متعہ کے حلال ہونے کے قائل تھے''

یہ امام بخاریؒ پر ایک جھوٹا الزام لگانے کیلئے کھینچا تانی کی بدترین مثال ہے ورنہ انہوں نے تو اپنا مذہب صحیح البخاری کی کتاب النکاح میں بالکل واضح کر دیا ہے وہاں ایک مستقل باب باندھا ہے ''باب نهی رسول اللہ ﷺ عن نکاح المتعة آخرا'' اور اسمیں مختلف روایات نقل کرنے کے بعد اپنا مذہب یوں بیان کرتے ہیں " قال ابو عبداللہ: وبینه علی عن النبی ﷺ انه منسوخ"(صحیح بخاری: النکاح، باب نهی رسول اللہ عن نکاح المتعة آخرا) کہ ابوعبداللہ (یعنی امام بخاری) عرض کرتا ہے کہ علیؓ نے نبی ﷺ سے نقل کیا ہے کہ متعہ منسوخ کر دیا گیا ہے۔

کیا اتنی تصریح کے بعد بھی کوئی ابہام یا اشتباہ باقی رہ جاتا ہے؟ سچ ہے تعصب انسان کو اندھا

کر دیتا ہے کتنی حیرت کی بات ہے کہ جہاں امام بخاریؒ نے اتنی صراحت کے ساتھ اپنا مذہب نقل کیا ہے وہاں ''علامہ'' کو کچھ نظر نہیں آیا اور جہاں سے کچھ ظاہر نہیں ہو رہا وہاں سے بتکلف ایسا مطلب کشید کیا جا رہا ہے جس سے امام بخاریؒ پر الزام لگا کر انکے اجلے دامن کو داغ دار کیا جا سکے۔ **فسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون**

''علامہ'' کی اسناد سے چڑ: اور چتروڑی صاحب کی اسناد سے چڑ ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں ''لیکن شومئی قسمت کہ اسناد کے چکر میں'' الخ یہ ایک حقیقت ہے کہ بے سند و بے بنیاد لوگوں کو سند و بنیاد سے ہمیشہ چڑ ہوتی ہے کیونکہ یہی سند ہی انکے راستے کا پتھر ہوتا ہے اسلئے وہ ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ یہی حال کچھ ''علامہ'' کا بھی ہے کہ بے سند و بے بنیاد باتیں کرنا چونکہ انکی عادت بن گئی ہے اسلئے سند سے انکو چڑ ہو گئی ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کے ممتاز شاگرد امام عبداللہ بن مبارکؒ کا یہ فرمان متلاشیان ہدایت کی آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہوگا۔ وہ فرماتے ہیں۔

"الاسناد من الدین ولولا الاسناد لقال من شاء ماشاء" (مقدمہ مسلم) کہ اسناد دین کا حصہ ہے اگر سند نہ مانگی جاتی تو جس کے دل میں جو آتا وہ اسی کو دین کہہ دیتا۔ امید ہے اتنی بات کفایت کریگی۔

اب آیئے ان رواۃ کو دیکھتے ہیں جنکو چتروڑی صاحب نے مفہوم قرآن کو مجبور کرنے والے، اسناد کے چکر میں پڑنے والے اور امام بخاری کو الجھانے والے قرار دیا ہے۔

رواۃ: عمرو بن عون، خالد، اسماعیل، قیس، عبداللہ بن مسعودؓ۔

مختصر تعارف، جرح و تعدیل

۱۔ ابو عثمان عمرو بن عون بن اوس بن الجعد الواسطی البزار من کبار تبع الاتباع المتوفی ۲۲۵ھ۔

ابو زرعۃ الرازیؒ : قل من رأیت اثبت منہ (تھذیب التھذیب ۸/۷۵)

ابوحاتم الرازیؒ	:	ثقۃ، حجۃ	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
مسلمہ بن قاسمؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً)

۲۔ابوالھیثم خالد بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن یزید المزنی الطحان من وسطی التابعین التوفی ۱۷۹ھ۔

احمد بن حنبلؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۸۷/۳)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
الترمذیؒ	:	ثقۃ، حافظ	(ایضاً)
ابوحاتم الرازیؒ	:	ثقۃ، صحیح الحدیث	(ایضاً)
النسائیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابوزرعۃ الرازیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)

۳۔ابوعبداللہ اسماعیل بن ابی خالد البجلی الاحمسی الکوفی دون وسطی التابعین التوفی ۱۴۶ھ۔

ابن مھدیؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۶۵۵/۱)
یحییٰ بن معینؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
النسائیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابوحاتم الرازیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
یعقوب بن شیبہؒ	:	ثقۃ، ثبت	(ایضاً)

۴۔ابوعبداللہ قیس بن ابی حازم حصین البجلی الاحمسی الکوفی من کبار التابعین التوفی ۹۷ھ۔

یحییٰ بن معینؒ	:	اوثق من الزھری	(تھذیب التھذیب ۳۴۷/۸)

ابوداود السجستانیؒ	:	اجود التابعین اسنادا	(ایضاً)
یعقوب بن شیبہؒ	:	متقن الروایۃ	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً)
یحیٰی بن سعید القطانؒ	:	منکر الحدیث	(ایضاً)

تنبیہ: تمام ائمۂ جرح وتعدیل کی توثیق کے مقابلے میں یحیٰی بن سعید القطان کی جرح بے وزن ہو جاتی ہے۔

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اخیر میں ہم یہ بھی بتلاتے چلیں کہ اسی روایت کو امام مسلم اور امام احمد بن حنبلؒ نے بھی روایت کیا ہے۔ دیکھئے

صحیح مسلم: کتاب النکاح باب نکاح المتعۃ (۲۴۹۳)

مسند احمد: مسند المکثرین من الصحابۃؓ، مسند عبداللہ بن مسعودؓ (۳۷۸۹، ۳۹۰۴، ۴۰۷۵)

اور امام طحاویؒ نے باب نکاح المتعہ کا آغاز اسی حدیث سے کیا ہے۔ دیکھئے شرح معانی الاثار: کتاب النکاح، باب نکاح المتعہ۔

کیا چتروڑی صاحب اپنے اصول کی پاسداری کرینگے؟ کہ امام بخاری کی روایت کو دوسرے محدثین کی تصدیق کے بغیر حدیث کہنا مشکل ہے اب تو امام مسلمؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور حنفی محدث امام طحاویؒ نے تصدیق کردی ہے۔ **واللہ الموفق للھدایۃ**

﴿اعتراض نمبر ۹﴾

﴿۹﴾ **قرآن مقدس** ایام جاہلیت میں لوگوں نے زنا کی ایک شکل بنام متعہ جائز کر رکھا تھا اسلام نے تمام رسوم قبیحہ مٹا کر جائز شکل کے ساتھ شرعاً نکاح کی اجازت دی قرآن مقدس نے شرائط کے ساتھ نکاح جائز رکھا اور فرمایا ,,فانکحوا ما طاب لکم،، اور دیگر آیات ذکر کر کے متعہ جیسی لعنت کو زنا میں داخل کیا اور فواحش کی مد میں اسکو ذکر کیا اور فرمایا ,,لا تقربو الزنا،، لا تقربو الفواحش،، رسول اللہ ﷺ نے بھی گدھوں کا گوشت کھانے اور متعہ کے حرام ہونے کا اعلان فرمادیا آپ ﷺ نے کبھی کسی وقت بھی زنا کے جائز ہونیکی طرف اشارہ تک نہ فرمایا...قرآن اور پیغمبر ذی شان کا مشترکہ اعلامیہ زنا کے حرام ہونے پر جاری ہو گیا اور نکاح کے شرائط میں یہ ذکر فرمایا ,,محصنین

غَیْرَ مُسَافِحِیْنَ وَلَا مُتَّخِذِیْ اَخْدَانٍ،، جس سے بالخصوص متعہ کے حرام ہونیکی بات تھی **بخاری محدث** لیکن رواۃ اور روایت کے پجاری اخباری حضرات بڑے وثوق کیساتھ صحابہ کرامؓ کے متھے یہ قباحت بھی لگاکے رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے متعہ یعنی زنا کو حلال کردیا اور تین دن یا اس سے زیادہ مدت کیلئے عارضی بیویوں کو خوب استعمال کرو اللہ کے رسول ﷺ نے مستقل قاصد بھیج کر عام اجازت دی کہ متعہ کرلو،، لا حول ولا قوۃ۔ بخاری صاحب چونکہ متعہ کے حلال ہونیکے قائل تھے اسلئے انہوں نے یہ بھی نقل کیا کہ بعد میں رسول اللہ نے منع بھی کردیا تھا حالانکہ متعہ کے حرام ہونیکا آپ ﷺ نے ہی اعلان کیا تھا نہ کہ پہلے حلال کیا ہوا اور بعد میں اسکو منسوخ کردیا ہو یہ مغالطہ خود بخاری کو لغتی راویوں کیطرف سے ہوا یہ لفظ ہیں بخاری کے،، فاتانا رسول رسول اللہ فقال انہ قد اذن لکم ان تستمتعوا فاستمتعوا (بخاری ۲/۷۶۷) (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۲۸۔۲۹)

الجواب

اعتراض میں مذکور روایت اور اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

روایت: حدثنا علی، حدثنا سفیان قال عمرو عن الحسن بن محمد عن جابر بن عبداللہ و سلمۃ بن الاکوع قالا کنا فی جیش فاتانا رسول رسول اللہ ﷺ فقال انہ قد اُذن لکم ان تستمتعوا فاستمتعوا۔ (بخاری شریف: النکاح، باب نھی رسول اللہ ﷺ من نکاح المتعۃ آخراً، رقم ۴۷۲۵)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہؓ اور سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم ایک لشکر میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہمارے پاس آیا اور کہا کہ تمہیں متعہ کرنے کی اجازت دیدی گئی ہے پس تم متعہ کرسکتے ہو۔

اب جواب ملاحظہ فرمائیں

متعہ کے بارے میں تحقیق: سب سے پہلی بات یہ ہے کہ چتروڑی صاحب اصرار سے بار بار متعہ کو زنا فرمارہے ہیں حالانکہ یہ اس زمانے میں ایک نکاح تھا جو کچھ زیادہ معیوب نہ تھا اور اسکو قطعاً زنا نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ نکاح سمجھا جاتا تھا۔

حضرت سبرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں متعہ کی اجازت دی اور یہ متعہ ہمارے

نزدیک نکاح ہوتا تھا۔ عن الربیع بن سبرةؓ ان اباه حدثه انهم ساروا مع رسول اللهﷺ فی حجة الوداع فقال استمتعوا من هذه النساء والا ستمتاع عندنا التزويج (سنن دارمی: النکاح، باب النھی عن متعۃ النساء)

اب جبکہ اسکو حرام کر دیا گیا ہے تو اسکو زنا کہنے میں چنداں مضائقہ نہیں لیکن جس زمانے میں یہ مباح تھا اس وقت کے اعتبار سے بھی اسکو زنا کہنا یقیناً سینہ زوری اور دھوکہ دہی ہے اہل علم کا ہرگز یہ طریقہ نہیں ہے کیونکہ اہل علم اسکو نکاح متعہ کا نام دیتے ہیں اور نکاح موقت سمجھتے ہیں۔

علامہ ابن الجارودؒ فرماتے ہیں۔ المتعة المذكورة هي النكاح الموقت مثل ان يتزوج الرجل المرأة سنة او شهرا او اكثر من ذالك او اقل فاذاانقضت المدة بطل حكم النكاح و كمل امره. (المنتقی شرح الموطا: النکاح، باب نکاح المتعۃ) یعنی یہ متعہ جو حدیث میں مذکور ہے ایک موقت نکاح تھا مثلاً یہ کہ کوئی آدمی کسی عورت سے ایک سال یا ایک ماہ یا اس سے کم و بیش مدت کیلئے نکاح کر لیتا پھر جب یہ مدت گزر جاتی تو نکاح کا حکم باطل ہو جاتا اور یہ معاملہ ختم ہو جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ تمام محدثین، مفسرین اور فقہاء نے متعہ کیلئے ''نکاح متعہ'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے جیسا کہ آپ حوالہ جات میں دیکھیں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ پوری امت کا اتفاق ہے کہ اوائل اسلام میں متعہ جائز تھا پھر شیعہ روافض کے علاوہ باقی تمام امت اسکی منسوخی پر بھی متفق ہے۔ تو اسکی حرمت میں تو کچھ اختلاف ہے لیکن اسکی ابتداءً اباحت میں کوئی اختلاف نہیں تمام محدثین، مفسرین، فقہاء اور دیگر طبقات علم اسکی ابتداءِ اسلام میں اباحت پر متفق ہیں۔

حدیث کی کوئی کتاب تقریباً اس کے ذکر سے خالی نہیں تمام صحاح ستہ، موطا امام مالک، مسند امام احمد بن حنبل، مسند امام اعظم اور انکے علاوہ معانی الاثار للطحاوی اور دیگر کتب حدیث میں کتاب النکاح میں مستقلاً ''نکاح متعہ'' کے ابواب باندھے گئے ہیں اور پھر اسکی ابتداءً اباحت، بعدہ منسوخیت کا ذکر کیا گیا ہے شراح حدیث کے چند جملے ملاحظہ فرمائیں۔

ا۔قداختلف السلف فی نکاح المتعة،قال ابن المنذر: جاء عن الاوائل الرخصة فیها ولا اعلم احدا یجیزها الا بعض الرافضة.(فتح الباری:النکاح،باب نھی رسول اللہ ﷺ عن نکاح المتعۃ آخرا)

۲. قال المازری: ثبت ان نکاح المتعة کان جائزا فی اول الاسلام ثم ثبت بالاحادیث الصحیحة المذکورة هنا انه نسخ وانعقد الاجماع علی تحریمه(نووی شرح مسلم:النکاح،باب نکاح المتعۃ)

۳.تحریم نکاح المتعة کالاجماع بین المسلمین وقد کان ذالك مباحا فی صدر الاسلام ثم حرمه(عون المعبود شرح ابی داود:النکاح،باب نکاح المتعۃ)

۴. قال الحازمی فی کتاب الاعتبار: وهذ الحکم کان مباحا مشروعا فی صدر الاسلام(تحفۃ الاحوذی شرح الترمذی:النکاح،باب ماجاء فی تحریم نکاح المتعۃ)

۵. وقد کانت هذه المتعة فی اول الاسلام مباحة (المنتقی شرح مؤطاامام مالک:النکاح،باب نکاح المتعۃ)

ان تصریحات -جو مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر پیش کی ہیں- کے ہوتے ہوئے چتروڑی صاحب پر بڑی حیرانگی ہوتی ہے کہ وہ اپنی راہیں پوری امت سے جدا کر رہے ہیں اور کوئی ڈر محسوس نہیں کر رہے حالانکہ قرآن مجید کی آیت ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولیٰ و نصله جهنم (النساء/۱۱۵) میں ایسے لوگوں کیلئے جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔

مجھے تو ڈر لگ رہا ہے کہ چترو ڑی صاحب ترقی کرتے ہوئے نبوت کا دعوی نہ کرلیں کیونکہ انہوں نے جس طرح اوائل اسلام میں نکاح متعہ کی اباحت کا انکار کیا ہے جبکہ اسکی ابتداءً اباحت کے ذکر سے کتب حدیث بھری پڑی ہیں تو اسکی دلیل سوائے اسکے نہیں ہوسکتی کہ مجھ پر براہ راست وحی نازل ہوئی ہے جسمیں یہ بتلایا گیا ہے کہ ابتداءِ اسلام میں متعہ کی اباحت پر دلالت کرنے والی تمام احادیث

باطل ہیں۔ اللہ تعالیٰ امت مرحومہ پر رحم فرمائے۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ متعہ نکاح کی ایک قسم تھی جو ابتداءِ اسلام میں جائز تھی تو جن احادیث میں اِسکی اُسی زمانے میں اباحت کا ذکر ہے خواہ وہ بخاری میں ہوں یا کسی اور کتاب میں کیونکر قابل اعتراض ہو سکتی ہیں؟ کیا شراب کی حرمت سے پہلے شراب بھی حلال نہ تھی؟ اور اُس زمانے کی مئے نوشی کا ذکر بھی احادیث میں موجود نہیں ہے؟

اور جب متعہ نکاح کی ایک قسم تھا اور زنا نہ تھا تو اسپر ''لا تقربو الزنی'' اور ''لا تقربوا الفواحش'' کو پیش کرنا بے محل ہے نیز یہ کہنا کہ ''آپ ﷺ نے کبھی کسی وقت بھی زنا کے جائز ہونے کیطرف اشارہ تک نہ فرمایا'' اور یہ کہ ''قرآن اور پیغمبر ذی شان کا مشترکہ اعلامیہ زنا کے حرام ہونے پر جاری ہوگیا'' بھی ہوائی فائروں سے زیادہ کوئی چیز نہیں کیونکہ جس زنا کی حرمت کی آپ بات کر رہے ہیں بخاری شریف میں اسکی اباحت کا کہیں ذکر نہیں ہے اور جس متعہ پر آپ زنا کا اطلاق کر رہے ہیں وہ شرعاً اس زمانے میں زنا نہ تھا۔ تو آپ ان بودی دلیلوں کے ذریعے بخاری کو قرآن کے مخالف کیسے ثابت کر سکتے ہیں؟

کیا احصان شرطِ نکاح ہے؟:

اور محصنین غیر مسافحین کو نکاح کے شرائط سے سمجھنا فقہ وعقل سے کورے پن کی دلیل ہے۔ فقہ سے کوراپن اس طرح کہ فقہاء نے نکاح کے شرائط میں تقریباً بارہ چیزیں ذکر کی ہیں لیکن انمیں احصان کا ذکر کہیں نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمایئے اما شروطه فمنها العقل والبلوغ والحرية فی العاقدالخ (عالمگیری، شروع کتاب النکاح) یہ کتاب امام اعظم ابوحنیفہؒ کی فقہ حنفی کی مشہور ومعروف کتاب ہے اور خود ''علامہ'' کا اعتراف ہے کہ ''امام صاحب کی قرآن پر نظرِ عمیق تھی'' دیکھئے تمہیدی نمبرات میں سے نمبر ۱۰۔ تو کیا جو بات ''علامہ'' سمجھے ہیں امام صاحبؒ باوجود قرآن پر عمیق نظر ہونے کے بھی نہیں سمجھ سکے؟

اور عقل سے کورا پن اسطرح کہ ہمیشہ شرط مشروط سے پہلے ہوتی ہے تو اگر احصان (پاکدامنی) کو نکاح کی شرط قرار دیا جائے تو یہ لازم آیگا کہ نکاح کیلئے نکاح سے پہلے پاکدامن ہونا

شرط ہے۔اور اذا فات الشرط فات المشروط کے تحت اگر کوئی شخص پاکدامن نہیں بلکہ بدکار ہے تو اسکا نکاح منعقد نہ ہوگا۔حالانکہ یہ سراسر باطل ہے کیونکہ فقہاء کے نزدیک عام آدمی کیلئے تو نکاح سنت ہے لیکن اگر کسی کو بدکاری کا اندیشہ ہو یا بدکاری کا مرتکب ہو چکا ہو تو اسپر فرض و واجب ہو جاتا ہے ویکون واجبا عند التوقان فان تیقن الزنا الابه فرض. (تنویر الابصار مع الدر المختار: کتاب النکاح) پس ایک طرف ''فقہ حنفی'' اسپر نکاح کو لازم کرے گی اور دوسری طرف ''فقہ چتروڑی'' میں اسکا نکاح ہی نہ ہوگا۔

یہ ہیں ''علامہ'' کے علمی کمالات، اور انکے امت کیلئے نیک ثمرات۔

اور ''علامہ'' نے یہاں پھر وہی بات دہرائی ہے جو اس سے پچھلے اعتراض میں کی کہ امام بخاری متعہ کے حلال ہونے کے قائل تھے فرماتے ہیں ''بخاری چونکہ متعہ کے حلال ہونے کے قائل تھے'' اس سے اگر انکی مراد یہ ہے کہ وہ ابتداءِ اسلام میں متعہ کے حلال ہونے کے قائل تھے تو بلاشبہ یہ بات درست ہے اور یہ اگر جرم ہے تو اس جرم کی مرتکب پوری امت اسلامیہ ہے اکیلے امام بخاریؒ نہیں۔اور اگر اس سے انکی مراد یہ ہے کہ وہ تحریم و منسوخیت کے بعد بھی متعہ کے حلال ہونے کے قائل تھے تو یہ سفید جھوٹ ہے جسکو ہم اس سے پچھلے اعتراض میں واضح کر چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اب رواۃ کیطرف آتے ہیں جنکو ''علامہ'' نے لعنتی راویوں کا ''خطاب'' دیا ہے۔

رواۃ: علی، سفیان، عمرو، حسن بن محمد، جابر بن عبداللہ وسلمۃ بن اکوع رضی اللہ عنہما

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

ا۔ابوالحسن علی بن عبداللہ بن جعفر بن نجیح البصری الملقب بابن المدینی من کبار تبع الاتباع المتوفی ۲۳۴ھ۔

ابوحاتم الرازیؒ	:عالم فی معرفۃ الحدیث والعلل	(تھذیب التھذیب ۷/۳۰۷)
النسائیؒ	:کان اللہ خلقہ لھذا الشأن	(ایضاً)
البخاریؒ	:مااستصغرت نفسی الاعندہ	(ایضاً ۷/۳۰۸)

صالح جزرۃؒ	:اعلم من ادرکت بالحدیث وعلله	(ایضاً)
ابوزرعۃ الرازیؒ	:لاترتاب فی صدقه	(ایضاً ۳۱۱/۷)
ابن حبانؒ	:اعلم اهل زمانه بعلل الحدیث	(ایضاً)

۲۔ابومحمد سفیان بن عیینہ بن ابی عمران میمون الھلالی الکوفی من وسطی الاتباع المتوفی ۱۹۸ھ

الشافعیؒ	: لولا مالک وسفیان لذھب علم الحجاز	(تھذیب التھذیب ۱۰۵/۴)
العجلیؒ	: ثقة، ثبت فی الحدیث	(ایضاً)
ابن وھبؒ	: مارایت احدا اعلم بکتاب الله منه	(ایضاً ۱۰۶/۴)
ابن مھدیؒ	: من اعلم الناس بحدیث الحجاز	(ایضاً ۱۰۷/۴)
ابن حبانؒ	: حافظ، متقن	(ایضاً)
ابوالقاسم اللالکائی	: مستغن عن التزکیة، اثبت الناس فی ابن دینار	(ایضاً)

۳۔ابومحمد عمرو بن دینار الاثرم الجمحی دون وسطی التابعین المتوفی ۱۲۶ھ۔

سفیان بن عیینہؒ	: ثقة، ثقة	(تھذیب التھذیب ۲۶/۸)
عمرو بن جریرؒ	: ثقة، ثبت، صدوق، عالم	(ایضاً)
ابوزرعۃ الرازیؒ	: ثقة	(ایضاً)
النسائیؒ	: ثقة، ثبت	(ایضاً)
ابن حبانؒ	: ذکره فی الثقات	(ایضاً)

۴۔ابومحمد حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب الھاشمی المدنی من وسطی التابعین المتوفی ۹۹ھ۔

الزھریؒ	: وثقه	(تھذیب التھذیب ۲۷۶/۲)
ابن حبانؒ	: من علماء الناس بالاختلاف	(ایضاً)

۵۔ابوعبدالله جابر بن عبدالله بن عمرو بن حرام الانصاری السلمی المدنی الصحابی رضی الله عنه المتوفی ۷۸ھ۔

٦۔ ابومسلمۃ سلمۃ بن عمرو بن الاکوع الاسلمی المدنی الصحابی رضی اللہ عنہ المتوفی ۷۴ھ۔

دیکھئے فقہ وحدیث کے مشہور امام، سفیان بن عیینہؒ، جن کے بارے میں ابن وھبؒ کہہ رہے ہیں کہ ''میں نے ان سے بڑھکر کسی کو کتاب اللہ کا عالم نہیں دیکھا'' اور مشہور نقاد حدیث علی بن المدینیؒ، جن کے بارے میں ابوزرعہ رازیؒ کہہ رہے ہیں کہ ''ہمیں انکی سچائی میں کوئی شک نہیں'' بھی ''علامہ'' کی زبان درازی اور لعنت سے نہیں بچ پائے۔

کیا اب بھی یہ حدیث ''علامہ'' پر منطبق نہیں ہوگی؟ ''**من لعن شيئا ليس له باهل الارجعت اللعنة عليه**'' (ابوداود شریف: کتاب الادب، باب فی اللعن، رقم ۴۲۶۲) کہ جو آدمی غیر مستحق پر لعنت بھیجتا ہے وہ لعنت خود اسی پر پلٹ آتی ہے۔

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اور آخر میں یہ کہ متعہ کی ابتداءِ اسلام میں اباحت پر احادیث تو تمام کتب حدیث میں موجود ہیں جیسا کہ ہم نے پیچھے ذکر کیا ہے تاہم خاص طور پر جس حدیث بخاری کو یہاں مشق ستم بنایا گیا ہے وہی حدیث صحیح مسلم اور مسند احمد میں بھی موجود ہے۔ دیکھئے

صحیح مسلم: النکاح، باب نکاح المتعۃ (۲۴۹۴)

مسند احمد: اول مسند المدنیین اجمعین، حدیث سلمۃ بن الاکوع (۱۵۹۳۷)

نیز مشہور حنفی محدث امام ابوجعفر الطحاویؒ نے بھی اپنی حدیث کی مشہور ومعرکۃ الآراء کتاب شرح معانی الآثار: کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ میں سب سے پہلے اسی حدیث کو ذکر کیا ہے۔

اب تو آپکے اصول پر بھی یہ حدیث مستند سمجھی جانی چاہئے۔ کیا آپ اپنے اصولوں پر یقین رکھتے ہیں؟ رکھتے ہیں تو پھر رجوع کیجئے بلکہ توبہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

﴿اعتراض نمبر ۱۰﴾

﴿۱۰﴾ **قرآن مقدس** قرآن مقدس میں نکاح حلال کے شرائط میں یہ شرط بھی تھی کہ شادی اور پاکدامنی کا ارادہ ہو شہوت رانی اور چھپے یار بنانے کا ارادہ نہ ہو. کیونکہ یہ فاحشہ اور زنا ہوگا چنانچہ فرمایا، ''مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ'' اور اگر ارادہ اس

طرح نہ کیا گیا تو یہ کفر کا ایمان کے بدلے سودا ہوگا، ''ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ''، چنانچہ قانون قرآن کے مطابق ہی اللہ کے رسول ﷺ نے شادی کرلینے کا حکم اور اجازت دی...... **بخاری محدث نبی ﷺ کے ذمے قرآن کی مخالفت** لیکن امام بخاری آپ ﷺ کے ذمہ قرآن کی صریح مخالفت لگاتے ہیں کہ آپ نے اپنے اصحاب کو شہوت رانی کیلئے اور چھپی یاری کیلئے زنا کی یعنی متعہ کی اجازت عام دے دی تھی پھر بعد میں منسوخ کردی... ، ایما رجل امرأة توافقا فعشرة مابینھما ثلاث لیال،، (بخاری ۲/۷۶۷ کتاب النکاح) اکیلے ایک مرد اور عورت آپس میں تن بخشی کرلیں راضی بازی ہو جائیں تین رات تک عشرہ کی یاری گزار لیں...... کیا قرآن کی اتنی صریح مخالفت اللہ کا پیغمبر ﷺ کرسکتا ہے؟ کیا امام بخاری حلفیہ بیان دے سکتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایسا زنا جائز رکھا ہوگا؟ ایسی روایت قرآنی بصیرت کی تائید کررہی ہے یا بغاوت؟ اس سے یہی معلوم نہیں ہوتا ہے کہ روایت پرستی قرآنی بصیرت کی دشمن ہے؟ (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۲۹۔۳۰)

﴿الجواب﴾

اعتراض میں مذکور روایت اور اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

روایت: قال ابن ابی ذئب: حدثنی ایاس بن سلمۃ بن الاکوع عن ابیہ عن رسول اللہ ﷺ ایما رجل وامرأۃ توافقا فعشرۃ مابینھما ثلاث لیال فان احبا ان یتز ایدا اویتتار کاتتار کا (بخاری شریف: النکاح، باب نھی رسول اللہ ﷺ عن نکاح المتعۃ آخرا، رقم الحدیث ۴۷۲۵)

ترجمہ: سلمہ بن اکوع ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو مرد و عورت آپس میں موافقت کرلیں تو تین رات باہم شب باشی کرلیں پھر اگر چاہیں تو اس مدت میں اضافہ کرلیں ورنہ متارکت اختیار کرلیں۔

معلوم نہیں چتروڑی صاحب متعہ کے موضوع کو خواہ مخواہ کیوں چھیڑ رہے ہیں؟ حالانکہ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ تحریم سے قبل متعہ اسلام میں ایک موقت نکاح ہوا کرتا تھا جسکی ابتداءً اباحت پر سوائے احمد سعید نامی ایک شخص کے پوری امت مسلمہ کا اجماع ہے اور اس حدیث میں جو کچھ مذکور ہے وہ تحریم سے قبل ہی کا ایک واقعہ ہے لہٰذا اسپر اعتراض کرنا لغو ہے۔

چتروڑی صاحب عجیب سوچ کے حامل ہیں کہ نہ تفسیر مفسرین سے لیتے ہیں اور نہ حدیث

محدثین سے۔ بلکہ تفسیرِ قرآن اور تشریحِ حدیث کا سارا کام اپنی ٹیڑھی عقل سے لیتے ہیں اسلئے انہیں قرآن وحدیث میں جا بجا تعارضات نظر آتے ہیں اگر وہ مفسرین ومحدثین کی قدم بوسی کا شرف حاصل کر لیتے تو اس طرح کے شک وارتیاب کے اندھیروں سے محفوظ رہتے۔

یہاں بھی چتر وڑی صاحب اسی جیسی صورتحال سے دوچار ہیں کہ ایک حدیث اور آیت میں تعارض دیکھ رہے ہیں اور یہ تعارض دیکھتے ہی فوراً امام بخاریؒ پر چڑھ دوڑے ہیں کسی کیطرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی کیونکہ خود ''علامہ'' جو ہیں۔ بھلا ان سے زیادہ کون ''ذی علم'' ہے کہ اسکی طرف رجوع کرتے۔

بہر حال انہوں نے یہاں ''بخاری محدث نبی ﷺ کے ذمے قرآن کی مخالفت'' کا عنوان لگایا اور اسکے تحت لکھا کہ ''امام بخاری آپ ﷺ کے ذمے قرآن کی صریح مخالفت لگاتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو شہوت رانی کیلئے اور چھپی یاری کیلئے زنا یعنی متعہ کی اجازت عام دے دی تھی پھر بعد میں منسوخ کر دی'' آگے لکھتے ہیں ''کیا قرآن کی اتنی صریح مخالفت اللہ کا پیغمبر کر سکتا ہے؟ اور قرآن کی جس آیت کی مخالفت کا دعوی کیا ہے وہ لکھی ہے ''محصنین غیر مسافحین''
آیئے ذرا تحقیقی نظر سے اسکا جائزہ لیتے ہیں تا کہ حقیقت تک رسائی ممکن ہو سکے

محصنین غیر مسافحین کی تحقیق: ''محصنین'' احصان سے ہے جسکا معنی ہے شادی کرنا، شادی شدہ ہونا، پاکدامن ہونا۔ احصن المرأۃ شادی کرنا، احصنتِ المرأۃ شادی شدہ ہونا، پاکدامن ہونا (مصباح اللغات) الاحصان: العفۃ و تحصین النفس من الوقوع فی الحرام (کشاف للزمخشری) محصنین، متناکحین۔ (تفسیر طبری)

''مسافحین'' سفاح سے ہے، جس کا معنی ہے زنا۔ بینھم سفاح: اس نے عورت سے زنا کاری کی، سافحا و تسافحا: زنا کرنا بدکاری کرنا (مصباح اللغات) والمسافح الزانی من السفح وھو صب المنی (تفسیر کشاف) مسافحین مزانین (تفسیر طبری)

اب متعہ کی حقیقت کو جاننا چاہیئے تا کہ یہ پتہ چل سکے کہ وہ اس آیت کے منافی تھا یا نہ؟

متعہ کی تفسیر: امام قرطبیؒ نے ابن عطیہؒ سے متعہ کی یہ تعریف نقل کی ہے۔

قال ابن عطية: وكانت المتعة ان يتزوج الرجل المرأة بشاهدين واذن الولي الى اجل مسمى على ان لا ميراث بينهما و يعطيها عليه، فاذا انقضت المدة فليس له عليها سبيل و يستبرء رحمها لان الولد لا حق فيه بلا شك فان لم تحمل حلت لغيره (تفسیر قرطبی، النساء/۲۴)

کہ متعہ یہ ہوتا تھا کہ مرد عورت سے دو گواہوں اور ولی کی اجازت کے ساتھ ایک وقت مقرر تک اس شرط پر نکاح کرتا کہ انکے درمیان وراثت نہ ہوگی اور اس پر مرد عورت کو کچھ بطور مہر دیتا۔ پس جب مقررہ مدت گزر جاتی تو عورت مرد سے آزاد ہو جاتی اور استبراء رحم کرتی کیونکہ بچہ ثابت النسب ہوتا تھا پس اگر وہ حاملہ نہ ہوتی تو دوسرے کیلئے حلال ہو جاتی۔ متعہ کی بعینہ یہی تفسیر امام طبریؒ نے بھی اپنی تفسیر میں اسی آیت کے تحت نقل کی ہے۔

ابن عطیہؒ کی نقل کردہ متعہ کی تفسیر سے درج ذیل امور معلوم ہوئے۔

۱۔ متعہ کیلئے دو گواہ ضروری تھے۔

۲۔ ولی کی اجازت ضروری تھی۔

۳۔ مہر لازم تھا۔ البتہ اسکی کوئی مقدار مقرر نہ تھی۔

۴۔ بچہ ثابت النسب ہوتا تھا۔

۵۔ عرصۂ متعہ کی مدت مقرر کرنی ضروری ہوتی تھی۔

۶۔ مدت گزر جانے کے بعد بغیر طلاق کے فرقت ہو جاتی تھی۔

۷۔ بعد از فرقت دوسرے کے پاس جانے کیلئے استبراء یعنی عدت ضروری تھی البتہ اسکا دورانیہ ایک حیض تھا۔

۸۔ ماتع و ممتوعہ کے درمیان وراثت جاری نہ ہوتی تھی۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ نکاحِ مطلق اور نکاحِ متعہ کے درمیان ۸ چیزوں میں سے تین

چیزوں یعنی مدت کی تعیین، طلاق اور وراثت میں فرق تھا باقی پانچ چیزوں میں اشتراک تھا۔ اسلئے علامہ قرطبیؒ نے فرمایا۔ "فدل علی ان نکاح المتعة کان علی حکم النکاح الصحیح ویفارقه فی الاجل و المیراث" کہ اس سے معلوم ہوا کہ نکاحِ متعہ بھی نکاحِ صحیح کی طرح تھا البتہ اجل اور میراث میں اس سے جدا تھا کہ متعہ میں توقیت ہوتی تھی کہ معینہ مدت کے بعد بغیر طلاق کے فرقت ہو جاتی تھی جبکہ نکاح میں تابید۔ کہ طلاق کے بغیر فرقت نہیں ہوتی تھی، اور دوسرے یہ کہ نکاح میں زوجین کے درمیان وراثت جاری ہوتی تھی جبکہ متعہ میں وراثت جاری نہ ہوتی تھی۔

یہ تو متعہ اور نکاح کے درمیان فرق تھا اب زنا اور متعہ میں فرق ملاحظہ فرمائیں کہ مذکورہ بالا آٹھ چیزوں میں شھود، اذن ولی، مہر، ثبوت نسب، توقیت، طلاق، استبراء اور میراث میں سے کوئی ایک چیز بھی زنا میں نہیں ہوتی جبکہ متعہ میں انمیں سے پانچ چیزیں ہوتی ہیں تو متعہ اور زنا کو ایک ہی چیز سمجھنا لاعلمی کی دلیل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ایک آدمی نے متعہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ حرام ہے پھر اس نے کہا کہ فلاں صاحب تو اسکو جائز کہتے ہیں تو آپؓ نے فرمایا بخدا اللہ کے رسول ﷺ نے خیبر کے دن اسی متعہ کو ہی حرام فرمایا تھا کیونکہ ہم زنا کار تو نہ تھے یعنی ہم زنا کار نہیں تھے کہ آپ ﷺ نے ہمیں زنا سے منع فرمایا ہو بلکہ آپؐ نے ہمیں متعہ سے منع فرمایا تھا کیونکہ ہم متعہ کیا کرتے تھے۔ دیکھئے کہ حضرت ابن عمرؓ نے زنا اور متعہ کو الگ الگ چیزیں سمجھا ہے۔ ان رجالا سال عبداللہ بن عمر عن المتعة فقال حرام، قال: فان فلانا یقول فیھا قال: واللہ لقد علم ان رسول اللہ ﷺ حرمھا یوم خیبر وما کنا مسافحین (شرح معانی الآثار: النکاح، باب نکاح المتعۃ)

اسی طرح ابن عباسؓ سے متعہ کے متعلق پوچھا گیا "اسفاح ھی ام نکاح؟" کہ کیا یہ متعہ نکاح ہے یا زنا؟ تو آپ نے فرمایا "لا سفاح ولا نکاح" کہ نہ یہ زنا ہے اور نہ ہی نکاح بلکہ یہ متعہ ہی ہے جو اللہ نے اسکو نام دیا ہے (تفسیر قرطبی: النساء/۲۴) دیکھئے حضرت ابن عباسؓ نے کتنی وضاحت سے فرمایا کہ یہ سفاح یعنی زنا نہیں ہے۔

حضرت ابن عباسؓ جس آیت کا حوالہ دے رہے ہیں وہ سورۃ نساء کی آیت نمبر ۲۴ ہے فما استمتعتم بہ منھن۔ جس سے جمہور مفسرین نے متعہ ہی مراد لیا ہے تاہم یہ کہا ہے کہ اب یہ آیت منسوخ ہوگئی ہے۔

قال الجمهور: المراد نكاح المتعة الذى كان فى صدر الاسلام و قرأ ابن عباس و ابى ابن جبير فما استمتعتم به منهن الى اجل مسمى فأتوهن اجورهن ثم نهى عنها النبىﷺ وقال سعيد بن المسيب: نسختها آية الميراث اذ كانت المتعة لا ميراث فيها (تفسیر قرطبی: النساء/ ۲۴)

اور حضرت سبرہؓ کی روایت میں ہے و الاستمتاع عندنا التزويج (سنن دارمی: النکاح، باب النھی عن متعۃ النساء) کہ متعہ ہمارے نزدیک ایک نکاح تھا۔

معلوم ہوا متعہ ''محصنین'' کی قید کے مخالف نہ تھا کیونکہ محصنین کا معنی ہے ''شادی کرنے والے'' اور متعہ بھی حضرت سبرہؓ کے بقول ایک شادی ہی تھی۔ اور ''غیر مسافحین'' کی قید کے مخالف بھی نہ تھا کیونکہ ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ کے مطابق زنا اور متعہ میں فرق تھا۔

تو ابتداء اسلام میں ہونے والا متعہ بھی نکاح صحیح کے قریب تر ہونے کیوجہ سے "محصنین غیر مسافحین" کی اغراض کو اپنے ضمن میں لئے ہوئے تھا۔ تاہم بعد میں وہ بھی منسوخ ہوگیا۔ اب نہ زنا کی اجازت ہے نہ نکاح متعہ کی۔ بلکہ صرف نکاح مطلق کی اجازت ہے۔

اصل اعتراض یہی تھا جو بفضلہٖ تعالیٰ ختم ہوگیا ہے اب چند ذیلی باتوں کیطرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

فرماتے ہیں'' کیا امام بخاری حلفیہ بیان دے سکتے ہیں کہ آپﷺ نے ایسا زنا جائز رکھا ہوگا؟

میں کہتا ہوں کہ امام بخاریؒ نے حضورﷺ کیطرف سے متعہ کی اجازت کو نقل کیا ہے اور وہ بھی اسکی اباحت کے زمانے میں نہ کہ زنا کی اجازت کو اور ایک دانشمند، ان دونوں کو ایک نہیں سمجھ سکتا۔

امام بخاریؒ سے مطالبۂ حلفی بیان کا جواب: باقی رہی بات حلفیہ بیان کی تو وہ امام بخاریؒ دینے کیلئے بالکل تیار ہیں لیکن دو شرطوں کیساتھ۔ پہلی شرط یہ ہے کہ آپ سماع موتی پر ایمان لے آئیں۔ دوسری شرط یہ ہے کہ کلام موتی پر ایمان لے آئیں۔ کیونکہ ان دو چیزوں کے بغیر آپ کی بات (مطالبۂ حلفیہ بیان) وہ سنیں گے کیسے؟ اور پھر آپکو جواب دینے کیلئے بولیں گے کیسے؟ دیکھئے کسطرح ہم نے آپکی مشکل آسان کر دی۔

مزید فرماتے ہیں ''ایسی روایت قرآنی بصیرت کی تائید کر رہی ہے یا بغاوت''؟ میں کہتا ہوں آپ کے سامنے'' محصنین غیر مسافحین '' کا معنی بھی آچکا ہے اور متعہ کی حقیقت بھی اب آپ اپنے ایمان سے بتائیں کہ یہ روایت کسطرح قرآنی بصیرت سے بغاوت پر دلالت کر رہی ہے؟

اخیر میں لکھتے ہیں'' اس سے یہی معلوم نہیں ہوتا کہ روایت پرستی قرآنی بصیرت کی دشمن ہے؟'' میں کہتا ہوں ہرگز نہیں بلکہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عقل پرستی قرآنی بصیرت کی دشمن ہے۔

قارئین کرام! ''علامہ'' نے اپنی عقل کو معیار حق سمجھ لیا ہے اس وجہ سے وہ جگہ جگہ ٹھوکریں کھا رہے ہیں اور قرآن وحدیث میں تعارض محسوس کر رہے ہیں اگر یہی روش رہی تو وہ دن دور نہیں جب انہیں قرآن کی بعض آیات دوسری بعض آیات سے متعارض نظر آنے لگیں گی۔ اللہ برے خاتمہ سے محفوظ رکھے۔

''علامہ'' کا انداز تفسیر اس طرح کا ہے کہ محض اپنی عقل میں جو آیا اسی کو تفسیر قرآن سمجھ لیا باوجود اسکے کہ کسی مفسر سے اسکا ثبوت یا تائید نہ ہو۔ مثلاً شروع اعتراض میں یہ بات لکھی کہ'' قران مقدس میں نکاح حلال کے شرائط میں ... الی قولہ فقد حبط عملہ'' احصان یا ارادۂ احصان کے شرائط نکاح میں سے نہ ہونے کی بات پچھلے اعتراض کے ذیل میں ہم کر چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرمالیں۔ یہاں جو مقصد ہے وہ یہ ہے کہ'' **من یکفر بالایمان فقد حبط عملہ**'' کی صحیح تفسیر وہ ہے جو حضرت شیخ القرآنؒ نے اپنی تفسیر میں رقم کی ہے فرماتے ہیں کہ'' جب اللہ نے مسلمانوں کو یہودی اور عیسائی عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت دے دی تو باہمی اختلاط اور رہن سہن سے اس بات کا اندیشہ ہوسکتا تھا کہ

خاوند غیر مسلم بیوی کے بعض مذہبی خیالات سے متاثر ہو کر انکو قبول کر لے اسلئے نکاح کی اجازت کے ساتھ تہدید فرما دی کہ خبردار! اپنے ایمان پر قائم رہنا اور بیوی کے خیالات سے متاثر ہو کر ایمان سے غداری نہ کرنا ورنہ تمام اعمال ضائع و رائیگاں جائینگے اور آخرت میں خسران کا سامنا کرنا پڑے گا'' (تفسیر جواہر القرآن: المائدۃ، حاشیہ نمبر ۲۵)

یہ ہے شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان ؒ کی تفسیر جو آیت کے سیاق وسباق کے عین مطابق ہے دوسری طرف چتروڑی صاحب کی تفسیر ہے جسکا نہ سیاق وسباق سے کوئی تعلق ہے نہ کسی مفسر سے منقول ہے بلکہ محض انکی اپنی ذہنی اختراع ہے جسکا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ چتروڑی صاحب کی تفسیر کے مطابق اگر کسی نے شادی کے وقت پاکدامنی کا ارادہ نہ کیا تو وہ شخص کافر ہو جائیگا حالانکہ کوئی بھی اسکا قائل نہیں ہے۔ چتروڑی صاحب کو شیخ القرآن ؒ کی شاگردی کا دعوی بھی ہے تو کم از کم انکی تفسیر اپنے استاد کی تفسیر سے تو ملے۔ مگر کیوں...؟

باقی رہی بات ''روایت پرستی'' کی تو ہم روایت پرستی کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی آدمی روایات کا اتنا پرستار ہو کہ وہ قرآن کو بھی انکے مقابلے میں ہیچ سمجھے، یا ثانوی حیثیت دے، یا حقیقی تعارض کی صورت میں بھی انکو قبول کرے، یا موضوع ثابت ہو جانے کے باوجود بھی وہ ان سے سند پکڑے۔ اگر چتروڑی صاحب کی مراد بھی یہی ہے تو یہ یقیناً روایت پرستی ہے اور لعنت ہے لیکن امت مسلمہ کا کوئی فرد بھی یہ عقیدہ نہیں رکھتا۔ امت مسلمہ روایات حدیث کو بشرطیکہ وہ موضوع یعنی من گھڑت نہ ہوں قرآن کی تفسیر وتشریح کے طور پر لیتی ہے جو عین قرآن ہے۔ ارشاد خداوندی ہے ''وانزلنا اليك الذكر لتبين للناس مانزل اليهم '' (النحل/۴۴) کہ ''ہمنے آپکی طرف قرآن نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اسکو کھول کر بیان کریں جو انکے لئے نازل کیا گیا''۔ تو یہ روایات یعنی احادیث، قرآن کی تبیین وتفسیر ہیں اور انکو قبول کرنا ایمان بالقرآن کی نشانی ہے اور انکو رد کر دینا باوجودیکہ محدثین کے نزدیک انکی صحت ثابت ہو چکی ہو، اور وہ قرآن کے معارض بھی نہ ہوں، اور روایت پرستی جیسے الفاظ سے انکی حیثیت کو گھٹانا یقیناً انحراف عن القرآن اور بے ایمانی کی دلیل ہے۔

قرآن وحدیث کے تعارض کا مطلب: واضح رہے کہ قرآن وحدیث کے تعارض کا مطلب اہل علم کے نزدیک یہ ہے کہ کوئی روایت قرآن کے اسطرح معارض ہو کہ ''وجوہ توفیق'' جو علماء کے نزدیک مسلم ہیں۔ میں سے کوئی وجہ توفیق وہاں ممکن نہ ہو اور نہ ہی انمیں سے کسی کی منسوخیت کا علم ہو۔ایسی صورت میں قرآن کو قبول کیا جاتا ہے اور حدیث کو رد کر دیا جاتا ہے لیکن محدثین کے نزدیک صحیح احادیث میں سے کوئی ایک حدیث بھی ایسی نہیں جو اسطرح قرآن کے معارض ہو۔یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کوئی جاہل کھڑا ہو کر قرآن وحدیث میں تعارضات دکھانا شروع کر دے اور امت مسلمہ ان احادیث کو رد کرنا شروع کر دے کہ اس طرح تو ایک حدیث بھی بلکہ خود قرآن بھی معاذ اللہ محفوظ نہیں رہے گا۔

آیئے اب رواۃ کو دیکھتے ہیں تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ حدیث بھی صحیح ہے لیکن چونکہ منسوخ ہے لہٰذا اسکو قرآن کے معارض نہیں سمجھا جائیگا۔مگر چتر وڑی صاحب چونکہ اصل میں تمام ذخیرۂ حدیث سے امت کا اعتماد اٹھانا چاہتے ہیں اسلئے ان منسوخ روایات کو بھی قرآن کے معارض دکھانے کی سعی نامشکور کر رہے ہیں لیکن

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن — پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا۔

رواۃ: ابن ابی ذئب، ایاس بن سلمہ، سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

۱۔ابوالحارث محمد بن عبدالرحمن بن المغیرۃ بن الحارث بن ابی ذئب القرشی العامری المدنی من کبار الاتباع المتوفی ۱۵۸ھ۔ملاحظہ فرمائیں اعتراض نمبر ۶ صفحہ نمبر ۱۸۵

۲۔ابوسلمہ ایاس بن سلمۃ بن الاکوع الاسلمی المدنی من الطبقۃ الوسطی من التابعین المتوفی ۱۱۹ھ۔

یحیٰی بن معینؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۳۴۰/۱)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)

النسائیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً)

۳۔ابو مسلم سلمۃ بن عمرو بن الاکوع الاسلمی المدنی الصحابی رضی اللہ عنہ المتوفی ۷۴ھ۔

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اور اخیر میں یہ کہ امام مسلمؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے بھی اس کو روایت کیا ہے دیکھئے

صحیح مسلم :النکاح، باب المتعۃ (۲۴۹۹)

مسند احمد :اول مسند المدنیین اجمعین، حدیث ابن الاکوع (۱۵۹۵۹)

اللہ تعالیٰ حق کو قبول کرنے کی ہمت عطا فرمائے (آمین)

اعتراض نمبر ۱۱

﴿۱۱﴾ قرآن مقدس قرآن مقدس میں نکاح کے شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ عورت کا حق مہر مال ہونا ضروری ہے عورت کے بضع سے فائدہ اٹھانے کیلئے ضروری ہے کہ ایسا مال دیا جائے جسکی مالیت ہو،، اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ،، اور مال بھی ایسا جسکو عرف عام میں مال کہا جاتا ہو...ردی کاغذ کا ٹکڑا..درخت کا گرا ہوا یا توڑا ہوا کوئی پتہ... یا پھٹا پرانا کپڑا... یا لوہے تانبے کا کوئی چھلہ انگوٹھی اسکو مال نہیں کہا جاتا مال بھی وہ جو بضع کے بدلے عورت کیلئے نفع مند ہو اور اسکی مالیت ہو لوہے تانبے کی انگوٹھی تو ویسے ہی حرام ہے اسکی تو اسلام میں مالیت بھی نہیں ہے... **بخاری محدث رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ** لیکن اللہ معاف فرمائے امام بخاری بے حیا راویوں پر اعتماد کلی کر کے رسول اللہ ﷺ پر یہ جھوٹ بھی جڑ دیتے ہیں اور نص قطعی کے صریح خلاف آپ ﷺ کے ذمہ لگاتے ہیں خدا جانے قرآن کی طرف توجہ نہیں کی یا ضروری نہیں سمجھا کہ روایت سے پہلے قرآن کا مطالعہ کر لیتے اور صاف کہہ دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو فرمایا شادی ضرور کر لے خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی کے بدلے کیوں نہ ہو..قال لرجل تزوّج ولو بخاتم من حدید،، ﴿بخاری ۷۷۴ باب المھر﴾

(قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۳۰-۳۱)

الجواب

اعتراض میں مذکور روایت اور اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

روایت: حدثنا یحییٰ، حدثنا وکیع عن سفیان عن ابی حازم عن سھل بن

سعدؓ ان النبی ﷺ قال لرجل: تزوج ولو بخاتم من حدید. (صحیح بخاری: النکاح، باب المہر بالعروض وخاتم من حدید، رقم ۴۷۵۳)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی کو فرمایا کہ شادی کرلو اگرچہ لوہے کی انگوٹھی کے بدلے ہی کیوں نہ ہو۔

اب اعتراض کیطرف آتے ہیں چتروڑی صاحب کو یہاں یہ اعتراض ہے کہ قرآن میں "ان تبتغوا باموالکم" آیا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ حق مہر مال ہونا چاہئے لیکن امام بخاری نے بے حیا راویوں پر اعتماد کلی کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ پر یہ جھوٹ جڑ دیا کہ آپ ﷺ نے ایک آدمی کو فرمایا کہ شادی کرلے خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی کے بدلے کیوں نہ ہو۔ تو امام بخاری نے نص قطعی کے صریح خلاف بات آپ ﷺ کے ذمے لگادی خدا جانے قرآن کیطرف توجہ نہیں کی یا ضروری نہیں سمجھا کہ روایت سے پہلے قرآن کا مطالعہ کرلیتے۔

رفع اعتراض: یہاں دفع اعتراض کیلئے اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ لوہے کی انگوٹھی بھی مال ہے وہ چاہے کتنی ہی کم قیمت کیوں نہ ہو لیکن بہرحال بے قیمت نہیں ہے اور اسکو ردی کاغذ کے ٹکڑے، درخت کے گرے ہوئے پتے یا پھٹے پرانے کپڑے کے برابر سمجھنا عقل کا فتور ہے ورنہ نادان بچے بھی انکے فرق کو جانتے ہیں۔

ولا شك ان خاتم الحديد له قيمة وهو اعلىٰ خطرا من النواة و حبة الشعير (فتح الباری شرح البخاری: النکاح، باب التزویج علی القرآن وبغیر صداق) کہ اسمیں شک نہیں کہ لوہے کی انگوٹھی کی بھی قیمت ہے اور وہ کھجور کی گٹھلی اور جو کے دانے سے زیادہ شان رکھتی ہے۔

تو اس حدیث کو قرآن کے معارض بنا کر پیش کرنا سوائے بے عقلی کے اور کچھ نہیں ہے۔

مقدارِ مہر میں مذاہب ائمہ کی تفصیل: اصل میں یہ ایک فقہی اختلافی مسئلہ ہے کہ آیا مہر کی کوئی مقدار مقرر ہے یا نہیں؟ تو زیادہ سے زیادہ مہر کی تو بالاتفاق کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ البتہ

کم ازکم کے بارے میں اختلاف ہے امام نخعیؒ سے ایک روایت چالیس درھم کی ہے دوسری دس درہم کی۔امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دس درہم، ابن شبرمہؒ کے نزدیک پانچ درہم اور امام مالکؒ کے نزدیک تین درہم یا ربع دینار۔باقی تمام علماء کے نزدیک کم ازکم کی بھی کوئی حد مقرر نہیں ہے بس جس چیز پر زوجین کا اتفاق ہو جائے وہی چیز مہر بن سکتی ہے بشرطیکہ اسپر مال کا اطلاق ہوتا ہو چاہے وہ لوہے کی انگوٹھی جیسی معمولی قیمت کی چیز ہی کیوں نہ ہو۔یہ مذہب ان حضرات کے علاوہ جنکا ذکر اوپر ہوا باقی تمام اہل حجاز، اہل بصرہ، اہل کوفہ اور اہل شام کا ہے۔جنمیں امام شافعی، امام احمد، امام اسحٰق، امام اوزاعی، امام لیث، امام سفیان ثوری، ابن ابی لیلی، امام ربیعہ، یحیٰ بن سعید انصاری، ابوالزناد، ابن ابی ذئب، ابن جریج، مسلم بن خالد، داود ظاہری، ابن وھب اور تمام فقہاء اہل حدیث رحمہم اللہ شامل ہیں۔

ان تمام ائمہ کی سب سے مضبوط دلیل یہی حدیث ہے جسکو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

وفی هذاالحديث انه يجوز ان يكون الصداق قليلا و كثيرا مما يتمول اذا تراضى به الزوجان لان خاتم الحديد فى نهاية من القلة و هذا مذهب الشافعى و هو مذهب جماهير العلماء من السلف والخلف..قال القاضى: هو مذهب العلماء كافة من الحجازيين والبصريين والكوفيين والشاميين وغيرهم انه يجوز ماتراضى به الزوجان من قليل و كثير كالسوط والنعل وخاتم الحديد ونحوه وقال مالك: اقله ربع دينار كنصاب السرقة وقال ابو حنيفة و اصحابه: اقله عشرة دراهم وقال ابن شبرمة: اقله خمسة دراهم وكره النخعى ان يتزوج باقل من اربعين درهما وقال مرة: عشرة (نووی شرح مسلم: النکاح، باب الصداق وجواز کونہ تعلیم القرآن وخاتم حدید وغیر ذالک من قلیل وکثیر)

یہ تمام ائمہ تقریباً امام بخاریؒ سے پہلے کے ہیں تو کیا انکو امام بخاریؒ نے یہ حدیث لکھ کر دی تھی؟ اور اگر یہ حدیث لکھ کر امام بخاریؒ نے معاذاللہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ جڑا ہے تو کیا یہ ائمہ اس سے محفوظ رہے؟

حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث بالکل بے غبار ہے نہ اسکی سند میں کچھ خرابی ہے اور نہ ہی یہ مخالف قرآن ہے کیونکہ قرآن میں اموال کا لفظ آیا ہے جو مقدار میں مجمل ہے اور اس حدیث میں اسکی تفسیر آ گئی کہ وہ مال اتنا معمولی بھی ہوسکتا ہے بھلا ان میں کونسی منافات ہے؟

باقی رہی دس درھم کی مقدار جو امام ابو حنیفہؒ نے مقرر کی ہے وہ بھی بعض احادیث سے ثابت ہے تاہم وہ احادیث سنداً اس حدیث سے بہت کمزور ہیں تو یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہاں جمہور کا پلہ بھاری ہے۔لیکن ''علامہ'' نے عجیب منطق نکالی کہ اس حدیث کو امام بخاریؒ کے ذمہ لگا کر مخالف قرآن قرار دیدیا اور اس طرح جمہور کے مسلک کو خلاف قرآن بنا دیا حالانکہ یہاں مفسرین بھی انہی حضرات کے مذہب کو قوی قرار دے رہے ہیں۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں۔

فتعلق الشافعی بعموم قوله تعالیٰ باموالکم فی جواز الصداق بقلیل و کثیر وهو الصحیح ویعضده قوله علیه السلام فی حدیث الموهوبة ولو خاتما من حدید...قال الشافعي: کل ما جاز ان یکون ثمنا لشیئ او جاز ان یکون اجرة جاز ان یکون صداقا وهذا قول جمهور اهل العلم وجماعة اهل الحدیث من اهل المدینة وغیرها کلهم اجازو االصداق بقلیل المال و کثیره (تفسیر قرطبی، النساء/۲۴)

کہ امام شافعیؒ نے مہر کے قلیل وکثیر کے جواز میں فرمان خداوندی ''باموالکم'' کے عموم سے دلیل پکڑی ہے اور یہی صحیح ہے اور حدیث ''موھوبہ'' میں آپؐ کا ارشاد ''ولو خاتما من حدید'' بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ہر وہ چیز جو کسی چیز کی قیمت یا اجرت بن سکتی ہے وہ مہر بھی بن سکتی ہے اور یہی جمہور اہل علم کا قول ہے کہ ان سب نے تھوڑے یا زیادہ مال کے مہر بننے کو جائز قرار دیا ہے۔

اور یہ کہنا کہ ''لوہے تانبے کی انگوٹھی تو ویسے ہی حرام ہے اسکی تو اسلام میں مالیت بھی نہیں'' ''اپنی'' فقہ حنفی سے ناواقفیت کی دلیل ہے فقہ حنفی میں تو شراب کی بھی مالیت ہے، کتے، چیتے اور درندوں

کی بھی مالیت ہے۔

حاصلہ ان المال اعم من المتقوم لان المال مایمکن ادخارہ ولو غیر مباح کالخمر والمتقوم ما یمکن ادخارہ مع الاباحۃ فالخمر مال، لا متقوم (شامی ۱۳/۴ ابتداء کتاب البیوع) **صح بیع الکلب والفھدو السباع** (کنز الدقائق: کتاب البیوع، باب المتفرقات)

چتروڑی صاحب کی منطق سے پھر یہ چیزیں حلال ہونگی کیونکہ انکے نزدیک حرام چیزوں کی مالیت نہیں ہوتی اور مالیت کے بغیر بیع کے جواز کا کیا مطلب ہوگا؟

اور فرماتے ہیں کہ ''نص قطعی کے صریح خلاف آپ ﷺ کے ذمے لگاتے ہیں'' میں پوچھتا ہوں کہ کیا نص قطعی مال ہے یا دس درھم؟ اگر مطلقا مال ہے تو لوہے کی انگوٹھی بھی مال ہے جیسا کہ پیچھے گزرا۔ تو نص کی مخالفت نہ ہوئی۔ اور اگر نص قطعی دس درھم ہے تو پھر واقعی یہ لوہے کی انگوٹھی خلاف نص ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ایسی نص ہے کہاں؟ قرآن کے تیس پاروں میں تو کہیں نہیں۔

اور کہتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ پر یہ جھوٹ بھی جڑ دیتے ہیں'' میں کہتا ہوں اگر یہ حدیث سند صحیح سے ثابت نہیں ہے پھر تو یہ بات کہی جا سکتی ہے لیکن اگر امام بخاریؒ سند صحیح کے ساتھ اسکو نقل کریں تو پھر اس حدیث کو جھوٹ کہنے والا خود جھوٹا ہے اور درحقیقت فرمان نبوی کی تکذیب کرنے والا ہے اور قرآن مجید میں ''**بل کذبوا بمالم یحیطوا بعلمه ولما یأتھم تاویله کذالك کذب الذین من قبلھم فانظر کیف کان عقبة الظلمین**'' ایسے ہی لوگوں کیلئے نازل ہوا ہے کیونکہ محدثین نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

اب آیئے اسکی سند کو دیکھتے ہیں تاکہ اس کے صحیح ہونے کا عین الیقین حاصل ہو جائے نیز یہ بھی معلوم ہو جائے کہ امام بخاریؒ نے بے اعتماد راویوں پر اعتماد نہیں کیا بلکہ ان پر اعتماد کیا ہے جن پر پوری امت کو اعتماد ہے نیز یہ بھی کہ وہ راوی بے حیا نہیں بلکہ انکو بے حیا کہنے والا خود بے حیا ہے اور ''**اذافاتك الحیاء فاصنع ماشئت**'' کا مصداق ہے۔

رواۃ حدیث: یحییٰ، وکیع، سفیان، ابوحازم، سھل بن سعدؓ

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

ا۔ابوزکریا یحییٰ بن موسیٰ بن عبدربہ بن سالم الحدانی البلخی الکوفی الملقب بالخت من کبار تبع الاتباع التوفی ۲۴۰ھ۔

النسائیؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۱۱/۲۵۳)
ابوزرعۃ الرازیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
مسلمہ بن قاسمؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابوالعباس السراجؒ	:	ثقۃ، مامون	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً)
الدارقطنیؒ	:	من الثقات	(ایضاً)

۲۔ابوسفیان وکیع بن الجراح بن ملیح الرؤاسی الکوفی من صغری الاتباع التوفی ۱۹۶ھ۔

احمد بن حنبلؒ	:	مارایت اوعی للعلم ولا احفظ منہ	(تھذیب التھذیب ۱۱/۱۱۰)
یحییٰ بن معینؒ	:	مارایت احفظ منہ	(ایضاً ۱۱/۱۱۲)
العجلیؒ	:	ثقۃ، من حفاظ الحدیث	(ایضاً ۱۱/۱۱۴)
یعقوب بن شیبہؒ	:	حافظ	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ، مامون، حجۃ	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	حافظ، متقن	(ایضاً)

۳۔ابوعبداللہ سفیان بن سعید بن مسروق الثوری الکوفی من کبار الاتباع التوفی ۱۶۱ھ۔

ابن سعدؒ	:	ثقۃ، ثبت مامون	(تھذیب التھذیب ۴/۱۰۱)
شعبۃ بن الحجاجؒ	:	امیر المؤمنین فی الحدیث	(ایضاً ۴/۱۰۰)
الفزاریؒ	:	لو خیرت لھذہ الامۃ لما اخترت الا سفیان	(ایضا)

یحییٰ بن معینؒ	:	امیر المؤمنین فی الحدیث	(ایضاً)
النسائیؒ	:	اجل من ان یقال فیہ: ثقۃ	(ایضاً)
الخطیبؒ	:	مجمع علی امانتہ	(ایضاً)

۴۔ ابو حازم سلمہ بن دینار التمار الملقب بالاعرج المدنی من صغری التابعین التوفی ۱۳۵ھ۔

احمد بن حنبلؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۱۲۶/۴)
النسائیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابن خزیمۃؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابو حاتم الرازیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)

۵۔ ابو العباس سہل بن سعد بن مالک الساعدی الانصاری المدنی رضی اللہ عنہ التوفی ۸۸ھ۔ من الصحابۃ ورتبتھم اسمیٰ مراتب العدالۃ والتوثیق۔

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اور اخیر میں یہ کہ اسی حدیث کو آپ ان کتابوں میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔

صحیح مسلم: النکاح، باب الصداق (۲۵۵۴)

سنن ترمذی: النکاح، باب ماجاء فی مھور النساء (۱۰۳۲)

سنن نسائی: النکاح، باب ذکر امر رسول اللہ فی النکاح وازواجہ الخ (۳۱۴۹)

ایضاً: باب الکلام الذی ینعقد بہ النکاح (۳۲۲۸)

ایضاً: باب التزویج علی سور من القرآن (۳۲۸۷)

ایضاً: باب ھبۃ المرأۃ نفسھا لرجل بغیر صداق (۳۳۰۶)

سنن ابوداود: النکاح، باب فی التزویج علی العمل یعمل (۱۸۰۶)

سنن ابن ماجہ: النکاح، باب صداق النساء (۱۸۷۹)

مؤطا امام مالک: النکاح، باب ماجاء فی الصداق والحباء (۹۶۸)

سنن دارمی: النکاح، باب مایجوز ان یکون مھرا (۲۱۰۴)

مسند احمد: باقی مسند الانصار، حدیث ابی مالک سہل بن سعد الساعدی (۲۱۷۸۳، ۲۱۷۳۳، ۲۱۷۸۳)

اور تقریباً تمام کتب حدیث میں۔

تو کیا یہ سب محدثین وفقہاء بھی بے حیا راویوں پر اعتماد کرنے والے تھے؟ اور کیا انمیں سے کوئی بھی قرآن کیطرف توجہ نہیں کرتا تھا یا مطالعہ نہیں کرتا تھا؟ تف ہے ایسی سوچ پر۔

اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے آمین۔

اعتراض نمبر ۱۲

﴿۱۲﴾ قرآن مقدس قرآن مقدس میں ہے کہ قرآن کے عوض اور بدلہ میں مال دنیا لینا حرام ہے قرآن اللہ کا کلام ہے یہ مالیت سے پاک ہے مالیت دنیوی ضروریات کیلئے ہوتی ہے اور قرآن محض دین ہے اگر کسی کو چند سورتیں یا آیات یاد ہوں تو خود اس کے فائدہ کیلئے ہوتی ہیں دوسرے کی طرف اسکا فائدہ منتقل نہیں ہوسکتا اور کسی دنیوی مال ونفع کے بدلے وہ نہیں ہوسکتیں اسی لئے فرمایا گیا کہ ،،قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى،، یعنی قرآن کی تبلیغ کے بدلہ میں مال نہیں مانگتا ہاں رشتہ داری کا حق مانتا ہوں کہ قرآن قبول کرلو یعنی قرآن پر میری مزدوری صرف یہ ہے کہ تم قرآن کو قبول کرلو... **بخاری محدث** لیکن امام بخاری روایت درج کتاب کرتے ہوئے شاید غیر شعوری حالت میں تھے یا قرآن پر روایت کو فٹ کرنا ضروری خیال نہیں کرتے تھے کہ آؤ دیکھا نہ تاؤ... یہ جڑ دیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک شخص کو کہا کہ جو سورتیں قرآن کی تمکو یاد ہیں جاؤ میں نے ان کے بدلے تیری اس عورت کیساتھ شادی کردی اور ایک جگہ لکھا کہ جاؤ ہم نے ان سورتوں کے بدلے اس عورت کا مالک بنا دیا تجھ کو عوت کے بضع کے بدلے... قرآن مقدس دینا کیا یہی دین اسلام ہے؟ کیا اس طرح آپ ﷺ نے کیا ہوگا؟ یا بے حیا ابوحازم راوی کی بکواس ہوگی جس نے یہ سارا قصہ گھڑ کر آپ ﷺ کے جبین مقدس پر لگادیا، قال فقد زوجتکها بما معک من القرآن.. قال اذهب فقد انکحتکها بما معک من القرآن،، (بخاری ۷۷۴ کتاب النکاح) (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۳۲ـ۳۳)

الجواب

اس اعتراض میں بھی اسی حدیث پر تنقید کی گئی ہے جو پچھلے اعتراض میں گزری فرق صرف اجمال وتفصیل کا ہے کہ سابقہ اعتراض میں جس حدیث پر بات کی گئی وہ مجمل تھی اور یہ تفصیلی ہے لیکن

حدیث ایک ہی ہے۔

یہاں دو حدیثوں کا حوالہ دیا گیا ہے جو مختلف بابوں سے لی گئی ہیں پہلے ان روایات کو ترجمہ سمیت ملاحظہ فرمائیں پھر اعتراضات کے حل کیطرف آتے ہیں۔

پہلی روایت: حدثنا احمد بن المقدام، حدثنا فضیل بن سلیمان، حدثنا ابو حازم، حدثنا سهل بن سعد كنا عند النبی ﷺ جلوسا فجاء ته امرأة تعرض نفسها عليه فخفض فيها النظر ورفعه فلم يردها، فقال رجل من اصحابه: زوجنيها يا رسول الله! قال: اعندك من شيئ؟ قال: ماعندى من شيئ، قال: ولا خاتم من حديد؟ قال: ولا خاتم من حديد ولكن اشق بردتى هذه فاعطيها النصف وآخذ النصف قال: لا، هل معك من القرآن شيئ؟ قال: نعم! قال: اذهب فقد زوجتكها بما معك من القرآن (صحیح بخاری: النکاح، باب اذا کان الولی ھوالخاطب، رقم ۴۷۳۷)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ کہتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور اپنے آپکو آپ ﷺ سے نکاح کیلئے پیش کیا آپ ﷺ نے اسکی طرف ایک دو نظر دیکھا اور اسکو پسند نہ کیا تو آپ ﷺ کے اصحاب میں سے ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول! میرے ساتھ اسکا نکاح کر دیں آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ انہوں نے کہا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ہے؟ انہوں نے کہا کہ جی لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ہے لیکن میں اپنی چادر دو ٹکڑے کر کے آدھی (بطور مہر) اسکو دیتا ہوں اور آدھی خود رکھتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں (ایسا مت کرو) کیا تمہارے پاس حفظ قرآن میں سے کچھ ہے؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ تمہارے حفظ قرآن کیوجہ سے میں نے اسکا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا ہے۔

دوسری روایت: حدثنا علی بن عبدالله، حدثنا سفيان سمعت اباحازم يقول

سمعت سهل بن سعد الساعديؓ يقول: انى لفى القوم عند رسول الله ﷺ اذقامت امرأة فقالت يا رسول الله انها قد وهبت نفسهالك فر فيها رأيك فلم يجبها شيئًاثم قامت فقالت يا رسول الله انها قد وهبت نفسها لك فرفيها رأيك فلم يجبهاشيئًاثم قامت الثالثةفقالت انهاقدوهبت نفسهالك فرفيهارأيك فقام رجل فقال يا رسول الله انكحنيها قال هل عندك من شيئ قال لا قال اذهب فاطلب ولو خاتما من حديد فذهب فطلب ثم جاء فقال ماوجدت شيًا ولا خاتما من حديد فقال هل معك من القرآن شيئ؟ قال معى سورة كذا وسورة كذا قال اذهب فقد انكحتكها بما معك مع القرآن (صحیح بخاری: النکاح، باب التزویج علی القرآن وبغیر صداق رقم ۴۷۵۲)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود لوگوں میں تھا کہ ایک عورت کھڑی ہوئی اور کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اس نے (یعنی میں نے) اپنے آپکو آپ ﷺ کیلئے ھبہ کردیا ہے پس آپ اپنی سوچ بتائیں تو آپ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا پھر اس نے کھڑے ہوکر کہا کہ اے اللہ کے رسول! اس نے (مراد خود) اپنے آپکو آپ ﷺ کیلئے ھبہ کردیا ہے پس آپ اپنی رائے بتائیں تب بھی آپ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا تو وہ تیسری مرتبہ کھڑی ہوئی اور کہا کہ وہ اپنے آپکو آپ ﷺ کیلئے ھبہ کرچکی ہے پس آپ اپنی رائے بتائیں تو ایک آدمی نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اسکا میرے ساتھ نکاح کردیں آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے کوئی چیز نہیں پائی حتی کہ لوہے کی انگوٹھی بھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہارے پاس حفظ قرآن کا کچھ حصہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ جی مجھے فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ تمہارے حفظ قرآن کیوجہ سے میں نے اسکا نکاح تمہارے ساتھ کردیا ہے۔

تعلیم قرآن کے حق مہر بننے میں ائمہ کے مذاہب: ان دو روایات پر چترورٹی

صاحب نے یہ اعتراض اٹھایا ہے کہ قرآن مجید کسی چیز کا عوض نہیں بن سکتا لیکن بخاری نے جو یہ احادیث ذکر کی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے قرآن کو حق مہر بنا دیا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ ائمہ میں مختلف فیہ ہے کہ آیا تعلیم قرآن مہر بن سکتی ہے یا نہیں؟ امام شافعیؒ، امام اسحٰقؒ، عطاءؒ، حسن بن صالحؒ اور ایک روایت کے مطابق امام مالکؒ کے نزدیک بھی بن سکتی ہے جبکہ امام ابوحنیفہؒ اور امام زہریؒ کے نزدیک نہیں بن سکتی۔

فی هذا الحديث دليل جواز كون الصداق تعليم القرآن و جواز الاستئجار لتعليم القرآن و كلا هما جائز عند الشافعی وبه قال عطاء والحسن بن صالح و مالك و اسحق و غيرهم ومنعه جماعة منهم الزهری وابو حنيفة (نووی شرح مسلم: النکاح، باب الصداق وجواز کونہ تعلیم القرآن الخ)

یہاں امام ابوحنیفہؒ کی دلیل بہت مضبوط ہے کیونکہ قرآن کے الفاظ ''**ان تبتغوا باموالکم**'' میں اموال کا ذکر ہے اور تعلیم قرآن مال نہیں ہے لیکن شوافع کا کہنا ہے کہ قرآن میں اموال کا ذکر اغلب و متعارف کے طور پر ہے ورنہ نکاح غیر مال کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے اور اسکی دلیل یہی حدیث ہے جسکو تمام اصحابِ صحاح وسنن نے حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت کیا ہے کیونکہ اگر حق مہر میں مال ہی لازم ہوتا تو آپ ﷺ کبھی اسکی مخالفت نہ کرتے۔

وظاهر الاية حجة لمن ذهب الى ان المهر لابد ان يكون مالا كالامام الاعظم وقال بعض الشافعية لا حجة فی ذالك لان تخصيص المال لكونه الاغلب المتعارف فيجوز النكاح على ماليس بمال ويؤيد ذالك مارواه البخاری و مسلم وغيرهما عن سهل بن سعدؓ ...وجه التائيد انه لو كان فی الاية حجة لما خالفها رسول الله ﷺ (تفسیر روح المعانی: النساء/۲۴)

احناف کیطرف سے اس حدیث کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں مثلاً یہ کہ یہ اسی شخص کی خصوصیت ہوسکتی ہے جیسا کہ بعض طرق سے اسکی تائید بھی ہوتی ہے۔

وانفصل الابهری و قبله الطحاوی ومن تبعهما کابی محمد بن ابی زید عن ذالك بان هذا خاص بذالك الرجل لكون النبی ﷺ كان یجوزله نكاح الواهبة فكذالك یجوزله ان ینكحها لمن شاء بغیر صداق(فتح الباری شرح البخاری:النکاح، باب التزویج علی القرآن وبغیر صداق)

یا یہ کہ یہاں ''بمامعك من القرآن ''میں باءعوض کی نہیں بلکہ باءسببیہ ہےاور مطلب یہ ہے کہ چونکہ تم قرآن کی اتنی سورتوں کے حافظ ہواسلئے مہر معجّل سے تمہیں رعایت دی جاتی ہے لیکن میسر ہونے پر مہر کی ادائیگی لازم ہوگی۔اسکا حدیث میں تو ذکر نہیں لیکن نفس عقد میں اسکا ذکر ضرور ہوگا۔وغیر ذالک۔

تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ امام شافعیؒ نے اس سے دلیل پکڑی ہے کیا امام شافعیؒ کے بارے میں یہ رائے قائم کی جائیگی کہ وہ ''قرآن پر روایت کوفٹ کرنا''ضروری نہیں سمجھتے تھے یا غیر شعوری حالت میں مسائل کا استخراج واستنباط کرتے تھے؟ اگر امام شافعیؒ کے بارے میں یہ خیال نہیں کیا جا سکتا تو امام بخاریؒ کے بارے میں ایسا خیال کیونکر کیا جا سکتا ہے؟ کیا امام شافعیؒ نے یہ حدیث امام بخاریؒ سے لی تھی؟ ہرگز نہیں کیونکہ امام بخاریؒ تو ابھی دس سال کے بچے تھے کہ امام شافعیؒ اپنی فقہ کوئی بار مدون کر کے اس جہان فانی سے کوچ بھی کر چکے تھے۔

علاوہ ازیں احناف نے بھی اس حدیث کو غلط نہیں کہا، نہ اسکی نفی کی، نہ اسکی صحت سے انکار کیا، نہ اسکو مخالف قرآن کہا بلکہ اسکی دیگر توجیہات کی ہیں جو اہل علم کیا کرتے ہیں۔مشہور حنفی محدث امام طحاویؒ نے کتاب النکاح میں ''باب التزویج علی سورة من القرآن ''منعقد کیا اور اسکا آغاز اسی حدیث سے کیا ہے اور پھر اسکی عالمانہ ومحدثانہ توجیہات کی ہیں چتروڑی صاحب کی جہالتوں کا اسمیں شمہ تک نہیں ہے۔

تعلیم قرآن پر اجرت ومعاوضہ لینا بالاتفاق جائز ہے: اور یہ کہنا کہ ''قرآن مقدس میں ہے کہ قرآن کے عوض اور بدلہ میں مال دنیا لینا حرام ہے'' شاید ''لا تشترو اباٰیاتی ثمنا قلیلا''

کیطرف اشارہ ہے لیکن اسکا مطلب یہ نہیں کہ قرآن مجید کی تعلیم کے عوض و بدلہ میں مال لینا دینا حرام ہے بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ پیسوں کی خاطر میری آیات کو مت چھپاؤ یا انکی غلط تاویلات کر کے پسند کے مسئلے مت نکالو جیسا کہ آیت کا سیاق و سباق بتلا رہا ہے۔ باقی اگر کوئی قرآن مجید کی صحیح تعلیم دے رہا ہے اور اسکے عوض تنخواہ لے رہا ہے تو یہ باتفاق امت جائز ہے باقی ائمہ کے نزدیک یہ پہلے ہی جائز تھا البتہ امام ابو حنیفہؒ اسکو اچھا نہیں سمجھتے تھے لیکن جب زمانہ بدل گیا اور دین کیطرف توجہ کم ہونے لگی تو فقہاء حنفیہ نے بھی اسکے جواز کا فتوی دیدیا اب متفقہ مسئلہ ہے کہ تعلیم قرآن کا بدل لینا دینا جائز ہے۔

نقل القاضی عیاض جواز الاستئجار لتعلیم القرآن عن العلماء کافة سوی ابی حنیفةؒ (نووی شرح مسلم: النکاح، باب الصداق و جواز کونہ تعلیم القرآن)

فی الدر المختار: ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والامامة والاذان. وفی الرد: قال فی الهدایة: بعض مشائخنا رحمهم الله تعالیٰ استحسنوا الاستئجار علی تعلیم القرآن الیوم لظهور التوانی فی الامور الدینیة ففی الا متناع تضییع حفظ القرآن و علیه الفتویٰ (الدر المختار مع رد المحتار: کتاب الاجارة ۳۸/۵)

اور یہ کہنا کہ ''اگر کسی کو چند سورتیں یا آیات یاد ہوں تو خود اسکے فائدے کیلئے ہوتی ہیں دوسرے کیطرف اسکا فائدہ منتقل نہیں ہوسکتا'' شاید ایصال ثواب کے انکار کیطرف اشارہ ہے یہ جگہ اسکی تفصیل کی نہیں۔ تاہم اتنی بات ضرور معلوم ہونی چاہئے کہ تمام اہلسنت ایصال ثواب کے قائل ہیں البتہ معتزلہ اسکی بعض صورتوں کے منکر ہیں تو چتروڑی صاحب نے شاید یہاں بھی اپنے معتزلی ہونے کا ثبوت دیا ہے۔

اور جوش میں آ کر لکھتے ہیں ''عورت کے بضع کے بدلے قرآن مقدس دینا کیا یہی دین اسلام ہے؟ کیا اس طرح آپ ﷺ نے کیا ہوگا؟'' میں کہتا ہوں جب تمام فقہاء و محدثین اس حدیث کی صحت کو تسلیم کر رہے ہیں کیونکہ یہ حدیث ثقہ راویوں کی روایت سے ان تک پہنچی ہے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے یہ کام کیا ہے اور جب آپ ﷺ نے یہ کام کیا ہے تو پھر یہ دین ہے کہ آخر دین، احمد

سعید نامی کسی شخص کے قول وفعل کا تو نام نہیں۔ اسکی تشریح میں اختلاف کی گنجائش ضرور ہے لیکن اسکے انکار کی گنجائش ہرگز نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ کسی مفسر یا محدث نے اسکو آیت کے معارض بنا کر رد نہیں کیا بلکہ اسکی ایسی تاویلات کی ہیں جن سے قرآن وحدیث میں تعارض نہ بنے۔

مزید لکھتے ہیں ''یا بے حیا ابوحازم راوی کی بکواس ہوگی جس نے یہ سارا قصہ گھڑ کر آپ ﷺ کے جبین مقدس پر لگا دیا'' میں کہتا ہوں جب ابوحازمؒ پر اکابرین امت کو اعتماد ہے اور وہ انکی دیانت و امانت پر اطمینان رکھتے ہیں اور انکی توثیق کرتے ہیں جیسا کہ سابقہ اعتراض کے ذیل میں گزرا تو انکو بے حیا کہنا کسی بے حیا ہی کا کام ہوسکتا ہے کوئی باحیا ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔

''علامہ'' کا حدیث کو بکواس کہنا: اور انکی روایت کردہ حدیث کو معاذ اللہ ''بکواس'' کہنا درحقیقت حدیث رسول ﷺ کی توہین ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث آخر فرشتوں کے ذریعے تو ہم تک نہیں پہنچیں گی ظاہر ہے کہ وہ محدثین راویوں کے ذریعے ہی پہنچیں گی پھر اگر وہ راوی نا قابل اعتماد ہوں اور انکے تدین پر شک ہو تب تو کچھ بات کی بھی جاسکتی ہے لیکن اگر وہ امت کے با اعتماد لوگوں میں سے ہوں اور پھر بھی انکی روایت کردہ حدیث کو محض اپنی ناقص بلکہ ٹیڑھی عقل سے رد کر دیا جائے بلکہ بکواس تک کہہ دیا جائے تو پھر حدیث رسول ﷺ کے ہم تک پہنچنے کا آخر کیا ذریعہ ہوگا؟

اور قصے گھڑنا جناب ''علامہ''! آپ جیسے مفتری اور کذاب لوگوں کا کام ہوتا ہے۔ اکابرین امت نے جن رواۃ کی توثیق کی ہے وہ قصہ گو یا قصے گھڑنے والے لوگ ہرگز نہیں تھے۔

اب دونوں روایات کے راویوں کو ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی روایت کے رواۃ: احمد بن المقدام، فضیل بن سلیمان، ابوحازم، سہل بن سعدؓ

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

۱۔ ابو الاشعث احمد بن المقدام بن سلیمان الاشعث بن اسلم العجلی البصری من کبار تبع الاتباع المتوفی ۲۵۳ھ۔

النسائیؒ	:	لیس بہ بأس	(تھذیب التھذیب ۱/۴۸۹)
صالح جزرۃؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابوحاتم الرازیؒ	:	صالح الحدیث، محلّہ الصدق	(ایضاً)
ابوداود السجستانیؒ	:	یعلم المجان المجون فانا لا احدث عنہ	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً)
الذھبیؒ	:	احد الاثبات المسندین	(میزان الاعتدال ۱/۳۰۴)

۲۔ابوسلیمان فضیل بن سلیمان النمیر البصری من وسطی الاتباع التوفی ۱۸۵ھ۔

الساجیؒ	:	وثقہ	(تھذیب التھذیب ۸/۲۶۲)
ابن حبانؒ	:	وثقہ	(ایضاً)
یحیٰی بن معینؒ	:	لیس بثقۃ	(ایضاً)
ابوزرعۃ الرازیؒ	:	لین الحدیث	(ایضاً)
ابوحاتم الرازیؒ	:	یکتب حدیثہ، لیس بالقوی	(ایضاً)
النسائیؒ	:	لیس بالقوی	(ایضاً)

۳۔ابوحازم سلمہ بن دینار التمار۔ملاحظہ فرمائیں اعتراض نمبر۱۱ راوی نمبر۴ صفحہ نمبر۲۲۲

۴۔ابوالعباس سھل بن سعد الساعدیؓ۔ملاحظہ فرمائیں اعتراض نمبر۱۱ روای نمبر۵ صفحہ ۲۲۲

دوسری روایت کے رواۃ: علی بن عبداللہ، سفیان، ابوحازم، سہل بن سعدؓ

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

۱۔ابوالحسن علی بن عبداللہ بن جعفر بن نجیح البصری الملقب بابن المدینی التوفی ۲۳۴ھ۔ ملاحظہ فرمائیں اعتراض نمبر۹، راوی نمبر۱، صفحہ نمبر۲۰۵

۲۔ابومحمد سفیان بن عیینہ الکوفی التوفی ۱۹۸ھ۔ملاحظہ فرمائیں اعتراض نمبر۹، راوی نمبر۲، صفحہ نمبر۲۰۶

ان دو روایات میں سے دوسری روایت رواۃ کے لحاظ سے بے غبار ہے کیونکہ اسکے راوی علی بن المدینی، سفیان بن عیینہ اور ابو حازم تینوں ثقہ ہیں البتہ پہلی حدیث کی سند میں دو راوی احمد بن المقدام اور فضیل بن سلیمان ایسے ہیں جنکے بارے ائمہ جرح وتعدیل کی آراء ملی جلی ہیں۔

لیکن یہ مضر نہیں کیونکہ امام بخاریؒ نے اسی روایت کو اپنی صحیح کی کتاب الوکالۃ، کتاب فضائل القرآن، کتاب النکاح اور کتاب اللباس وغیرہ میں تقریباً درجن سے زائد مرتبہ مختلف اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے جنمیں سے صرف یہی ایک سند ایسی ہے جس میں کچھ ضعف ہے باقی تمام اسناد قوی ہیں لہٰذا اس سند کا ضعف کچھ مضر نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین نے اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے جیسا کہ پچھلے اعتراض کے جواب میں گزرا۔

اور اس حدیث کی تخریج تمام اصحاب صحاح وسنن نے کی ہے جسکی تفصیل ہم پچھلے اعتراض کے اخیر میں نقل کر چکے ہیں وہاں دوبارہ ملاحظہ فرمالیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔ آمین۔

اعتراض نمبر ۱۳

﴿۱۳﴾ **قرآن مقدس** قرآن وسنت سے پاک پانی یا پاک مٹی کے بغیر وضو اور طہارت نہیں ہوسکتی ماء طہور کے بغیر طہارت نہیں ہوسکتی بلکہ طہارت و وضو کیلئے جو پانی استعمال ہو چکا ہو دوبارہ اسی مستعمل پانی سے بھی وضو نہیں ہوسکتا قرآن میں فرمایا،، اِنْ لَّمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْداً طَيِّباً،، اگر پاک پانی نہ مل سکے تو پاک مٹی سے وضو کر لو یعنی تیمم کر لو جب وضو کے قائم مقام تیمم میں پاک مٹی ضروری ہوئی تو پھر اصل یعنی وضو میں پاک پانی ضروری کیوں نہ ہوگا...... **بخاری محدث** لیکن امام بخاری نے باب،، الماء الذی یغسل به شعر الانسان اور سور الکلاب،، کا اکٹھا باندھ کر لکھا ہے... (قال الزهری اذا ولغ الكلب فی اناء لیس له وضوء غیره یتوضاء به) امام بخاری کا استاد امام زہری کہتا ہے کہ کتے کے جوٹھے پانی سے وضو ہوسکتا ہے اور زہری جو اکثر علماء اسلام کی تحقیق میں عموماً اور اہل تشیع علماء کے نزدیک خصوصاً شیعہ او ہکو باز بھی ہے اس پر امام بخاری اتنے عاشق ہیں کہ اسکے قول کو اپنا مذہب بنا کر درج کرتے ہیں اور معرض قبول میں ذکر کرتے ہیں کوئی تردید نہیں کرتے پھر اپنی کتاب الجامع المسند الصحیح بخاری کے خلاف زہری کے قول پر اکتفاء کرتے ہیں حالانکہ قوم سے وعدہ کیا تھا کہ میری کتاب میں صرف مسند اور صحیح احادیث ہونگی.. بخاری کے اس صنیع سے واضح ہوا کہ انکا اصل مسلک یہی ہے جو زہری سے نقل کر کے کتاب میں محفوظ رکھا ہے (بخاری ۲۹/۱) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام بخاری کا اصل مشن روایات کا ڈھیر لگانا ہے قرآن میں بصیرت حاصل کرنا یا قرآن کو مقدم رکھنا انکے زاویہ خیال میں بھی نہ ہے اسی لئے وعدہ تو کرتے ہیں المسند الصحیح کا.. لیکن کتاب کو اقوال رجال سے بھر دیا ہے پھر آپکو اتنا نسیان غشیان لاحق ہوا کہ انکو یہ بھی خیال نہیں آیا کہ کتاب میں یہ بھی لکھ چکا ہوں (اذا شرب الکلب فی اناء احد کم فلیغسله سبعاً) بخاری ۲۹/۱ کتے کا جوٹھا برتن جب تک پانی سے سات مرتبہ نہ دھو لیا جائے تب

تک پلید ہی رہیگا۔۔۔پھر تعجب ہے کہ برتن پاک پانی کے بغیر پاک نہیں ہوسکتا تو پھر نجس اور پلید پانی سے متوضی کس طرح پاک ہوگا جبکہ کتے کا جوٹھا پانی طاہر ہے نہ مطہر۔۔ فوا اسفا علی بصرة البخاری (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۳۳۔۳۵)

﴿الجواب﴾

یہاں چتروڑی صاحب کو اصل اشکال یہ ہے کہ طہارت یا تو وضو سے ہوتی ہے یا تیمم سے اور جس طرح تیمم پاک مٹی سے ہوتا ہے اسطرح وضو بھی پاک پانی سے ہوتا ہے لیکن امام بخاری نے زہری سے یہ نقل کیا ہے کہ ناپاک پانی سے بھی وضو ہوسکتا ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ کتے کے جھوٹے سے وضو جائز ہے اور ظاہر ہے کہ کتے کا جھوٹا ناپاک ہے۔

قال الزهری اذا ولغ الكلب فی اناء ليس له وضوء غيره يتوضأبه (بخاری شریف: الوضو، باب الماء الذی یغسل بہ شعر الانسان... وسور الکلاب الخ)

یہاں چتروڑی صاحب کو جو اشکال ہو رہا ہے اسکی بنیاد ایک غلط فہمی ہے وہ یہ کہ "علامہ" یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ کتے کا جھوٹا تمام ائمہ کے نزدیک بالاجماع نجس ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ ایک فقہی اختلافی مسئلہ ہے۔

کتے کے جھوٹے کے بارے میں ائمہ کے مذاہب: امام ابو حنیفہ، امام شافعی، ابوثور اور ابوعبید رحمہم اللہ کے نزدیک کتے کا جھوٹا نجس ہے اس سے وضو نہیں ہوسکتا اگر اور پانی نہیں ہے تو اسکے ہوتے ہوئے بھی تیمم کرنا ہوگا۔ اور امام مالک، امام اوزاعی اور امام زہری رحمہم اللہ کے نزدیک کتے کا جھوٹا پاک ہے اور دوسرا پانی نہ ہونے کی صورت میں اس سے وضو ہوسکتا ہے تیمم کی ضرورت نہیں۔

اور سفیان ثوری، ماجشون، محمد بن مسلمہ اور عبدة بن ابی لبابہ رحمہم اللہ کے نزدیک مشکوک ہے کہ اور پانی نہ ہونے کی صورت میں اس سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی کرے۔

واختلفوا فی طهارة الماء الذی يلغ فيه الكلب، فقالت طائفة: الماء طاهر يتطهر به للصلوة ويغسل الاناء كما امربه النبی ﷺ وكان الزهری يقول: اذالم يجد غيره توضأبه وكذالك قال مالك والا وزاعی وفيه قول ثان وهوان يتوضأ

بالماء الذی ولغ فیه الکلب ثم تیمم بعده روی هذاالقول عن عبدة بن ابی لبابة وبه قال سفیان الثوری و عبدالملك الما جشون و محمد بن مسلمة، وقالت طائفة: الماء الذی ولغ فیه الکلب نجس یهراق...هذا قول الشافعی و ابی عبید وابی ثور و اصحاب الرأی. (الاوسط ۱/۳۰۷)

توچتروڑی صاحب کا اعتراض اس طرح بے جا ہے کہ جس طرح وہ وضو کیلئے پاک پانی کو ضروری خیال کرتے ہیں اسی طرح یہ حضرات بھی وضو کیلئے پاک پانی کو ضروری خیال کرتے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ انکے نزدیک کتے کا جھوٹا پاک ہے لہٰذا اس سے وضو جائز ہے اور چتروڑی صاحب چونکہ ''حنفی'' ہیں انکے نزدیک کتے کا جھوٹا نجس ہے اسلئے انکے نزدیک اس سے وضو جائز نہیں ہے۔

تو یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے جسمیں ہر ایک گروہ کے پاس دلائل ہیں ہمارے نزدیک امام ابوحنیفہؒ کی رائے راجح ہے دلیل کے اعتبار سے بھی اور تقلید کے اعتبار سے بھی لیکن اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اور کسی کیلئے اختلاف کی گنجائش ہی نہ ہو یا کوئی فقہ حنفی سے اختلاف کرے تو اسکو قرآن وسنت کے دائرے سے باہر سمجھا جائے یہ طریقہ اہل علم کا کبھی نہیں رہا۔

اور المدونۃ الکبریٰ میں امام زہریؒ سے یہ منقول ہے کہ مجبوری کی حالت میں جب اور پانی میسر نہ ہو تو کتے کے جھوٹے سے وضو کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے یعنی وہ اضطراری حالت میں اس سے جواز وضو کے قائل ہیں۔

قال ابن شهاب: لاباس اذا اضطررت الی سور الکلب ان تتوضأبه (المدونۃ الکبری ۱/۵)

جبکہ امام مالکؒ بغیر اضطرار کے اس سے وضو کے جواز کے قائل ہیں بلکہ اسکا جھوٹا پینے کے بھی جواز کے قائل ہیں۔

قال مالك فی الاناء یکون فیه الماء یلغ فیه الکلب یتوضأبه ...قال مالك ان ولغ الکلب فی اناء فیه لبن فلا باس بان یؤکل ذالك اللبن (المدونۃ الکبری ۱/۵)

پھر تعجب ہے کہ چتر وڑی صاحب امام زہریؒ پر تو برس رہے ہیں لیکن امام مالکؒ کے بارے میں بالکل خاموش ہیں اسکی وجہ یا تو یہ ہے کہ انکو سرے سے اسکا علم ہی نہیں ہے کہ امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ بھی امام زہریؒ کے ہم خیال ہیں یا پھر انکا طاقتور اور کمزور کیلئے الگ الگ معیار ہے کہ امام مالکؒ کے مقلدین چونکہ اس وقت کثیر تعداد میں موجود ہیں اسلئے انکے بارے خاموشی اختیار کر لی اور امام زہریؒ کا چونکہ اسوقت کوئی مقلد نہیں ہے اسلئے ان پر دھاوا بول دیا ہے۔

چتر وڑی صاحب! علمی دنیا میں یہ دُہرے معیار نہیں چلا کرتے۔

مستعمل پانی کے بارے میں ائمہ کے مذاہب: اور یہ کہنا کہ ''جو پانی استعمال ہو چکا ہو دوبارہ اسی مستعمل پانی سے بھی وضو نہیں ہو سکتا'' یہ بات کسی حنفی یا شافعی کے سامنے کی جا سکتی ہے ہر ایک کے سامنے نہیں کیونکہ یہ بھی کوئی اجماعی مسئلہ نہیں بلکہ فقہاء میں مختلف فیہ ہے چنانچہ مستعمل پانی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نجس ہے امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہے امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک طاہر ہے مطہر نہیں ہے اور ابو ثورؒ اور داود ظاہریؒ وغیرہ کے نزدیک طاہر بھی ہے اور مطہر بھی۔ یعنی پاک بھی ہے اور پاک کرنے والا بھی۔

الماء المستعمل فی الطهارة اختلفوا فیه علی ثلاثة اقوال: فقوم لم یجیزوا الطهارة به علی کل حال وهو مذهب الشافعی و ابی حنیفة، و قوم کرهوا و لم یجیزوا التیمم مع وجوده وهو مذهب مالك واصحابه، وقوم لم یروا بینه وبین الماء المطلق فرقا وبه قال ابوثور و داود واصحابه، وشذ ابو یوسف فقال: انه نجس (بدایۃ المجتهد ونهایۃ المقتصد ۱/۲۰) تو جب یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے اور امام مالکؒ، ابو ثورؒ اور داود ظاہریؒ وغیرہ کے نزدیک اس سے وضو جائز ہے تو اسکو ایک غیر حنفی و شافعی کے سامنے اپنی دلیل میں پیش کرنا فن استدلال سے کتنی ناواقفیت ہے؟

کیا امام زہریؒ شیعہ تھے؟: اور معلوم نہیں کہ چتر وڑی صاحب کو امام زہریؒ سے کیا

تکلیف پہنچی ہے کہ ان سے چڑ کی حد تک ضد ہے ہم انکا تذکرہ اعتراض نمبرا کے ذیل میں کافی تفصیل سے کر چکے وہاں دوبارہ ملاحظہ فرمائیں البتہ ایک بات کا یہاں اضافہ کرتا ہوں وہ یہ کہ امام زہریؒ کو اگر شیعہ علماء نے شیعہ کہا ہے تو اس سے امام زہریؒ کی حیثیت مشکوک نہیں ہوتی جبکہ امام مالکؒ، عمر بن عبدالعزیزؒ اور دیگر ائمہ اہلسنت انکو اپنا امام سمجھتے ہوں کیونکہ اگر یہی اصول لیں کہ جسکو شیعہ ٹھیک اور اپنا سمجھیں تو وہ غلط یا مشکوک ہو جاتا ہے تو پھر حضرت علیؓ، حسنؓ، حسینؓ، امام باقرؒ اور امام جعفر صادقؒ وغیرھم کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا شیعہ انکو اپنا نہیں سمجھتے؟ اور ان ہی سے روایات نقل نہیں کرتے؟ بلکہ اپنی فقہ جعفری کو انہی کیطرف منسوب نہیں کرتے؟ تو کیا چتروڑی صاحب ان سب ائمہ اہلبیت علیھم الرضوان کو اہلسنت سے خارج کر دینگے؟ اگر جواب نفی میں ہے تو پھر انکے امام زہری کو شیعہ کہنے سے امام زہری کو بھی اہلسنت سے خارج نہیں سمجھا جائیگا۔

اور یہ کہنا کہ ''بخاری کے اس صنیع سے واضح ہوا کہ انکا اصل مسلک یہی ہے جو زہری سے نقل کر کے کتاب میں محفوظ رکھا ہے'' اول تو تسلیم نہیں کہ امام بخاریؒ کا بھی یہی مسلک ہے کیونکہ انہوں نے اسکے آگے جو روایت درج کی ہے اسمیں کتے کے جھوٹے والے برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم ہے جس سے یہ لگتا ہے کہ امام بخاریؒ نے امام زہریؒ کے خلاف دلیل پیش کی ہے اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ انکا مذہب یہی ہے تو پھر یہ کونسی اعتراض کی بات ہے؟ اگر یہی مسلک امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ اختیار کر سکتے ہیں تو امام بخاریؒ کیوں نہیں اختیار کر سکتے؟ کیا چتروڑی صاحب امام بخاریؒ کو جبراً فقہ حنفی کا پابند کرنا چاہتے ہیں؟

کیا امام بخاریؒ کا مشن روایات کا ڈھیر لگانا تھا؟:

اور یہ کہنا کہ ''امام بخاری کا اصل مشن روایات کا ڈھیر لگانا ہے قرآن میں بصیرت حاصل کرنا یا قرآن کو مقدم رکھنا انکے زاویہ خیال میں بھی نہ ہے'' صریح جھوٹ ہے اگر انکا مشن روایات کا ڈھیر لگانا ہوتا تو انکو تین لاکھ حدیثیں یاد تھیں جن میں صحیح بھی تھیں اور ضعیف وموضوع بھی وہ سب ہی لکھ دیتے لیکن انہوں نے انمیں سے انتخاب کر کے صرف تقریباً چار ہزار (غیر مکرر) روایات جمع کی ہیں تو کیا اس سے یہ سمجھا جا سکتا ہے

کہ انکا مشن روایات کا ڈھیر لگانا تھا؟

اور امام بخاری کے تراجم میں جگہ جگہ قرآن مجید کی آیات ملتی ہیں جو انکی قرآنی بصیرت کی واضح دلیل ہیں اور ان آیات کو وہ روایات سے پہلے ذکر کرتے ہیں جو انکے قرآن مجید کو روایات پر مقدم رکھنے کی واضح دلیل ہے۔

اگر کسی اندھے کو روشن دن میں کچھ نہ دکھائی دے تو اسمیں سورج کا تو کوئی قصور نہیں ہے۔

؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　　چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

اور یہ کہنا کہ ''قوم سے وعدہ کیا تھا کہ میری کتاب میں صرف مسند اور صحیح احادیث ہونگی'' اصل روایات کے اعتبار سے بالکل درست ہے کیونکہ وہ سب مسند اور صحیح ہیں باقی ضمناً اگر اقوال رجال یا کوئی غیر مسند بات آجائے تو وہ اسکے منافی نہیں کیونکہ انکا ذکر اصالۃً نہیں بلکہ تبعاً وضمناً ہے۔

چتروڑی صاحب کو نسیان وغشیان: آگے بڑی بے شرمی سے لکھتے ہیں ''پھر آپکو اتنا نسیان غشیان لاحق ہوا کہ انکو یہ بھی خیال نہیں آیا کہ میں کتاب میں یہ بھی لکھ چکا ہوں اذا شرب الکلب فی اناء احدکم فلیغسلہ سبعا'' میں کہتا ہوں کہ نسیان وغشیان خود چتروڑی صاحب کو لاحق ہوا ہے کیونکہ یہ روایت جسکا انہوں نے حوالہ دیا ہے وہ اس قول زہری کے بعد مذکور ہے تو یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ''میں کتاب میں یہ بھی لکھ چکا ہوں'' کیونکہ جب امام بخاریؒ امام زہری کا قول لکھ رہے تھے تب تک وہ یہ روایت نہیں لکھ چکے تھے بلکہ بعد میں لکھی اور ہم پہلے یہ بات لکھ چکے ہیں کہ اسی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ امام زہریؒ کے مسلک پر نہیں ہیں بلکہ انکے خلاف ہیں یہی وجہ ہے کہ ''باب سور الکلاب'' باندھا ہے اگر طہارت کے قائل ہوتے تو ''باب طہارۃ سور الکلاب'' باندھتے۔

اور لکھتے ہیں ''پھر تعجب ہے کہ جب برتن پاک پانی کے بغیر پاک نہیں ہو سکتا تو پھر نجس اور پلید پانی سے متوضی کسطرح پاک ہوگا؟ جبکہ کتے کا جوٹھا پانی نہ طاہر ہے نہ مطہر فوا اسفا علی بصیرۃ البخاری''

پہلے یہ بات لکھی جا چکی ہے کہ کتے کا جھوٹا بالاتفاق نجس نہیں ہے بلکہ اسمیں ائمہ کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک نجس ہے بعض کے نزدیک مشکوک ہے اور بعض کے نزدیک طاہر بھی ہے اور مطہر بھی تو ہر امام اپنے اصل پر چل رہا ہے لیکن ''علامہ'' کو نہ علم ہے نہ عقل بس یونہی ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں۔

''علامہ'' کا ایک ''علمی کمال'': اور ''علامہ'' کا ایک اور علمی کمال دیکھئے کہ امام زہریؒ کو امام بخاریؒ کا استاد لکھ رہے ہیں حالانکہ امام زہریؒ امام بخاریؒ کی پیدائش سے ستر سال پہلے وفات پا چکے تھے امام زہریؒ کی وفات ۱۲۴ھ میں ہوئی اور امام بخاریؒ کی ولادت ۱۹۴ھ میں ہوئی۔ **فوا اسفا علی بصیرۃ الچترو ڑی.**

اللہ تعالیٰ عقل عطا فرمائے آمین۔

﴿اعتراض نمبر ۱۴﴾

﴿۱۴﴾ **قرآن مقدس** قرآن مقدس سیرت رسول ﷺ اجماع صحابہؓ وتابعینؒ ائمہ مجتہدینؒ اور تمام امت اسی پر متفق ہیں کہ پیشاب کسی انسان کسی جاندار کا ہو وہ ناپاک اور پلید ہوتا ہے کوئی ایک اشارہ تک شرع اسلام میں ایسا نہیں پایا جاتا جس میں پیشاب کو پاک کہا گیا ہو خواہ وہ نبی اللہ ﷺ کا کیوں نہ ہو کپڑے پر لگ جائے بدن پر لگ جائے جبتک اسے دھو کر بے نشان نہ کر دیا جائے پلید ہی رہیگا... کسی جگہ پر پیشاب کا اثر ظاہر ہو تو اس جگہ نماز نہیں ہوسکتی... **بخاری محدث** امام بخاری باب باندھتے ہیں،، باب الصلوٰۃ فی الجبة الشامیة،، لیکن اسکے تحت اپنے امام استاذ حدیث جناب زہری کا فعل بلا نکیر ذکر فرماتے ہیں بذریعہ معمر روای کے کہ (قال معمر رأیت الزہری یلبس من ثیاب الیمن ما صبغ بالبول)(۲/۵۲) یمن کے یہودی اور مجوسی جس کپڑے کو نجس پیشاب کے ساتھ رنگا کرتے تھے جناب زہری صاحب وہی کپڑے پہنا کرتے تھے (انہی کپڑوں میں نماز وغیرہ عبادت بھی کرتے تھے) لیکن امام بخاری کو زہری پر اتنا اعتماد ہے کہ بطور تبرک کے بھی زہری کا قول وفعل ضرور نقل کر کے خاموش گزر جاتے ہیں گویا کہ انکا مذہب بھی یہی ہے جو زہری کا ہے جیسے رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل کو قبول کیا جاتا ہے ذرہ برابر بھی اس کے خلاف کوئی لفظ نہیں کہتے اب بخاری کی صفائی کون دینے کیلئے تیار ہوگا.... (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۳۵۔۳۶)

﴿﴿الجواب﴾﴾

یہاں چترو ڑی صاحب کو اعتراض یہ ہے کہ پیشاب ناپاک ہے لیکن امام بخاری نے اپنی

صحیح میں امام زہری کا یہ فعل نقل کیا ہے کہ وہ یمنی کپڑے پہنتے تھے جو پیشاب کی ملاوٹ کے ساتھ رنگے جاتے تھے اور امام بخاری نے اسپر کوئی نکیر نہیں فرمائی جس سے معلوم ہوا کہ خود امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے قال معمر: رایت الزهری یلبس من ثیاب الیمن ماصبغ بالبول(صحیح بخاری: الصلوۃ، باب الصلوۃ فی الجبۃ الشامیۃ)

یہ ایسا اعتراض ہے کہ ابھی چتروڑی صاحب کے وہم وگمان میں بھی نہیں آیا تھا بلکہ ابھی انکا خمیر بھی تیار نہ ہوا تھا کہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اسکا جواب دے کر فارغ ہو چکے تھے وہ فرماتے ہیں کہ اس پیشاب سے مراد اگر مطلق پیشاب ہے چاہے وہ حرام جانوروں یا انسانوں کا ہی کیوں نہ ہو تو اس صورت میں وہ اس کپڑے کو دھو کر پہنتے تھے اور اگر اس سے مراد حلال جانوروں کا پیشاب ہے تو ہوسکتا ہے کہ وہ بغیر دھوئے بھی پہن لیتے ہوں کیونکہ انکے نزدیک حلال جانوروں کا پیشاب پاک تھا۔

وقول بالبول ان کان للجنس محمول علی انه کان یغسله قبل لبسه وان کان للعهد فالمراد بول مایؤکل لحمه لانه کان یقول بطهارته (فتح الباری: الصلوۃ، باب الصلوۃ فی الجبۃ الشامیۃ)

حلال جانوروں کے پیشاب کے بارے میں ائمہ کے مذاہب: اور امام زہریؒ کی یہ بات یعنی حلال جانوروں کے پیشاب کی طہارت اوپری نہیں معلوم ہونی چاہئے کیونکہ انکے علاوہ اور بہت سے ائمہ بھی اسکو پاک سمجھتے ہیں جن میں ائمہ اہلبیت، امام مالک، امام احمد، امام اوزاعی، امام ابو حنیفہ کے دادا استاد ابراہیم نخعی اور امام ابوحنیفہ کے ہونہار شاگرد امام زفر اور فقہ حنفی کے ترجمان امام محمد رحمہم اللہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

وقد استدل بهذا الحدیث من قال بطهارة بول مایو کل لحمه وهو مذهب العترة والنخعی والاوزاعی والزهری ومالك واحمد و محمد و زفر و طائفة من السلف و وافقهم من الشافعیة ابن خزیمة وابن المنذر وابن حبان والاصطری و الرؤیانی (نیل الاوطار ۱/۶۰)

اب اندازہ لگائیں کہ "علامہ" کی یہ عبارت کتنی مضحکہ خیز اور جھوٹ کا پلندہ ہے کہ "قرآن مقدس، سیرت رسول ﷺ، اجماع صحابہ وتابعین، ائمہ مجتہدین اور تمام امت اسی پر متفق ہیں کہ پیشاب کسی انسان، کسی جاندار کا ہو وہ ناپاک اور پلید ہوتا ہے" کیا امام مالک، امام احمد، امام اوزاعی، امام نخعی، امام زفر اور امام محمد اور ائمہ اہلبیت رحمہم اللہ ائمہ مجتہدین میں سے نہیں ہیں؟ کیا یہ مجتہدین حلال جانوروں کے پیشاب کو ناپاک اور پلید کہتے ہیں؟ آفرین ہے "علامہ" کے "علم" پر۔

اور فرماتے ہیں "کوئی ایک اشارہ تک شرع اسلام میں ایسا نہیں پایا جاتا جسمیں پیشاب کو پاک کہا گیا ہو خواہ وہ نبی اللہ ﷺ کا کیوں نہ ہو"

میں پوچھتا ہوں کیا اتنے ائمہ کرام شرع اسلام سے کوئی اشارہ پائے بغیر محض اپنی مرضی اور خواہش سے اسکو پاک کہتے یا سمجھتے ہیں؟ کاش کہ چترو ڑی صاحب کتب حدیث کا مطالعہ کر لیتے! اور کسی محدث پر اعتبار نہیں تھا تو کم از کم "اپنے" حنفی محدث امام طحاویؒ کی "شرح معانی الآثار" کی کتاب الطھارۃ کا "باب حکم بول مایوکل لحمہ" ہی ملاحظہ فرمالیتے تو ایسی بات کبھی نہ کہتے جس سے اہل علم کے ہاں انکی اتنی سبکی ہوتی۔

اب جبکہ اتنے ائمہ حلال جانوروں کے پیشاب کی طہارت کے قائل ہیں حتی کہ حنفی ائمہ میں سے امام زفرؒ اور امام محمدؒ بھی جیسا کہ امام طحاویؒ نے بھی لکھا

فذهب قوم الى ان بول مايوكل لحمه طاهر وان حكم ذالك كحكم لحمه وممن ذهب الى ذالك محمد بن الحسنؒ (شرح معانی الآثار للطحاوی: الطھارۃ، باب حکم بول مایوکل لحمہ)

تو امام بخاریؒ کا بھی اگر یہ مذہب ہو تو ان پر اعتراض کیونکر کیا جا سکتا ہے؟ اگر اعتراض کرنے کا شوق ہے تو یہ شوق سب پر پورا کرو کسی امام کو بھی نہ چھوڑو اور اگر ایسا نہیں کرنا تو پھر اکیلے امام بخاری کا ذکر مت چھیڑو۔

نبی پاک ﷺ کے بول و براز پاک تھے:

اور پچھلی عبارت کے اخیر میں جو یہ کہا کہ

''خواہ وہ نبی اللہ ﷺ کا کیوں نہ ہو'' اس سے بھی یہ تاثر دیا کہ یہ کوئی اجماعی مسئلہ ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بہت سے محققین علماء حنفیہ وشافعیہ بلکہ خود امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ حضور ﷺ کے فضلات یعنی بول و براز پاک تھے اور یہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی۔

فقہ حنفی کے مشہور فقیہ، خاتمۃ المحققین علامہ ابن عابدین شامیؒ نے اپنے مشہور زمانہ حاشیہ، ردالمختار کی کتاب الطھارۃ، باب الانجاس میں ''**مطلب فی طھارۃ بولہ ﷺ**'' کا مستقل عنوان دیکر اسمیں یہ لکھا ہے۔

صحح بعض ائمۃ الشافعیۃ طھارۃ بولہ ﷺ وسائر فضلاتہ، وبہ قال ابوحنیفۃ کما نقلہ فی المواھب اللدنیۃ عن شرح البخاری للعینی وصرح بہ البیری فی شرح الاشباہ وقال الحافظ ابن حجرؒ: تظافرت الادلۃ علی ذالک، وعد الائمۃ ذالک من خصائصہ ﷺ و نقل بعضھم عن شرح المشکوۃ لمنلا علی القاری انہ قال اختارہ کثیر من اصحابنا. (ردالمختار: الطھارۃ، باب الانجاس، مطلب فی طھارۃ بولہ ﷺ)

ترجمہ: بعض ائمہ شافعیہ نے آپ ﷺ کے بول و براز کی طہارت کو صحیح قرار دیا ہے اور امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی قول ہے جیسا کہ صاحب مواہبؒ نے مواہب لدنیہ میں علامہ عینیؒ کی شرح بخاری سے نقل کیا ہے اور الاشباہ کی شرح میں علامہ بیریؒ نے اسکی تصریح کی ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ اسپر دلائل کثیرہ موجود ہیں اور ان تمام ائمہ نے اسکو آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے شمار کیا ہے۔ اور بعض نے ملا علی قاری کی شرح مشکوۃ سے یہ بات نقل کی ہے کہ ہمارے بہت سے اصحاب حنفیہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

اور لکھتے ہیں ''امام بخاری کو زہری پر اتنا اعتماد ہے کہ بطور تبرک کے بھی زہری کا قول و فعل ضرور نقل کرتے ہیں'' میں کہتا ہوں **ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء** صرف امام بخاریؒ کو نہیں تمام ائمہ کو امام زہریؒ پر اعتماد ہے جیسا کہ اعتراض نمبر ا کے ذیل میں اسکی تفصیل گزری اسمیں سے خاص

طور پر امام مالکؒ کا قول ضرور پڑھ لیں اور ''جلنے والے کا منہ کالا'' تو آپ نے کئی جگہ لکھا دیکھا ہوگا اب آپ امام زہریؒ کے ساتھ اپنا رویہ بھی دیکھ لیں اور آئینے میں اپنا منہ بھی دیکھ لیں آپکو اس کہاوت کی صداقت کا یقین ہو جائیگا۔

اخیر میں کہتے ہیں ''اب بخاری کی صفائی دینے کیلئے کون تیار ہوگا''؟ میں کہتا ہوں بخاری کی فکر آپکو ہلکان نہ کرے انکی صفائی تو پوری اسلامی دنیا دیگی آپ اپنی فکر کریں کہ جنکی صفائی اپنی جماعت بھی دینے کیلئے تیار نہیں۔ اللہ تعالیٰ گمراہی سے بچائے۔ آمین۔

اعتراض نمبر ۱۵

﴿۱۵﴾ **قرآن مقدس** قرآن مقدس میں صحابہ کرام کو ایمان کا معیار بتایا گیا ہے،، فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا،، اور ان کیلئے اللہ نے خاص طور پر ایماندار ہونے کا پروانہ نازل کر دیا فرمایا،، اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا،، تا کہ وہ علیٰ خبر من اللہ اپنے ایماندار ہونے پر یقین کیساتھ زندگی گزاریں اور پھر اصحاب رسول ﷺ کو ہی یہ پروانہ نازل کر کے بتا دیا کہ،، اُولٰٓـــئِکَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ،، کہ یہ میرے فوجی اور میرا ٹولہ ہے تا کہ انکو اپنے متعلق یقین ہو کہ ہمارے ایمان کو محفوظ رکھنے کی ذمہ داری خود اللہ نے دے رکھی ہے... **بخاری محدث صحابہؓ پر نفاق کا فتوی** لیکن بخاری محدث کسی اندر کے روگی راوی پر کلی اعتماد کر کے اپنی کتاب میں یہ ٹانک رہے ہیں کہ،، ادرکت ثلثین من اصحاب النبی ﷺ کلهم یخاف النفاق علی نفسه،، (بخاری ۱/۱۲) کہ میں نے تیس اصحابؓ رسول (اور وہ بھی جلیل القدر اصحابؓ) کو ایسی حالت میں پایا ہے کہ تمام کے تمام اس سے ڈرا کرتے تھے کہ کہیں ہم منافق ہی نہ ہوں،، لا حول ولا قوۃ،، کیا ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ اور انکی ہمشیرہ اسماءؓ اور عبادلہ اربعہ مثل عبداللہ ابن عمرؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ غیرہم بطل جلیل اور رعمل رسول اللہ ﷺ جو عادات نبویہ پر عمل کرنا بھی عبادت خیال کرتے ہوں اور جن کے لئے رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت بھی دیدی تھی اور جو اعیان و اعوان نبی بھی تھے اور جن کیلئے،، حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ،، اور ،، کَرَّهَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ،، تک اللہ نے خود صفائی پیش کر دی تھی بلکہ،، اَلْزَمَهُمْ کَلِمَةَ التَّقْوٰی،، جن کی طبعی سرشت ہو چکی ہو کیا ایسے لوگ بھی اس قسم کے خطرہ کا شکار ہو سکتے تھے تعجب تو بخاری پر ہے کہ انہوں نے من وعن بے چون وچرا اصحابہ کرامؓ کی حیثیت عرفیہ کو داغدار کرنیوالوں اور لعنتی راویوں کے سینہ بسینہ ہو کر قرآن سے اتنی بے اعتنائی برتی کہ اہل رفض کے چھپے انداز میں ہمنوا بن جانے کا خیال بھی نہ کیا۔ تابعین میں کثرت کیساتھ غلو ورفض پایا جاتا تھا خدا معلوم کس شیعہ نواز راوی نے اندر کی مرض صحابہؓ پر اگل دی اور بخاری صاحب شیعہ نوازی میں اس کے ساتھ ہو گئے۔ اس قسم کی خرافت سے تو شیعہ اور شیعہ نواز ٹولی کا بکواس ہی ثابت ہو رہا ہے کہ اصحابؓ رسول ﷺ اکثر منافق تھے جو وفات نبوی کے بعد مرتد ہو گئے،، نعوذباللہ من هذه الخرافة،،

(قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۳۶۔۳۸)

☆☆☆

الجواب

یہاں چتروڑی صاحب نے یہ اعتراض اٹھایا ہے کہ قرآن مقدس میں صحابہ کرامؓ کے ایمان کو معیار بتایا گیا ہے اور ''اولئك هم المؤمنون حقا '' سے انکے ایماندار ہونے کا پروانہ نازل فرما دیا ہے لیکن بخاری محدث نے کسی اندر کے روگی راوی پر کلی اعتماد کرتے ہوئے اپنی کتاب میں یہ ٹانک دیا ہے ''ادر کت ثلاثين من اصحاب النبی ﷺ کلهم يخاف النفاق على نفسه'' (صحیح بخاری: الایمان، باب خوف المؤمن ان یحبط عملہ وھولا یشعر)

ترجمہ: میں نے نبی ﷺ کے تیس اصحابؓ کو پایا وہ سب اپنے اوپر نفاق کا خوف رکھتے تھے۔

تو اس طرح چھپے انداز میں اہل رفض کے ہمنوا بن گئے۔

نفاق وخوفِ نفاق میں فرق: اسکے جواب میں عرض ہے کہ نفاق اور چیز ہے اور نفاق کا خوف اور چیز ہے، نفاق بری چیز ہے لیکن نفاق کا خوف بری چیز نہیں ہے بلکہ اچھی چیز ہے، کیونکہ جو آدمی نفاق سے ڈرے گا وہی اس سے بچے گا اور جو بے خوف رہے گا وہ اسکا شکار ہو جائیگا جیسا کہ دشمن سے ڈرنے والا دشمن سے بچا رہتا ہے اور دشمن سے بے خوف و مطمئن رہنے والا دشمن سے نقصان اٹھاتا ہے قرآن مجید میں ہے ''ان الشيطان لكم عدو فاتخذوه عدوا'' (فاطر/٦) کہ شیطان تمہارا دشمن ہے پس تم اسکو دشمن ہی بناؤ یعنی دوست سمجھ کر اسکی خیر خواہانہ باتوں میں نہ آؤ ورنہ وہ تمہیں جہنم میں لے جائیگا۔

اسی طرح کسی کا قیمتی متاع تب محفوظ رہتا ہے جب وہ سب کو مشکوک سمجھ کر حفاظت کا انتظام کرے اگر سب پر اعتماد کرے گا تو اسی اعتماد میں کوئی اسکا قیمتی متاع لوٹ لے گا۔

صحابہ کرامؓ چونکہ ایمان کو سب سے قیمتی متاع سمجھتے تھے اسلئے وہ اسکے بارے میں بڑے فکر مند رہتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی تعریف کی ہے ارشاد خداوندی ہے " امّن هو قانت اٰناء الليل ساجدا وقائما يحذر الاٰخرة ويرجو رحمة ربه قل هل يستوى الذين

يعلمون والذين لا يعلمون (الزمر/۹)

یہی وجہ ہے کہ شراح حدیث نے اسکو قرآن وحدیث کے مخالف نہیں سمجھا بلکہ عین ایمان سمجھا ہے۔

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ابن ابی ملیکہؒ نے تیس صحابہ کرامؓ کے بارے یہ بات نقل کی ہے کہ وہ نفاق سے ڈرتے تھے اور کسی صحابی سے اسکے خلاف منقول نہیں تو یوں سمجھیں کہ یہ صحابہ کرامؓ کا اجماعی طرز عمل تھا۔

وقد جزم بانهم كانوا يخافون النفاق في الاعمال ولم ينقل عن غيرهم خلاف ذالك فكأنه اجماع (فتح الباری: الایمان، باب خوف المؤمن ان یحبط عملہ)

صحابہ کرامؓ کو نفاق کا خوف کیوں تھا: آگے فرماتے ہیں کہ یہ نفاق کا ڈر اس وجہ سے تھا کہ کبھی مؤمن صادق کے عمل میں بھی اخلاص کے منافی عناصر مثلاً ریاکاری وغیرہ کی آمیزش ہو جاتی ہے جنکو محسوس کر کے وہ اپنے اوپر نفاق کا ڈر محسوس کرنے لگتا ہے۔

"وذالك لان المؤمن قد يعرض عليه في عمله مايشوبه مما يخالف الاخلاص" (ایضاً)

بلکہ کئی مرتبہ کیفیات کے فرق سے بھی ڈر محسوس کرنے لگتا ہے جسکی مشہور مثال حضرت حنظلہؓ کا مشہور واقعہ ہے جسکو امام مسلم، ترمذی، ابن ماجہ اور احمد وغیرہم نے روایت کیا ہے تفصیلی واقعہ صحیح مسلم میں ہے میں اختصار کے پیش نظر سنن ابن ماجہ سے نقل کرتا ہوں۔

عن حنظلة الاسيدى قال كنا عند رسول اللهﷺ فذكرنا الجنة والنار حتى كانا رأى العين فقمت الى اهلى وولدى فضحكت ولعبت، قال: فذكرت الذى كنا فيه فخرجت فلقيت ابا بكر فقلت نافقتُ نافقتُ. فقال ابو بكر: انا لنفعله فذهب حنظلة فذكره للنبىﷺ فقال يا حنظلة: لو كنتم كما تكونون عندى لصافحتكم الملائكة على فرشكم او على طرقكم يا حنظلة ساعة و ساعة (سنن ابن

ماجہ، کتاب الزہد)

ترجمہ:　　حضرت حنظلہؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے اور ہمنے جنت وجہنم کا مذاکرہ کیا تو یوں لگا جیسے یہ آنکھوں کے سامنے ہوں پھر میں اپنے بیوی بچوں کے پاس گیا اور انکے ساتھ ہنسی کھیل میں مشغول ہو گیا تو مجھے وہ حالت یاد آئی جسمیں پہلے ہم تھے تو مجھے تردد ہوا اور میں گھر سے باہر نکل گیا راستے میں ابوبکرؓ سے ملاقات ہوگئی میں نے ان سے کہا میں تو منافق ہو گیا میں تو منافق ہو گیا۔ تفصیل سن کر ابوبکرؓ نے کہا یہ صورت تو ہمیں بھی پیش آتی ہے تو حضرت حنظلہؓ نے نبی ﷺ کے پاس جا کر اپنی اس پریشانی کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے حنظلہ! اگر تم ہمیشہ اسی حالت میں رہو جسمیں تم میرے پاس رہتے ہو تو فرشتے تمہارے بستروں یا فرمایا تمہارے راستوں پر تم سے مصافحہ کرنے لگیں لیکن اے حنظلہ یہ حالت ہمیشہ نہیں رہ سکتی بلکہ کسی کسی وقت پیدا ہوتی ہے۔

یہ حدیث بخاری کی نہیں بلکہ مسلم، ترمذی، ابن ماجہ اور مسند احمد کی ہے اور اسمیں حضرت حنظلہؓ نے کس طرح اپنے منافق ہونے کا خطرہ محسوس کیا بلکہ کس طرح اپنے اوپر نفاق کا حکم لگا دیا؟ اور جب تک حضور ﷺ سے پوچھ کر اطمینان نہ کر لیا تب تک چین نہیں آیا۔

کیا صحابہؓ واقعۃً منافق تھے؟ والعیاذ باللہ:　　علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں صحابہ کرامؓ کے نفاق سے ڈرنے سے یہ نہیں لازم آتا کہ نفاق کا ان سے وقوع ہوا تھا بلکہ انکو یہ نفاق کا ڈر انکی انتہائی پرہیزگاری اور تقوی کیوجہ سے لاحق ہو جاتا تھا کیونکہ وہ ایمان کے معاملے میں بہت حساس تھے چھوٹی چھوٹی باتوں سے بھی اپنا ایمان خطرے میں دیکھتے تھے۔

ولا یلزم من خوفھم من ذالك وقوعه منھم بل ذالك علی سبیل المبالغة منھم فی الورع والتقوی رضی اللہ عنھم (فتح الباری ایضا)

اور ابن بطالؒ سے نقل کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کو نفاق کا خوف اس بناء پر تھا کہ انکا زمانہ جب زیادہ گزرا تو انہوں نے امور خلافت وغیرہ میں وہ تغیرات دیکھے جنکو وہ شریعت کے مطابق نہیں

سمجھتے تھے لیکن ان پر نکیر کرنے کی قدرت بھی نہیں رکھتے تھے تو انکو یہ خوف ہونے لگا کہ کہیں وہ سکوت کیوجہ سے عنداللہ مداہن نہ ٹھیرے ہوں۔

''علامہ'' کی اہل تشیع سے مرعوبیت: بہر حال کوئی بھی توجیہ ہو یہ انکے ایمان کی دلیل ہے نہ کہ نفاق کی تو یہ کہنا کہ ''اس قسم کی خرافت سے تو شیعہ اور شیعہ نواز ٹولی کا بکواس ہی ثابت ہو رہا ہے کہ اصحابؓ رسول ﷺ اکثر منافق تھے جو وفات نبوی ﷺ کے بعد مرتد ہو گئے'' قطعاً غلط ہے اسلئے کہ شیعہ انکے منافق ہونے کے قائل ہیں جبکہ ابن ابی ملیکہؒ کے اثر میں انکا نفاق سے ڈرنا مذکور ہے اور یہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ نفاق اور چیز ہے اور نفاق کا خوف اور چیز۔ اور یہ دونوں چیزیں آپس میں جمع نہیں ہوتیں پھر ابن ابی ملیکہؒ کے اثر میں تیس کا ذکر ہے اور شیعہ سوائے چند ایک کے باقی سب اصحاب رسول ﷺ کے معاذ اللہ منافق ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں تو اگر نفاق اور خوفِ نفاق کا فرق اٹھا دیا جائے تب بھی اس سے شیعہ کا دعوی ثابت نہیں ہوتا۔ آپ خود بتائیں کیا تیس صحابہ اکثر بن جاتے ہیں؟ کیا کل صحابہ پچاس تھے؟

لگتا ہے چتر وڑی صاحب اپنی علمی بے بضاعتی کیوجہ سے اہل تشیع کے اعتراضات کا جواب اپنے پاس نہیں پاتے اور مرعوبیت کا شکار ہیں اس وجہ سے وہ ان روایات کو سرے سے ختم کرنا چاہتے ہیں جنکو شیعہ دلیل میں پیش کرتے ہیں لیکن یہ بہت خطرناک طریقہ ہے اسمیں پھر قرآن مجید کی بہت سی آیات سے بھی بیزاری کا اعلان کرنا پڑے گا کیا چتر وڑی صاحب اسکے لئے تیار ہیں؟

ابنِ ابی ملیکہؒ کا تعارف: اور اب آپکو یہ بھی بتا دیں کہ یہ کسی ''اندر کے روگی'' کی بات نہیں بلکہ عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہؒ کی ہے جو مشہور اور جلیل القدر تابعین میں سے ہیں جنہوں نے حضرت عائشہؓ، اسماءؓ، ام سلمہؓ، ابو ہریرہؓ، عقبہ بن حارثؓ، مسور بن مخرمہؓ اور عبادلہ اربعہؓ وغیرھم جیسے صحابہؓ سے سماع حدیث کیا اور امام لیث بن سعدؒ، عمرو بن دینارؒ، عطاء بن ابی رباحؒ، ابن جریجؒ، حماد بن سلمہؒ اور حجاج بن ارطاۃؒ جیسے عظیم فقہاء و محدثین جنکے شاگرد ہیں اور تمام ائمہ جرح وتعدیل نے

جنکی توثیق کی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

ابوزرعۃ الرازیؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۲۶۸/۵)
ابوحاتم الرازیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)

تو تمام ائمہ انکی دیانت، حافظہ اور عدالت کی تصدیق کر رہے ہیں اور چتروڑی صاحب انکو ''اندر کاروگی'' قرار دے رہے ہیں۔ آفرین ہے انکے ''علم'' پر۔

حسن بصریؒ کا ارشاد: اور اخیر میں یہ کہ اسی معنی میں حضرت حسن بصریؒ سے بھی منقول ہے جسکو علامہ ابن حجرؒ نے امام بخاری، جعفر فریابی اور امام احمد وغیرہ سے فتح الباری میں نقل کیا ہے کہ ''کوئی مؤمن وہ گزر چکا ہے یا موجود ہے ایسا نہیں جو نفاق سے ڈرتا نہ ہو اور کوئی منافق وہ گزر چکا ہے یا موجود ہے ایسا نہیں جو نفاق سے بے خوف نہ ہو''

عن المعلی بن زیاد سمعت الحسن یحلف فی ھذا المسجد " باللہ الذی لا الہ الا ھو مامضی مؤمن قط ولا بقی الا وھو من النفاق مشفق، ولامضی منافق قط ولا بقی الا وھو من النفاق اٰمن" اسیطرح ان سے یہ بھی منقول ہے **" من لم یخف النفاق فھو منافق"** کہ جو شخص نفاق سے نہیں ڈرتا وہ منافق ہے۔ (فتح الباری ایضا)

اب چتروڑی صاحب اپنی پوزیشن واضح کریں کہ کیا وہ نفاق سے ڈرتے ہیں یا نہیں؟ اگر ڈرتے ہیں تو اعتراض کی گنجائش نہیں ہے اور اگر نہیں ڈرتے تو حضرت حسن بصریؒ کے بقول وہ منافق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نفاق سے محفوظ رکھے۔

☆☆☆☆☆

اعتراض نمبر ۱۶

﴿۱۶﴾ قرآن مقدس قرآن مقدس میں غیر اسلامی اور غیر ضروری اشیاء کی بحث وتمحیص میں پڑنے سے اللہ کریم نے منع فرمادیا اور فرمایا ،، لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَکُمْ تَسُؤْکُمْ،، مثلاً یہ پوچھنا کہ یا حضرت میرے باپ کا کیا نام تھا یا میرا باپ مرگیا تھا جہنم میں ہے یا جنت میں وغیرہ وغیرہ لایعنی سوال مت کیا کرو کیونکہ یہ تمہارے نقصان میں ہوگا... **بخاری محدثؒ** لیکن بخاری صاحب جنکی نظر صرف روایات کے کثیر ڈھیر کی طرف تھی قرآن سے صرف نظر کرتے ہوئے کسی لعنتی روای کی اپج میں آکر صحابیؓ رسول ﷺ کے متھے جھوٹ کا نکہ لگاتے ہیں کہ حضرت انسؓ نے کہا،، نهينا في القرآن ان نسأل النبي ﷺ،، (بخاری ۱۵/۱) کہ اللہ نے ہمکو قرآن میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کرنا منع کردیا ہے حالانکہ یہ صریح جھوٹ ہے اور بہتان بلکہ قرآن پاک میں اللہ کریم نے تاکید کیساتھ فرمایا،، فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ،، تو اللہ کے رسول سے زیادہ اہل الذکر اور کون ہے؟ اور قرآن میں اپنے بیگانے سے متعلق کثرت کیساتھ آیا ہے کہ،، يسئلونك،، تو کیا اپنے صحابیؓ کو آپ ﷺ نے منع کردیا تھا کہ بیگانے تو سوال کریں اپنے نہ کریں؟ احادیث میں صحابہؓ کے سوال کثرت کیساتھ رسول اللہ ﷺ سے مذکور ہوئے ہیں حالانکہ قرآن میں مطلق سوال سے قطعاً منع نہیں کیا گیا روایت کے الفاظ مطلق ہیں جو سراسر جھوٹ ہے صحابہ کرامؓ کو بدنام کرنے کیلئے گھڑلئے گئے ہیں بلکہ اللہ نے تو فرمایا تھا کہ غیر اسلامی غیر ضروری نبی پاک ﷺ سے پوچھ گچھ نہ کیا کرو اور وہ بھی اسلئے تاکہ خود تمکو تکلیف نہ ہو،، لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ،، ورنہ دین سے متعلق تو آپ سے سوال کرنا دیسے ہی انکا فرض تھا جو انہوں نے بے دھڑک سوالات کئے اور آپ ﷺ نے جوابات دیے اور انکے لئے وہ جوابات تسلی خاطر بنے... معلوم ہوتا ہے بخاری صاحب کا اصل مقصود روایات کا جمع کرنا تھا قرآن کی طرف خاص توجہ کرنا انکا مشغلہ نہ تھا ورنہ راوی کے الفاظ کو عبارۃ قرآن پر ضرور پرکھ لیتے... (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۳۸۔۴۰)

الجواب

اعتراض میں مذکور حدیث کا مکمل متن اور ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث: حدثنا موسیٰ بن اسماعیل قال حدثنا سليمان بن المغيرة قال حدثنا ثابت عن انسؓ قال: نهينا في القرآن ان نسأل النبي ﷺ وكان يعجبنا ان يجيئ الرجلُ من اهل البادية العاقلُ فيسأله ونحن نسمع فجاء رجل من اهل البادية فقال: اتانا رسولك فاخبرنا انك تزعم ان الله عزوجل ارسلك فقال: صدق. فقال: فمن خلق السماء؟ قال: الله عزوجل. قال: فمن خلق الارض و الجبال؟ قال: الله عزوجل. قال: فمن جعل فيها المنافع؟ قال: الله عزوجل. قال: فبالذى خلق

السماء و خلق الارض، ونصب الجبال، وجعل فيها المنافع آلله ارسلك؟ قال: نعم قال: زعم رسولك ان علينا خمس صلوات وزكوة فی اموالنا. قال: صدق. قال: بالذی ارسلك آلله امرك بهذا؟ قال: نعم. قال: وزعم رسولك ان علينا صوم شهر فی سنتنا. قال: صدق. قال: فبالذی ارسلك آلله امرك بهذا؟ قال: نعم. قال: وزعم رسولك ان علينا حج البيت من استطاع اليه سبيلا. قال: صدق. قال: فبالذی ارسلك آلله امرك بهذا؟ قال نعم. قال: فوالذی بعثك بالحق لا ازيد عليهن شيأ ولا انقص. فقال النبی ﷺ: ان صدق ليد خلن الجنة (صحیح بخاری: العلم، باب القراءۃ والعرض علی المحدث ۱/۱۵ اقدیمی)

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں قرآن میں نبی ﷺ سے سوال کرنے سے منع کردیا گیا تھا تو ہمیں یہ بات بہت اچھی لگتی تھی کہ دیہاتیوں میں سے کوئی سمجھدار آدمی آکر حضور ﷺ سے سوال کرے اور ہم سنیں چنانچہ ایک دیہاتی آدمی آیا اور کہا کہ ہمارے پاس آپکا قاصد پہنچا ہے اور اس نے بتلایا ہے کہ آپ یہ کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے آپکو رسول بنا کر بھیجا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا ہے۔ تو اس نے کہا آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل نے۔ اسنے کہا زمین اور پہاڑوں کو کس نے پیدا کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل نے۔ اس نے کہا انمیں منافع کس نے رکھے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل نے۔ تو اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آسمان وزمین کو پیدا کیا، پہاڑوں کو گاڑا، اور انمیں منافع رکھے کیا سچ مچ اللہ نے آپکو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں! اس نے کہا آپکے قاصد نے یہ بھی کہا ہے کہ ہم پر پانچ نمازیں فرض ہیں اور اپنے اموال میں زکوۃ بھی فرض ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا۔ اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپکو رسول بنا کر بھیجا کیا واقعی آپکو اللہ نے اسکا حکم دیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں! اس نے کہا کہ آپکے قاصد نے یہ بھی کہا ہے کہ سال میں ہم پر ایک ماہ کے روزے بھی فرض ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا ہے۔ اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپکو رسول بنا کر

بھیجا ہے کیا واقعی اللہ نے آپکو اسکا حکم دیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں! اس نے کہا آپکے قاصد نے یہ بھی کہا ہے کہ ہمارے اوپر بیت اللہ کا حج بھی فرض ہے جو استطاعت رکھتا ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا ہے۔ اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپکو رسول بنا کر بھیجا کیا واقعی اللہ نے آپکو اسکا حکم دیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں! تو اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپکو حق دیکر بھیجا ہے نہ میں ان پر کچھ اضافہ کرونگا اور نہ کمی کرونگا۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ شخص ضرور جنت میں داخل ہوگا۔

حدیث با ترجمہ آپنے ملاحظہ فرمائی۔ یہاں چتروڑی صاحب کو یہ اعتراض ہے کہ قرآن مقدس میں غیر اسلامی اور غیر ضروری اشیاء کی بحث و تمحیص میں پڑنے سے اللہ کریم نے منع فرمادیا اور فرمایا " **لا تسالوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤکم** "لیکن بخاری جنکی نظر صرف روایات کے کثیر ڈھیر کیطرف تھی قرآن سے صرف نظر کرتے ہوئے کسی لعنتی راوی کی ایچ میں آکر صحابی رسول ﷺ کے متھے جھوٹ کا ٹکہ لگاتے ہیں کہ حضرت انسؓ نے کہا " **نھینا فی القرآن ان نسال النبی ﷺ** " حالانکہ یہ صریح جھوٹ ہے اللہ نے قرآن میں فرمایا" **فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون** "

حدیث کی صحیح تشریح: جواب کیلئے ہم عرض کرتے ہیں کہ بعض لوگ حضور ﷺ سے لایعنی سوالات کرتے تھے جو آپکے خاطر عاطر پر گرانی کا باعث بنتے تھے اسلئے اللہ تعالیٰ نے "**یا ایھا الذین امنوا لا تسألوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤکم**"(المائدہ/۱۰۱) نازل فرمائی جسمیں غیر ضروری ولایعنی سوالات کرنے سے اہل ایمان کو منع کردیا گیا۔

یہ آیت اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے لیکن صحابہ کرامؓ میں چونکہ نبی ﷺ کا ادب اور خدا تعالیٰ کا خوف انتہا درجے کا تھا اسلئے انہیں چھوٹی چھوٹی باتوں پر حکم خداوندی کی خلاف ورزی کا خطرہ ہونے لگ جاتا تھا اسلئے اگر چہ اس آیت میں صحیح سوالات کرنے سے منع نہیں کیا گیا لیکن بعض مرتبہ کوئی صحیح سوال کرنے سے پہلے بھی انکے دل میں یہ خیال پیدا ہو جاتا کہ کہیں یہ سوال بھی انہی ممنوع سوالات میں سے نہ ہو اور خدا اور رسول ﷺ کی ناراضگی کا سبب نہ بن جائے اسلئے وہ احتیاطاً خاموشی میں عافیت

سمجھتے اور اسکا انتظار کرتے کہ کوئی اور سوال کرے اور ہم مستفید ہوں اللہ تعالیٰ بھی انکی اس ادب داری کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا اور غیب سے کوئی انتظام کر دیتا حدیث جبریلؑ اسکی ایک مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کو اسی مقصد کیلئے بھیجا تا کہ وہ حضور ﷺ سے صاف صاف سوال کریں اور صحابہ کرامؓ انکے جوابات سے مستفید ہو سکیں۔اسلئے حضور ﷺ نے اسکے آخر میں فرمایا کہ "یہ جبریلؑ تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے"

اسی طرح کبھی دیہاتی لوگوں میں سے کسی کو بھیج دیتا جو آداب سے نابلد ہونے کیوجہ سے الٹے سیدھے سوالات کر دیتے تھے اور آپ ﷺ انکی طبعی سادگی کیوجہ سے گرانی بھی محسوس نہیں فرماتے تھے اور اس طرح صحابہ کرامؓ کو کھلی کھلی باتیں سننے کا موقع مل جاتا جسپر وہ اللہ کا شکر ادا کرتے اور اسکی طرح کسی دوسرے کے انتظار میں رہتے۔اسی کو حضرت انسؓ نے اس حدیث میں ذکر کیا ہے۔

اثرِ انسؓ اور قرآن میں کوئی تعارض نہیں: تو مقصد یہ ہے کہ اثر انسؓ اور قرآن میں کوئی تعارض نہیں ہے اور نہ ہی یہ بات ہے کہ انکو قرآن کی بات سمجھ نہ آئی تھی بلکہ صرف ادباً و تعظیماً بعض قسم کے سوالات سے گریز کرتے تھے کہ یہ کہیں ممنوع سوالات میں سے نہ ہوں اور "فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون" (الانبیاء/۷) کا حکم بھی انہیں معلوم تھا جسکی وجہ سے وہ حضور ﷺ سے صحیح اور ضروری سوال کرنے سے کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے تھے بشرطیکہ انہیں اس بات کا سو فیصد یقین ہو جائے کہ یہ ممنوع یعنی غیر ضروری سوالات میں سے نہیں۔

تو حضرت انسؓ کے اس اثر میں بھی صرف ان سوالات کی ممانعت کا ذکر ہے جو لایعنی ہوں اور یہ اثر قرآن مقدس کی آیت "لاتسألوا عن اشیاء" کے عین مطابق ہے۔

رہا مطلق سوال کا ممنوع ہونا تو وہ نہ قرآن میں ہے نہ حضرت انسؓ کے اثر میں اور اس اثر میں "سوالاً غیر ضروری" کی قید محذوف ہے جیسا کہ بہت سی آیات میں بھی بعض قیود محذوف ہوتی ہیں جو سامع کے علم پر اعتماد کرتے ہوئے چھوڑ دی جاتی ہیں اسکی ایک مثال قرآن مجید کی یہ آیت ہے "وان کان رجل یورث کللة او امرأة وله اخ او اخت فلكل واحد منهما

السدس" (النساء/۱۲) کہ یہاں بھائی بہن سے خیفی (ماں شریک) بھائی بہن مراد ہیں حقیقی یا علاتی (باپ شریک) نہیں جبکہ خیفی کی قید یہاں موجود نہیں ہے تو کیا یہاں بھی چتر وڑی صاحب اپنی منطق چلائیں گے کہ نہیں آیت مطلق ہے ہر قسم کے بھائی بہن مراد ہیں اگر ایسا ہوا تو پھر قرآن کی دوسری آیت "ان امرؤ هلك ليس له ولد وله اخت فلها نصف ماترك" الخ (النساء/۱۷۶) سے تعارض لازمی ہے کیونکہ وہاں بھی بہن بھائیوں کے ساتھ حقیقی یا علاتی کی کوئی قید مذکور نہیں بلکہ مطلق ہے۔اور پہلی آیت میں انکا حصہ سدس وثلث مذکور ہے اور دوسری آیت میں نصف وثلثان وغیرہ۔

تو اس تعارض کو دور کرنے کیلئے چتر وڑی صاحب کیا توجیہ کرینگے سوائے اس کے کہ پہلی آیت میں ''خیفی'' اور دوسری میں ''حقیقی'' یا ''علاتی'' کی قید مقدر ہے پس اس حدیث میں بھی ''سوالا غیر ضروری'' کی قید مقدر ہے تا کہ قرآن وحدیث میں تعارض لازم نہ آئے۔

اب آیئے ان راویوں کو دیکھتے ہیں جنکو چتر وڑی صاحب نے ''لعنتی'' کہا ہے۔معاذ اللہ۔

رواۃ حدیث: موسیٰ بن اسماعیل، سلیمان بن المغیرۃ، ثابت اور حضرت انسؓ

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

۱۔ابوسلمہ موسیٰ بن اسماعیل المنقری التبوذکی البصری التوفی ۲۲۳ھ۔

یحییٰ بن معینؒ	:	ثقۃ، مامون	(تھذیب التھذیب ۱۰/۲۹۷)
ابوالولید الطیالسیؒ	:	ثقۃ، صدوق	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابوحاتم الرازیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً)

۲۔ابوسعید سلیمان بن المغیرۃ القیسی البصری من کبار الاتباع التوفی ۱۶۵ھ۔

احمد بن حنبلؒ	:	ثبت، ثبت	(تھذیب التھذیب ۴/۱۹۳)

یحییٰ بن معینؒ	:	ثقۃ، ثقۃ	(ایضاً)
النسائیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ، ثبت	(ایضاً)
ابن نمیرؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)

۳۔ابو محمد ثابت بن اسلم البنانی البصری دون وسطی التابعین المتوفی ۱۲۷ھ۔

احمد بن حنبلؒ	:	متثبت فی الحدیث	(تھذیب التھذیب ۳/۲)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ، مامون	(ایضاً)
النسائیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً)

۴۔ابو حمزۃ حضرت انس بن مالک بن النضر بن ضمضم بن زید بن حرام الانصاری المدنی البصری الصحابی رضی اللہ عنہ المتوفی ۹۱ھ۔

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اور اخیر میں یہ کہ یہی حدیث صحیح مسلم، سنن نسائی اور مسند احمد میں بھی موجود ہے دیکھئے۔

صحیح مسلم: الایمان، باب السوال عن ارکان الاسلام (۱۳)

سنن النسائی: الصیام، باب وجوب الصیام (۲۰۶۴)

مسند احمد: مسند انس بن مالک (۱۲۰۰۲، ۱۲۵۴۱)

کیا اب بھی کہا جا سکتا ہے کہ ''بخاری صاحب جنکی نظر صرف روایات کے کثیر ڈھیر کیطرف تھی قرآن سے صرف نظر کرتے ہوئے کسی لعنتی راوی کی اپچ میں'' الخ

کیا یہ روایت صرف بخاری کی ہے؟ یا کیا باقی محدثین بشمول امام احمد بھی لعنتی راوی کی اپچ

میں آ کر صحابی رسول ﷺ کے متھے جھوٹ کا ٹکہ لگاتے ہیں؟

یہ آیت ملاحظہ فرمائیں اور عبرت حاصل کریں۔

افرایت من اتخذ الهه هواه واضله الله علی علم و ختم علی سمعه و قلبه و جعل علی بصره غشاوة فمن یهدیه من بعد الله افلا تذکرون (الجاثیہ/۲۳) اللہ تعالیٰ عبرت پذیری کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اعتراض نمبر ۱۷

﴿۱۷﴾ **قرآن مقدس** قرآن مقدس نے صحابہ کرامؓ کا دربار الٰہی میں محبوب ہونیکا ایک شعبہ یہ بھی بیان ہوا ہے کہ ،، یُحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا،، اور کافر و منافق کے ناپسندیدہ ہونے کا ایک شعبہ یہ بھی ذکر کیا ہے کہ وہ نقال حدیث من قوم الی قوم یعنی دو باجرے ہیں اور چغلخور ہیں،، مَشَّآءٍ بِنَمِیْمٍ،، ہیں اور اسکے برعکس صحابہ کرامؓ کا مزکیٰ ہونا بیان کیا ہے کہ اللہ کا پیغمبر ﷺ ،، یُزَکِّیْهِمْ،، انکو پاک کر رہا ہے اب ان میں کسی قسم کی پلیدی نہیں ہے نہ ظاہری اور نہ باطنی اور اللہ نے بھی صاف فرمادیا،، لٰکِنْ یُّرِیْدُ اَنْ یُّطَهِّرَکُمْ،، تو اللہ کا ارادہ پورا ہوا اور وہ ہر طرح پاک ہوگئے... **بخاری محدث** لیکن بخاری محدث نے بڑے زور سے ایک جھوٹی روایت قرآن کے صریح خلاف نقل کردی ہے جس سے صحابہ کرامؓ کو بدنام کیا جاسکتا ہے اور قرآن کیخلاف منافق مشرک کیلئے آپ ﷺ کا استغفار اور سفارش کرنا ثابت ہوتا ہے فرماتے ہیں کہ ،، باب من الکبائر ان لا یستتر من بوله،، اس میں کہا کہ آپ ﷺ کا دو قبروں پر گزر ہوا ان دونوں میں دو انسانوں پر عذاب ہو رہا تھا تو فرمایا انکو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑے گناہ کے بدلے نہیں ہو رہا پھر فوراً ہی فرمایا،، بلیٰ،، کیوں نہیں واقعی بہت بڑے گناہ کیوجہ سے انکو عذاب ہو رہا ہے اور وہ بڑے کبیرہ گناہ یہ ہیں ایک تو پیشاب سے اپنے بدن اور کپڑے نہیں بچاتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا پھر آپ ﷺ نے ایک چھڑی چیر کر دو حصے کر کے دونوں قبروں پر رکھ دی اور پوچھنے پر فرمایا امید ہے کہ انکے خشک ہونے سے پہلے ان پر سے عذاب اٹھالیا جائیگا۔ (بخاری ۳۵/۱) اب سوال یہ ہے کہ وہ دو انسان کون تھے اور کیا تھے اگر وہ دونوں جاہلی کافر و منافق تھے تو قرآن کی نص قطعی کیخلاف جو آپ ﷺ کو منع کر رہی تھی آپ ﷺ نے انکے لئے سفارش کس طرح فرمائی؟ اور اگر یہ دونوں انسان مسلمان تھے تو صحابیؓ رسول ﷺ کے علاوہ کوئی دوسرا کون ہوسکتا ہے اگر واقعی صحابہؓ میں سے تھے تو یہ کیسے ممکن تھا کہ جن صحابہ کرامؓ کی تربیت آپ ﷺ نے کی تھی انکے اندر یہ دونوں کبیرہ گناہ اور وہ بھی ساری زندگی رہے ہوں۔ روایت کے جھوٹے ہونیکی اس سے زیادہ بین دلیل اور کیا ہوگی بات وہی ثابت ہوئی کہ بخاری کا مطمع نظر صرف روایات کا اکٹھا کرنا تھا قرآنی بصیرت انکا مشغلہ نہ تھا... (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۴۰-۴۲)

الجواب

اعتراض میں مذکور حدیث اور اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث: حدثنا عثمان قال حدثنا جریر عن منصور عن مجاهد عن ابن

عباس رضی اللہ عنہما قال مر النبی ﷺ بحائط من حیطان المدینۃ او مکۃ فسمع صوت انسانین یعذبان فی قبورھما فقال النبی ﷺ: یعذبان وما یعذبان فی کبیر ثم قال: بلیٰ! کان احدھما لا یستتر من بولہ وکان الآخر یمشی بالنمیمۃ ثم دعا بجریدۃ فکسرھا کسرتین فوضع علی کل قبر منھما کسرۃ فقیل لہ: یا رسول اللہ لم فعلت ھذا؟ قال: لعلہ ان یخفف عنھما مالم تیبسا او الی ان ییبسا (بخاری شریف: الوضوء، باب من الکبائر ان لا یستتر من بولہ، رقم ۲۰۹)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ مدینہ یا مکہ کے باغات میں سے کسی باغ کے پاس سے گزرے تو دو آدمیوں کی آواز سنی جنکو انکی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے لیکن کسی بڑے گناہ میں نہیں ہو رہا پھر فرمایا کیوں نہیں کہ انمیں سے ایک اپنے پیشاب سے بچاؤ نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خوری کیا کرتا تھا پھر آپ ﷺ نے ایک چھڑی منگوائی اور اسکو دو ٹکڑے کر کے ہر ایک قبر پر ایک ٹکڑا ڈال دیا پس آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے یہ کام کیوں کیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا شاید انکے خشک ہونے تک ان سے تخفیف کردی جائے۔

یہاں چترو ڑی صاحب کو اعتراض یہ ہے کہ اگر وہ دو آدمی کافر تھے تو قرآن کی نص قطعی کے خلاف آپ ﷺ نے انکے لئے سفارش کس طرح فرمائی؟ اور اگر وہ مسلمان تھے تو ظاہر ہے کہ صحابہؓ کے علاوہ نہیں ہو سکتے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ جن صحابہؓ کی تربیت آپ ﷺ نے کی تھی انکے اندر یہ دونوں کبیرہ گناہ ساری زندگی رہے ہوں؟ چترو ڑی صاحب کے نزدیک اس روایت کے جھوٹے ہونے کی اس سے زیادہ بین دلیل نہیں ہو سکتی۔

حدیثِ جریدہ کی تشریح: جواب کیلئے ہم عرض کرتے ہیں کہ چترو ڑی صاحب کی منطقی تقسیم پر مبنی یہ دونوں صورتیں ممکن ہیں اور کوئی بھی صورت قابل اعتراض نہیں ہے۔

پہلی صورت پر اسلئے اعتراض نہیں کہ کفار کیلئے بخشش کی دعا کرنا ممنوع ہے "ما کان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین(التوبہ/۱۱۳) باقی تخفیف عذاب کی دعایا سفارش سے قرآن مقدس میں کہیں منع وارد نہیں ہوئی جیسا کہ اسکی تفصیل اعتراض نمبر ۷ کے ذیل گزر چکی ہے۔

قال الخطابی: هو محمول علی انه ﷺ دعا لهما بالتخفیف مدة بقاء النداوة (فتح الباری: الوضوء، باب من الکبائر ان لایستتر من بوله)

وقد اختلف فیهما: فقیل کانا کافرین، وبه جزم ابو موسی المدینی قال: لانهما لو کانا مسلمین لما کان لشفاعته الی ان ییبس الجرید تان معنی ولکنه لما راٰهما یعذبان لم یستجز للطفه وعطفه حرمانهما من احسانه فتشفع لهما الی المدة المذکورة (زہرالربیٰ شرح النسائی المجتبیٰ للسیوطی: الطہارۃ، باب التنزہ عن البول)

ترجمہ: ان دو آدمیوں کے بارے میں اختلاف ہے بعض نے کہا ہے کہ وہ کافر تھے اور ابو موسیٰ المدینیؒ نے اسی کو قطعی کہا ہے اور کہا ہے کہ اگر وہ دونوں مسلمان ہوتے تو ٹہنیوں کے خشک ہونے تک انکے لئے آپ ﷺ کی سفارش کا کوئی مطلب نہیں نکلتا اور کافروں کیلئے سفارش اس لئے کی کہ جب آپ ﷺ نے انکو عذاب میں دیکھا تو اپنے لطف وکرم کیوجہ سے انکو اپنے احسان سے بالکلیہ محروم رکھنا گوارا نہ فرمایا اور انکے لئے مدت مذکورہ تک کی محدود سفارش فرمادی۔

اور دوسری صورت پر اسلئے اعتراض نہیں کہ صحابہ کرامؓ باوجود فضائل کثیرہ کے معصوم عن الخطا نہیں تھے ان سے گناہ صغیرہ یا کبیرہ کا سرزد ہو جانا ناممکن نہیں صحابہ کرامؓ کے من حیث الجماعت و من حیث الافراد فضائل و مناقب حدِ احصاء سے باہر ہیں تاہم شخصی و انفرادی حیثیت میں ان سے گناہ کا صدور نہ صرف ممکن بلکہ امر واقع ہے مثال کے طور پر حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ پر حد رجم کا جاری ہونا مسلمات و مشہورات میں سے ہے اسکا قصہ بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداود اور نسائی وغیرہ میں موجود ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ ان سے گناہ کا صدور بھی ہو سکتا ہے اور دنیا میں ان پر سزا کا اجراء بھی ہو سکتا ہے۔

اسی طرح ان پر قبر کی تنگی بھی ہوسکتی ہے مثال کے طور پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد آپ ﷺ نے انکے بارے میں فرمایا کہ ان پر قبر تنگ ہوگئی تھی پھر میری دعا سے انکو رہائی ملی۔ اسکی تفصیل سنن نسائی، کتاب الجنائز، باب ضمۃ القبر وضغطتہ اور اسکی شرح زہر الربی للسیوطی میں موجود ہے۔

ہاں البتہ جہنم سے وہ سارے کے سارے محفوظ ہونگے اور دخول اوّلی کے ساتھ جنت میں داخل ہونگے ان شاء اللہ تعالیٰ و کلا وعد اللہ الحسنٰی (الحدید/۱۰)

وجزم ابن القصار فی شرح العمدۃ: بانھما کان مسلمین قال القرطبی: وھوا لاظھر وقال الحافظ ابن حجرؒ وھو الظاھر من مجموع طرق الحدیث (زہر الربی شرح النسائی: الطھارۃ، باب التنزہ عن البول)

ترجمہ: اور ابن القصار نے شرح العمدۃ میں اسکو یقینی کہا ہے کہ وہ مسلمان تھے قرطبیؒ نے کہا ہے کہ یہی زیادہ ظاہر ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ حدیث کے تمام طرق کے مجموعہ سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مسلمان تھے۔

عذابِ قبر گناہگاروں کو بھی ہوتا ہے: اسی وجہ سے علامہ ابن حجرؒ نے اس حدیث سے یہ استنباط کیا ہے کہ عذاب قبر ثابت ہے اور اسکا وقوع کفار و مشرکین پر بھی ہوتا ہے اور گناہ گار مسلمان موحدین پر بھی۔

وفی احادیث الباب من الفوائد: اثبات عذاب القبر، وانہ واقع علی الکفار ومن شاء اللہ من الموحدین (فتح الباری: کتاب الجنائز)

امام نوویؒ لکھتے ہیں ای لایتوھم احد ان التعذیب لا یکون الا فی اکبر الکبائر الموبقات فانہ یکون فی غیرھا (نووی شرح مسلم: الطھارۃ، باب الدلیل علی نجاسۃ البول و وجوب الاستبراء منہ)

ترجمہ: اس صورت میں دوسروں کو زجر و تحذیر مقصود ہوگا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ عذاب قبر صرف

بڑے بڑے مہلک گناہوں پر ہی ہوتا ہے بلکہ یہ نسبتاً ان سے چھوٹے گناہوں میں بھی ہوسکتا ہے۔

کیا یہ جھوٹی روایت ہے: چتر وڑی صاحب لکھتے ہیں ''بخاری محدث نے بڑے زور سے ایک جھوٹی روایت قرآن کے صریح خلاف نقل کردی ہے'' چتر وڑی صاحب جس کو جھوٹی روایت کہہ رہے ہیں اسی روایت کو امام ترمذیؒ اپنی کتاب میں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں " هذا حديث حسن صحيح" کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے دیکھئے ترمذی شریف، کتاب الطہارۃ، باب التشدید فی البول۔

اب ہم امام ترمذیؒ کی بات کو درست جانیں جنکے علم وعظمت پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے یا ''علامہ'' کی بات کو صحیح مانیں جنکی جہالتوں کے بیان سے ہمارے اوراق کم پڑ رہے ہیں؟

خبثِ باطن کا اظہار: اور لکھتے ہیں'' کافر ومنافق کے ناپسندیدہ ہونے کا ایک شعبہ یہ بھی ذکر کیا ہے کہ وہ ''نقال حدیث من قوم الی قوم''یعنی دوباجرے ہیں اور چغلخور ہیں''

یہاں اصل میں چتر وڑی صاحب نے محدثین کرام کے بارے اپنے خبث باطن کا اظہار کیا ہے کہ چغلخور کی تعریف میں ''نقال حدیث من قوم الی قوم'' کے الفاظ ذکر کئے ہیں جبکہ چغلخور کی یہ تعریف نہ صحیح ہے اور نہ کسی امام لغت سے منقول ہے بلکہ خود ساختہ ہے اور حدیث دشمنی پر مبنی ہے چغلخوری کی تعریف میں امام نوویؒ لکھتے ہیں

چغل خوری کی حقیقت: اما النميمة فحقيقتها "نقل كلام الناس بعضهم الى بعض على جهة الافساد"(نووی شرح مسلم: الطہارۃ، باب الدلیل علی نجاسۃ البول)

یعنی چغلخوری کی حقیقت ہے دو آدمیوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے اور فساد پیدا کرنے کی غرض سے ایک کی بات دوسرے تک پہنچانا۔ تو کہاں یہ تعریف اور کہاں ''علامہ'' کی خودساختہ تعریف؟

اور لکھتے ہیں'' اللہ نے بھی صاف فرما دیا لكن يريد ان يطهركم'' علامہ صاحب نے آیت کا حوالہ نہیں دیا اور مجھے تلاش بسیار کے باوجود یہ ٹکڑا قرآن کے تیس پاروں میں کہیں نہیں ملا لگتا

ہے ”علامہ“ اب قرآن بھی اپنی مرضی کا خود گھڑنے لگے ہیں

”علامہ صاحب“ سے دردمندانہ گزارش ہے کہ خدا کیلئے الفاظ قرآن کو تو معاف کر دیں۔

اب آیئے حدیث شریف کے راویوں کو دیکھتے ہیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ روایت جھوٹی نہیں بلکہ اسکو جھوٹی روایت کہنے والا خود جھوٹا ہے۔

رواۃ حدیث: عثمان، جریر، منصور، مجاہد، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

مختصر تعارف، جرح و تعدیل

۱۔ ابو الحسن عثمان بن محمد بن ابراہیم بن عثمان العبسی الکوفی الملقب بابن ابی شیبہ من کبار تبع الاتباع المتوفی ۲۳۹ھ۔

احمد بن حنبلؒ	:	ما علمت الا خیرا	(تھذیب التھذیب ۱۳۶/۷)
یحییٰ بن معینؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابو حاتم الرازیؒ	:	صدوق	(ایضاً)
ابن نمیرؒ	:	سبحان اللہ! ومثلہ یسأل عنہ؟	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً)

۲۔ ابو عبداللہ جریر بن عبدالحمید بن قرط الضبی الثقفی الکوفی من وسطی الاتباع المتوفی ۱۸۸ھ۔

النسائیؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۶۵/۲)
ابو حاتمؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابن عمارؒ	:	حجۃ، کانت کتبہ صحاحا	(ایضاً)
ابو القاسم اللالکائیؒ	:	مجمع علی ثقتہ	(ایضاً)
الخلالؒ	:	ثقۃ، متفق علیہ	(ایضاً)

۳۔ ابو عتاب منصور بن عبداللہ بن ربیعۃ السلمی الکوفی من صغری التابعین المتوفی ۱۳۲ھ۔

احمد بن حنبلؒ	:	اثبت من اسماعیل بن ابی خالد	(تھذیب التھذیب ۲۷۸/۱۰)
یحییٰ بن معینؒ	:	من اثبت الناس	(ایضاً)
ابراھیم بن موسیٰؒ	:	اثبت اہل الکوفۃ	(ایضاً)
ابوحاتم الرازیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ،ثبت	(ایضاً)

۴۔ابوالحجاج مجاہد بن جبر المخزومی المروزی من وسطی التابعین المتوفی ۱۰۲ھ۔

یحییٰ بن معینؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۳۹/۱۰)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابوزرعۃ الرازیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	متقن	(ایضاً)

۵۔ ابوالعباس عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی الہاشمی الصحابی ابن عم الرسول ﷺ المتوفی ۶۸ھ۔رضی اللہ عنہما

حدیثِ معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اوراخیر میں یہ کہ اس روایت کوامام بخاری کے علاوہ امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابوداود، امام ابن ماجہ، امام احمد اور امام دارمی رحمہم اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔دیکھئے

صحیح مسلم: الطہارۃ، باب الدلیل علی نجاسۃ البول (۴۳۹)

سنن ترمذی: الطہارۃ، باب التشدید فی البول (۶۵)

سنن نسائی: الطہارۃ، باب التنزہ عن البول (۳۱)

ایضاً: کتاب الجنائز، باب وضع الجریدۃ علی القبر (۲۰۴۱)

سنن ابوداود: الطہارۃ، باب الاستبراء من البول (۱۹)

سنن ابن ماجہ: الطہارۃ، باب التشدید فی البول (۳۴۱)

مسند احمد: بدایۃ مسند عبداللہ بن عباسؓ (۱۸۷۷)

سنن دارمی: الطہارۃ، باب الاتقاء من البول (۷۳۲)

کیا اب بھی یہ روایت جھوٹی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ اسکو جھوٹا کہنے والا خود جھوٹا اور کذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ کذب بیانی اور افتراء پردازی سے توبہ کی توفیق دے آمین۔

اعتراض نمبر ۱۸

﴿۱۸﴾ **قرآن مقدس** قرآن مقدس میں صراحت کیساتھ موجود ہے کہ قرآن کو ناپاک آدمی ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا، لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ، نیز احادیث صحاح بھی تصریح کر رہی ہیں کہ قرآن کی تلاوت ناپاک بدن سے نہیں کی جاتی اور خاص کر جنبی آدمی تو قرآن کی تلاوت یا ہاتھ نہیں لگا سکتا... **بخاری محدث جنبی قرآن کی تلاوت** لیکن بخاری صاحب بڑی دلیری سے کہتے ہیں کہ، ولم یر ابن عباس بالقراءۃ للجنب باسا، بخاری ۱/۴۴ کس راوی سے سن کر بخاری صاحب یہ بیان دیتے ہیں کہ ابن عباس جنبی آدمی کو قرآن پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں... کوئی سند پیش کی ہے یا کسی بھکو باز راوی کی اپچ پر ایسا کہہ دیا ہے؟ کم از کم صحابہ کرام کو تو معاف کر دیتے ایک مسئلہ کے اثبات کیلئے یہ قول نقل کر دیا ہے گویا امام بخاری کا یہی مذہب ہے ورنہ کیوں ذکر کیا؟ (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۴۲-۴۳)

الجواب

"علامہ" کے اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ قرآن مقدس میں صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ قرآن کو ناپاک آدمی ہاتھ نہیں لگا سکتا لا یمسہ الا المطھرون اور احادیث صحاح تصریح کر رہی ہیں کہ جنبی آدمی قرآن کو نہ ہاتھ لگا سکتا ہے نہ تلاوت کر سکتا ہے لیکن بخاری بڑی دلیری سے کہتے ہیں "لم یر ابن عباس بالقراءۃ للجنب بأسا" (صحیح بخاری: الحیض، باب تقضی الحائض المناسک کلھا الا الطواف)

اثرِ ابن عباسؓ اور قرآن میں تعارض نہیں: جواب کیلئے ہم عرض کرتے ہیں کہ قرآن کو ہاتھ لگانا الگ چیز ہے اور قرآن کو پڑھنا الگ چیز "لا یمسہ الا المطھرون" میں قرآن کو ہاتھ

لگانے کا ذکر ہے نہ کہ پڑھنے کا اور ابن عباسؓ کے اثر میں قرآن کے پڑھنے کا ذکر ہے نہ کہ ہاتھ لگانے کا تو انمیں تعارض کیسے پیدا ہوگیا؟

اور ''علامہ'' کو یہ تعارض اسلئے نظر آیا کہ ''انکی'' فقہ حنفی میں جنبی آدمی قرآن نہیں پڑھ سکتا اور اثر ابن عباسؓ سے جنبی کیلئے قرآن کے پڑھنے کا جواز ثابت ہورہا ہے تو اصلمیں یہ تعارض فقہ حنفی اور اثر ابن عباسؓ میں ہے نہ کہ قرآن اور اثر ابن عباسؓ میں یا قرآن اور بخاری میں۔

جنبی کی تلاوت کے بارے میں ائمہ کے مذاہب: ''علامہ'' کو معلوم ہونا چاہئے کہ دیگر فروعی مسائل کیطرح یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے کہ آیا جنبی آدمی قرآن کو ہاتھ لگائے بغیر پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ جمہور اہل علم جن میں امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور ایک روایت میں امام مالکؒ بھی شامل ہیں کے نزدیک جنبی آدمی کیلئے قرآن پڑھنا جائز نہیں لیکن اسکے برعکس ابن عباسؓ، عکرمہؒ، سعید بن المسیبؒ، ابن المنذرؒ، داود ظاہریؒ اور امام بخاریؒ وغیرھم کے نزدیک جائز ہے۔

تمسك البخاری ومن قال بالجواز غیره کالطبری و ابن المنذر وداود...وروی عن مالك نحو قول ابراهیم وروی عنه الجواز مطلقاً وروی عنه الجواز للحائض دون الجنب (فتح الباری: الحیض، باب تقضی الحائض المناسک الخ)

وروی عن ابن المسیب وعکرمة انهما کانا لا یریان بأ سابقراء ةالجنب القرآن واکثر العلماء علی تحریمه (تحفۃ الاحوذی، باب ماجاء فی الجنب والحائض انهما لایقران القرآن)

اور دونوں جانب کے حضرات کے پاس اپنے اپنے دلائل ہیں تاہم جمہور کے دلائل بہ نسبت دیگر حضرات کے قوی ہیں یہ ''بہ نسبت دیگر'' اسلئے کہا کہ جمہور کے پاس جتنی احادیث ہیں وہ اگرچہ صریح ہیں لیکن انمیں سے کوئی بھی ضعف وسقم سے خالی نہیں اسی وجہ سے امام بخاریؒ نے ''صحیح بخاری'' میں انکو نقل نہیں کیا، اصحاب سنن نے انکو نقل کیا ہے، امام ترمذیؒ نے انکی سند پر جرح کی ہے تاہم ان سب کا مجموعہ اس قابل ہے کہ اس سے دلیل پکڑی جاسکے۔

و قدوردت احاديث فی تحريم قراءة القرآن للجنب وفی كلهامقال لكن تحصل القوة بانضمام بعضها الی بعض ومجموعها يصلح لان يتمسك به (عون المعبودوتحفۃالاحوذی ایضا)

''علامہ'' کی ایک اور''قابلیت'': اس سے آپ ''علامہ'' کی ایک اور ''قابلیت'' بھی ملاحظہ فرماسکتے ہیں کہ جن احادیث کو محدثین ضعیف کہہ رہے ہیں ''علامہ'' انہی کو ''احادیث صحاح'' سے تعبیر کرر ہے ہیں بالکل ویسے جیسے دوسری جگہوں پر محدثین کسی حدیث کو صحیح کہہ رہے ہوتے ہیں اور ''علامہ'' انکو ''لعنتی راویوں'' کی ''من گھڑت اور جھوٹی راویت'' کہہ رہے ہوتے ہیں۔ فیالضیعۃالفھم

حقیقت یہ ہے کہ ''علامہ'' کے پاس کوئی علمی معیار نہیں ہے بلکہ وہ "افرايت من اتخذ الهه هواه" کی مجسم تفسیر وتصویر بنے ہوئے ہیں کہ جو جی کو اچھالگا اسکو صحیح کہہ دیا اور جو جی کو پسند نہ آیا اسکو غلط کہہ دیا۔ فیالضیعۃالدین

اور دیگر حضرات کی دلیل جو حدیث ہے وہ اگر چہ صحیح ہے لیکن صریح نہیں بلکہ وہ عموم حدیث سے استدلال پکڑتے ہیں حدیث یہ ہے

كان النبی ﷺ يذكر الله علی كل احيانه (رواہ الستۃ الا النسائی) وہ دلیل اس طرح پکڑتے ہیں کہ "كل احيانه" کا مطلب ہے تمام اوقات میں جسکا مطلب ہے جنابت کے وقت میں بھی اور ''يذكر الله '' کا مطلب ہے کہ ذکراللہ کرتے تھے اور قرآن مجید بھی ذکراللہ ہے خود قرآن مجید میں کئی جگہ قرآن کو ذکر کیا گیا ہے مثلا "انا نحن نزلنا الذكر" اور "وانزلنا اليك الذكر" وغیرہ۔ تو ان دو باتوں کے ملانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قرآن کی تلاوت وقت جنابت میں جائز ہے۔

لیکن جمہور کیطرف سے اسکا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ صریح احادیث کی بناء پر یہ حدیث اپنے عموم پر نہیں بلکہ اس سے مراد قرآن کے علاوہ دیگر اذکار واوراد ہیں کہ وہ حالت جنابت میں بھی

کیے جاسکتے ہیں بلکہ کوئی قرآنی دعا بھی بطور دعا پڑھی جاسکتی ہے البتہ بطور تلاوت نہیں پڑھی جاسکتی۔

اثرِ ابن عباسؓ کی سند: فرماتے ہیں ''کس راوی سے سنکر بخاری صاحب یہ بیان دیتے ہیں کہ ابن عباسؓ جنبی آدمی کو قرآن پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں؟ کوئی سند پیش کی ہے یا کسی پھکو باز راوی کی اپج پر ایسا کہہ دیا ہے؟''

میں پوچھتا ہوں کہ اگر امام بخاریؒ سند پیش کر دیتے اور اسکے راوی بھی صحیح ہوتے تو کیا آپ مان لیتے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو ابتک اتنی باسند اور ثقہ راویوں والی روایات کو آپنے کیوں جھٹلایا؟

اور اگر واقعی آپکو سند درکار تھی تو آپ محدثین کیطرف رجوع کرتے وہ آپکو بتا دیتے علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں ''**وقد وصله ابن المنذر بلفظ ان عباس كان يقرء ورده وهو جنب**'' (فتح الباری تحت هذا الاثر) کہ ابن عباس کے اثر کو ابن المنذر نے سند متصل کے ساتھ ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ حضرت عباسؓ اپنا ورد جنبی حالت میں بھی پڑھ لیا کرتے تھے اور ضرور اس ورد میں قرآنی آیات ہونگی تب ہی ابن عباسؓ نے اس سے جنبی کی قراءت کے جواز پر استدلال کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں ''گویا امام بخاری کا یہی مذہب ہے ورنہ کیوں ذکر کیا؟'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ''علامہ'' کو امام بخاریؒ کے مسلک کا یقینی علم نہیں ہے حسب عادت اٹکل کے تیر مار رہے ہیں ہم انکو بتائے دیتے ہیں کہ وہ شک میں نہ رہیں بالیقین امام بخاریؒ کا مذہب یہی تھا لیکن ان پر کوئی ''فتوی'' لگانے سے پہلے یہ ضرور سوچ لیں کہ آپ وہی ''فتوی'' ابن عباسؓ، عکرمہؒ اور سعید بن المسیبؒ وغیرہم پر بھی لگا سکیں۔

لایمسه الا المطهرون کی تفسیر: اور یہ کہنا کہ ''قراان مقدس میں صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ قرآن کو 'ناپاک آدمی' ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا **لایمسه الا المطهرون**'' بھی علم سے کورے پن کی دلیل ہے اسلئے کہ تصریح اسکو کہتے ہیں کہ بات اتنی ظاہر ہو کہ جسمیں احتمالات کی گنجائش

نہ ہو جبکہ یہاں تو کئی احتمالات موجود ہیں کیونکہ "المطهرون" صفت کا صیغہ ہے جسکا موصوف مذکور نہیں ہے اس وجہ سے اسمیں کئی احتمالات کا پیدا ہو جانا ایک ظاہری بات ہے صرف ایک تفسیر سے چند احتمالات نقل کئے جاتے ہیں۔

الا المطهرون وهم الملائكة الموصوفون بالطهارة يروى هذا عن انس ...عن الكلبي قال: هم السفرة الكرام البررة وروى محمد بن الفضل عنه لايقرء ه الاالموحدون وقال قوم معناه لايمسه الاالمطهرون من الاحداث والجنابات (معالم التنزیل للبغوی: الواقعہ/٧٩)

کہ حضرت انسؓ وغیرہ کے نزدیک المطهرون سے مراد فرشتے ہیں، اور کلبی سے ایک روایت یہ ہے کہ اس سے مراد موحدین ہیں یعنی المطهرون من الشرك اور اکثر اہل علم کے نزدیک اس سے مراد حدث اصغر واکبر سے پاک لوگ ہیں۔

تو اتنے احتمالات کے باوجود یہ کہنا کہ "قرآن مقدس میں صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ قرآن کو "ناپاک آدمی" ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا" علم تفسیر سے کتنی بے خبری اور دوری کی دلیل ہے؟ کیا یہاں "آدمی" پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ صراحۃً موجود ہے؟

یہی وجہ ہے کہ ابن عباسؓ، شعبی، ضحاک، زید بن علی اور داود ظاہری رحمہم اللہ کے نزدیک قرآن کو بے وضو آدمی بھی چھو سکتا ہے۔

قال الشوكاني: واما المحدث حدثا اصغر فذهب ابن عباس والشعبي والضحاك و زيد بن علي و داود الظاهري الى انه يجوز له مس المصحف (عون المعبود شرح ابی داود: باب الجنب یقرأ القرآن)

لطیفہ: آخر میں "علامہ" صاحب کو ایک لطیفہ سناتے ہیں۔ ایک مینڈک جو کسی کنویں میں رہتی تھی ایک دن اسکی ایک دریائی مینڈک سے ملاقات ہوگئی تو باتوں باتوں میں اس نے دریائی مینڈک سے پوچھ لیا کہ جہاں تو رہتی ہے وہاں پانی کتنا ہے؟ اس نے بتلایا کہ بہت زیادہ ہے وہ تھوڑی

سی سطح زمین سے اوپر ہوئی اور کہا کہ اتنا ہوگا؟ اس نے کہا نہیں اس سے بہت ہی زیادہ ہے تو وہ اچھل کر پانی کی سطح پر آگئی اور کہا کہ اتنا ہوگا؟ اس نے کہا اس سے بہت ہی زیادہ ہے تو وہ کہنے لگی کہ تو جھوٹ بولتی ہے بھلا اس سے زیادہ پانی ممکن ہے؟

تو واقعی ہر کوئی اپنے علم کے مطابق ہی بات کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ علمی ''تنگ دستی'' سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

اعتراض نمبر ۱۹

﴿۱۹﴾ قرآن مقدس قرآن مقدس میں ایک نہیں بیسیوں آیات صراحت کیساتھ کہتی ہیں کہ موت کے بعد کوئی مردہ نہیں سن سکتا اسباب سننے کے مردہ سے ختم ہوجاتے ہیں اور اسباب سے بالاتر ہوکر صرف اللہ ہی سنتا ہے اور مافوق الاسباب کسی کے سننے کا قائل مشرک بذات رب العالمین ہے اور مقبور مردہ،، الا ان من تحت التراب بعید،، کے پیش نظر مردہ دور ہوگیا اور دور سے سننا یہ اللہ کی صفت ہے نیز مردہ پردہ میں دبادیا گیا اور پس پردہ سننا یہ بھی اللہ کی صفت ہے...جس طرح موت میں سب برابر ہیں اسی طرح نہ سننے میں بھی سب برابر ہیں انسان وبشر ہونے کے ناطے انسان میت کی طرح میت نبی بھی نہیں سن سکتا اور کچھ بھی نہیں سن سکتا اور کسی کی نہیں سنتا الا یہ کہ اللہ کسی کو اپنی یا کسی کی آواز کو سنادے... **بخاری محدث مُردوں کا سننا** امام بخاری قرآن کے ظاہر حکم کیخلاف صراحت سے کہتے ہیں،، باب المیت یسمع خفق النعال،، اور نیچے باندھے ہوئے باب کو پرکشش بناتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب مردہ کو دفن کر کے لوگ واپس ہونے لگتے ہیں تو مردہ ،،یسمع قرع نعالھم،، انکی جوتوں کی آہٹ بھی سن لیتا ہے (بخاری ۱۷۸/۱) یہ حال ہے امیر المحدثین کا جو قرآن کے صریح خلاف روایت درج کر کے مشرکین کو نواز دیتے ہیں اور معصوم پیغمبر کو کلام اللہ کے خلاف ثابت کر رہے ہیں لعنتی راویوں نے بخاری کو ایسا اعتماد دلایا ہے کہ نہ قرآن کا پاس ہے اور نہ اللہ کے معصوم رسول ﷺ کی سیرت کا پاس ہے اور نہ اصحابؓ رسول ﷺ کی دیانت کا پاس ہے بس روایت پرستی کا بھوت ایسا کارگر ثابت ہوا کہ جناب بخاری صاحب کو ایک آیت کی طرف توجہ کرنے کی بھی فرصت نہیں ملی...قلیب بدر کے موقعہ پر ابن خطابؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ چونک پڑتے ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ ہمکو تو آپ نے پڑھایا ہے کہ مردے نہیں سنتے اب آپ،، کیف تکلم اجسادا لا ارواح لھا وقال اللہ انک لا تسمع الموتی،،، آپ ہی کو تو اللہ نے فرمایا تھا کہ آپ ﷺ بھی مردوں کو نہیں سنا سکتے اور اب آپ ہی ان بے روح دھڑوں سے کلام کر رہے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا،، آلان یسمعون،، تو صحابہؓ سمجھ گئے کہ اعجاز النبی ﷺ اور خرق قانون کے طور پر اللہ انکوفی الحال سنوا رہا ہے نہ پہلے سنتے تھے نہ بعد میں سنتے ہیں...اور قانون قرآن اٹل ہے...اور اماں صدیقہؓ نے تو ظاہر عبارت قرآن سے ثابت کیا کہ مردوں کا سننا قرآن کے ظاہر حکم کیخلاف ہے لیکن افسوس کہ بخاری کتنے دھڑلے سے کہتے ہیں کہ مردہ جوتوں کی آہٹ بھی سن لیتا ہے اور لعنتی راویوں کے برتے پر یہ اتہام بھی رسول اللہ ﷺ پر لگاتے ہیں...اتنا بھی نہیں سوچا کہ جب مردہ بندے کی زوردار آواز نہیں سن سکتا تو پھر جوتوں کی آہٹ جو بالکل نابود کی مثل ہے وہ کس طرح سن سکیگا پھر تعجب پر تعجب ہے کہ جس انس صحابی کے منسے یہ الفاظ نبوی لگارہے ہیں وہی انسؓ ہی تو یہ کہہ رہے ہیں،، آلان یسمعون،، جس کا صاف مطلب تھا کہ قانوناً مردے نہیں سنتے... امام بخاری کاش کہ روایت لکھنے سے پہلے کلام اللہ القرآن کا مفہوم معلوم کر لیتے شاید انکو روایات کے شغل نے قرآن سے مشغول رکھا تھا ورنہ اتنا

بڑا محدث راویوں کے چکر میں پڑ کر عمداً قرآن کیخلاف کس طرح کر سکتا تھا... بہر حال یہ حدیث کے عنوان سے روایت قطعاً غلط اور جھوٹ ہے ،،لم يثبت بمعناه لانه مخالف لحكم كتاب الله،، (ردالمختار شامی) (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۴۳۔۴۶)

الجواب

اعتراض میں مذکور حدیث اور اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث: حدثنا عياش، حدثنا عبدالاعلى، حدثنا سعيد قال وقال لى خليفة حدثنا يزيد بن زريع، حدثنا سعيد عن قتادة عن انس رضى الله عنه، عن النبى ﷺ قال: العبد اذا وُضع فى قبره وتولى وذهب اصحابه حتى انه يسمع قرع نعالهم اتاه ملكان فاقعداه فيقولان له: ماكنت تقول فى هذا الرجل محمد ﷺ فيقول: اشهدانه عبدالله ورسوله فيقال: انظرالى مقعدك من النار ابدلك الله به مقعدا من الجنة. قال النبى ﷺ: فيراهما جميعا. واما الكافر او المنافق فيقول: لا ادرى كنت اقول مايقول الناس. فيقال: لا دريت ولا تليت ثم يضرب بمطرقة من حديد ضربة بين اذنيه فيصيح صيحة يسمعها من يليه الا الثقلين (بخاری شریف: الجنائز، باب المیت یسمع خفق النعال، رقم ۱۲۵۲)

ترجمہ: حضرت انسؓ نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ بندہ جب اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اسکے ساتھی واپس پلٹتے ہیں یہاں تک کہ وہ انکے جوتوں کی آہٹ بھی سنتا ہے تو اسکے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسکو بٹھا دیتے ہیں اور اسکو کہتے ہیں کہ اس آدمی یعنی محمد ﷺ کے بارے میں تو کیا کہتا تھا؟ تو وہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اسکے رسول ہیں تو اسکو کہا جاتا ہے کہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ دیکھ کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے اسکو جنت کے ٹھکانے سے بدل دیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہ دونوں ٹھکانوں کو ایک ساتھ دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اور جو کافر یا منافق ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے مجھے کچھ علم نہیں میں وہی کچھ کہتا تھا جو باقی لوگ کہتے تھے تو کہا جاتا ہے کہ نہ تو نے خود جانا اور نہ ہی کسی جاننے

والے کی پیروی کی۔ پھر لوہے کا ایک گرزا سکے ماتھے پر مارا جاتا ہے جسکی وجہ سے وہ چیخیں مارتا ہے جنکو جن وانس کے علاوہ پاس کی تمام چیزیں سنتی ہیں

قارئین کرام! آپنے مکمل حدیث شریف اور اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمایا اب چتروڑی صاحب کا اعتراض سمجھیں۔اس حدیث پر ''علامہ'' کو یہ اعتراض ہے کہ ''قرآن مقدس کی بیسیوں آیات صراحت کیساتھ کہتی ہیں کہ موت کے بعد کوئی مردہ نہیں سن سکتا حتی کہ میت نبی ﷺ بھی نہیں سن سکتا لیکن امام بخاری قرآن کے ظاہر حکم کے خلاف صراحت سے کہتے ہیں باب المیت یسمع خفق النعال اور نیچے باندھے باب کو پرکشش بناتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب مردہ کو دفن کر کے لوگ واپس ہونے لگتے ہیں تو مردہ یسمع قرع نعالھم انکے جوتوں کی آہٹ بھی سن لیتا ہے''

''علامہ'' کی بخاری دشمنی کی بنیادی وجہ: اگر کہا جائے کہ امام بخاریؒ کی نقل کردہ یہی حدیث ہی ''علامہ'' کی ''بخاری دشمنی'' کی بنیادی اینٹ ہے تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ ''علامہ'' نے امت میں تفریق کی بنیاد اسی پر رکھی کہ ''مردے نہیں سنتے'' اور ''جو کہتا ہے کہ مردے سنتے ہیں وہ مشرک ہے'' اور امام بخاریؒ نے سند متصل کیساتھ حضور ﷺ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ مردہ قبر سے واپس پلٹنے والوں کے جوتوں کی آہٹ بھی سنتا ہے۔

تو چونکہ یہ حدیث ''علامہ'' کی ساری محنت پر پانی پھیر دیتی ہے اور انکی خود ساختہ عمارت کو دھڑام سے گرا دیتی ہے اس وجہ سے وہ صرف اس روایت کے ہی نہیں بلکہ اسکو اپنی کتاب میں درج کرنے والے امام بخاری کے بھی دشمن بن گئے ہیں اور سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دینے کیلئے ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' کے نام سے بخاری شریف اور قرآن کریم میں خواہ مخواہ کے تقابلات گھڑ کر لوگوں کو امام بخاریؒ اور انکی کتاب ''صحیح بخاری'' سے بدظن کرنے کے درپے ہو گئے ہیں۔

چتروڑی صاحب نے یہاں بخاری شریف کی اس روایت کو قرآن مجید کی بیسیوں آیات کے خلاف کہا ہے لیکن ان آیات کو ذکر نہیں کیا اور نہ انکا حوالہ دیا ہے میں کہتا ہوں کہ بیسیوں آیات تو

بہت بڑی بات ہے وہ کوئی ایک آیت ایسی دکھادیں جوانکے دعوی کے مطابق صراحۃً سماع موتی کی نفی پر دلالت کرتی ہولیکن ان شاء اللہ وہ ایک آیت بھی ایسی نہیں دکھا سکتے۔اگرانکے پاس آیات قرآنیہ ہوتیں تووہ انکی بجائے "الا ان من تحت التراب بعید" جیسے شعراء کے مصرعوں کا سہارانہ لیتے۔

عدمِ سماعِ موتی کے دلائل: چتروڑی صاحب اور انکے ہم خیال اپنے اس دعوی میں قرآن سے جودلائل لاتے ہیں انمیں سے کوئی ایک بھی دلیل ایسی نہیں جوصراحۃً انکے دعوی کوثابت کرتی ہوہم صرف دوآیات کولیکر بات کرتے ہیں جوانکی سب سے زیادہ صریح اور قوی دلیل ہیں بلکہ انکے استاد شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ کے نزدیک وہی دوآیات ہی اس مسئلے کی دلیل ہیں۔

ا.انك لا تسمع الموتىٰ ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرين (النمل/۸۰)

ب.وما انت بمسمع من فى القبور (الفاطر/۲۲)

پہلی آیت سورۃ نمل اور سورۃ روم میں آئی ہے اور دونوں جگہ دودوآیات بالکل ایک جیسی ہیں سورۃ نمل میں ہے انك لا تسمع الموتىٰ ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولو امدبرين O وما انت بهادى العمى عن ضلالتهم ان تسمع الا من يؤمن بأٰيا تنا فهم مسلمونO (النمل/۸۰،۸۱) اورسورۃ روم آیت نمبر۵۲،۵۳ میں صرف اسپر فاء کا اضافہ ہے باقی کوئی فرق نہیں یعنی انك لا تسمع الموتى الخ کی بجائے فانك لا تسمع الموتى الخ ہے۔

دونوں آیات کی تفسیر: سب سے پہلے ہم مفسرین کرام سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ان دوآیات سے کیا سمجھا ہے؟

امام بغویؒ لکھتے ہیں وما انت بمسمع من فى القبور يعنى الكفار شبههم بالاموات فى القبور حين لم يجيبوا (معالم التنزیل للبغوی:الفاطر/۲۲)

ترجمہ:اورآپ انکونہیں سنا سکتے جوقبروں میں ہیں۔اس سے مراد کفار ہیں انکوقبروں میں

پڑے مردوں کے ساتھ تشبیہ دی کیونکہ وہ قبول نہیں کرتے۔

علامہ محلیؒ لکھتے ہیں (ان اللہ یسمع من یشاء) ہدایتہ فیجیبہ بالایمان (وما انت بمسمع من فی القبور) ای الکفار شبھھم بالموتی فلا یجیبون (الجلالین:الفاطر/۲۲)

ترجمہ: بے شک اللہ سناتا ہے جسے چاہتا ہے ہدایت دینا پس وہ ایمان کو قبول کرتا ہے اور آپ انکونہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں یعنی کفار کو۔ ان کفار کو مردوں کے ساتھ تشبیہ دی کیونکہ وہ قبول نہیں کرتے۔

علامہ خازنؒ لکھتے ہیں انک لا تسمع الموتی یعنی موتی القلوب وھم الکفار (تفسیر خازن:النمل/۸۰) ترجمہ: آپ مردوں کونہیں سنا سکتے یعنی مردہ دلوں کو اور وہ کفار ہیں۔

امام بغویؒ اور قرطبیؒ نے بھی یہی لکھا ہے کہ یہاں ''الموتی'' سے مراد کفار ہیں۔

مولانا غلام اللہ خانؒ لکھتے ہیں ''احیاء (زندے) سے مراد مؤمنین اور اموات (مردے) سے مراد کفار ہیں دل کی زندگی اور موت ایمان اور کفر ہے۔ اسلئے مومنوں کو زندوں سے اور کافروں کو مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے'' (جواہر القرآن:الفاطر/۲۲)

ان تصریحات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یہاں سماع موتی کا مسئلہ نہیں بیان کیا گیا بلکہ کفار کا حال بیان کیا گیا ہے کہ وہ عدم استفادہ اور عدم قبول میں مردوں کیطرح ہیں کہ جیسے مردے کوئی بات سنکر اسکو قبول کرنے اور اس سے نفع اٹھانے کی صلاحیت نہیں رکھتے اسی طرح یہ کفار بھی پیہم انکار کیوجہ سے اپنی فطری استعداد کھو بیٹھے ہیں اور اب یہ بھی حق کو سنکر اسکو قبول کرنے اور اس سے نفع اٹھانے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ تو ان آیات میں کفار کو مردوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور وجہ تشبیہ عدم سماع نہیں بلکہ عدم انتفاع ہے اور اسی کو وجہ تشبیہ بنانا اسلئے ضروری ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں وجہ تشبیہ کا اشتراک ضروری ہے۔

وجہ تشبیہ عدمِ سماع یا عدمِ انتفاع؟: اب یہاں مشبہ کفار اور مشبہ بہ موتی (مردے) ہیں اور انکے درمیان وجہ تشبیہ کے بارے میں دو احتمال ہیں۔ نمبر۱:۔ عدم سماع۔ نمبر۲:۔ عدم انتفاع۔

پس اگر وجہ تشبیہ عدم سماع کو بنائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ جیسے مردے نہیں سنتے اسی طرح کفار

بھی نہیں سنتے تو یہ بات مردوں کے بارے میں تو کسی حد تک مانی جا سکتی ہے لیکن کفار کے حق میں یہ بات کیسے مانی جا سکتی ہے جبکہ انکا سننا عقل وبداہت کے علاوہ خود قرآن سے ثابت ہے و منهم من يستمع اليك (الانعام/۲۵) کہ بعض کفار آپکی بات کان لگا کر سنتے ہیں اور اسکے ساتھ متصل فرمایا "وجعلنا على قلوبهم اكنة ان يفقهوه وفى اٰذانهم و قرا (الانعام/۲۵) کہ ہم نے انکے دلوں پر پردے چڑھا دیئے ہیں سمجھنے سے، اور انکے کانوں میں ڈاٹ لگا دیئے ہیں۔ تو اس سے اسی حقیقت کو واضح فرمایا کہ کفار سنتے تو ہیں لیکن سنکر اس کو قبول نہیں کرتے اور نفع نہیں اٹھاتے۔ تو معلوم ہو گیا کہ وجہ تشبیہ عدم سماع نہیں بلکہ عدم انتفاع ہے کہ جیسے مردے سنکر نفع حاصل نہیں کر سکتے کہ اب وہ دار العمل سے گزر چکے ہیں۔ اسی طرح کفار بھی یقین نہ کرنے کیوجہ سے سنکر اس سے نفع حاصل نہیں کرتے۔

نیز "انك لا تسمع الموتى" سے اگلی آیت میں ہے "ان تسمع الا من يؤمن باٰياتنا" (النمل/۸۱) کہ آپ نہیں سنا سکتے مگر انکو جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں تو یہاں بالبداہۃ سماع کی نہیں بلکہ انتفاع کی نفی مراد ہے کیونکہ کفار ومنافقین کا قرآن سننا یعنی سماع تو خود قرآن میں مذکور ہے جیسے ابھی گزرا تو "ان تسمع الا من يؤمن باٰياتنا" کا مطلب یہی ہے کہ آپ کا نفع مند سنانا صرف مومنین کیلئے ہے یعنی صرف مومنین ہی آپکی بات کو سنکر اسکو قبول کرتے اور نفع اٹھاتے ہیں باقی رہے کافر تو انکا سننا ایسا نہیں جو انکو نافع ہو۔

اب جبکہ "ان تسمع الامن يؤمن" میں سماع نافع کی نفی مراد ہے تو اسکے ساتھ والی آیت "لاتسمع الموتى" میں بھی سماع نافع کی ہی نفی مراد ہو گی۔ انك لا تسمع فقالوا معناها لا تسمعهم سماعا ينفعهم (فتح الباری: الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر)

علامہ ابن حجرؒ نے بحوالہ طبرانی عبداللہ بن سیدانؓ سے قلیب بدر والی حدیث نقل کی ہے اور اسمیں یہ الفاظ ہیں۔

فقالوا يارسول الله وهل يسمعون؟ قال: يسمعون كما تسمعون ولكن لا

سے محسوس ہو، کہ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ سنتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں ایسے ہی سنتے ہیں جیسے تم سنتے ہو لیکن جواب نہیں دے سکتے۔ تو اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہوا کہ وجہ تشبیہ "عدم سماع" نہیں بلکہ "عدم انتفاع" ہے۔ واللہ اعلم

حدیث خفق النعال اور لا تسمع الموتٰی میں کوئی تعارض نہیں:

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ حدیث "خفق النعال" اور "لاتسمع الموتی" میں بظاہر بھی کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ حدیث شریف میں "سماع موتی" یعنی مردوں کے سننے کا اثبات ہے جبکہ آیت مبارکہ میں "اسماع موتی" یعنی مردوں کو سنانے کی نفی ہے اور وہ بھی مطلق نہیں بلکہ آپ ﷺ سے اور ساتھ ہی فرمایا "ان اللہ یسمع من یشاء" کہ اللہ تعالیٰ جسکو چاہے سنا سکتا ہے یعنی زندوں کو بھی اور مردوں کو بھی "ولہ جواب اٰخر وھو ان المنتفی فی الاٰیۃ ھو الاسماع دون السماع" (فیض الباری شرح البخاری: الجنائز، باب المیت یسمع خفق النعال)

قائلین عدم سماع کی جرح کا جواب: اس جواب پر قائلین عدم سماع موتی نے یہ جرح کی ہے کہ "سماع" یعنی سننا "اسماع" یعنی سنانے کا مطاوع ہے، پس "اسماع" کی نفی "سماع" کی نفی کو مستلزم ہے۔ لیکن یہ جرح اسلئے درست نہیں کہ نفی "مطلق اسماع" کی نہیں بلکہ "اسماع منسوب الی النبی ﷺ" کی ہے جو نفی سماع کو مستلزم نہیں اسکی واضح دلیل "ان تسمع الامن یؤمن باٰیاتنا" ہے کہ یہاں "نفی اسماع"، "نفی سماع" کو ہرگز مستلزم نہیں کیونکہ کفار کا سماع تو عقل، بداہت اور قرآن سے ثابت ہے جبکہ آیت میں ان سے بھی "اسماع" کی نفی کی گئی ہے تو یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ "نفی اسماع" "نفی سماع" کو مستلزم ہے؟

حضرت عائشہؓ کا اجتہاد: باقی حضرت عائشہؓ کا اس آیت کو سماع موتی کی نفی میں پیش کرنا انکا ذاتی اجتہاد تھا جو حدیث کے معارض تھا لیکن وہ معذور سمجھی جائینگی کیونکہ وہ واقعہ کے وقت موجود نہ تھیں اسلئے خود حضور ﷺ سے حدیث نہ سن سکیں اور کسی دوسرے سے سننے پر اطمینان نہ ہوا چنانچہ حضرت ابن

عمرؓ سے حدیث سنکر یہ خیال کیا کہ انہیں سننے یا سمجھنے میں غلطی لگی ہے لیکن امت نے حضرت ابن عمرؓ کی حدیث کو قبول کیا کیونکہ وہ خود واقعہ میں موجود تھے جبکہ حضرت عائشہؓ موجود نہ تھیں اور انکا نفی کرنا محض اپنے اجتہاد کیوجہ تھا جبکہ اجتہاد معرض نص میں ہونے کیوجہ سے قابل اعتبار نہ تھا۔

قال السهيلي: عائشة رضي الله عنها لم تحضر قول النبي ﷺ فغيرها ممن حضر احفظ للفظ النبي ﷺ وقد قالوا له يا رسول الله اتخاطب قوما قد جيفوا فقال: ما انتم باسمع لما اقول منهم (فتح الباری)

یہاں تک "سماع موتی" کا مسئلہ فنی طور پر حل کر دیا گیا ہے باقی رہے اسکے دلائل تو یہ انکی جگہ نہیں۔ انکے لئے حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی کتاب "سماع موتی" اور استاذ محترم حضرت مولانا عبدالمجید فاروقی مدظلہ کی کتاب "العقائد الاسلامیہ" وغیرہ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

حدیث قلیب بدر: اب حدیث قلیب بدر جسکو چتروڑی صاحب نے نقل کیا ہے، ہم اسکا متن با ترجمہ آپکے سامنے نقل کرتے ہیں تا کہ آپ "علامہ" کی علمی "دیانتوں" سے آگاہ ہو سکیں۔

حدیث: **عن ابی طلحة رضی الله عنه ان نبی الله ﷺ امر یوم بدر باربعة وعشرين رجلا من صناديد قريش فقذفوا في طوى من اطواء بدر خبيث مخبث، وكان اذاظهر على قوم اقام بالعرصة ثلاث ليال فلما كان ببدر اليوم الثالث امر براحلته فشد عليها رحلها ثم مشى واتبعه اصحابه وقالوا مانرى ينطلق الالبعض حاجته حتى قام على شفة الركى فجعل يناديهم باسمائهم واسماء آبائهم يا فلان بن فلان ويا فلان بن فلان ايسركم انكم اطعتم الله ورسوله فانا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فهل وجدتم ما وعدربكم حقا قال فقال عمر يا رسول الله ماتكلم من اجساد لا ارواح لها فقال رسول الله ﷺ: والذى نفس محمد بيده ماانتم باسمع لما اقول منهم** (بخاری شریف: المغازی، باب قتل ابی جہل)

ترجمہ: حضرت ابو طلحہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے بدر کے دن قریش کے چوبیس سرداروں کے بارے میں حکم دیا اور انکو بدر کے ایک گندے کنویں میں پھینک دیا گیا اور آپ ﷺ جب کسی قوم پر غلبہ حاصل کرتے تو میدان جنگ میں تین راتیں قیام فرماتے تھے پس جب بدر میں تیسرا دن ہوا تو آپ ﷺ نے سواری تیار کرنے کا حکم دیا پس اس پر اسکا کجاوہ کسا گیا پھر آپ ﷺ چلے اور آپ ﷺ کے ساتھی بھی آپ ﷺ کے ساتھ چلے اور انہوں نے کہا کہ ہمارا خیال ہے کہ آپ ﷺ کسی کام کیلئے چلے ہیں یہانتک کہ آپ ﷺ اسی کنویں کے کنارے جا کھڑے ہوئے اور انکو انکے ناموں اور انکے اباء کے ناموں کے ساتھ پکار کر فرمانے لگے کہ اے فلاں بن فلاں اور اے فلاں بن فلاں کیا اب تمہیں یہ بات اچھی لگ رہی ہے کہ تم نے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کی ہوتی؟ پس ہمارے رب نے ہمارے ساتھ جو وعدہ کیا تھا ہم نے تو اسکو سچا پایا، کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا؟ راوی کہتے ہیں کہ اسپر حضرت عمرؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ ان جسموں سے کیا کلام کررہے ہیں جن میں روحیں نہیں ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جسکے قبضے میں محمد کی جان ہے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسکو تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے۔

''علامہ'' کی دسیسہ کاریاں: یہ ہے حدیث اور اسکا ترجمہ۔ اب ''علامہ'' کو ملاحظہ فرمائیں کہ انہوں نے کس طرح اسمیں اپنی طرف سے دسیسہ کاری کی ہے؟ اور تاثر یہ دیا ہے کہ حدیث بیان ہورہی ہے حالانکہ حدیث میں اسکا ذکر تک نہیں ہے۔ مثلاً فرماتے ہیں

ا:۔ ''قلیب بدر کے موقع پر ابن خطابؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ چونک پڑتے ہیں کہ یارسول اللہ ہم کو تو آپ نے پڑھایا ہے کہ مردے نہیں سنتے اب آپ **کیف تکلم اجسادا لا ارواح لھا وقال اللہ انک لا تسمع الموتی** '' حالانکہ حدیث میں صرف اتنا ہے ''**فقال عمر**'' کہ ''عمرؓ نے عرض کیا'' دیگر صحابہ کے چونک جانے کا حدیث میں ذکر تک نہیں ہے۔

۲:۔ حضرت عمرؓ نے جو کچھ عرض کیا وہ یہ تھا ''**ما تکلم من اجساد لا ارواح لھا**'' کہ

''آپ ان جسموں سے کیا باتیں کر رہے ہیں جسمیں روح ہی نہیں'' اور ''علامہ'' نے اپنی طرف سے یہ مفید مطلب پیوند لگایا ہے کہ ''یارسول اللہ ہم کوتو آپنے پڑھایا ہے کہ مردے نہیں سنتے'' آپ حدیث یا اسکے ترجمہ میں غور سے دیکھ لیں آپکو کہیں اسکا ذکر نہیں ملے گا۔

۳:۔حدیث میں ''ماتکلم'' ہے علامہ نے اسکو ''کیف تکلم'' بنادیا ہے کیونکہ جو کچھ ''حضرت'' کی مرضی میں آئے وہی قرآن وحدیث ہے۔

۴:۔حضرت عمرؓ کے کلام میں درج کرتے ہیں ''وقال الله انك لاتسمع الموتی'' اسکا بھی آپکو حدیث یا اسکے ترجمہ میں کچھ تذکرہ نہ ملے گا لیکن ''علامہ'' نے کتنے دھڑلے سے اسکو درج کیا ہے؟ واقعی کوئی ''دیانتدار'' ہی ایسی ملاوٹ کرسکتا ہے۔

۵:۔پھر اس حدیث میں جو حضورﷺ کا جواب ہے وہ ہے ''والذی نفس محمد بیده ما انتم باسمع لما اقول منهم'' لیکن ''علامہ'' نے جواب نقل کیا ہے ''الئن یسمعون'' حالانکہ اسکا ذکر اس حدیث میں قطعاً نہیں ہے جسمیں حضرت عمرؓ کا یہ سوال ہے ''ماتکلم من اجساد'' الخ بلکہ یہ اور حدیث میں ہے لیکن چونکہ اسمیں ''علامہ'' اپنی طرف سے کچھ تاویل کر سکتے تھے اسلئے اسکو نقل کردیا اور ''ماانتم باسمع الخ'' میں چونکہ تاویل ممکن نہ تھی اسلئے اسکو ہضم کر گئے۔

یہ ''علامہ'' کی ''علمی دیانت'' کے چند ایک نمونے ہیں جو چند سطروں سے حاصل کئے گئے ہیں۔

مولانا غلام اللہ خانؒ اور ''علامہ'' کے درمیان موازنہ: اب ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ تفسیر جواہر القرآن سے کچھ اقتباسات آپکی نذر کریں تاکہ آپکو شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ اور انکے نام نہاد شاگرد کے درمیان موازنہ کرنے میں آسانی ہو۔

۱:۔چتروڑی صاحب فرماتے ہیں ''بیسیوں آیات صراحت کے ساتھ کہتی ہیں کہ موت کے بعد کوئی مردہ نہیں سن سکتا'' جبکہ شیخ القرآنؒ فرماتے ہیں ''نفی سماع موتی پر قرآن مجید کی تین آیتیں دلیل و حجت ہیں'' (جواہر القرآن: الروم/۵۲)

۲:۔ چتروڑی صاحب فرماتے ہیں ''اسباب سننے کے مردہ سے ختم ہوجاتے ہیں اور اسباب سے بالاتر ہوکر صرف اللہ ہی سنتا ہے اور مافوق الاسباب کسی کے سننے کا قائل مشرک بذات رب العلمین ہے'' جبکہ شیخ القرآنؒ لکھتے ہیں ''سماع موتی کا مسئلہ زمان صحابہؓ سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے یہ مسئلہ اعتقادات ضروریہ میں سے نہیں جنکی نفی یا اثبات پر کفر واسلام کا مدار ہے بلکہ یہ ایک علمی اور تحقیقی بحث ہے جسمیں بحث وتمحیص اور نظر وتحقیق کی گنجائش ہے'' (ایضاً)

۳:۔ چتروڑی صاحب فرماتے ہیں ''یہ حال ہے امیر المحد ثین کا جو قرآن کے صریح خلاف روایت درج کر کے مشرکین کو نواز دیتے ہیں اور معصوم پیغمبر کو کلام اللہ کے خلاف ثابت کررہے ہیں۔ لعنتی راویوں نے بخاری کو ایسا اعتماد دلایا ہے کہ نہ قرآن کا پاس ہے الخ'' جبکہ شیخ القرآنؒ تحریر فرماتے ہیں ''امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوۃ والسلام کے علماء کے درمیان اس مسئلہ میں ہمیشہ دو رائیں رہی ہیں کچھ علماء کرام کی یہ رائے رہی ہے کہ مردے سنتے ہیں جبکہ دوسرے علماء نے اپنی تحقیق کی بنا پر سماع موتی کی نفی کی ہے علماء کرام کی ان دونوں جماعتوں کے پاس دلائل ہیں جن پر انہوں نے اپنی اپنی رائے اور تحقیق کی بنیادیں استوار کی ہیں جو علماء سماع موتی کی نفی کرتے ہیں انکا استدلال ظواہر قرآن اور احادیث صحیحہ سے ہے جبکہ قائلین سماع بھی صحیح حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں'' (ایضاً)

۴:۔ چتروڑی صاحب فرماتے ہیں ''بیسیوں آیات صراحت کے ساتھ کہتی ہیں کہ موت کے بعد کوئی مردہ نہیں سن سکتا'' جبکہ شیخ القرانؒ فرماتے ہیں ''جو علماء سماع موتی کی نفی کرتے ہیں انکا استدلال ظواہر قرآن اور احادیث صحیحہ سے ہے'' (ایضاً) اور یہ بات ظاہر ہے کہ صراحت اور ظہور میں بہت فرق ہے کئی چیزیں بظاہر کچھ ہوتی ہیں لیکن درحقیقت کچھ اور ہوتی ہیں۔

ع ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ

۵:۔ چتروڑی صاحب فرماتے ہیں ''بہرحال یہ حدیث کے عنوان سے روایت قطعاً غلط اور جھوٹ ہے'' جبکہ شیخ القرآنؒ نے اسی حدیث کو قائلین سماع کے دلائل میں دوسرے نمبر پر ذکر کیا ہے اور پیچھے یہ کہہ چکے ہیں کہ ''قائلین سماع بھی صحیح حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں'' گویا انہوں نے اسکو صحیح

تسلیم کیا ہے نیز انہوں نے اس حدیث کے جوابات تحریر کئے ہیں لیکن اسپر یا اسکی سند پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔اور کرتے بھی کیسے کہ اسکو محدثین نے صحیح قرار دیا ہے۔

علامہ سبکیؒ فرماتے ہیں "ومن الاحادیث الصحیحة المتفق علیها نداء ہ ﷺ اهل القلیب وقوله: ماانتم باسمع لما اقول منهم(شفاء السقام/۱۹۷)

تو یہ موازنہ ہے شیخ القرآنؒ، اور انکے نام نہاد شاگرد کے درمیان۔اس سے آپ شاگرد کی "لیاقت" کا اچھی طرح اندازہ لگا سکتے ہیں۔

شیخ القرآنؒ نے سورة روم کی آیت نمبر ۵۲ کے تحت "مسئلہ سماع موتی" کے عنوان سے اس مسئلہ پر اپنی تحقیق رقم فرمائی ہے جسمیں بے احتیاطی سے کام نہیں لیا مجال ہے کہ کوئی ایک جملہ بھی ایسا لکھا گیا ہو جس میں مخالفین کا کافر یا مشرک ہونا ظاہر ہوتا ہو دوسری طرف چتروڑی صاحب کا حال دیکھئے کہ وہ بصراحت مخالفین کو "مشرک بذات رب العلمین" کہہ دیتے ہیں۔شیخ القرآنؒ نے عدم سماع موتی کو ترجیح دی ہے لیکن انداز عالمانہ ہے جبکہ "علامہ" کا انداز جیسا کہ آپنے ملاحظہ کیا جاھلانہ بلکہ سوقیانہ ہے۔

لم یثبت بمعناہ کی حقیقت: باقی چتروڑی صاحب نے ردالمحتار سے جو "لم یثبت بمعناہ الخ" نقل کیا ہے تو وہ علامہ شامیؒ نے علامہ ابن الھمامؒ سے نقل کیا ہے اور وہ بھی بایں طور کہ وہ دلائل کی روشنی میں "عدم سماع موتی" کے قائل ہیں لیکن قائلین سماع بھی انکے نزدیک مشرک یا کافر نہیں تو وہ چتروڑی صاحب کے ہم خیال ہرگز نہیں اور اسمیں بھی جہاں تک دلائل کا تعلق ہے تو وہ کمزور ہیں اسی وجہ سے علامہ رافعیؒ نے اسپر رد کیا ہے اور سماع موتی کو ترجیح دی ہے، انکی عبارت ملاحظہ فرمائیں

ولا یخفی علی من تامل فی الاحادیث ان سماع الموتی لکلام الاحیاء محقق (التحریر المختار للشیخ عبدالقادر الرافعی الحنفی ۲/۳۳) کہ احادیث پر نظر رکھنے والے شخص پر یہ مخفی نہیں کہ مردوں کا زندوں کے کلام کو سننا بالتحقیق ثابت ہے۔

سماعِ انبیاء علیہم السلام پر تعلیم القرآن کا فتوٰی: باقی رہا سماعِ انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ جس کے بارے میں چتروڑی صاحب نے فرمایا ''انسان و بشر ہونے کے ناطے انسان میت کیطرح میت نبی بھی نہیں سن سکتا اور کچھ بھی نہیں سن سکتا اور کسی کی نہیں سنتا'' تو اسکے بارے میں ہم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی کا ایک فتوی بحوالہ خیر الفتاوی نقل کرتے ہیں جس پر شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان ؒ کے دستخط بھی موجود ہیں اس سے مسئلہ بھی واضح ہو جائیگا اور شیخ القرآن ؒ کے نزدیک انکے ''شاگرد رشید'' جناب ''علامہ'' کی حیثیت بھی واضح ہو جائیگی۔

''علامہ'' کے بارے میں مولانا غلام اللہ خان ؒ کی رائے:

الاستفتاء

حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب مدظلہ السلام علیکم

ہمارے ہاں ایک مولوی صاحب احمد سعید خان ہیں وہ کہتے ہیں جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر شریف پر پڑھا ہوا صلوۃ و سلام سنتے ہیں وہ شخص کافر ہے وہ مولوی صاحب اپنے آپکو آپکی جماعت کا بتاتے ہیں۔ دیوبندی لوگوں میں بہت اختلاف ہو گیا ہے لہٰذا آپ اپنا عقیدہ اور اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ظاہر فرما کر ہم پر کرم نوازی فرمائیں تا کہ عام مسلمانوں کی رہبری ہو سکے۔

نیاز مند علماء

احقر عبدالقادر خان عباسی، احمد پور شرقیہ سابق ریاست بہاولپور

الجواب وھوالموفق للصواب

کتب فقہ حنفیہ اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ عند القبر بذات خود آنحضرت ﷺ درود وسلام سنتے ہیں سلف اہل السنّت والجماعت میں اسکے اندر کوئی اختلاف نہیں ایسے عقیدے والے کو کافر اور مشرک کہنا بہت بڑی دلیری ہے العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ ایسی جہالت سے ہر ایک کو محفوظ رکھے اور سلف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ھذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی ۲۲ صفر ۱۳۹۶ھ۔

الجواب صحیح لاشیٔ غلام اللہ

جواب درست ہے ناکارہ خلائق غلام ربانی

(خیر الفتاوی جلد ۱ صفحہ ۱۲۷)

☆☆☆☆☆

اس مسئلے پر مذکورہ بالا فتوی کے بعد کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں۔

اب آیئے حدیث خفق النعال کے راویوں کو دیکھتے ہیں جنکو "علامہ" نے "لعنتی راویوں" کا خطاب دیا ہے۔

رواۃ حدیث: عیاش، عبدالاعلی، خلیفہ، یزید بن زریع، سعید، قتادہ، انس رضی اللہ عنہ۔

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

۱۔ ابو الولید عیاش بن الولید الرقام القطان البصری من کبار تبع الاتباع التوفی ۲۲۶ھ

ابو حاتمؒ	:	من الثقات	(تھذیب التھذیب ۱۷۸/۸)
ابو داود السجستانیؒ	:	صدوق	(ایضا)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضا)

۲۔ ابو محمد عبدالاعلی بن عبدالاعلی السامی القرشی البصری من وسطی الاتباع التوفی ۱۸۹ھ۔

یحیٰی بن معینؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۸۷/۶)
ابو زرعۃ الرازیؒ	:	ثقۃ	(ایضا)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضا)
النسائیؒ	:	لاباس بہ	(ایضا)
ابو حاتم الرازیؒ	:	صالح الحدیث	(ایضا)
ابن حبانؒ	:	متقن، قدری غیر داعیۃ	(ایضا)

۳۔ابوعمرو خلیفہ بن خیاط بن خلیفہ بن خیاط العصفری التیمی البصری الملقب بشباب من کبار تبع الاتباع المتوفی ۲۴۰ھ۔

ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات وقال: کان متقنا	(تھذیب التھذیب ۱۳۸/۳)
ابن عدیؒ	:	مستقیم الحدیث، صدوق	(ایضاً)
مسلمۃ بن قاسمؒ	:	لاباس بہ	(ایضاً)
ابوحاتم الرازیؒ	:	لا اکتب عنہ، قوی	(ایضاً)
علی بن المدینیؒ	:	لولم یحدث شباب لکان خیرالہ	(ایضاً)
الذہبیؒ	:	صدوق	(الکاشف ۳۷۵/۱)

۴۔ابومعاویۃ یزید بن زریع العیشی البصری من وسطی الاتباع المتوفی ۱۸۲ھ

احمد بن حنبلؒ	:	الیہ المنتھیٰ فی التثبت	(تھذیب التھذیب ۲۸۵/۱۱)
یحییٰ بن معینؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
بشر بن الحکمؒ	:	متقن، حافظ	(ایضاً)
ابوحاتمؒ	:	ثقۃ، امام	(ایضاً)
النسائیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ، حجۃ	(ایضاً)

۵۔ابوالنضر سعید بن ابی عروبۃ مہران الیشکری العدوی البصری ممن لم تلق الصحابہ المتوفی ۱۵۶ھ۔

ابوعوانۃؒ	:	ماکان عندنا احفظ منہ	(تھذیب التھذیب ۵۷/۴)
یحییٰ بن معینؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابوزرعۃ الرازیؒ	:	ثقۃ، مامون	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ، اختلط فی اخرعمرہ	(ایضاً)

النسائیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابوحاتم الرازیؒ	:	قبل ان یختلط ثقۃ	(ایضاً)

سعید بن ابی عروبہ کے بارے میں تحقیق: ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ انکے حافظہ کی خرابی کا عارضہ آخری پانچ سالوں میں پیش آیا پس ان سے اس زمانے میں مروی ہونے والی روایات محفوظ اور قابل احتجاج نہیں سمجھی جائینگی البتہ اس سے پہلے جنہوں نے روایت کی جیسا کہ یزید بن زریع وغیرہ تو وہ محفوظ اور قابل احتجاج ہونگی۔ اور اس روایت میں بھی ان سے یزید بن زریع ہی روایت کر رہے ہیں لہٰذا یہ روایت محفوظ ہے۔

قال ابن حبان فی الثقات: بقی فی اختلاطه خمس سنین ولا یحتج الابماروی عنه القدماء مثل یزید بن زریع الخ (تهذیب التهذیب ۵۸/۴)

۶۔ ابوالخطاب قتادہ بن دعامۃ بن قتادۃ السدوسی البصری من وسطی التابعین المتوفی ۱۱۷ھ۔

ابن سیرینؒ	:	احفظ الناس	(تهذیب التهذیب ۳۱۶/۸)
یحییٰ بن معینؒ	:	ثقۃ	(ایضاً ۳۱۸/۸)
ابوزرعۃ الرازیؒ	:	من اعلم اصحاب الحسن	(ایضاً)
ابوحاتم الرازیؒ	:	اثبت اصحاب انسؓ	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ، مامون، حجۃ فی الحدیث	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	من حفاظ اہل زمانہ	(ایضاً)

۷۔ ابوحمزہ انس بن مالک بن النضر الصحابی رضی اللہ عنہ المتوفی ۹۱ھ۔

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اور اب اخیر میں یہ بھی جانتے جائیں کہ اسی حدیث کو مسلم، ابوداود، نسائی، امام احمد، طبرانی، ابن ابی شیبہ، ابن حبان، حاکم اور بیہقی وغیرھم نے بھی روایت کیا ہے۔ دیکھئے

صحیح مسلم شریف: کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا واھلھا (۵۱۱۵)

ایضاً: باب عرض مقعد المیت من الجنۃ اوالنار (۵۱۱۶)

سنن ابی داود: الجنائز، باب المشی فی النعل بین القبور (۲۸۱۲)

سنن نسائی: الجنائز، باب مسألۃ الکافر (۲۰۲۲، ۲۰۲۳، ۲۰۲۴)

منداحمد: باقی مسند المکثرین، مسند انس بن مالکؓ (۱۱۸۲۳، ۱۲۹۶۴) وغیر ذالک۔

کیا اب بھی یہ روایت غلط اور جھوٹ ہے؟ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔ آمین۔

﴿اعتراض نمبر۲۰﴾

﴿۲۰﴾ **قرآن مقدس** قرآن مقدس میں اللہ پاک فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی جماعت کیساتھ تولّی یعنی پیار رکھے وہ اسی جماعت کا ایک فرد ہوتا ہے،، مَنۡ یَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡكُمۡ فَاِنَّهٗ مِنۡهُمۡ،، اور رسول کریم ﷺ بھی فرماتے ہیں،، من تشبہ بقومٍ فھو منھم،، اسی طرح جو شخص کسی قوم کی ریس اور رشک کرے وہ اسی قوم کا فرد ہوتا ہے.. **بخاری محدث** امام بخاری اب غیر شعوری یا بے اعتنائی کے طور پر فرماتے ہیں اور روافض کے مذہب کی ریس میں کہتے ہیں اور بغیر تحقیق وسند کے کہتے ہیں کہ صحابی رسول ﷺ بریدہ اسلمیؓ نے وصیت کی تھی کہ ،،ان یجعل فی قبرہ جریدتان،، بخاری ۱۸۱/۱) کہ میرے ساتھ میری قبر میں دو چھڑیاں ضرور رکھ دینا حالانکہ یہ مذہب شیعہ کی خاص مذہبی علامت ہے.. پھر کمال یہ ہے کہ بخاری اور حضرت بریدہؓ کے درمیان بُعد زمانے کے جنگل موجود ہیں خدا معلوم بخاری کو حضرت بریدہؓ نے خواب میں اپنی وصیت بتائی تھی یا پھر کسی راوی کی بڑ پر اعتماد کر گئے لیکن بخاری نے حوالہ تو دے دیا مگر راوی کا ذکر عمداً نہیں کیا شاید یہی مسلک امام بخاری کا بھی تھا... (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۴۶۔۴۷)

﴿﴿الجواب﴾﴾

یہاں چتروڑی صاحب کو اعتراض یہ ہے کہ امام بخاری نے غیر شعوری حالت میں یا بے اعتنائی کرتے ہوئے بغیر سند کے کہا ہے کہ صحابی رسول ﷺ بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ ''ان یجعل فی قبرہ جرید تان'' (صحیح بخاری: الجنائز، باب الجرید علی القبر، رقم ۱۲۷۳) کہ میرے ساتھ میری قبر میں دو چھڑیاں ضرور رکھ دینا حالانکہ یہ مذہب شیعہ کی خاص علامت ہے۔ کہتے ہیں شاید یہی مسلک امام بخاری کا بھی تھا۔

رفع اعتراض: اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ امام بخاریؒ کا مذہب اگر قبر میں چھڑیاں رکھنے کا

ہوتا تو "باب الجرید علی القبر" نہ باندھتے بلکہ "باب الجرید فی القبر" باندھتے۔

باقی حضرت بریدہؓ کی جو وصیت مذکور ہے تو اسمیں اکثر نسخوں کے مطابق "ان یجعل فی قبرہ" کے الفاظ ہیں لیکن مستملی کے نسخہ میں "ان یجعل علی قبرہ" کے الفاظ ہیں وقع فی روایۃ الاکثر "فی قبرہ" وللمستملی "علی قبرہ" (فتح الباری، الجنائز، باب الجرید علی القبر)

فی، علی کے معنی میں: پس اگر یہ الفاظ ہوں تو اشکال ہی ختم ہو جاتا ہے اور اگر وہی الفاظ ہوں جو اکثر نسخوں میں ہیں تو فی کو "ظرفیت" کے معنی میں نہیں بلکہ "استعلاء" کے معنی میں لینگے امام بخاریؒ نے "باب الجرید علی القبر" باندھ کر اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہاں "فی" "علی" کے معنی میں ہے اور فی کا علی کے معنی میں آنا خود قرآن مجید میں موجود ہے ولا صلبنکم فی جذوع النخل (طٰہٰ/۷۱) کہ میں تمہیں کھجور کے تنوں پر سولی چڑھا دونگا۔ یہاں "فی" اپنے مشہور معنی "میں" کے معنی میں نہیں کیونکہ اس صورت میں معنی ہوگا کہ "میں تمہیں کھجور کے تنوں میں سولی چڑھا دونگا" حالانکہ سولی کھجور کے تنوں "میں" نہیں بلکہ کھجور کے تنوں "پر" دی جاتی ہے۔

امام نحو ولغت شیخ عبدالقاہر جرجانی لکھتے ہیں۔

وفی للظرفیۃ نحو المال فی الکیس ونظرت فی الکتاب، وللاستعلاء نحو قولہ تعالیٰ ولا صلبنکم فی جذوع النخل (شرح مأۃ عامل/۱۰)

کاش کہ "علامہ" نے "شرح مأۃ عامل" ہی پڑھ لی ہوتی یا درجہ اولیٰ کے کسی طالبعلم سے پوچھ ہی لیا ہوتا تو انکی اہل علم کے ہاں یوں رسوائی نہ ہوتی۔

اس سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ بے شعور امام بخاری نہیں بلکہ خود "علامہ" ہیں کہ نہ انکے پاس لغوی شعور ہے نہ قرآنی شعور۔

اور یہاں فی کو علی کے معنی میں لینے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ امام بخاریؒ نے اس باب میں جو حدیث مرفوع درج کی ہے اسمیں "فوضع علی کل قبر" کے الفاظ ہیں نہ کہ "فی کل قبر" کے۔ مکمل حدیث اعتراض نمبر ۱۷ کے جواب کے شروع میں صفحہ ۲۵۳ پر ملاحظہ فرمائیں۔

تو یہ کیسے سمجھ لیا گیا کہ امام بخاریؒ کا مذہب روافض کے مطابق تھا کہ چھڑیاں قبر میں رکھی جائیں؟ سچ ہے انسان علم کے بغیر جہالت کی وادیوں میں بھٹکتا رہتا ہے۔

تشبہ بالروافض کا جواب: اسی سے "تشبہ بالروافض" والا اعتراض بھی ازخود ختم ہوگیا کیونکہ روافض قبر کے اندر چھڑیاں رکھنے کے قائل ہیں جبکہ یہاں فی علی کے معنی میں ہے جیسا کہ "ترجمۃ الباب" اور "حدیث الباب" سے واضح ہے۔

اور اگر بالفرض فی کو ظرفیت کے معنی میں لے لیں تو بھی "تشبہ بالروافض" حضرت بریدہؓ کیلئے کیسے ثابت ہوسکتا ہے جبکہ روافض بعد میں پیدا ہوئے اور حضرت بریدہؓ پہلے کے ہیں؟ کیا بعد والا پہلے کی مشابہت اختیار کرتا ہے یا پہلا بعد والے کی؟ کچھ تو ہوش چاہیے۔

کیا یہ راوی کی بڑ ہے: باقی امام بخاریؒ کا حضرت بریدہؓ کی وصیت کو بغیر سند کے تعلیقاً ذکر کرنا اختصار کیوجہ سے ہے بغیر تحقیق کے نہیں۔ امام بخاریؒ کے نزدیک کوئی بات جبتک ثابت نہ ہو تب تک اسکو ذکر نہیں کرتے یہی وجہ ہے کہ بعض محدثین جنکو امام بخاریؒ پر مکمل اعتماد ہے تعلیقات بخاری کو بھی آنکھیں بند کئے قبول کرنے کے قائل ہیں لیکن بعض محدثین کے نزدیک انکا درجہ موصول روایات کے برابر نہیں ہے اسلئے بعض محدثین نے تعلیقات بخاری پر مستقل کام کیا ہے اور انکی سندیں تلاش کی ہیں تقریباً کوئی تعلیق ایسی نہیں جو کسی جگہ موصول نہ ہو شراح بخاری ہر تعلیق کا وصل اہتمام سے بتاتے ہیں۔

پس اگر جناب کو سند چاہیے تھی تو کسی شرح کو اٹھا کر دیکھتے آپکو سند مل جاتی۔

علامہ ابن حجرؒ اسی تعلیق کے بارے فرماتے ہیں

"وقد وصله ابن سعد من طريق مورق العجلى" (فتح الباری ایضاً) کہ ابن سعد نے اس تعلیق کو سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ لیجئے ہم نے آپ کی ڈیمانڈ پوری کردی۔ کیا اب آپ مان لیں گے؟ نہیں؟ کیوں؟ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

﴿اعتراض نمبر۲۱﴾

﴿۲۱﴾**قرآن مقدس** قرآن مقدس میں مردہ کے کلام کرنے کو محال کہا گیا ہے اور محال کا فرض کرنا ویسے بھی محال نہیں ہوتا اللہ کریم فرماتے ہیں کہ جس طرح ان مشرکین کے سامنے تمام فرشتوں کا آنا محال ہے اسی طرح ان سے مردوں کا کلام کرنا بھی محال ہے فرمایا کہ ،، وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَا اِلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَ كَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى ،، اور دوسرے مقام پر فرمایا،، اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ،، جس کا مطلب ہے کہ مردوں کا کلام کرنا محال اور ناممکن ہے **بخاری محدث** لیکن بخاری صاحب بڑے دھڑلے سے باب باندھتے ہیں،، باب كلام الميت على الجنازة ،،اور پھر تحت الباب روایت ٹانک دیتے ہیں کہ جب میت کا جنازہ اٹھا کر لوگ چلتے ہیں تو اگر نیک مردہ ہو تو وہ کہتا ہے،،قدموني قدموني،، مجھے جلدی لے چلو اور اگر برا ہو تو وہ کہتا ہے،،اين تذهبون،، ہائے مجھے کدھر لئے جارہے ہو...(بخاری ۱/۱۸۴)امام بخاری صاحب کو قرآن فہمی کی داد دیجئے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے متعلق تو یہاں تک یاوہ گوئی کر جاتے ہیں کہ،، يقول هذا الخداع،، لیکن اپنا حال یہ ہے کہ قرآن مقدس کی نص قطعی کو درخور اعتناء بھی نہیں سمجھتے جو رطب و یابس ہاتھ لگے شیعہ سنی بدعتی خارجی سب کی روایات کو آنکھوں پر رکھ لیتے ہیں اور سستے داموں بازار میں پہنچا کے چھوڑتے ہیں...،، فيا الضيعة الفهم،، (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۴۷۔۴۸)

﴿﴿الجواب﴾﴾

اعتراض میں مذکور حدیث شریف اور اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث: حدثنا قتيبة، حدثنا الليث عن سعيد بن ابى سعيد عن ابيه انه سمع ابا سعيد الخدرى رضى الله عنه يقول: قال رسول اللهﷺ: اذا وضعت الجنازة فاحتملها الرجال على اعناقهم فان كانت صالحة قالت: قدمونى قدمونى وان كانت غير صالحة قالت: يا ويلها اين يذهبون بها يسمع صوتها كل شيئ الا الانسان ولو سمعها الانسان لصعق (بخاری شریف: الجنائز، باب کلام المیت علی الجنازة رقم ۱۲۹۱)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ جب جنازہ کو چارپائی پر رکھا جاتا ہے اور لوگ اسکو کندھوں پر اٹھاتے ہیں تو اگر وہ نیک ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے آگے لے چلو مجھے آگے لے چلو اور اگر وہ نیک نہیں ہوتا تو کہتا ہے ہائے اسکی ہلاکت! یہ اسکو کہاں لے

جارہے ہیں؟ اسکی اس آواز کو سوائے انسان کے باقی تمام چیزیں سنتی ہیں اور اگر انسان اسکو سن لیتا تو بے ہوش ہو جاتا۔

حدیث پاک اور اسکا ترجمہ آپنے ملاحظہ فرمایا امید ہے آپکو کوئی اشکال نہیں ہوا ہوگا لیکن چتر وڑی صاحب کو یہاں اشکال ہو گیا ہے کہ مردہ کیسے کلام کر سکتا ہے؟ جبکہ اسکا کلام کرنا محال ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ قرآن مقدس میں متقی اور کامیاب لوگوں کی صفات میں ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے الذین یؤمنون بالغیب (البقرہ/۳) کہ وہ بن دیکھے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی باتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو جب اللہ کے رسول ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ مردہ چارپائی پر کہہ رہا ہوتا ہے قدمونی قدمونی. اور آپکا یہ فرمان سند صحیح کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے جیسا کہ آگے واضح ہوتا ہے تو پھر اسکو جھٹلانا اور اسکے مقابلے میں عقل کے گھوڑے دوڑانا کسی مومن کا شیوہ نہیں ہوسکتا۔ سچا مومن اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی بات پر یقین رکھتا ہے چاہے اسکی عقل اسکو مانے یا نہ مانے۔

حدیث کا قرآن کے ساتھ کچھ تعارض نہیں: باقی رہا قرآن کے ساتھ اسکا تقابل تو یہ بالکل باطل ہے قرآن میں کہیں بھی مردوں کے کلام کو محال نہیں کہا گیا۔ چتر وڑی صاحب نے جو دو آیات نقل کی ہیں انمیں بھی یہ نہیں ہے کہ مردے کا کلام کرنا محال ہے بلکہ ان دونوں آیات کا مطلب مفسرین کے نزدیک یہ ہے کہ کفار اسلام دشمنی میں اس قدر آگے جا چکے ہیں کہ اب اگر وہ اپنے منہ مانگے معجزات دیکھ لیں جن میں مردوں کا کلام کرنا بھی شامل ہے تب بھی وہ ایمان نہیں لائینگے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں انھم لوا توابکل آیۃ لم یؤمنوا (مظہری: الانعام/۱۱۱) یعنی اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کفار تمام مطلوبہ معجزات دیکھ لیں تب بھی ایمان نہیں لائینگے۔

آیات کی تفسیر شیخ القرآنؒ سے: شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ نے بھی اس کی یہی تفسیر کی ہے پہلی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں "یعنی اگر ہم انکے مطلوبہ معجزات انکو دکھادیں مثلاً ان پر

فرشتے اتار دیں اور مردے زندہ ہوکر ان سے باتیں کرنے لگیں اور ہر چیز جو وہ چاہیں اٹھا کر ان کے سامنے کردیں تو بھی وہ ایمان نہیں لائینگے" (جواہر القرآن: الانعام/۱۱۱)

دوسری آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"یہ کفار ضد وعناد اور مکابرہ کی اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ کسی معجزہ کا ان پر اثر نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اگر قرآن کی تاثیر سے پہاڑ چل پڑیں یا زمین میں شگاف پڑ جائیں یا مردے زندہ ہوکر باتیں کرنے لگیں تو بھی وہ ایمان نہیں لائینگے ضد وعناد کیوجہ سے انکے دلوں پر مہر جباریت لگ چکی ہے اور ان سے توفیق ہدایت سلب کی جا چکی ہے" (جواہر القرآن: الرعد/۳۱)

تو دیکھئے ان آیات میں یہ نہیں کہا گیا کہ مردوں کا کلام کرنا محال ہے بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ ان مخصوص کفار کا ایمان لانا محال ہے کہ اگر مردے ان سے باتیں کرنے لگیں تب بھی یہ لوگ ایمان نہیں لائینگے یعنی مردے تو کلام کرسکتے ہیں لیکن یہ لوگ ایمان نہیں لاسکتے۔

مردے کا کلام کرنا عقل میں نہیں آتا؟: باقی مردے کا کلام کرنا اگر چتروڑی صاحب کی عقل میں نہیں آتا اور اسی وجہ سے وہ اسکو ماننے کیلئے تیار نہیں تو کیا ہاتھ پاؤں کا کلام کرنا انکے نزدیک ممکن ہے؟ ظاہر ہے کہ نہیں لیکن اللہ فرماتا ہے **تکلمنا ایدیھم و تشھد ارجلھم** (یٰسٓ/۶۵) کہ انکے ہاتھ ہم سے کلام کرینگے اور انکے پاؤں گواہی دینگے۔ اور ہاتھ تو پھر بھی حیات حسی رکھتے ہیں کیا زمین جو بالکل بے جان ہے اسکا کلام کرنا ممکن ہے؟ ظاہر ہے کہ نہیں لیکن اللہ فرماتا ہے **یومئذ تحدث اخبارھا** (الزلزال/۴) کہ قیامت کے دن زمین اپنے اوپر ہونے والے واقعات رب کے سامنے بیان کریگی۔

اللہ تعالیٰ نے اسکے ساتھ ہی چتروڑی صاحب جیسے عقل کے پرستاروں کے اس اشکال کا جواب بھی دیدیا کہ زمین کیسے بات کرسکتی ہے؟ فرمایا **بان ربك اوحی لھا** (الزلزال/۵) کہ وہ اس وجہ سے بول سکے گی کہ تیرا رب اسکو بولنے کا حکم دے دے گا۔ اور یہ زبان بھی بولتی ہے تو اسکے حکم سے بولتی ہے اگر اللہ کا حکم نہ ہو تو یہ زبان باوجود ایک زندہ آدمی کے منہ میں ہونے کے نہیں بول سکتی

آپنے گونگے انسان ضرور دیکھے ہونگے اور انکی صحیح سلامت زبان بھی ضرور دیکھی ہوگی تو کیا چتروڑی صاحب ان آیات قرآنی کا بھی انکار کردینگے؟اور اگر نہیں تو آخر قرآن کی ان آیات میں اور اس حدیث میں وجہ فرق کیا ہے؟

لگتا ہے ''علامہ'' کو اللہ تعالیٰ کی بنیادی صفات کا بھی علم نہیں ہے یا ان پر ایمان نہیں ہے ورنہ ''قدرت'' اللہ تعالیٰ کی صفات خاصہ میں سے ایک صفت ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ جو چاہے اور جب چاہے اسکو اسی وقت کرسکتا ہے۔ **انما امرہ اذا اراد شیأ ان یقول لہ کن فیکون** (یس ۳/۸۲) قرآن مجید میں یہ بات کئی جگہ مذکور ہے **ان اللہ علی کل شیئ قدیر** (البقرہ/۲۰) کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

جو اللہ بے زبان اعضاء کو کلام پر قدرت دے سکتا ہے اور بے جان زمین کو کلام پر قدرت دے سکتا ہے وہی اللہ تھوڑی دیر پہلے تک کلام کرنے والے مردے کو دوبارہ کلام پر قدرت نہیں دے سکتا؟ کیا اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت پر ایمان لانے سے بھی توحید کو خطرہ لاحق ہوجاتا ہے؟

محدثین کرام چونکہ عارف بصفات باری تعالیٰ تھے اسلئے انکو اس حدیث پر کوئی اشکال نہیں ہوا چنانچہ علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

"**فمن الجائز ان یحدث اللہ النطق فی المیت اذا شاء**" (فتح الباری: الجنائز، باب قول المیت وھو علی الجنازۃ قدمونی) کہ یہ بالکل ممکن ہے کہ اللہ جب چاہے مردے میں گویائی (بولنے کی قوت) پیدا فرمادے۔ آگے چل کر فرماتے ہیں "**لا مانع من انطاق اللہ الجسد بغیر روح**" (ایضاً) کہ اس سے کوئی امر مانع نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر روح کے محض جسم کو بولنے کی قدرت دیدے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات کی معرفت عطا فرمائے۔

''علامہ'' کی قرآن فہمی: چتروڑی صاحب آگے لکھتے ہیں ''امام بخاری صاحب کو قرآن فہمی کی داد دیجئے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے متعلق تو یہاں تک یاوہ گوئی کرجاتے ہیں کہ **یقول ھذ الخداع الخ**" میں کہتا ہوں اس ''قرآن فہمی'' پر امام بخاری کو نہیں بلکہ چتروڑی صاحب کو داد دینی چاہئے کہ جو

بات آج تک کوئی مفسر نہیں سمجھ سکا یہاں تک کہ اُن کے استاد بھی، وہ بات انہوں نے سمجھ لی ہے کہ مردوں کا کلام کرنا محال ہے۔

اور یہ کہ یہ ''نص قطعی'' ہے بالیقین تو معلوم نہیں کہ چتروڑی صاحب کے نزدیک نص قطعی کیا ہوتی ہے؟ لیکن لگتا یوں ہے کہ جو بات سوچے سمجھے بغیر انکے منہ سے نکل جائے وہی ان کے نزدیک نص قطعی ہوتی ہے۔

باقی یہ بات کہ امام بخاری نے امام اعظم کے متعلق یاوہ گوئی کی ہے ''یقول ھذا الخداع'' یہ ''علامہ'' کی یاوہ گوئی ہے۔ یہ چھوٹی سے عربی عبارت کئی تحریفات کا مجموعہ ہے اسکی تفصیل تمہیدی دس نمبرات میں سے نمبر ۱۰ صفحہ ۱۳۱ میں گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمالیں اور ''علامہ'' کی ''دیانت'' پر ''درود'' بھیجیں۔

اب آیئے اس حدیث کے راویوں کو دیکھتے ہیں جنکے بارے ''علامہ'' فرماتے ہیں ''جو رطب ویابس ہاتھ لگے شیعہ، سنی، بدعتی، خارجی سب کی روایات کو آنکھوں پر رکھ لیتے ہیں''

رواۃ حدیث: قتیبہ، لیث، سعید، ابوسعید مقبری، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ۔

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

۱۔ ابورجاء قتیبہ بن سعید بن جمیل بن طریف بن عبداللہ الثقفی البغلانی الحمصی من کبار تبع الاتباع المتوفی ۲۴۰ھ۔

یحیٰی بن معینؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۳۲۲/۸)
ابوحاتم الرازیؒ	:	ثقۃ	(ایضا)
النسائیؒ	:	ثقۃ، صدوق	(ایضا)
احمد بن سیارؒ	:	ثبت	(ایضا)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضا)
الحاکمؒ	:	ثقۃ، مامون	(ایضا)

۲۔ابوالحارث لیث بن سعد احد الائمة ملاحظہ فرمائیں اعتراض نمبر۴ صفحہ نمبر ۱۶۸

۳۔ابوسعد سعید المقبری دیکھیں اعتراض ۶ صفحہ ۱۸۱

۴۔ابوسعید کیسان المقبری المدنی الملقب بصاحب العباء من کبار التابعین التوفی ۱۰۰ھ۔

النسائیؒ : لا باس بہ (تھذیب التھذیب ۴۰۶/۸)

ابن حبانؒ : ذکرہ فی الثقات (ایضاً)

۵۔ابوسعید سعد بن مالک بن سنان الخذری الصحابی رضی اللہ عنہ

اب معلوم نہیں کہ ''علامہ'' کے نزدیک انمیں سے کون شیعہ ہے اور کون سنی ہے؟ کون بدعتی ہے اور کون خارجی ہے؟ ائمہ اسماء الرجال کے نزدیک تو یہ سب صحیح العقیدہ مسلمان ہیں بلکہ انمیں سے بعض جیسے حضرت لیث بن سعد اہلسنت کے مسلمہ اماموں میں سے ہیں۔

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اور اخیر میں یہ کہ اسی روایت کو امام نسائی اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے دیکھئے

سنن نسائی: الجنائز، باب السرعة بالجنازة (۱۸۸۳)

مسند احمد: باقی مسند المکثرین، مسند ابی سعید الخذری رضی اللہ عنہ (۱۰۹۴۵، ۱۱۱۲۷)

کیا امام نسائیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کو بھی پتہ نہ چلا کہ یہ روایت قرآن کی نص قطعی کے مخالف ہے کہ انہوں نے بھی اسکو اپنی کتابوں میں درج کر دیا؟ اللہ تعالیٰ گمراہی سے حفاظت فرمائے آمین۔

﴿اعتراض نمبر ۲۲﴾

﴿۲۲﴾ قرآن مقدس قرآن مقدس میں اللہ تعالی اور خلیل اللہ علیہ السلام کا ایک مکالمہ ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم نے درخواست کی کہ،، رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى، اللہ نے حضرت خلیل سے فرمایا کہ،، أَوَلَمْ تُؤْمِنْ،، یعنی خلیل اللہ نے عرض کی کے مجھے (علم الیقین اور حق الیقین تو ہے لیکن میں عیاناً آنکھ سے عین الیقین حاصل کرنے کیلئے عرض کر رہا ہوں کہ) دکھا دیجئے وہ کیفیت جس حالت میں تو مردوں کو زندہ کریگا تو اس پر اللہ نے (مشفقانہ انداز سے) فرمایا کیا تو (آنکھوں سے معائنہ کے بغیر) اسکی تصدیق نہیں کریگا تو خلیل اللہ نے عرض کیا (کیونکر تصدیق نہ کروں بالکل مجھے یقین ہے) میں تو صرف اطمینان قلب کی خاطر درخواست گزار رہا ہوں (اور اس میں بھی صرف کیفیت و حالت دیکھنا چاہتا ہوں ورنہ شک کی تیری قدرت میں گنجائش ہی نہیں ہے) حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اللہ تعالی کے درمیان مکالمہ سے دو

باتیں اور حقیقتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ حضرت نے صرف کیفیت احیاء کے متعلق سوال کیا تھا نہ حقیقت احیاء سے دوسرا یہ کہ آپ نے خود اقرار کیا کہ تیری قدرت میں مجھے شک قطعاً نہیں ہے میں تو صرف عین الیقین کے مشاہدہ کے ذریعہ اطمینان قلب چاہتا ہوں... یہ تھی حقیقت جو قرآن فہمی سے نصیب ہوئی نہ حضرت کو اللہ کی قدرت میں شک تھا اور نہ ہی اللہ نے آپ سے یہ فرمایا کہ تو شک میں ہے... **بخاری محدث ابراھیمؑ اور نبیؐ پر بہتان** لیکن برا ہو اندھی تقلید کا جس نے بخاری جیسے محدث جلیل کو قرآن کا مفہوم سمجھنے سے قاصر رکھا اور انہوں نے اپنی کتاب میں کسی راوی کی انٹ شنٹ میں آ کر مذکورہ مکالمہ کے زیر باب ہمارے حضرت ﷺ کے متعلق یہ لکھ مارا کہ آپ ﷺ نے فرمایا،،نحن احق بالشک من ابراھیم،، کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کی نسبت شک کرنے کا زیادہ حق رکھتے ہیں جبکہ ابراہیمؑ نے شک کرتے ہوئے کہا تھا،،رب ارنی کیف تحی الموتی،، لا حول ولا قوۃ الا باللہ.... حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی جھوٹ اور آپ ﷺ پر بھی دوہرا جھوٹ.... بخاری صاحب فرمائیں کہ حضرت ابراہیمؑ کو شک پڑ گیا تھا یہ قرآن پاک کے کس لفظ سے ثابت ہوتا ہے؟ کہاں لکھا ہوا ہے کہ ابراہیمؑ کو شک پڑ گیا تھا کسی لعنتی راوی کی گپ شپ پر کلی اعتماد کرنا اور الفاظ قرآن کو پس پشت ڈال دینا کیا اسی کا نام امیر المحدثین ہوتا ہے؟ حالانکہ نہ ابراہیم علیہ السلام کو شک ہوا اور نہ خاتم الانبیاء ﷺ نے ایسا شک فرمایا... (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۴۸۔۵۰)

﴿﴿الجواب﴾﴾

اعتراض میں مذکور حدیث اور اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث: حدثنا احمد بن صالح، حدثنا ابن وھب قال اخبرنی یونس عن ابن شھاب عن ابی سلمۃ بن عبدالرحمٰن وسعید بن المسیب عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال: نحن احق بالشک من ابراھیم اذقال رب ارنی کیف تحی الموتی قال اولم تؤمن قال بلی ولکن لیطمئن قلبی(بخاری:احادیث الانبیاء، باب قولہ عزوجل: ونبئھم عن ضیف ابراہیم، رقم ۳۱۲۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابراہیمؑ کی بہ نسبت ہم شک کے زیادہ حقدار ہیں جب انہوں نے عرض کیا اے میرے پروردگار مجھے یہ دکھلادے کہ تو مردوں کو کسطرح زندہ کریگا؟ اللہ نے فرمایا کیا تو اس پر ایمان نہیں رکھتا؟ تو انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں لیکن تاکہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔

''علامہ'' کی ''دیانت'' کا نمونہ: آپ نے حدیث شریف اور اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمایا اسمیں

غور سے دیکھیں کیا اسمیں یہ ہے؟ '' جبکہ ابراہیمؑ نے شک کرتے ہوئے کہا تھا رب ارنی '' دوبارہ حدیث اور اسکا ترجمہ دیکھ لیں آپکو یہ عبارت نہ حدیث میں ملے گی نہ اسکے ترجمے میں۔ یہ عبارت چتروڑی صاحب نے اپنی طرف سے گھسیڑی ہے اور امام بخاریؒ کے ذمہ لگا دی ہے اور اسی پر پھر خوب خوب برسے ہیں۔ چتروڑی صاحب کی '' دیانت '' میں اتنی مہارت پر انکو جتنی داد دیجائے اتنی کم ہے۔ چلو چھوڑیئے اس بات کو کہ ہر آدمی اپنی عادت سے مجبور ہوتا ہے ہم اصل بات کیطرف آتے ہیں۔

حدیث کی صحیح تشریح: غالباً یہ پہلا موقع ہے جہاں چتروڑی صاحب نے قرآن کی کوئی صحیح تفسیر کی ہے لیکن اسکے ساتھ ہی اپنی کج فہمی کا بھی مظاہرہ کیا کہ ایک حدیث جسکا مطلب وہی تھا جو چتروڑی صاحب نے خود بیان کیا اسکے پیچھے ہاتھ دھوکر پڑ گئے کیونکہ اسمیں بظاہر شک کے الفاظ آگئے تھے جن سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ امام بخاریؒ کے خلاف اپنے دل کی بھڑاس نکال سکتے تھے حالانکہ وہ حدیث مبارک درحقیقت قرآن اور دونوں پیغمبروں کی شان کے عین مطابق تھی جسکی کچھ تفصیل یہ ہے کہ جس وقت "اولم تؤمن" کے الفاظ نازل ہوئے تو بعض حضرات نے کہا "شك ابراهيم ولم يشك نبينا" کہ ابراہیمؑ کو شک ہوا مگر ہمارے نبی ﷺ کو کبھی شک نہیں ہوا یہ بات آپ نے بھی سن لی اور اسکو اپنے نسبی و روحانی جد امجد سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی شان کے خلاف سمجھا تو اسکی اصلاح میں بصورت تواضع ارشاد فرمایا کہ ہم ان سے زیادہ شک کے حقدار ہیں یعنی اگر پیغمبروں کو اللہ کی قدرت میں شک ہوسکتا جیسا کہ تم سمجھ رہے ہو تو ابراہیمؑ سے زیادہ ہمیں شک ہوتا لیکن جب چھوٹا ہونے کے باوجود ہمیں شک نہیں ہے تو ابراہیمؑ کو کیسے ہوسکتا ہے؟

مطلب یہ کہ جسکو تم شک سمجھ رہے ہو وہ شک نہیں بلکہ یقین کی زیادتی کی طلب ہے تو حاصل وہی ہے کہ اللہ کی قدرت میں نہ مجھے شک ہے نہ ابراہیمؑ کو شک تھا اور یہی کچھ چتروڑی صاحب نے بھی بیان کیا ہے تو بلاوجہ امام بخاریؒ کو لتاڑنے کا کیا جواز ہے؟ قصور اپنی سمجھ کا ہو اور گلے پڑ جائیں کسی اور کے یہ کوئی دانشمندی تو نہیں۔

قال جماعة من العلماء: لما نزل قول الله تعالىٰ: اولم تؤمن قالت طائفة:

شك ابراهيم ولم يشك نبينا فقال النبی ﷺ: نحن احق بالشك منه معناه ان هذا الذی تظنونه شكا انا اولی به منه فانه ليس بشك وانما هو طلب لمزيد اليقين

(نووی شرح مسلم: الایمان، باب زیادة طمانیۃ القلب بتظاہر الادلۃ)

اب رواۃ حدیث کو دیکھتے ہیں جنکو چترو ڑی صاحب نے ''لعنتی'' کہا ہے

رواۃ حدیث: احمد بن صالح، ابن وھب، یونس، ابن شہاب، ابوسلمہ بن عبدالرحمن، سعید بن المسیب، ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ۔

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

۱۔ ابوجعفر احمد بن صالح المصری الملقب بابن الطبری من کبار تبع الاتباع المتوفی ۲۴۸ھ۔

البخاریؒ	:	ثقہ، صدوق، مارایت احدا یتکلم فیہ بحجۃ	(تھذیب التھذیب ۱/۳۴۳)
یعقوب بن سفیانؒ	:	حجۃ	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً ۱/۳۴۴)
ابوحاتم الرازیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً ۱/۳۴۵)
النسائیؒ	:	لیس بثقۃ، ولا مامون	(ایضاً ۱/۳۴۶)

۲۔ ابومحمد عبداللہ بن وھب بن مسلم القرشی المروزی من صغری الاتباع المتوفی ۱۹۷ھ

احمد بن حنبلؒ	:	صحیح الحدیث	(تھذیب التھذیب ۶/۵۶)
یحییٰ بن معینؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابوحاتم الرازیؒ	:	صالح الحدیث، صدوق	(ایضاً)
ابوزرعۃ الرازیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابن عدیؒ	:	من اجلۃ الناس وثقاتھم	(ایضاً)
الخلیلیؒ	:	ثقۃ، متفق علیہ	(ایضاً)

۳۔ ابویزید یونس بن یزید ابی النجاد الایلی الشامی من کبار الاتباع المتوفی ۱۵۹ھ۔

عبداللہ بن المبارکؒ	:	کتابہ صحیح	(تھذیب التھذیب ۱۱/۳۹۶)
یحییٰ بن معینؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
النسائیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
یعقوب بن شیبہؒ	:	صالح الحدیث	(ایضاً)
ابوزرعۃ الرازیؒ	:	لاباس بہ	(ایضاً)

۴۔ابن شہاب الزہری دیکھیں اعتراض نمبر ا صفحہ ۱۴۰

۵۔ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالرحمن بن عوف الزہری المدنی من وسطی التابعین التوفی ۹۴ھ۔

ابن سعدؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۱۲/۱۲۷)
ابوزرعۃ الرازیؒ	:	ثقۃ، امام	(ایضاً ۱۲/۱۲۸)
ابن حبانؒ	:	وثقہ	(ایضاً)
الذہبیؒ	:	احد الائمۃ	(الکاشف ۲/۴۳۱)

۶۔ابومحمد سعید بن المسیب بن حزن ابی وھب بن عمرو المخزومی القرشی المدنی من کبار التابعین التوفی ۹۳ھ

مکحولؒ	:	مالقیت اعلم منہ	(تھذیب التھذیب ۴/۷۵)
سلیمان بن موسیٰؒ	:	افقہ التابعین	(ایضاً)
علی بن المدینیؒ	:	لااعلم فی التابعین اوسع علمامنہ	(ایضاً ۴/۷۶)
احمد بن حنبلؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابوزرعۃ الرازیؒ	:	ثقۃ، امام	(ایضاً)
الذھبیؒ	:	احد الائمۃ، ثقۃ، حجۃ	(الکاشف ۱/۴۴۴)

۷۔ابوہریرۃ عبدالرحمن بن صخر دیکھیں اعتراض ۳ صفحہ ۱۶۵

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اور اخیر میں یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ اسی روایت کو امام مسلم، ابن ماجہ اور امام احمد بن حنبل نے بھی روایت کیا ہے دیکھئے

صحیح مسلم شریف: الایمان، باب زیادۃ طمانینۃ القلب بتظاہر الادلۃ (۲۱۶)

ایضاً: کتاب الفضائل، فضائل ابراہیم الخلیل (۴۳۲۹)

سنن ابن ماجہ: الفتن، باب الصبر علی البلاء (۴۰۱۶)

مسند احمد: مسند ابی ہریرۃؓ (۷۹۷۸)

کیا اب بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ کسی ''لعنتی راوی کی گپ شپ'' یا ''انٹ شنٹ'' ہے؟ ایک صحیح حدیث کو گپ شپ یا انٹ شنٹ کہنے سے چتروڑی صاحب کے نزدیک حدیث کی قدر بھی بالکل واضح ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کج فہمی اور کج روی سے محفوظ فرمائے آمین۔

﴿اعتراض نمبر ۲۳﴾

﴿۲۳﴾ قرآن مقدس قرآن پاک کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اللہ اور مہاجرین وانصار تمام پر رحمت نچھاور کر دی اور اکے تابعداروں پر بھی خاص توجہ فرمائی اور وہ پاک صاف ہو گئے نیز اللہ نے فرمایا، ''لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ'' اور فرمایا، ''رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ'' نیز اللہ کے رسول نے انکا تزکیہ کر دیا، ''وَيُزَكِّيْهِمْ'' اور ان سے کوئی غلطی ہو گئی تب بھی اللہ نے معاف کر دی، ''عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ'' کا مژدہ انکو سنا دیا شرک و بدعات سے بالکل محفوظ ہو گئے، ''كَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ''، انکے لئے خاص پروانہ نازل ہوا اور ہمیشہ کیلئے اصحاب رسول ﷺ محفوظ ہو گئے... **بخاری محدث**۔

صحابہؓ پر بدعت کا فتویٰ لیکن بخاری صاحب اپنی کتاب میں کفر و بدعات صحابہ کرام کے ذمہ لگا کر رافضی راویوں کا دل ٹھنڈا کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ صحابی رسول ﷺ کو کہا گیا کہ آپکو مبارک ہو کہ آپکو صحبت نبوی نصیب ہوئی اور بیعت رضوان بھی نصیب ہوئی تو براء ابن عازب صحابی نے جواب دیا کہ بھتیجے تجھ کو کیا خبر کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کیا کیا بدعتیں جاری کی ہیں... (بخاری ۵۹۹/۲) ادھر آپ ﷺ نے فرمایا تھا، ''من احدث حدثا او آوی محدثا فعلیہ لعنۃ اللہ'' تو کیا صحابی یہ لعنت اپنے اوپر فٹ کر رہا تھا؟ **نعوذ باللہ من ھذہ**، بلکہ باقی صحابہ کرام کو بھی اس لعنت میں داخل کر رہا تھا؟ العیاذ باللہ، آخر ''کل بدعۃ ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار''، صحابہ کرام پر ہی پوری ہوئی؟ تو پھر ایسی خرافت درج کتاب کرنیوالا ایسی وعید سے کس طرح بچ سکیگا اگر یہ کسی لعنتی راوی کی شرارت نہیں تو کیا؟ بدعات و رسوم اور عادات جاہلیت مٹانے کیلئے ہی تو آپ ﷺ کی بعثت ہوئی تھی اور صحابہ کرام کا ''أُولٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ''، کا سپاسنامہ کدھر گیا اگر بخاری کی یہ گپ مانی جائے جو سراسر جھوٹی روایت ہے... (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۵۰۔۵۲)

الجواب

اعتراض میں مذکورروایت اوراسکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

روایت: حدثنی احمد بن اشکاب حدثنا محمد بن فضیل عن العلاء بن المسیب عن ابیه قال: لقیت البراء بن عازب رضی الله عنهما فقلت: طوبی لك صحبت النبی ﷺ وبایعته تحت الشجرة. فقال: یا ابن اخی انك لا تدری ما احدثنا بعده (صحیح البخاری: المغازی، باب غزوۃ الحدیبیۃ رقم ۳۸۵۲)

ترجمہ: مسیب بن رافع کہتے ہیں کہ میں حضرت براء بن عازبؓ سے ملا اوران سے کہا آپکومبارک ہو کہ آپکو نبی ﷺ کی صحابیت کا شرف حاصل ہوا اور آپنے آپ ﷺ سے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تو انہوں نے فرمایا۔ اے بھتیجے تم نہیں جانتے کہ ہم نے آپ ﷺ کے بعد کیا کیا کام کیئے؟

اس روایت پر چتروڑی صاحب کو یہ اعتراض ہے کہ بخاری صاحب نے کفرو بدعات صحابہ کرامؓ کے ذمے لگا کر رافضی راویوں کا دل ٹھنڈا کیا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ یہاں بھی چتروڑی صاحب نے اپنی عادت کے مطابق ایک لفظ کا اپنی طرف سے ایک معنی متعین کیا جوامام بخاری نے نہیں کیا پھر اسکوامام بخاریؒ کے ذمے لگا کر ان پر غصہ نکالا ہے۔

ما احدثنا بعده کی تحقیق: تفصیل اسکی یہ ہے کہ بخاری شریف میں لفظ "ما احدثنا بعده" آیا ہے جسکا معنی امام بخاریؒ نے کوئی نہیں کیا صرف الفاظ نقل کرنے پر اکتفاء کیا چتروڑی صاحب نے اسکا معنی کیا "ہم نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کیا کیا بدعتیں جاری کی ہیں" اور پھر بدعت کی مذمت میں جتنی حدیثیں آتی تھیں سب کو یہاں چسپاں کر دیا حالانکہ "احدثنا" احداث سے ہے جسکا معنی ہوتا ہے "ایجاد کرنا، پیدا کرنا" دیکھئے منجد وغیرہ مادہ حدث۔

بدعت کو بھی اسی وجہ سے "محدث" کہتے ہیں کہ اسکا بھی پہلے کوئی وجود نہیں ہوتا بعد میں اس

کو پیدا کر لیا جاتا ہے اور ایجاد کر لیا جاتا ہے تو بدعت اصطلاحیہ پر لغوی مناسبت سے اسکا اطلاق ضرور ہوتا ہے لیکن یہ اسکا حقیقی اور اصطلاحی معنی نہیں۔

قرآن مجید میں یہی لفظ کئی جگہ مستعمل ہوا ہے لیکن کہیں بھی اسکا معنی بدعت والا نہیں ہے سورۂ طٰہٰ میں ہے ولقد صرفنا فیه من الوعید لعلهم یتقون او یحدث لهم ذکرا (طٰہٰ/۱۱۳) کہ ہمنے قرآن میں بار بار وعیدیں ذکر کی ہیں تاکہ لوگ ڈریں اور یہ قرآن انمیں سمجھ پیدا کرے۔ سورۂ طلاق میں ہے واتقوا الله ربکم لاتخرجوهن من بیوتهن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشة مبینة وتلك حدود الله ومن یتعد حدود الله فقد ظلم نفسه لا تدری لعل الله یحدث بعد ذالك امرا (الطلاق/۱) کہ اللہ سے ڈرو جو تمہارا پروردگار ہے طلاق یافتہ عورتوں کو انکے گھروں سے نہ نکالو اور نہ ہی وہ خود نکلیں مگر یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں اور یہ اللہ کی حدود ہیں اور جو شخص اللہ کی حدود کو پھلانگتا ہے تو وہ اپنے اوپر ظلم کرتا ہے تمہیں کیا معلوم کہ شاید اللہ اسکے بعد کوئی امر پیدا کردے۔

اسکے علاوہ بھی یہ لفظ قرآن میں آیا ہے مثلا مایأتیهم من ذکر من ربهم محدث الا استمعوه وهم یلعبون (الانبیاء/۲) اور حتی احدث لك منه ذکرا (الکھف/۷۰) مگر کہیں بھی بدعت والے معنی میں مستعمل نہیں ہوا تو آخر یہاں کونسی ایسی مجبوری تھی کہ جسکی وجہ سے یہی معنی ہی ناگزیر ٹھیرا سوائے اسکے کہ امام بخاریؒ اور انکی کتاب صحیح بخاری کو بدنام کیا جاسکے۔

فسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون.

حدیث کا صحیح مطلب: اس روایت کا جو عام فہم اور سیدھا سادہ مطلب ہے وہ یہ ہے کہ مسیب بن رافعؒ جو ایک تابعی ہیں انہوں نے حضرت براء بن عازبؓ کے مقام صحابیت پر رشک کرتے ہوئے انکو مبارکباد دی کہ آپ خوش نصیب ہیں کہ آپکو حضور ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل ہوا مزید براں بیعت رضوان بھی نصیب ہوئی کہ جسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بیعت کرنے والوں کیلئے اپنی رضا کا اعلان کردیا لقد رضی الله عن المؤمنین اذیبا یعونك تحت الشجرة (الفتح/۱۸) اور واقعی

یہ دونوں چیزیں قابل رشک بھی تھیں اور قابل مبارکباد بھی لیکن جن پر رشک کیا جارہا تھا وہ کوئی عام آدمی نہ تھے کہ اپنی تعریف سنکر پھولے نہ سماتے بلکہ صحابی رسول ﷺ تھے اسلئے بجائے ان فضائل پر فخر کرنے اور گھمنڈ میں آنے کے حضور ﷺ کے بعد رونما ہونے والے ناخوشگوار واقعات مثلا باہمی جنگ وجدال کو یاد کر کے اور اپنے آپکو انکا ذمہ دار ٹھیرا کر گھبرا گئے کہ بھتیجے تم تو ہمیں باکمال سمجھتے ہو لیکن ہم تو اپنے آپکو خطرے میں دیکھتے ہیں کہ کہیں اللہ تعالیٰ ان امور پر ہماری گرفت نہ فرمالے اور واقعی ایک مومن کی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ ہر وقت اپنے رب کی پکڑ سے لرزاں وترساں رہتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میں امتحان میں ہوں اور اس امتحان میں کامیابی اس وقت ہوگی جب خاتمہ بالایمان ہو جائے خاتمہ بالایمان سے پہلے اطمینان ممکن نہیں کیا دیکھتے نہیں کہ ابلیس کتنا عابد وزاہد تھا بلعم بن باعورا کی مثال بھی آپکے سامنے ہے اسیطرح حساب وکتاب کا مرحلہ بھی کوئی ایسا ویسا نہیں کہ جس سے کوئی مومن بے خوف رہ سکے کتنے ہی لوگ خاتمہ بالایمان ہو جانے کے باوجود اپنی بداعمالیوں کیوجہ سے جہنم کے مستحق ٹھیرنگے۔

صحابی رسول کی تواضع وخدا خوفی: اسلئے صحابی رسول حضرت براء بن عازبؓ نے انتہائی تواضع اور خدا خوفی کیوجہ سے کہا کہ یہ شرف صحابیت و بیعت رضوان تو اپنی جگہ درست ہے لیکن آپ ﷺ کے بعد ہم سے اجتماعی طور پر کچھ ایسے کام ہو گئے جو ہونے نہیں چاہئیں تھے انکی وجہ سے ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں واحد وقہار ذات کی عدالت میں ہمیں مجرم نہ بنا دیا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ شراح حدیث نے اسکو حضرت براءؓ کے فضل وکمال پر محمول کیا ہے نہ کہ توہین و تنقیص پر چنانچہ علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں

غبطه التابعی بصحبة رسول الله ﷺ وهو مما يغبط به لكن سلك الصحابی مسلك التواضع فی جوابه انك لا تدری ما احدثنا بعده يشير الى ما وقع لهم من الحروب وغيرها فخاف غائلة ذالك و ذالك من كمال فضله (فتح الباری: المغازی، باب غزوة الحديبية)

تو جب یہ روایت اپنے مفہوم کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے اور صحابی رسول ﷺ کے فضل و کمال پر دلالت کر رہی ہے نہ کہ توہین وتنقیص پر تو پھر اسکو جھٹلانے ،خرافت کہنے اور راوی کی شرارت اور بخاری کی گپ قرار دینے کا کیا جواز بنتا ہے؟

کیا سب محدثین عقل سے عاری تھے کہ انکو یہ مطلب سمجھ نہیں آیا جو چتروڑی صاحب نے سمجھا ہے؟ کیا صرف چتروڑی صاحب کو ہی عقل نصیب ہوئی ہے؟

کیا کسی بھی محدث کو صحابہ کرامؓ سے عقیدت نہ تھی کہ انکو یہ روایت انکی شان کے خلاف لگتی؟ کیا صرف چتروڑی صاحب کو ہی ان سے عقیدت ہے؟

اب آیئے اس روایت کے راویوں کو دیکھتے ہیں جنکو چتروڑی صاحب نے ’’لعنتی اور رافضی‘‘ کہاہے۔

رواۃ حدیث: احمد بن اشکاب، محمد بن فضیل، علاء بن المسیب، میتب بن رافع، براء بن عازبؓ۔

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

۱۔ابوعبداللہ احمد بن اشکاب الصفار الحضرمی المروزی من وسطی تبع الاتباع التوفی ۲۱۷ھ۔

العجلیؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۱/۱۴)
یعقوب بن شیبہؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابوحاتم الرازیؒ	:	ثقۃ، مامون، صدوق	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات وقال: ربما اخطاء	(ایضاً)

۲۔ابوعبدالرحمن محمد بن فضیل بن غزوان بن جریر الضبی الکوفی من صغری الاتباع التوفی سنہ ۲۰۵ھ۔

احمد بن حنبلؒ	:	یتشیع، حسن الحدیث	(تھذیب التھذیب ۳۵۹/۹)
یحیٰی بن معینؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
علی بن المدینیؒ	:	ثقۃ، ثبت فی الحدیث	(ایضاً)

ابوزرعۃ الرازیؒ	:	صدوق	(ایضاً)
النسائیؒ	:	لیس بہ باس	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً)

۳۔علاء بن المسیب بن رافع الاسدی الکاہلی الکوفی ممن لم تلق الصحابۃ۔

یحیٰی بن معینؒ	:	ثقۃ،مأمون	(تھذیب التھذیب ۱۷۱/۸)
ابن عمارؒ	:	ثقۃ،یحتج بحدیثہ	(ایضاً)
ابوحاتمؒ	:	صالح الحدیث	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
یعقوب بن سفیانؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً)

۴۔ابوالعلاء المسیب بن رافع الاسدی الکاہلی الکوفی الملقب بالاعمی دون وسطی التابعین المتوفی ۱۰۵ھ۔

العجلیؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۱۳۹/۱۰)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً)

۵۔ابوعمارۃ البراء بن عازب بن الحارث الانصاری الاوسی الکوفی الصحابی رضی اللہ عنہ المتوفی ۷۲ھ۔

تشیع اور رفض میں فرق: شاید راوی نمبر ۲ محمد بن فضیل بن غزوان کے بارے میں امام احمدؒ کے لفظ ''یتشیع'' سے چتروڑی صاحب کسی کو دھوکہ دیں اسلئے ہم اسکی کچھ وضاحت کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ محدثین متقدمین کی کتابوں میں جب یہ لفظ آئے تو اسکا مطلب موجودہ زمانے کا ''تشیع'' نہیں ہوتا جو درحقیقت ''رفض'' ہے بلکہ اس زمانے میں تشیع تفضیل علیؓ بر عثمانؓ کا نام تھا جسکی وجہ سے انکی ''عدالت'' میں فرق نہیں پڑتا یہی وجہ ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے انکے تشیع کو ذکر کرنے کے

ساتھ ہی ''حسن الحدیث'' بھی کہا ہے اور علی بن المدینی، یحیٰی بن معین اور ابن حبان نے انکو ''ثقہ'' یعنی قابل اعتماد کہا ہے اور امام نسائی نے ''لیس بہ باس'' کہہ کر یہ بتلا دیا ہے کہ انکے ''شیعہ'' ہونے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ متقدمین کے نزدیک ''تشیع'' اور ''رفض'' ایک چیز نہیں تھے اور محدثین نے باقاعدہ تصریح کی ہے کہ اگرچہ اہلسنت کے نزدیک ''تفضیل علیؓ بر عثمانؓ'' بھی صحیح نہیں تاہم یہ اتنا بڑا عیب نہیں ہے جسکی وجہ سے انکی ''عدالت'' کو ''مجروح'' قرار دیا جائے۔

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں

والتشیع محبة علی و تقدیمه علی الصحابة فمن قدمه علی ابی بکر و عمر فهو غال فی تشیعه ویطلق علیه رافضی و الا فشیعی (مقدمہ فتح الباری/۴۵۹)

اب چونکہ صحابہ دشمنی میں شہرت رکھنے والے ''غالی روافض'' اپنے آپکو شیعہ کہتے ہیں اس وجہ سے یہ دھوکہ لگ سکتا ہے یا دیا جا سکتا ہے کہ یہ راوی محمد بن فضیل بھی اسی عقیدے کے تھے لیکن اگر اسی روایت کو ہی ذرا غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ انکا موجودہ شیعہ عقیدہ سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ موجودہ شیعہ تو صرف تین یا پانچ صحابہؓ ابوذرؓ، مقدادؓ، سلمانؓ وغیرہ کے صحابی ہونے کے قائل ہیں باقی سب کے معاذ اللہ ارتداد کے قائل ہیں۔

عن ابی جعفرؑ کان الناس اهل ردة بعد النبی ﷺ الاثلثة فقلت: ومن الثلثة؟ فقال: المقداد بن الاسود وابو ذر الغفاری و سلمان الفارسی (بحار الانوار جلد ۸ باب افتراق امۃ النبی ﷺ علی ثلث وسبعین فرقۃ الخ)

تو اگر یہ راوی بھی ان شیعوں میں سے ہوتے تو حضرت براءؓ جو ان تین یا پانچ میں سے نہیں ہیں انکو شرف صحابیت پر برقرار رکھنے والی روایت کیسے نقل کرتے؟ اور خاص طور پر انکی دوسری فضیلت بیعت رضوان کا کیسے ذکر کرتے جو ہوئی ہی حضرت عثمانؓ کیوجہ سے تھی۔ اگر انکو موجودہ شیعوں کیطرح حضرت عثمانؓ سے دشمنی ہوتی تو وہ کبھی اس بیعت کو فضیلت کے طور پر ذکر نہ کرتے۔

امام سیوطیؒ فرماتے ہیں: **البدعة علی ضربین: الصغری کالتشیع بلاغلو او غلو**

کمن تکلم فی حق من حارب علیا فھذا کثیر فی التابعین و تابعیھم مع الدین والورع. والغلو فیه والحط علی ابی بکر و عمر والدعاء الی ذالك فھذا النوع لا یحتج بھم۔ (تدریب الراوی ۱/۳۳۳)

اللہ تعالیٰ صراط مستقیم یعنی راہ اعتدال پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اعتراض نمبر ۲۴

﴿۲۴﴾ قرآن مقدس کون نہیں جانتا کہ قرآن مقدس میں لوط علیہ السلام والی قوم کی سی بدکاری کرنیوالا کافر ہی ہوتا ہے اور لواطت کا کام سوائے کافر کے اور کوئی مومن نہیں کرتا "أَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِنْ دُونِ النِّسَاءِ" صرف اور صرف کفار کی عادت تھی اور عورت کیساتھ یہ فعل بدکرنا تو اور بھی زیادہ کفر ہے،، فاقتلوا العالی والسافل،، کا حکم نبوی بھی خاص اسی فعل بد کے لئے آیا تھا... **بخاری محدث عورت کی دبر زنی** لیکن بخاری صاحب اتنا بڑا کفری نظریہ بے دھڑک ہوکر ایک جلیل القدر صحابیؓ کے معصوم العمل ماتھے پر جڑ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ" کی تفسیر عبداللہ ابن عمرؓ نے یہ فرمائی ہے کہ عورت کو دبر زنی کرنی چاہیے یہ معنی ہے اَنّٰى شِئْتُمْ" کا (لا حول ولا قوة الا بالله) ،، فی اتیان النساء فی ادبار ھن ،، بخاری کے اساتذہ ابن عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؓ نے فرمایا،،انی شئتم یاتیھا فی ......ای فی الدبر ،، عورت کی دبر میں کرے...(بخاری کتاب التفسیر) اس پر شراح بخاری قسطلانی وغیرہ نے فرمایا کہ بخاری نے فی کا حرف ذکر کرکے دبر کا لفظ بوجہ کراہیت کے ذکر نہیں کیا ورنہ تمام سندوں میں'' وقع التصریح به ''بخاری کے تمام نسخوں میں فی الدبر ہے من الدبر نہیں ہے تاکہ یہ سمجھا جاتا کہ عورت کو پچھلی طرف سے حرث کی جگہ میں استعمال کرے بلکہ فی الدبر ہے جسکا مطلب ہیکہ خاص دبر میں لواطت کرے... جلیل القدر محفوظ من اللہ کے متھے یہ جڑتے ہوئے بخاری صاحب کو ذرہ برابر بھی حالت شعور نہیں ہوئی... کیا صحابیؓ ایسی تحریف قرآن کرسکتا ہے؟ بالکل جھوٹی روایت ہے... کیا اتنا بڑا مغالطہ بخاری کو کس شئے کے نشہ کیوجہ سے ہوا؟ کیا ایسا فعل قبیح صحابہؓ کے ذمہ لگاتے ہوئے ہوش کام نہیں آتا؟ کیا ایسے فعل بد کو ذکر کرنیوالے رواۃ لعنتی نہ ہونگے؟ کیا ایسا کردار تحریف کلام اللہ کا صحابہ کا ہوسکتا ہے؟ کیا ایسا کردار صحابیؓ سے متعلق کہنے والا رافضی شیعہ نہیں؟ کیا بخاری صاحب نے قرآن کے مضامین کو فرسودہ سمجھ لیا تھا؟ کیا محدث صرف اخباری ہوتا ہے قرآن کو مقدم نہیں سمجھتا؟ کیا بخاری نے صرف ایک لفظ حرث کو بھی نہیں سمجھا کہ وہ عورت کا اگلا حصہ ہے یا پچھلا؟ (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۵۲-۵۴)

الجواب

اعتراض میں مذکور روایت اور اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

روایت: عن عبدالصمد حدثنی ابی حدثنی ایوب عن نافع عن ابن عمر فأتو احرثکم انی شئتم قال یاتیھا فی رواہ محمد بن یحییٰ بن سعید عن ابیه عن

عبیداللہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ (بخاری: تفسیر القرآن، باب نساء کم حرث لکم فأتوا حرثکم انی شئتم، رقم ۴۱۶۳)

ترجمہ: حضرت نافعؒ ابن عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فأتوا حرثکم انی شئتم کی تفسیر میں فرمایا کہ مرد عورت سے وطی ... میں بھی کرسکتا ہے۔

روایت اور اسکا ترجمہ آپنے ملاحظہ فرمایا۔ اس پر چترو ڑی صاحب کو یہ اعتراض ہے کہ بخاری صاحب نے ایک کفری نظریہ ایک معصوم العمل صحابی کے متھے جڑ دیا ہے کہ ''نساء کم حرث لکم'' کی تفسیر عبداللہ بن عمرؓ نے یہ فرمائی ہے کہ عورت کی دبر زنی کرنی چاہئے اور پھر دل کھول کر امام بخاری کو سب وشتم کیا ہے۔

''علامہ'' کا سفید جھوٹ: ہم اسکے جواب میں یہ عرض کر سکتے ہیں کہ بخاری شریف کے کسی بھی نسخے میں ''فی الدبر'' کے الفاظ نہیں ہیں لہٰذا امام بخاریؒ پر یہ الزام نہیں لگایا جاسکتا کہ انہوں نے ابن عمرؓ کے حوالے سے دبر زنی کو نقل کیا ہے۔ یہاں چترو ڑی صاحب کا یہ کہنا کہ ''بخاری کے تمام نسخوں میں فی الدبر ہے'' ایسا سفید جھوٹ ہے جو روشن دن کو تاریک رات کہنے سے کم نہیں ہے فلعنة الله على الكذبين. ہمارے پاس بخاری شریف کے دو نسخے ہیں ان میں سے کسی ایک میں بھی یہ نہیں ہے اور شراح بخاری جنکے پاس نصف درجن کے قریب بخاری شریف کے مختلف نسخے تھے انہوں نے بھی تصریح کی ہے کہ ہمارے پاس موجود نسخوں میں سے کسی ایک میں بھی ''فی الدبر'' کے الفاظ نہیں ہیں۔

دیکھئے علامہ ابن حجرؒ کی عبارت

هكذا وقع فى جميع النسخ لم يذكر مابعد الظرف وهو المجرور (فتح الباری تحت هذه الرواية) تو چترو ڑی صاحب کا اعتراض تو یہیں ختم ہو جاتا ہے لیکن ہم اسکو تحقیقی نہیں بلکہ مسکت جواب سمجھتے ہیں کیونکہ امام بخاریؒ نے جس روایت ابن عمرؓ کا ذکر کیا ہے اسکے تمام طرق میں ''ياتيها فى الدبر'' کے الفاظ صراحۃً موجود ہیں دیکھئے تفسیر ابن جریر طبری اور المعجم الاوسط للطبرانی

وغیرہ تو بخاری شریف کی روایت میں یہ لفظ اگر چہ مذکور نہیں ہے کہ امام بخاریؒ نے کراھۃً اسکا ذکر نہیں کیا تاہم مراد ضرور ہے۔

تحقیقی جواب: تو اسکا تحقیقی جواب یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے جو کچھ لکھا ہے وہ انتہائی دیانت کے ساتھ اور راویوں کی مکمل چھان بین کے بعد لکھا ہے اسلئے یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ امام بخاریؒ نے صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے متھے یہ جڑا نہیں ہے بلکہ انہی کی بات کو صحیح سند کے ساتھ صرف روایت کیا ہے۔

اب یہ بات آجاتی ہے کہ ابن عمرؓ جیسا صحابی رسول ﷺ کیا ایسی بات کر سکتا ہے؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ صحابی رسول بھی ایک انسان ہوتا ہے وہ بھی وہم وخطاء سے مبرّا نہیں ہوتا انکی نیک نیتی پر کسی کو شک نہیں لیکن ان سے غلطی یا غلط فہمی کا ''عدم امکان'' یا ''عدم وقوع'' اہلسنت کے عقیدہ میں نہیں ہے۔

ابن عمرؓ کی غلط فہمی: یہاں انکی یہ بات ایک غلط فہمی کے نتیجے میں پیدا ہوئی جسکو اہل علم اچھی طرح جانتے ہیں لیکن چتروڑی صاحب جیسے لوگ جو علم سے کوسوں دور ہوں اور جنکو علم کی ہوا بھی نہ لگی ہو وہ اگر اسکا انکار کریں تو اسپر تعجب نہیں کرنا چاہئے۔ ورنہ ابوداود شریف میں بڑی وضاحت کے ساتھ یہ بات آئی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بھی حضرت ابن عمرؓ کی اس بات کا علم تھا لیکن انہوں نے انکی ذات پر کوئی حملہ نہیں کیا بلکہ انکے لئے بخشش کی دعا کرتے ہوئے انکی طرف سے عذر خواہی کی کہ انکو یہاں غلط فہمی ہوئی ہے۔

روایتِ بخاری کی ابوداود سے توثیق: ''عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: ان ابن عمر و اللہ یغفر لہ اوھم'' (ابوداود شریف: النکاح، باب جامع النکاح) پھر اس واقعہ کی تفصیل بیان کی جسکا حاصل یہ ہے کہ اسلام سے پہلے انصار مدینہ یہود سے زیادہ متاثر تھے اور انکے طور طریقوں کو کافی حد تک اپنائے ہوئے تھے کیونکہ وہ انکو اہل علم سمجھتے تھے اور یہود کا یہ طریقہ تھا کہ

وہ اپنی بیویوں سے پہلو کے بل لیٹ کر ہم بستر ہوتے تھے کیونکہ اسمیں ستر (پردہ پوشی) زیادہ تھا تو انصار نے بھی انہی کے طریقے کو اپنایا ہوا تھا اور اسکے خلاف کسی اور صورت کو صحیح نہ سمجھتے تھے اسکے برعکس قریش عورتوں کے ساتھ خوب متلذذ ہوتے تھے اور ہر طریقے سے لطف اندوز ہوتے تھے انکے نزدیک کوئی ایک طریقہ متعین نہ تھا تاہم راستہ ایک ہی استعمال کرتے تھے۔

جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو بعض مہاجرین کی شادیاں انصار میں ہوئیں اسی میں ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک مہاجر جس نے انصاری عورت سے شادی کی ہوئی تھی، نے اپنے طریقے کے مطابق پیچھے کیطرف سے آگے کی راہ میں جماع کرنا چاہا تو عورت نے انکار کر دیا کہ ہم اس طریقہ کو صحیح نہیں سمجھتے اگر ہمارے طریقے کے مطابق جماع کرنا چاہو تو ٹھیک ورنہ مجھ سے دور رہو جبتک کہ میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھ نہ لوں۔ حضور ﷺ سے یہ بات پوچھی گئی تو آپ نے خاموشی اختیار فرمائی اسکے بعد یہ آیت نازل ہوئی "فأتو احرثكم انى شئتم" (البقرہ/۲۲۳) جس سے یہ بتلا دیا کہ جماع کا کوئی خاص طریقہ متعین نہیں ہے جیسا کہ یہود کی تقلید میں انصار نے اختیار کیا ہوا ہے بلکہ جس طریقے سے کوئی جماع کرنا چاہے کر سکتا ہے بشرطیکہ راستہ ایک استعمال کرے۔

پس اصل واقعہ تو یہ تھا لیکن ابن عمرؓ نے یہ سمجھا کہ وہ اس عورت سے پیچھے کی راہ میں وطی کرنا چاہتا تھا اور عورت نے انکار کیا جسکے بعد یہ آیت نازل ہوئی اور اسمیں اسکی اجازت دی گئی کہ تم جس طرف سے وطی کرنا چاہو کر سکتے ہو۔ بلکہ ابن عمرؓ سے ایک روایت یہ نقل کی گئی ہے کہ اس آدمی نے عورت کو پیچھے کیطرف سے استعمال کر لیا جس پر عورت نے برا منایا اور یہ بات مشہور ہوگئی تو سب لوگوں نے اسکو برا بھلا کہا اسکے بعد یہ آیت نازل ہوئی جسمیں اسکی اجازت دی گئی۔

ان رجلا اصاب امرأة فى دبرها فى زمن النبى ﷺ فانكر ذالك الناس فانزل الله تعالىٰ (مظہری عن الطبرانی، البقرہ/۲۲۳)

روایتِ بخاری کی ابن عباسؓ سے توثیق: ابن عباسؓ کی اس وضاحت کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ روایت بالکل درست ہے البتہ اس روایت میں جو کچھ ہے وہ ابن عمرؓ کی غلط فہمی

ہے گویا ابن عباسؓ نے امام بخاریؒ کی تصدیق کر دی ہے اگر ایسا نہیں ہے تو کیا ابن عباسؓ نے بخاری پڑھ کر یہ بات معلوم کی تھی؟

اب چتروڑی صاحب میں ہمت ہے تو ابن عمرؓ کیلئے بھی وہی سب وشتم روا رکھیں جو امام بخاریؒ کیلئے روا رکھا ہے تا کہ انکی اندرونی رافضیت کھل کر سامنے آجائے اصل اعتراض کا جواب آچکا ہے اب ہم چند ضمنی باتوں کو لیکر آپکو "علامہ" کا "مبلغ علم" دکھاتے ہیں۔

"علامہ" کا مبلغ علم: بحث کے آغاز میں فرماتے ہیں "کون نہیں جانتا کہ قرآن مقدس میں لوطؑ والی قوم کی سی بدکاری کرنے والا کافر ہی ہوتا ہے اور لواطت کا کام سوائے کافر کے اور کوئی مومن نہیں کرسکتا" تعجب ہوتا ہے اس علامے پر کہ کس جرأت سے اپنے مفروضوں کو قرآن کیطرف منسوب کرتا ہے؟ کیا "**اتاتون الرجال شهوة من دون النساء**" کا یہی مطلب ہے؟ مفسرین و فقہاء کے نزدیک لواطت کبیرہ گناہ ہے کفر نہیں ہے چونکہ "علامہ" میں ایک رگ خوارج کی بھی ہے اسلئے اسکو کفر قرار دیدیا کیونکہ وہی لوگ کبیرہ گناہ کے مرتکب کو کافر سمجھتے ہیں۔

مزید فرماتے ہیں "عورت کے ساتھ یہ فعل بد کرنا تو اور بھی زیادہ کفر ہے" اسکی کوئی دلیل پیش نہیں فرمائی جبکہ دوسری طرف مفسرین وفقہاء واصولیین کا کہنا یہ ہے کہ مردوں سے لواطت کی حرمت "عبارۃ النص" سے ثابت ہے اور عورتوں سے اسکی حرمت "اشارۃ النص" یا "قیاس" سے ثابت ہے اور جو چیز عبارۃ النص سے ثابت ہو وہ "قطعی" ہوتی ہے اور جو اشارۃ النص یا قیاس سے ثابت ہو وہ "ظنی" ہوتی ہے اب "علامہ" بتائیں کہ قطعی حرمت کا ارتکاب بڑا جرم ہوگا یا ظنی حرمت کا ارتکاب؟

"علامہ" کے معیار ہی انوکھے ہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں

فحرمة اتيان النساء فى ادبار هن ثبت بهذه الأية بالاشارة او بالقياس...وقد ثبت حرمة اتيان الرجل فى دبره بالنصوص القطعية(تفسیر مظہری: البقرۃ/۲۲۳)

''علامہ'' کی تاویل وتحریف سے جہالت: اور فرماتے ہیں ''کیا صحابی ایسی تحریف قرآن میں کرسکتا ہے؟'' یہ ''علامہ'' کی تحریف وتاویل سے جہالت کی دلیل ہے ورنہ یہ تحریف نہیں بلکہ تاویل ہے اور الفاظ قرآنی میں اسکی گنجائش موجود ہے اسلئے کہ لفظ "انّٰی" دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے

لفظ انّٰی کے دو معانی: نمبر۱۔ کیف نمبر۲۔ این۔

پہلی صورت میں معنی ہوگا ''اپنی کھیتی میں آؤ جسطرح سے چاہو''

اور دوسری صورت میں معنی ہوگا ''آؤ جدھر سے چاہو'' اور قرآن مجید میں یہ دونوں معنوں میں مستعمل ہوا ہے "انی یکون لی غلام" (آل عمران/۴۰) میں پہلے معنی میں مستعمل ہوا ہے کہ ''کس طرح'' میرا بچہ ہوگا؟ اور "انی لك هذا" (ال عمران/۳۷) میں دوسرے معنی میں مستعمل ہوا ہے کہ تیرے لئے یہ رزق ''کہاں'' سے آیا ہے؟

تو یہاں بھی لفظ "انّٰی" میں دونوں احتمال ہوسکتے تھے کیونکہ یہ دونوں اس لفظ کے حقیقی معنی ہیں یہ الگ بات ہے کہ لفظ ''حرث'' بمعنی ''کھیتی'' میں غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہاں دوسرا معنی صحیح نہیں ہے کیونکہ دوسرا محل، محل حرث (کھیتی) نہیں بلکہ محل فرث (پاخانہ) ہے۔ اسی وجہ سے جمہور نے اسکی تفسیر یہی کی ہے کہ یہاں اس سے مراد پہلا معنی ہے یعنی "کیف شئتم" کہ جس طرح چاہو۔

بہر حال یہ ابن عمرؓ کی تفسیر مرجوح ضرور ہے لیکن تحریف ہرگز نہیں علم تفسیر کی معمولی شد بد رکھنے والا بھی اسکو تحریف نہیں کہہ سکتا۔ "فان کلمة انی مشترکة فی معنی کیف واین" (مظہری: البقرۃ/۲۲۳)

اب آیئے ان راویوں کو دیکھتے ہیں جنکو علامہ نے ''لعنتی'' اور ''رافضی شیعہ'' کہا ہے

پہلی سند کے رواۃ: عبدالصمد، عبدالوارث، ایوب، نافع، ابن عمر رضی اللہ عنہ

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

۱۔ابوسہل عبدالصمد بن عبدالوارث بن سعید بن ذکوان العنبری التوری البصری من صغری الاتباع التوفی ۲۰۷ھ۔

علی بن المدینیؒ	:	ثبت فی شعبۃ	(تھذیب التھذیب ۲۹۱/۶)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابن نمیرؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابن قانعؒ	:	ثقۃ، یخطئ	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	وثقہ	(ایضاً)
الحاکمؒ	:	ثقۃ، مامون	(ایضاً)

۲۔ابوعبیدۃ عبدالوارث بن سعید بن ذکوان العنبری التوری البصری من وسطی الاتباع التوفی ۱۸۰ھ۔

ابوزرعۃ الرازیؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۳۹۲/۶)
ابوحاتم الرازیؒ	:	صدوق یعد من الثقات	(ایضاً)
النسائیؒ	:	ثقۃ، ثبت	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ، حجۃ	(ایضاً)
ابن نمیرؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)

۳۔ابوبکر ایوب بن ابی تمیمۃ کیسان السختیانی البصری من صغری التابعین التوفی ۱۳۱ھ۔

یحییٰ بن معینؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۳۴۸/۱)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ، ثبت، حجۃ، عدل	(ایضاً)
النسائیؒ	:	ثقۃ، ثبت	(ایضاً)

ابوحاتم الرازیؒ	:	ثقۃ، لایسال عن مثلہ	(ایضاً)
الدارقطنیؒ	:	من الحفاظ الاثبات	(ایضاً)

۴۔ابوعبداللہ نافع مولی ابن عمرؓ المدنی من وسطی التابعین المتوفی ۱۱۷ھ۔

یحیٰی بن معینؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۳۶۹/۱۰)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
النسائیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابن خراشؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
احمد بن صالح المصریؒ	:	حافظ، ثبت	(ایضاً)
الخلالؒ	:	امام، متفق علیہ، صحیح الروایۃ	(ایضاً)

۵۔ابوعبدالرحمن عبداللہ بن عمر بن الخطاب بن نفیل العدوی القرشی المدنی الصحابی المتوفی ۷۳ھ رضی اللہ عنہ۔

دوسری سند کے رواۃ: محمد، یحیٰی بن سعید، عبیداللہ، نافع، ابن عمرؓ۔

۱۔ابوصالح محمد بن یحیٰی بن سعید القطان البصری من کبار تبع الاتباع المتوفی ۲۳۳ھ۔

ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(تھذیب التھذیب ۱۹۱/۹)

۲۔ابوسعید یحیٰی بن سعید بن فروخ القطان التمیمی البصری الملقب بالاحول المتوفی ۱۹۸ھ۔

ابن مہدیؒ	:	لاتری عیناک مثلہ	(تھذیب التھذیب ۱۹۱/۱۱)
احمد بن حنبلؒ	:	الیہ المنتھی فی التثبت بالبصرۃ	(ایضاً)
علی بن المدینیؒ	:	مارأیت اعلم بالرجال منہ	(ایضاً)
ابوزرعۃ الرازیؒ	:	من الثقات الحفاظ	(ایضاً ۱۹۲/۱۱)
ابوحاتم الرازیؒ	:	حجۃ، حافظ	(ایضاً)
النسائیؒ	:	ثقۃ، ثبت	(ایضاً)

۳۔ابوعثمان عبیداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب العدوی العمری من صغری التابعین المتوفی ۱۴۷ھ۔

یحیٰی بن معینؒ	:	من الثقات	(تھذیب التھذیب ۳۵/۷)
النسائیؒ	:	ثقۃ، ثبت	(ایضاً)
ابوزرعۃ الرازیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابوحاتم الرازیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ، حجۃ	(ایضاً)
احمد بن صالح المصریؒ	:	ثقۃ، ثبت، مامون	(ایضاً)

امید ہے کہ رواۃ کا حال جان لینے کے بعد آپ پر چتروڑی صاحب کا سو فیصد جھوٹ سو فیصد واضح ہو چکا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ دروغ گوئی سے محفوظ رکھے۔آمین

﴿اعتراض نمبر ۲۵﴾

﴿۲۵﴾ قرآن مقدس قرآن مقدس میں کون نہیں جانتا کہ نکاح حلال کا کئی آیات میں ذکر ہے جسکی شرائط میں سے یہ شرط بھی ہے کہ شادی کرنے اور پاکدامن بننے کیلئے نکاح ہو اور شہوۃ رانی اور متعہ جیسا نکاح حرام نہ ہو اور چھپے یار بنانے کا ارادہ بھی نہ ہو، ،مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ،، ان شرائط کے علاوہ کسی نام کا نکاح وہ زنا ہوگا اور متعہ ہوگا جو ایام جاہلیت کے نئے پرانے رافضیوں کا مذہب ہے.... **بخاری محدث** لیکن امام بخاری صحابہ کرامؓ کو بدنام کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھار کھتے حضرت ابن عباس جسکو سینہ سے لگا کر آپ ﷺ نے فرمایا تھا، ،اللھم علمه الکتاب،، انکی قرآن کے حکم سے جہالت پرمبنی روایت ٹانک دیتے ہیں اور امام بخاری غص بصر کر کے درج کتاب کر ڈالتے ہیں اور کسی بے دین راوی پر اعتماد کر کے یوں لکھتے ہیں کہ ابو جمرہ نے کہا کہ میں نے ابن عباسؓ سے سنا ہے وہ متعہ سے متعلق پوچھے گئے تو انہوں نے فرمایا بالکل جائز ہے کرو.. پھر انکو انکے موٰلی نے کہا کیا سخت شدت کی حالت میں یا عورتوں کی کمی اور قلت ہو یا اس قسم کی کوئی مجبوری ہو تو آپ نے فرمایا ہاں.. ﴿بخاری ۷۶۷/۲﴾ ابی جمرہ تابعی ہے اور تابعین میں اکثر لوگ متعہ کے قائل گزرے ہیں بعضوں میں تو ایسے ہیں جو نوے عورتوں کو متعہ کے ذریعے خوش کیا کرتے تھے بہرحال اللہ ہی جانے کس کی شرارت یہاں کام کر گئی پھر پوچھنے والے کا پتہ بھی نہیں کہ کون تھا جو کچھ بھی ہو ابن عباسؓ کی قرآن فہمی اور دعاء نبوی کے آثار یہی ثابت ہوئے کہ آپؓ نے نعوذ باللہ زنا کو جائز قرار دیا آخر قرآن مقدس میں تو شرعاً نکاح کے شرائط موجود تھے.. کیا انکا علم بھی حضرت سے نابود ہو گیا؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۵۴۔۵۵)

الجواب

اعتراض میں مذکور روایت اور اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

روایت: محمد بن بشار، حدثنا غندر، حدثنا شعبة عن ابی جمرة قال سمعت ابن عباس سئل عن متعة النساء فرخص فقال له مولی له: انما ذالك فی الحال الشدید وفی النساء قلة اونحوه فقال ابن عباس: نعم (صحیح بخاری: النکاح، باب نہی رسول اللہ عن نکاح المتعۃ اخرا، رقم ۴۷۲۴)

ترجمہ: ابو جمرۃؒ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباسؓ کو سنا کہ ان سے عورتوں سے متعہ کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے اسکی رخصت بیان کی تو انکے ایک غلام نے کہا کہ یہ رخصت شدت کی حالت میں ہے جبکہ عورتوں میں قلت یا اس جیسا کوئی اور معاملہ ہو؟ تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہاں۔

ابن عباسؓ کا رجوع: ابن عباسؓ پہلے مجبوری کی حالت میں متعہ کے جواز کے قائل تھے جیسا کہ یہاں ہے بعد میں انہوں نے اس سے رجوع کرلیا تھا جیسا کہ ترمذی شریف میں امام ابوعیسیٰؒ ترمذی فرماتے ہیں۔

انما روی عن ابن عباسؓ شیئ من الرخصة فی المتعة ثم رجع عن قوله حیث اخبر عن النبی ﷺ (ترمذی شریف: النکاح، باب ما جاء فی تحریم نکاح المتعۃ) کہ ابن عباسؓ سے بعض باتیں متعہ کے جواز کے بارے میں منقول ہوئی ہیں پھر جب انکو نبی ﷺ کیطرف سے بتلایا گیا کہ یہ حرام کردیا گیا ہے تو انہوں نے اپنی بات سے رجوع کرلیا۔

اس مسئلہ کی مکمل تفصیل اعتراض نمبر ۸، ۹ کے ذیل میں گزر چکی ہے وہاں دوبارہ ملاحظہ فرمالیں۔ لگتا ہے ''علامہ'' کو یہ بھول گیا ہے کہ یہی گھسی پٹی باتیں میں پہلے لکھ چکا ہوں۔

یہاں صرف راویوں کو دیکھتے ہیں جنکو ''امام انقلاب'' نے ''بے دین'' کہا ہے۔

روواۃ: محمد بن بشار، غندر، شعبہ، ابو جمرۃ

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

ا۔ابوبکر محمد بن بشار بن عثمان العبدی البصری بندار من کبار تبع الاتباع التوفی ۲۵۲ھ۔

العجلیؒ	:	ثقة	(تھذیب التھذیب ۹/۶۲)
النسائیؒ	:	صالح، لاباس بہ	(ایضاً)
ابوحاتم الرازیؒ	:	صدوق	(ایضاً)
عبداللہ بن سیارؒ	:	ثقة	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	کان یحفظ حدیثہ	(ایضاً)
الدارقطنیؒ	:	من الحفاظ الاثبات	(ایضاً)

۲۔ابوعبداللہ محمد بن جعفر الھذلی الغندر من وسطی تبع الاتباع التوفی ۱۹۳ھ۔

الذہبیؒ	:	حافظ، احد الاثبات المتقنین	(میزان الاعتدال ۶/۹۳)
یحییٰ بن معینؒ	:	اصح الناس کتابا	(ایضاً)

۳۔ابو بسطام شعبہ بن الحجاج بن الورد الازدی الواسطی البصری من کبار الاتباع التوفی ۱۶۰ھ۔

سفیان الثوریؒ	:	امیر المؤمنین فی الحدیث	(تھذیب التھذیب ۴/۳۰۱)
احمد بن حنبلؒ	:	امة وحدہ فی ھذاالشان	(ایضاً)
یحییٰ بن سعید القطانؒ	:	مارایت احداقط احسن حدیثا منہ	(ایضاً ۴/۳۰۲)
ابوداود السجستانیؒ	:	لیس فی الدنیا احسن حدیثا منہ	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقة، ثبت	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقة، مامون، ثبت، حجة	(ایضاً)

۴۔ابو جمرۃ نصر بن عمران الضبعی البصری من وسطی التابعین التوفی ۱۲۸ھ۔

احمد بن حنبلؒ	:	ثقہ	(تھذیب التھذیب ۱۰/۳۸۵)
یحییٰ بن معینؒ	:	ثقہ	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقہ، مامون	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً)
ابن عبدالبرؒ	:	اجمعوا علی انہ ثقہ	(ایضاً)
الذہبیؒ	:	ثقہ	(الکاشف ۲/۳۱۹)

۵۔ابوالعباس عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی الصحابی رضی اللہ عنہ

راویوں کو دیکھنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ ''شرارت'' نہیں بلکہ صحیح ''روایت'' ہے اور یہ کہ ان راویوں میں سے کوئی بے دین نہیں بلکہ ان کو بے دین کہنے والا خود بے دین ہے۔ اللہ تعالیٰ بے دینی سے بچائے۔ آمین۔

﴿اعتراض نمبر ۲۶﴾

﴿۲۶﴾ **قرآن مقدس** قرآن مقدس میں لہو ولعب منافقوں یہودیوں اور نصرانیوں کافروں کا پیشہ مذکور ہوا ہے اور خاص طور پر اللہ نے فرمادیا، ''وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ،، اللہ کے راستہ دین سے روک رکھنے کا اصل ذریعہ یہی لہو ولعب گانے بجانے اور شیطانی بانسری کی چیزیں ہیں جن سے انسان دائرہ انسانیت میں بھی رہنے کے قابل نہیں ہوتا... **بخاری محدث نبی ﷺ پر افتراء** لیکن بخاری صاحب ایک روایت کے ذریعہ شارح قرآن حامل وحی ﷺ پر افتراء ذکر کرتے ہیں اور بے بصیرت رواۃ پر اعتماد کر کے بے لگان اتہام نبی ﷺ پر لگاتے ہیں کہ، ،زفت امرءۃ الی رجل من الانصار فقال النبی ﷺ یا عائشہ ما کان معکم لھو فان الانصار یعجبھم اللھو، ، بخاری ۲ پہنچائی گئی ایک عورت بذریعہ شادی ایک انصاری مرد کی طرف تو فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اے عائشہ کیا کچھ ہے تمہارے پاس لہو یعنی گانے بجانے خوش گپیاں عیش ونشاط کی چیزوں میں سے.. کیونکہ انصار لوگ ان چیزوں کو بڑا پسند کرتے ہیں... لا الہ الا اللہ کیا آپ ﷺ پر یہ آیت نہیں اتاری گئی تھی یا معاذ اللہ آپکو یاد نہ رہی تھی، ،وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، کہ گانے بجانے کی توتیاں رہانے طلبے اللہ کے راستہ سے روکنے کا سبب بنتے ہیں تو پھر کیا آپ ﷺ اپنے انصاریوں کو قرآن کیخلاف تربیت دیتے رہے تھے؟ اور کیا اپنے گھر بھی ایسی فحش چیزیں اور لہویات رکھا کرتے تھے؟ اور کیا عائشہ صدیقہ بھی انہی چیزوں پر گزارا کیا کرتی تھیں؟ پھر کیوں نہیں اس خرافی داستان کو راوی عیاش کے متھے لگایا جاتا اور اس اتہام سے امام بخاری کو کس طرح بری کیا جاسکے گا جس نے اسکو اپنی کتاب میں بڑے شوق سے درج کیا ہے...

(قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۵۵۔۵۷)

﴿الجواب﴾

اعتراض میں مذکور حدیث اور اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث: حدثنا الفضل بن یعقوب حدثنا محمد بن سابق، حدثنا اسرائیل عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة رضی الله عنها انها زفت امرأة الی رجل من الانصار فقال نبی الله ﷺ یا عائشة ماکان معکم لهو فان الانصار یعجبهم اللهو
(صحیح بخاری شریف: النکاح، باب النسوة اللاتی یهدین المرأة الی زوجها، رقم ۴۷۶۵)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت کی ایک انصاری آدمی کے ساتھ رخصتی کی گئی تو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! کیا تمہارے ساتھ کوئی کھیل تماشہ نہ تھا کہ انصار کو کھیل تماشہ اچھا لگتا ہے۔

حدیث اور اسکا ترجمہ آپنے ملاحظہ فرمایا یہاں چتروڑی صاحب کو یہ اعتراض ہے کہ قرآن مجید میں ومن الناس من یشتری لهو الحدیث لیضل عن سبیل الله نازل ہوا جسمیں لہو ولعب، گانے بجانے وغیرہ پر وعید سنائی گئی ہے اور امام بخاری نے مذکورہ بالا روایت ذکر کر کے نبی ﷺ پر تہمت لگائی ہے کہ آپ ﷺ نے لہو یعنی گانے بجانے کی خواہش کا اظہار کیا اسپر چتروڑی صاحب نے فرمایا ہے کہ "کیا آپ ﷺ پر یہ آیت نہیں اتاری گئی تھی یا معاذ اللہ آپکو یاد نہ رہی تھی الخ"

اسکے جواب میں عرض ہے کہ آپ ﷺ پر یہ آیت نازل بھی ہوئی تھی اور آپکو یاد بھی تھی لیکن اسکے ساتھ ساتھ آپکو اس آیت میں مذکور "لہو" کی حقیقت کے بارے بھی مکمل علم تھا۔ اور "علامہ" کو چونکہ قرآن یا تفسیر قرآن کی ہوا بھی نہیں لگی اسلئے وہ جہالت کی تاریکیوں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔

اس آیت مبارکہ کا اگر کسی کو ترجمہ ہی ٹھیک ٹھیک آتا ہوتو اسکو یہ اشکال پیش نہیں آسکتا جو "علامہ" کو پیش آیا ہے اور اگر "علامہ" کو اشکال پیش آ ہی گیا تھا تو قرآنی حکم ہے "فاسئلوا اهل

الذکران کنتم لا تعلمون ''(الانبیاء/۷) کہ اہل علم سے پوچھ لیا کرو اگر تمہیں علم نہ ہو تو۔لیکن ''علامہ'' نے اس قرآنی حکم سے بالکل روگردانی اختیار کی اور بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ(یونس/۳۹) کا مصداق بن گئے جنکو اللہ تعالیٰ نے ''ظالمین'' کا ''خطاب'' دیا ہے۔

اس آیت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں ''اور بعض لوگ ایسے ہیں جو ''لھوالحدیث'' خرید لاتے ہیں تا کہ وہ بغیر علم کے اللہ کے راستے یعنی اسکے دین سے گمراہ کریں اور اس (دین) کو ٹھٹھہ مذاق بنائیں ایسے ہی لوگوں کیلئے ''عذاب مہین'' یعنی رسوا کن عذاب ہوگا'' (لقمن/٦)

آیت وروایت میں کوئی تعارض نہیں: تو دیکھئے کہ اس آیت مبارکہ میں اس ''لہو'' کے بارے میں وعید ذکر کی گئی ہے جو ''اضلال عن سبیل اللہ'' یعنی اللہ کے دین سے گمراہ کرنے کی غرض سے ہو جیسا کہ اس آیت کے الفاظ اور شان نزول سے ظاہر ہے۔الفاظ سے تو اسطرح کہ لیضل عن سبیل الله کو علت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے اور شان نزول سے اس طرح کہ مفسرین نے لکھا ہے کہ نضر بن حارث گانے والی لونڈیاں خرید لاتا تھا اور اسلام کی طرف مائل ہونے والے لوگوں پر انکو مامور کر دیتا تھا کہ وہ اسکو گانے سنائیں تا کہ وہ قرآن اور دین سے دور رہیں۔

قیل کان یشتری القیان ویحملھن علی معاشرة من اراد الاسلام ومنعه لیضل عن سبیل الله دینه (بیضاوی:لقمن/٦)

تو اس آیت کے الفاظ اور شان نزول سے یہ بات ظاہر ہے کہ اس ''لہو'' سے مراد وہ لہو ہے جو اللہ کے دین سے گمراہ کرنے کیلئے ہو پس وہ ''لہو'' جو اللہ کے دین سے گمراہ کرنے کیلئے نہ ہو وہ از روئے قرآن اس وعید میں داخل نہ ہوگا۔اب اس حدیث مبارک میں جس ''لہو'' کی بات آپ ﷺ نے فرمائی ہے ظاہر ہے کہ وہ کسی کو گمراہ کرنے کیلئے نہ تھا بلکہ اظہار خوشی کیلئے تھا تو وہ اس آیت کا مصداق کیسے بن گیا؟ کیا یہاں "لیضل عن سبیل الله" کی علت پائی گئی ہے؟

غناء،سماع اور لہو کے بارے میں تحقیق: یہی وجہ ہے کہ اس حدیث شریف کو کسی

مفسر، محدث یا فقیہ نے غلط یا مخالف قرآن نہیں کہا البتہ اسمیں جس ''لہو'' یعنی گانے بجانے کا ذکر ہے تو اسکے بارے فقہاء کا اختلاف ہے بعض نے شادی، ولیمہ، عید یا انکے علاوہ خوشی کی کسی تقریب میں اسکی محدود اجازت دی ہے اور بعض نے مطلقاً منع کیا ہے اور فقہاء کے اس اختلاف کیوجہ احادیث کا اختلاف ہے کہ بعض سے حرمت ثابت ہوتی ہے اور بعض سے اباحت تو بعض علماء نے احتیاط سے کام لیتے ہوئے اسکو مطلقاً ممنوع فرمایا کہ دلیل ''محرّم'' (حرام قرار دینے والی) اور ''مبیح'' (مباح قرار دینے والی) کے تعارض کی صورت میں ''محرّم'' کو ترجیح ہوتی ہے اور بعض نے انکے درمیان تطبیق پیش کی ہے کہ از روئے حدیث جن مخصوص مواقع میں اباحت معلوم ہوئی ہے ان میں اباحت کا حکم لگایا جائیگا مثلاً عید اور شادی وغیرہ میں کہ ان کا ذکر احادیث میں صراحۃً موجود ہے اور باقی مواقع میں حرمت کا حکم لگایا جائے گا۔

وفی البحر عن الذخیرة: ضرب الدف فی العرس مختلف فیه، وکذا اختلفوا فی الغناء فی العرس والولیمة فمنهم من قال بعدم کراهته کضرب الدف (شامی: کتاب النکاح ۲/۲۸۵) عن الحسن: لا باس بالدف فی العرس لیشتهر وفی السراجیة هذا اذا لم یکن له جلاجل ولم یضرب علی هیئة التطرب (شامی: کتاب الحظر والاباحۃ ۵/۲۴۷) ولاباس بضرب الدف یوم العید کذا فی خزانة المفتین (عالمگیری: کتاب الکراہیۃ ۵/۳۵۲)

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے اس مسئلہ کی خوب تحقیق کی ہے انہوں نے اپنی تفسیر میں اسی آیت کے تحت غناء وسماع اور دف وغیرہ کے جواز وعدم جواز پر دلالت کرنے والی تمام احادیث ذکر کی ہیں پھر آخر میں جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ یہ ہے۔

آپ فرماتے ہیں فظهر ان المحرم من الغناء ماید عوالی الفسق ویشغل عن ذکر الله وما لیس کذالك فلیس بحرام (تفسیر مظہری: لقمن/٦)

سچ بات یہ ہے کہ قاضی صاحب کا یہی فیصلہ یا تطبیق ہی قرآن مجید کی آیت کے بھی عین

مطابق ہے اور متعارض احادیث میں تطبیق کی بھی بہترین صورت ہے۔

باقی اگر ''علامہ'' گانے بجانے کو مطلقاً حرام سمجھتے ہیں تو بے شک سمجھیں علماء کی اکثریت بھی اسکو حرام ہی سمجھتی ہے لیکن اس حدیث کا نہ انہوں نے انکار کیا اور نہ ''علامہ'' کو اسکا انکار فائدہ مند ہوگا کیونکہ غناء وسماع کے جواز پر دلالت کرنے والی صرف یہی حدیث نہیں بلکہ اسکے علاوہ بھی کئی احادیث کتب حدیث میں موجود ہیں تو کیا ان سب کا بھی انکار کر دیا جائیگا؟

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں۔

صحیح بخاری: کتاب النکاح، باب ضرب الدف فی النکاح والولیمۃ (۴۷۵۰)

سنن ترمذی: کتاب النکاح، باب ماجاء فی اعلان النکاح (۱۰۱۰)

سنن ابوداود: کتاب الادب، باب النھی عن الغناء (۴۲۷۶)

سنن نسائی: کتاب النکاح، باب اعلان النکاح بالصوت وضرب الدف (۳۳۱۶)

سنن ابن ماجہ: کتاب النکاح، باب الغناء والدف (۱۸۸۷)

مسند احمد: باقی مسند الانصار، حدیث ربیع بنت معوذ بن عفراءؓ (۲۵۷۷۹، ۲۵۷۸۵) وغیرہ

اب بھی اگر ''علامہ'' کو اصرار ہے کہ نہیں ہر ''لہو'' ہی حرام ہے اور جس حدیث میں اسکا جواز آیا ہے وہ ''خرافی داستان'' ہے تو پھر قرآن نے اس دنیوی زندگی کو بھی ''لہو ولعب'' کہا ہے **''وما ھذہ الحیوۃ الدنیا الا لھو ولعب''** (العنکبوت/۶۴) لہذا یہ زندگی بھی حرام ہو گی پس ''علامہ'' جیسے ''عالم وعاملِ قرآن'' کیلئے کم از کم یہ لازم ہوگا کہ وہ خودکشی کر کے اسکا خاتمہ کر لیں تا کہ حرام بلکہ انکے بقول پیشہ کفر ونفاق کے مرتکب نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ انکو عمل کی ''توفیق'' دے۔

اب آیئے اس حدیث کے رواۃ کو دیکھتے ہیں جنکو ''علامہ'' نے ''بے بصیرت'' کہا ہے۔

رواۃ حدیث:

فضل بن یعقوب، محمد بن سابق، اسرائیل، ہشام بن عروہ، عروہ بن زبیر، حضرت عائشہؓ۔

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

۱۔ ابو العباس الفضل بن یعقوب بن ابراہیم بن موسیٰ الرخامی البغدادی من وسطی تبع الاتباع المتوفی ۲۵۸ھ۔

ابو حاتم الرازیؒ	:	صدوق	(تہذیب التھذیب ۲۵۹/۸)
ابن ابی حاتمؒ	:	صدوق، ثقۃ	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً)
الدار قطنیؒ	:	ثقۃ، حافظ	(ایضاً)
الخطیبؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)

۲۔ ابو جعفر محمد بن سابق البزاز التمیمی البغدادی من کبار تبع الاتباع المتوفی ۲۱۳ھ۔

محمد بن صالح کیلجہؒ	:	لا باس بہ	(تہذیب التھذیب ۱۵۴/۹)
النسائیؒ	:	لیس بہ باس	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
یعقوب بن شیبہؒ	:	صدوق، ثقۃ، ولیس ممن یوصف بضبط الحدیث	(ایضاً)
الذہبیؒ	:	وثقوہ	(الکاشف ۱۷۳/۲)
ابن معینؒ	:	ضعیف	(ایضاً)

۳۔ ابو یوسف اسرائیل بن یونس بن ابی اسحق السبیعی الھمدانی الکوفی من کبار الاتباع المتوفی ۱۶۰ھ۔

احمد بن حنبلؒ	:	ثقۃ	(تہذیب التھذیب ۲۲۹/۱)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابو حاتم الرازیؒ	:	ثقۃ، متقن	(ایضاً)
یعقوب بن شیبہؒ	:	صالح الحدیث وفی حدیثہ لین	(ایضاً)

ابن نمیرؒ	:	ثقہ	(ایضاً ۱/۲۳۰)
محمد بن سعدؒ	:	ثقہ	(ایضاً)

۴۔ابو المنذر ہشام بن عروۃ بن الزبیر الاسدی ملاحظہ فرمائیں اعتراض ۲صفحہ ۱۵۵

۵۔ابو عبداللہ عروۃ بن الزبیر بن العوام الاسدی ملاحظہ فرمائیں اعتراض ۲صفحہ ۱۵۴

۶۔ام عبداللہ عائشۃ بنت ابی بکر الصدیق ام المومنین رضی اللہ عنھا (ایضاً صفحہ ۱۵۵)

اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

اعتراض نمبر ۲۷

《۲۷》قرآن مقدس قرآن کریم میں نکاح شادی کیلئے بلوغ شرط رکھا گیا ہے،،حَتّٰی اِذَا بَلَغُوا النِّکَاحَ،،کی نص خود اللہ کے رسول ﷺ پر نازل ہوئی ہے پھر خاص طور پر نساء کے لفظ سے نکاح کو جائز کہا گیا ہے تا کہ پتہ چلے کہ نکاح بالغہ عورتوں کیساتھ ہوتا ہے کیونکہ نابالغ لڑکی پر نساء کا لفظ نہیں بولا جاتا... **بخاری محدث نبی ﷺ کی توہین** لیکن بخاری صاحب اپنی روایت کے ذریعہ آپ ﷺ کا نابالغ لڑکیوں کیساتھ جنسی کھیل کھیلنا ثابت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں،،ان النبی ﷺ تزوجھا وھی بنت ست سنین و بنٰی بھا وھی بنت تسع سنین،، بخاری ۲ حضرت عائشہؓ کیساتھ آپ ﷺ کی شادی ہوئی تو انکی عمر چھ سال کی تھی اور جب بنا فرمایا تو نو سال کی تھی.. بھلا اس سے زیادہ آپ ﷺ کی توہین اور کیا ہوگی کہ حضرت عائشہؓ ابھی تک نساء کی فہرست میں بھی داخل نہ ہوئی ہوں کہ آپ ﷺ نعوذ باللہ ان سے جنسی کھیل رچائیں اور طبع آزمائی میں مشغول ہو جائیں.... بخاری صاحب روایت پرستی میں قزاق راویوں کے چنگل میں اتنا پھنسے ہوئے تھے کہ انکو یہ بھی یاد نہیں رہا کہ میں خود،،۲/۱۲،۲۰۳،، میں کیا لکھ آیا ہوں کہ سورۃ القمر نبوت کے پانچویں سال نازل ہوئی تو حضرت ام المومنینؓ ابھی بچی ہی تھیں اور کھیلتی پھرتی کہ سورۃ القمر کی آیات یاد ہو گئیں تھیں پھر مکہ میں آپ ﷺ پندرہ سال رہے تو سورۃ القمر کے نزول کیوقت صدیقہؓ کی عمر چھ سال ہی مانی جائے تو آپ ﷺ سے نکاح ہوا تھا تو ہجرت کیوقت انکی عمر سولہ یا سترہ سال کی تو ضرور ہوگی اور بوقت رخصتی اٹھارہ انیس سال کی ہوگی. پھر قرآن کریم کی اصطلاح کے بھی خلاف ہے کہ لڑکی کو نساء کہا جائے نیز قرآن میں بلوغ کی عمر میں نکاح کرنا آیا ہے ورنہ،،حَتّٰی اِذَا بَلَغُوا النِّکَاحَ،،فرمایا ہوا جملہ بے فائدہ رہیگا تو ان تمام قوانین قرآن کیخلاف اور قانون معاشرت کیخلاف آپ ﷺ کی معصوم شخصیت کس طرح کر سکتی تھی.. لعنت ہو کینہ ور بدکردار راویوں پر جنہوں نے عصمت نبوت کو داغدار کرنے سے گریز نہیں کیا اور حیرت ہے بے بصیرت روایت پرستوں پر جنہوں نے ایسی خرافات کو اپنے احاطہ علم میں جگہ دی اور درج کتاب کر دیا. (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۵۷۔۵۹)

الجواب

اعتراض میں مذکور حدیث اور اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث: حدثنا محمد بن یوسف، حدثنا سفیان عن ھشام عن ابیه عن عائشة رضی اللہ عنھا ان النبی ﷺ تزوجھا وھی بنت ست سنین وادخلت علیه وھی بنت تسع ومکثت عندہ تسعا (بخاری شریف: النکاح، باب انکاح الرجل ولدہ الصغار، رقم ۴۷۳۸)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے نکاح کیا جب وہ چھ سال کی تھیں اور انکی رخصتی ہوئی جب وہ نو سال کی تھیں اور آپ ﷺ کے پاس وہ نو سال رہیں۔

''علامہ'' کفار ومنافقین کے نقش قدم پر: آپنے حدیث اور اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمایا اسپر کسی مومن کو کوئی اعتراض آجتک ہوا، نہ اب ہے، اور نہ آئندہ ہوگا، البتہ کفار ومنافقین کو اسپر ضرور اعتراض ہے اور آج سے نہیں سینکڑوں سال سے ہے اور وہی پیغمبر اسلام ﷺ کی توہین وتنقیص کیلئے اسکو وقتاً فوقتاً اچھالتے رہتے ہیں چتروڑی صاحب نے بھی بالکل انہی کیطرح اور انہی جیسی غلیظ زبان میں اس مسئلہ کو اچھالا ہے لیکن عنوان تھوڑا سا مختلف ہے کہ وہ اس حدیث کو صحیح مان کر براہ راست حضور ﷺ کی ذات پر اعتراض کرتے ہیں اور چتروڑی صاحب نے اس حدیث کو غلط کہہ کر بظاہر تو امام بخاریؒ کے خلاف لکھا لیکن جو الفاظ استعمال کئے انکے بارے میں یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ وہ محض امام بخاریؒ کے خلاف لکھے گئے بلکہ ضرور چتروڑی صاحب کو بھی انہی کفار ومنافقین کیطرح حضور ﷺ کی ذات پر اعتراض ہے۔

الفاظ پڑھکر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں کہ کیا کوئی مومن اس طرح کے الفاظ کا تصور بھی کر سکتا ہے؟ سچ یہ ہے کہ اس نام نہاد علامہ نے اپنے گستاخانہ الفاظ سے جے راجپال ملعون کو بھی مات دیدی ہے اور اسپر بھی دعوی یہ ہے کہ انہوں نے یہ سب کچھ ''ذب عن الرسول وذب عن الاصحاب'' کیلئے کیا ہے حالانکہ توہین نبی ﷺ پر مشتمل جو الفاظ اس اجہل علامے نے لکھے ہیں بخاری میں انکا نام ونشان تو کجا شائبہ تک نہیں ہے سچ ہے اذا فاتك الحیاء فاصنع ماشئت.

حضورﷺ کی گستاخی کا ایہام بھی کفر ہے: یہاں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے وہ الفاظ نقل کر دینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا جو آپ نے حضورﷺ کیلئے لفظ بت یا صنم وغیرہ کے استعمال کے بارے میں ارشاد فرمائے۔

آپ فرماتے ہیں ''یہ الفاظ قبیحہ بولنے والا اگر چہ معانی حقیقیہ مراد نہیں رکھتا بلکہ معنی مجازی مقصود لیتا ہے مگر تاہم ایہام گستاخی و اہانت و اذیت ذات پاک حق تعالیٰ شانہ اور جناب رسول اکرمﷺ سے خالی نہیں یہی سبب ہے کہ حق تعالیٰ نے لفظ ''راعنا'' بولنے سے منع فرمایا اور ''انظرنا'' کا لفظ عرض کرنا ارشاد فرمایا... بس ان کلمات کفر کے بکنے والے کو منع کرنا شدید چاہئے اور مقدور ہو تو اگر باز نہ آوے قتل کرنا چاہئے کہ موذی و گستاخ شان جناب کبریا تعالیٰ شانہ اور اسکے رسول امینﷺ کا ہے (لطائف رشیدیہ/۲۲) حضرت گنگوہیؒ کا یہ ارشاد ''علامہ'' پر بطریق اولیٰ منطبق ہوتا ہے۔

آیئے اب اصل اعتراضات کا جائزہ لیتے ہیں۔ یہاں بظاہر ''علامہ'' نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث قرآن مجید کے مخالف ہے کیونکہ اس حدیث میں قبل البلوغ نکاح کا ذکر ہے جبکہ قرآن مجید میں نکاح کیلئے بلوغ کو شرط رکھا گیا ہے اس خود ساختہ مسئلہ پر دو خود ساختہ دلیلیں بھی پیش فرمائی ہیں نمبرا۔حتی اذا بلغوا النکاح (النساء/٦) نمبر۲۔ فانکحوا ماطاب لکم من النساء (النساء/۳) سب سے پہلے ہم انہی دلیلوں پر بات کرتے ہیں تا کہ ''علامہ'' کا خود ساختہ مسئلہ بے بنیاد ثابت ہو جائے۔

''علامہ'' کی دو خود ساختہ دلیلوں کا حال: ''علامہ'' کی پہلی دلیل ہے حتی اذا بلغوا النکاح جسمیں انکے بقول ''نکاح شادی کیلئے بلوغ شرط رکھا گیا ہے'' ہم یہ پوری آیت باترجمہ آپکے سامنے ذکر کر دیتے ہیں تا کہ آپ پر یہ واضح ہو جائے کہ اسکا مسئلہ نکاح سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے'' ولا تؤتوا السفهاء اموالکم التی جعل الله لکم قیاما

وارزقوهم فیها واکسوهم وقولو الهم قولا معروفاًo وابتلوا الیتامی حتی اذا بلغوا النکاح فان اٰنستم منهم رشدا فاد فعوا الیهم اموالهم الخ'(النساء/٥،٦)

ترجمہ:''بےعقل لوگوں کو اپنا مال نہ دے دو جس مال کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری گزران کے قائم رکھنے کا ذریعہ بنایا ہے، ہاں انہیں اس مال سے کھلاؤ، پلاؤ، پہناؤ، اوڑھاؤ اور انہیں معقولیت سے نرم بات کہوo اور یتیموں کو انکے بالغ ہو جانے تک سدھارتے آزماتے رہو پھر اگر انمیں تم ہوشیاری اور حسن تدبیر پاؤ تو انہیں انکے مال سونپ دو'' (ترجمہ مولانا محمد جونا گڑھی)

قارئین کرام! جیسا کہ آپنے دیکھا اس آیت میں نکاح کی عمر کا مسئلہ زیر بحث نہیں ہے بلکہ یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ یتیموں کے اموال ضیاع سے بچانے کیلئے کم عمری میں انکے حوالے نہ کر دیئے جائیں بلکہ بلوغ تک انتظار کیا جائے اگر بلوغ تک وہ سمجھدار ہو جائیں تو انکے اموال انکے حوالے کر دیئے جائیں ورنہ اسکے بعد بھی اپنی تحویل میں رکھے جائیں یہاں تک کہ انمیں ''رشد'' یعنی سمجھداری پیدا ہو جائے۔

حتّٰی اذا بلغوا النکاح کی صحیح تفسیر: تو اس آیت مبارکہ کا نکاح کی عمر سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ کسی مفسر یا فقیہ نے اس سے یہ اخذ نہیں کیا کہ نکاح کیلئے بلوغ شرط ہے بلکہ مفسرین نے کہا ہے کہ آیت میں'بلوغ نکاح'' سے مراد'بالغ ہونا'' ہے "وبلوغ النکاح کنایة عن البلوغ"(بیضاوی:النساء/٦)"بلغوا النکاح ای مبلغ الرجال والنساء" (بغوی:النساء/٦)اور بلوغ کیلئے'بلغوا النکاح'' کی تعبیر اسلئے اختیار فرمائی کہ عموما نکاح کی ضرورت اسی وقت پڑتی ہے اور نکاح کے مقاصد توالد و تناسل کا حصول بھی اسی وقت ممکن ہوتا ہے"وبلوغ النکاح ان یحتلم لانه یصلح للنکاح عنده ولطلب ماهو مقصود به وهو التوالد والتناسل (کشاف:النساء/٦)

اور تمام ائمہ کا اسپر اتفاق ہے کہ کم سن بچے اور بچی کا نکاح جائز ہے اور انہوں نے اسی

حدیث سے یہ مسئلہ لیا ہے جسکو چتر وڑی صاحب نے معاذ اللہ ''خرافات'' کہا ہے کیا امام ابوحنیفہؒ جنکے بارے میں خود چتر وڑی صاحب کو بھی اعتراف ہے کہ ''انکی قرآن پر نظر عمیق تھی'' کو بھی یہ سمجھ نہ آئی کہ یہ حدیث جس کو میں نکاح صغیرہ کے جواز کیلئے دلیل بنا رہا ہوں قرآن کے خلاف ہے اور قابل رد ہے؟

قرآن مجید میں عدت کے احکام میں یہ آیت آئی ہے۔

واللّٰئی یئسن من المحیض من نساء کم ان ارتبتم فعدتھن ثلثة اشھر واللّٰئی لم یحضن (الطلاق/۴) کہ ''جو عورتیں حیض سے مایوس ہو چکی ہوں (بڑھاپے کیوجہ سے) یا جنکو ابھی تک حیض آیا نہ ہو (کم سنی کیوجہ سے) تو انکی عدت تین ماہ ہے'' اور یہ بات ایک موٹی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ عدت طلاق کے بعد ہوتی ہے اور طلاق نکاح کے بعد۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے کمسن لڑکی کیلئے عدت کو بیان کیا ہے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ اسکے نکاح کو تسلیم کیا ہے یہ مسئلہ ۲+۲+۲=۶ کیطرح واضح ہے لیکن معلوم نہیں کہ ''علامہ'' کی سمجھ میں آئیگا یا نہیں؟ امام بخاریؒ جنکو ''علامہ'' قرآنی بصیرت سے محروم کہتے ہیں انہوں نے اس مسئلہ میں یہی دلیل پیش فرمائی ہے فرماتے ہیں۔

''**باب انکاح الرجل ولده الصغار لقول الله تعالیٰ واللّٰئی لم یحضن فجعل عدتها ثلثة اشھر قبل البلوغ**'' (بخاری شریف: کتاب النکاح)

اب ''علامہ'' فرمائیں کہ قرآنی بصیرت سے محروم امام بخاری ہیں یا وہ خود؟ اگر اب بھی ''علامہ'' کو اصرار ہو کہ ''**بلغوا النکاح**'' سے نکاح کی عمر ہی مراد ہے تو بھی انکے اعتراض کردہ مسئلہ میں یہ انکی دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ ''**بلغوا**'' جمع مذکر کا صیغہ ہے جس سے یہ ثابت ہو سکے گا کہ مردوں کیلئے بوقت نکاح بالغ ہونا ضروری ہے باقی رہی عورت تو اِس سے اُسکے نکاح کیلئے بلوغ کی شرط پھر بھی ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور صورت معترضہ میں تو حضور ﷺ کی عمر بوقت نکاح تقریباً چون برس تھی۔

کیا اب بھی وہ اس آیت کو اپنی دلیل میں پیش کر سکتے ہیں؟

کیا نابالغ لڑکی پر نساء کا لفظ نہیں بولا جاتا؟: علامہ کی دوسری دلیل ہے ''**فانکحوا ماطاب لکم من النساء**'' (النساء/۳) کہ اسمیں لفظ نساء ہے اور ''نابالغ لڑکی پر نساء کا لفظ نہیں بولا

جاتا''

میں کہتا ہوں''علامہ'' کی یہ بات غلط ہے کہ نابالغ لڑکی پر نساء کا لفظ نہیں بولا جاتا۔ اگر وہ صرف اسی سورۃ نساء کا ہی مطالعہ کر لیتے تو ان پر یہ بات واضح ہو جاتی کہ لفظ نساء نابالغ لڑکی پر بھی بولا جاتا ہے سورۃ نساء کی آیات ۷، ۱۱ اور ۱۷۶ میں یہ لفظ بغیر کسی شک وشبہ کے بالغہ و نابالغہ دونوں پر بولا گیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ للرجال نصیب مما ترك الوالدان والا قربون وللنساء نصیب مما ترك الوالدان والا قربون (النساء/۷)

۲۔فان کن نساء فوق اثنتین فلھن ثلثا ماترك (النساء/۱۱)

۳۔وان کانوا اخوۃ رجالاونساء فللذکر مثل حظ الا نثیین(النساء/۱۷۶)

ان تینوں آیات میں وراثت کے مسائل بیان ہوئے ہیں اور تینوں میں''نساء'' کا لفظ ''مونث'' کے معنی میں مستعمل ہوا ہے چاہے وہ بالغہ ہو یا نابالغہ مزید تفصیل کیلئے تفسیر جواہر القرآن سے ان آیات کی تفسیر دیکھی جاسکتی ہے جو''علامہ'' کے بقول انکے استاد کی تفسیر ہے۔

۴۔وما یتلی علیکم فی الکتب فی یتامی النساء (النساء/۱۲۷)اس آیت میں ''اضافة الصفة الی الموصوف'' کے طور پر''یتامی''''النساء'' کی صفت ذکر کی گئی ہے اور''یتیم'' کا اطلاق بلوغ سے پہلے پہلے تک ہوتا ہے چنانچہ بالغ یا بالغہ کو یتیم یا یتیمہ نہیں کہا جاتا۔

یہ چند مقامات سورہ نساء میں سرسری تلاش سے ملے ہیں انکے علاوہ پورے قرآن میں معلوم نہیں کتنے مقامات ایسے ہونگے ؟ کیا اب بھی''علامہ'' کہہ سکتے ہیں کہ''پھر قرآن کریم کی اصطلاح کے بھی خلاف ہے کہ لڑکی کو نساء کہا جائے''؟

کیا اوپر جو آیات مذکور ہوئیں وہ غیر قرآن سے لائی گئی ہیں؟ کیا ان آیات میں غیر قرآن کی اصطلاح درج کردی گئی ہے؟

علامہ صاحب!''قرآن دانی''اور چیز ہے اور''من مانی''اور چیز۔آپکو معلوم ہونا چاہئے

کہ نساء کا لفظ لغۃً بالغ عورتوں کیلئے وضع کیا گیا ہے لیکن "ماءُ ول الیہ" کے مجاز سے نابالغ لڑکیوں پر بھی اسکا اطلاق ہوسکتا ہے قرآن مجید میں اسی مجاز سے لفظ نساء کو نابالغ لڑکیوں کیلئے استعمال کیا گیا ہے۔

اب جبکہ "علامہ" کی دونوں دلیلوں کی رکاکت آپ پر واضح ہو چکی تو اب ہم اصل حدیث کیطرف آتے ہیں کہ یہ حدیثِ نکاحِ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تمام محدثین، مفسرین اور فقہاء کی نظر سے گزر چکی ہے لیکن کسی نے اس سے انکار کیا نہ اِس پر اعتراض کیا بلکہ محدثین نے اسے اپنی کتب حدیث میں جگہ دیکر، مفسرین نے اس سے قرآنی آیات کی تفسیر میں مددلیکر اور فقہاء نے اس سے مسائل مستنبط کر کے اسپر مہر تصدیق ثبت کی ہے جن میں خاص طور امام ابوحنیفہؒ بھی شامل ہیں واضح رہے کہ انکا ذکر خاص طور پر ہم اسلئے کر رہے ہیں کہ چتروڑی صاحب کو بھی انکی قرآن پر عمیق نظر کا اعتراف ہے۔

امام نوویؒ لکھتے ہیں "**اجمع المسلمون علی جواز تزویج بنته البکر الصغیرة لهذا الحدیث**"، (نووی شرح مسلم: النکاح، باب تزویج الاب البکر الصغیرة) کہ "اسی حدیث کیوجہ سے تمام مسلمانوں کا اسپر اجماع ہے کہ باپ اپنی کم سن باکرہ لڑکی کا نکاح کرسکتا ہے"

اب چتروڑی صاحب اپنی پوزیشن واضح کریں کہ امام نوویؒ نے تو انکی مسلمانی پر بھی سوالیہ نشان لگا دیا ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب تنویر الابصار متن درمختار میں ہے

"**وللولی انکاح الصغیر والصغیرة ولو ثیبا**" (تنویر الابصار: النکاح، باب الولی)

پوری اسلامی دنیا میں صرف ایک شخص ہمیں ایسا ملا جو اس بات کا قائل تھا کہ نابالغ لڑکی کا نکاح جائز نہیں ہے لیکن اس نے بھی حدیثِ نکاحِ سیدہ عائشہؓ کا انکار نہیں کیا بلکہ اسکو صحیح تسلیم کرتے ہوئے آپ ﷺ کی خصوصیت شمار کیا یہ شخص ابن شبرمہؒ تھے ہماری دانست میں چتروڑی صاحب پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس حدیث کا انکار کیا ہے۔

وحکی ابن حزم عن ابن شبرمة مطلقاً ان الاب لایزوج بنته البکر الصغیرة حتی تبلغ وتأذن وزعم ان تزویج النبی ﷺ عائشة وهی بنت ست سنین من

خصائصہ (فتح الباری: النکاح، باب انکاح الرجل ولدہ الصغار)

یہاں تک صغیرہ کے جواز نکاح کی بات تھی جس سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ سے چھ سال کی عمر میں حضورﷺ کا نکاح فرمانا ازروئے قرآن بالکل درست تھا۔

رخصتی کیلئے کتنی عمر لازم ہے؟: اب رخصتی کیطرف آتے ہیں کہ کیا نو سال کی عمر میں رخصتی جائز اور ممکن ہے؟

تو اس بارے امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب لڑکی جماع کے قابل ہو جائے اس وقت اسکی رخصتی کر دینا جائز ہے اور اسکے لئے سالوں کی کوئی تعیین نہیں ہے کیونکہ یہ چیز عورتوں کے مزاج واحوال کے اختلاف کیوجہ سے مختلف ہوتی ہے۔

قال مالك والشافعي وابو حنيفة حدذالك ان تطيق الجماع ويختلف ذالك باختلافهن ولا يضبط بسن (نووی: باب تزویج البکر الصغیرۃ)

عرب کے خطے میں آب وہوا اور خوراک وغیرہ کے گرم ہونے کیوجہ سے بہ نسبت دوسرے علاقوں کے بلوغت جلدی ہو جاتی ہے نو دس سال کی عمر میں بالغ ہو جانے کی کئی مثالیں حدیث وتاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں۔ مثلاً

نو سالہ ماں اور اٹھارہ سالہ نانی

حدثني عباد بن عباد المهلبي قال ثم ادركت فينا يعني المهالبة امرأة صارت جدة وهي بنت ثمان عشرة سنة ولدت لتسع سنين ابنة فولدت ابنتها لتسع سنين فصارت هي جدة وهي بنت ثمان عشرة سنة (سنن دارقطنی: کتاب النکاح، ۳۲۲/۳)

کہ عباد بن عباد مھلبی کہتے ہیں کہ میں نے ایک اٹھارہ سالہ نانی دیکھی اس طرح کہ نو سال کی عمر میں اسکی ایک بیٹی پیدا ہوئی پھر اس بیٹی کا نو سال کی عمر میں بچہ ہو گیا۔

جب نو سالہ لڑکی ماں بن سکتی ہے تو کیا اس عمر میں وہ رخصتی کے قابل نہیں ہوسکتی؟ جبکہ حضرت عائشہؓ کے تو پالنے پوسنے کا بھی خوب اہتمام کیا گیا تھا۔

آپؓ خود فرماتی ہیں کہ میری والدہ مجھے موٹا تازہ کرنے کیلئے کئی علاج معالجے کیا کرتی تھیں تاکہ مجھے جلد رسول اللہ ﷺ کے گھر کو آباد کرنے کیلئے بھیجیں لیکن کوئی علاج کارگر نہ ہوا یہانتک کہ میں نے ککڑی اور کھجور کھانا شروع کی تو اسکے ساتھ میں اچھی طرح موٹی تازی ہوگئی۔

عن عائشة رضی الله عنها قالت : كانت امی تعالجنی السمنة تريدان تدخلنی علی رسول الله ﷺ فما استقام لها ذالك حتی اكلت القثاء بالرطب فسمنت كا حسن سمنة (سنن ابن ماجہ: الاطعمۃ، باب القثاء والرطب یجمعان، سنن ابوداود: الطب، باب فی السمنۃ)

نیز ترمذی شریف میں ہے آپؓ فرماتی ہیں کہ جب لڑکی نو سال کی ہوجائے تو وہ عورت ہوتی ہے "**اذا بلغت الجارية تسع سنين فهی امرأة**" (سنن ترمذی: النکاح، باب ماجاء فی اکراہ الیتیمۃ علی التزویج) ظاہر ہے کہ وہ اپنے تجربہ کی بنیاد پر یہ فرمارہی ہیں اسی کو دیکھتے ہوئے امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر نو سال کی لڑکی بلوغ کا دعوی کرے تو اسکا یہ دعوی قبول کیا جائیگا۔

و ادنی المدة فی حقه اثنتا عشرة سنة و فی حقها تسع سنين (کنز الدقائق ۳۹۰/، کتاب الحجر)

کیا اب بھی یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ "حضرت عائشہؓ ابھی تک نساء کی فہرست میں بھی داخل نہ ہوئی ہوں کہ الخ"

کیا "علامہ" پر وحی نازل ہوئی ہے کہ حضرت عائشہؓ نساء کی فہرست میں داخل نہیں ہوئی تھیں؟ جبکہ وہ خود نو سال کی لڑکی پر "امرأة" کا اطلاق فرمارہی ہیں اور "نساء" اسی کی جمع ہے من غیر لفظہ۔

علاوہ ازیں آیت عدت جو پیچھے مذکور ہوئی اس سے بھی قبل البلوغ رخصتی کا جواز ثابت ہوتا

ہے کیونکہ قبل الدخول طلاق میں عدت نہیں ہے ''اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فمالکم علیھن من عدۃ'' (الاحزاب/۴۹) جبکہ اللہ تعالیٰ نے صغیرہ کی عدت بیان کی ہے جسکالازمی مطلب یہ ہے کہ رخصتی اور دخول قبل البلوغ بھی جائز ہے بشرطیکہ وہ جسامت کے لحاظ سے اسکی متحمل ہو۔ امید ہے یہانتک دوسرے مسئلہ کی بھی تشفی ہوگئی ہوگی۔

''علامہ'' کی ''علمیت'' کے چند نمونے: اب ہم ''علامہ'' کی چند ضمنی باتوں پر تبصرہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ ''علامہ'' کی ''علمیت'' نکھر کر سامنے آجائے اس سے پہلے بطور تمہید مؤرخ اسلام سید سلمان ندویؒ سے حضرت عائشہؓ کی مختصر تاریخ نقل کرتے ہیں آپ لکھتے ہیں۔

''حضرت عائشہؓ کی عمر کے متعلق چند باتیں متفقہ طور پر ثابت ہیں کہ ہجرت سے تین برس پہلے ۶ برس کی عمر میں بیاہی گئیں، شوال ۱ھ میں ۹ برس کی تھیں کہ رخصتی ہوئی، ۱۸ سال کی عمر میں یعنی ربیع الاول ۱۱ھ میں بیوہ ہوئیں اس لحاظ سے انکی ولادت کی صحیح تاریخ نبوت کے پانچویں سال کا آخری حصہ ہوگا''

نیز فرماتے ہیں ''جان لینا چاہئے کہ نبوت کے ۲۳ سال میں تقریباً ۱۳ سال مکہ میں اور دس سال مدینہ میں گزرے ہیں'' (سیرت عائشہؓ از سید سلمان ندویؒ/۱۸)

یہ دیکھ لینے کے بعد اب ''علامہ'' کی معلومات پڑھئے اور انکو داد دیجئے۔

ا۔ ''علامہ'' فرماتے ہیں کہ ''انکو (بخاری کو) یہ بھی یاد نہیں کہ میں خود ۲/ ۲۰۴ میں کیا لکھ آیا ہوں کہ سورۃ القمر نبوت کے پانچویں سال نازل ہوئی تو حضرت ام المومنین ابھی بچی ہی تھیں اور کھیلتی پھرتی کہ سورۃ القمر کی آیات یاد ہوگئیں تھیں''

میں کہتا ہوں اصل میں ''علامہ'' کو خود یہ یاد نہیں رہا کہ میں نے ''پانچویں سال'' کی بات بخاری میں پڑھی یا اسکے حاشیہ میں؟ آپ بخاری شریف اٹھا کر دیکھ لیں اسمیں کہیں یہ نہیں ہے کہ ''سورۃ القمر نبوت کے پانچویں سال نازل ہوئی'' ہاں البتہ یہ ''پانچویں سال'' کی بات حاشیہ میں ضرور لکھی ہوئی ہے لیکن اسکے بھی سمجھنے میں ''علامہ'' کو ٹھوکر لگی ہے کیونکہ حاشیہ میں ہے ''وکان الانشقاق

بمكة قبل الهجرة بنحو خمس سنين'' (حاشیہ بخاری ۲/۷۲۲)

یعنی شق قمر کا معجزہ مکہ میں ہجرت سے پانچ سال پہلے واقع ہوا۔ ''علامہ'' نے اسی کو نبوت کا پانچواں سال بتا دیا حالانکہ یہ نبوت کا آٹھواں سال بنتا ہے نہ کہ پانچواں سال جیسا کہ مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ التوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں۔

''علامہ ابن حجر مکیؒ قصیدہ ہمزیہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ شق القمر کا معجزہ ۸ھ نبوت میں ہوا'' (عہد نبوت کے ماہ وسال/۵۱)

۲۔ ''علامہ'' لکھتے ہیں ''پھر مکہ میں آپ ﷺ پندرہ سال رہے'' حالانکہ تعلیم الاسلام پڑھنے والے بچے بھی جانتے ہیں کہ نبوت کے ۲۳ سالوں میں سے تیرہ مکی ہیں اور ابھی آپ نے سید سلمان ندویؒ کے حوالے سے بھی پڑھا لیکن ''علامہ'' انکو پندرہ فرما رہے ہیں اور کیوں نہ فرمائیں کہ حضرت عائشہؓ کی عمر بوقت رخصتی نو سے اٹھارہ انیس سال تک جو لیجانی ہے تو اس طرح کی کھینچا تانی تو کرنی ہی پڑیگی۔

مفتی کفایت اللہ دہلویؒ رقمطراز ہیں

سوال: حضرت محمد مصطفی ﷺ تمام عمر کہاں رہے؟

جواب: ترپین سال تک اپنے شہر مکہ معظمہ میں رہے اس کے بعد خدا تعالیٰ کے حکم سے مدینہ منورہ میں چلے گئے اور دس سال وہاں رہے پھر تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ (تعلیم الاسلام: حصہ اول/۱۰) ''علامہ صاحب'' مکہ معظمہ کے ترپین سالوں میں سے چالیس سال قبل از نبوت منفی کر کے دیکھیں باقی تیرہ سال بچتے ہیں یا پندرہ؟ کاش کہ ''علامہ'' تعلیم الاسلام ہی پڑھ لیتے یا تعلیم الاسلام پڑھنے والے کسی بچے سے پوچھ ہی لیتے!

۳۔ ''علامہ'' فرماتے ہیں ''انکی عمر بوقت رخصتی اٹھارہ انیس سال کی ہوگی'' مؤرخین اٹھارہ سال کی عمر میں بیوہ ہونا بتلا رہے ہیں جیسا کہ آپ نے مشہور مؤرخ اسلام سید سلمان ندویؒ کے حوالے سے پڑھا اور ''حضرت علامہ'' اپنے ''الہامات'' کی روشنی میں انیس سال کی عمر میں رخصتی ارشاد فرما رہے ہیں۔ سبحان اللہ! کیا خوب تحقیقات ہیں۔

کیااب بھی کسی کو ''حضرت'' کے ''علامہ'' ہونے میں کوئی شک ہے؟ مزید بصیرت کیلئے میں اس بحث کو سید سلمان ندویؒ کی کتاب ''سیرت عائشہؓ '' کے ایک اقتباس پر ختم کرتا ہوں۔

آپ فرماتے ہیں ''بعض بے احتیاط لوگوں نے اس خیال سے کہ کم سنی کی یہ شادی آنحضرت ﷺ کیلئے موزوں نہیں اس بات کی کوشش کی ہے کہ وہ ثابت کریں کہ اس وقت حضرت عائشہؓ کی عمر چھ برس کی بجائے ۱۶ برس کی تھی لیکن یہ کوشش تمام تر بے سود اور انکا یہ دعوی بالکل بے دلیل ہے۔ حدیث و تاریخ کے پورے دفتر میں ایک حرف بھی انکی تائید میں موجود نہیں ہے (سیرت عائشہ/۲۳)

امید ہے سید صاحب کی یہ بات آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہوگی۔

اب آیئے ان رواۃ کو دیکھتے ہیں جنکو ''علامہ'' نے قزاق، کینہ ور، بدکردار لکھا ہے اور ان پر لعنت بھی کی ہے۔

رواۃ حدیث: محمد بن یوسف، سفیان، ہشام، عروۃ، حضرت عائشہؓ

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

۱۔ ابو احمد محمد بن یوسف البیکندی البخاری من کبار تبع الاتباع المتوفی ــــــ ھ۔

الخلالؒ : ثقۃ، متفق علیہ (تھذیب التھذیب ۹/۴۷۴)

۲۔ ابو محمد سفیان بن عیینۃ الھلالی دیکھئے اعتراض ۹ صفحہ ۲۰۶

۳۔ ابو المنذر ہشام بن عروۃ دیکھئے اعتراض ۲ صفحہ ۱۵۵

۴۔ ابو عبداللہ عروۃ بن الزبیر دیکھئے اعتراض ۲ صفحہ ۱۵۴

۵۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا دیکھئے اعتراض ۲ صفحہ ۱۵۵

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اور اب اخیر میں [illegible] کہ اس روایت کو آپ مندرجہ ذیل کتابوں میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔

صحیح مسلم: النکاح، باب تزویج الاب البکر الصغیرة (۲۵۴۷، ۲۵۴۸، ۲۵۴۹، ۲۵۵۰)

سنن ابی داود: النکاح، باب فی تزویج الصغار (۱۸۱۱)

ایضاً: الادب، باب فی الارجوحة (۴۲۸۵)

سنن النسائی: النکاح، باب انکاح الرجل ابنتہ الصغیرة

ایضاً: باب البناء بابنۃ تسع (۳۳۲۵، ۳۳۲۶)

سنن ترمذی: النکاح، باب ماجاء فی اکراہ الیتیمۃ علی التزویج (۱۰۲۷)

سنن ابن ماجہ: النکاح، باب نکاح الصغار یزوجھن الاٰباء (۱۸۶۶)

مسند احمد: باقی مسند الانصار، حدیث السیدة عائشۃ رضی اللہ عنھا (۲۳۰۲۳، ۲۵۱۹۳)

وغیر ذالک من کتب الحدیث۔

کیا اب بھی یہ حدیث معاذ اللہ ''خرافات'' ہے؟

کیا امام بخاریؒ کے علاوہ باقی بھی سب ''بے بصیرت روایت پرست'' تھے؟ اللہ تعالیٰ کج فہمی، بے دینی اور بد دینی سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

﴿اعتراض نمبر ۲۸﴾

﴿۲۸﴾ قرآن مقدس قرآن پاک میں اہل بیت نبوی کی فضیلت میں کئی آیات اور سورت نازل ہوئی ہیں اور خاصکر عائشہ صدیقہؓ کے گھر کو تو یہ شرف حاصل ہے کہ نزول قرآن انکے بستر راحت پر ہوا اور ،، لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ،، کا مژدہ انکو سنا کر مطمئن کر دیا گیا تا کہ کوئی باولے کتے کا کاٹا انکے حق کے خلاف بکواس نہ کرے۔۔ **بخاری محدث حجرہ عائشہ کی توہین** کسی شرارتی راوی کی روایت کے پیش نظر امام بخاری باب باندھتے ہیں ،، باب ما جآء فی بیوت ازواج النبی ﷺ وما نسب من البیوت الیھن ،، بخاریؒ ۲) تحت الباب کہتے ہیں.... قال النبی ﷺ خطیبا فاشار نحو مسکن عائشة فقال ھنا الفتنة ثلاثاً من حیث یطلع قرن الشیطان، آپ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا اور عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہیں سے فتنہ اٹھیگا تین مرتبہ فرمایا... حالانکہ ،، نحو المشرق ،، کا جملہ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہوگا لیکن شرارتی اور بد باطن راوی نے ام المومنینؓ کو فتنہ باز ثابت کرنے کیلئے ،، نحو مسکن عائشةؓ ،، کا جملہ خلط کر دیا جو موہم تو بہر حال واقعہ ہوگا تا کہ فتنہ پردازوں کے ہاتھ ایک باسند منصوبہ کی بنیاد خود قول نبی ﷺ سے معلوم ہو جائے... افسوس تو امام بخاری پر ہے جس نے بلا تنقیح ہر راوی کے الفاظ کو حرف آخر سمجھ کر بے سوچ حالت میں درج کتاب کر دیا... (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۵۹۔۶۰).

﴿﴿الجواب﴾﴾

اعتراض میں مذکور حدیث اور اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث: حدثنا موسی بن اسماعیل، حدثنا جویریة عن نافع عن عبدالله رضی الله عنه قال: قام النبی ﷺ خطیبا فاشار نحو مسکن عائشة رضی الله عنها فقال ھنا الفتنة ثلثا من حیث یطلع قرن الشیطان (صحیح بخاری: فرض الخمس، باب ماجاء فی بیوت ازواج النبی ﷺ وما نسب من البیوت الیھن، رقم ۲۸۷۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کھڑے خطبہ دے رہے تھے کہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے مکان کی جانب اشارہ کیا اور فرمایا کہ ادھر جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے فتنہ ہے یہ تین بار فرمایا۔

حدیث اور اسکا ترجمہ آپ نے ملاحظہ فرمایا یہاں چتروڑی صاحب کو یہ اعتراض ہے کہ اہل بیت نبوی کی فضیلت میں کئی آیات نازل ہوئی ہیں لیکن امام بخاری نے یہ روایت درج کر کے حضرت عائشہؓ کی توہین کی ہے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے حجرۂ عائشہؓ یا حضرت عائشہؓ کی کوئی توہین نہیں کی بلکہ انہوں نے تو کتاب المناقب باب فضل عائشہؓ میں حضرت عائشہؓ کی فضیلت میں آٹھ حدیثیں نقل کی ہیں بھلا ایسے آدمی کے بارے میں یہ گمان کیا جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

''علامہ'' کی ''دیانتداری'' کا نمونہ: اصل میں چتروڑی صاحب نے یہاں ایک بہتان تراشا ہے۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ ''علامہ'' نے اپنی روایتی ''دیانتداری'' سے کام لیتے ہوئے حدیث تو پوری نقل کی لیکن ترجمہ کچھ حصے کا چھوڑ دیا اور وہ بھی اس طرح کہ جہاں تک مطلب مشتبہ ہوسکتا تھا وہاں تک ترجمہ کیا اور جس حصہ سے مطلب بالکل واضح اور بے غبار ہو جانا تھا اسکا ترجمہ قصداً چھوڑ دیا۔ کیا چتروڑی صاحب اس سوال کا جواب دے سکتے ہیں کہ انہوں نے ''من حیث یطلع قرن

الشیطان'' کا ترجمہ کیوں نہیں کیا؟

یہ تو بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص ''لاتقربوا الصلوة وانتم سکاری'' پڑھکر ترجمہ کرے ''نماز کے قریب مت جاؤ'' اور ''وانتم سکاری'' (جبکہ تم نشہ کی حالت میں ہو) کا ترجمہ چھوڑ دے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں قصور قرآن کا تو نہیں ہوگا اسی طرح یہاں بھی قصور امام بخاری کا نہیں بلکہ خود چترواڑی صاحب کا ہے لیکن ''چور مچائے شور'' کے تحت ذمہ بخاریؒ کے لگایا جا رہا ہے۔

امام بخاریؒ نے یہی روایتِ ابن عمرؓ کتاب الفتن میں بھی ذکر کی ہے اور اسکا اصل مقام بھی وہی ہے یہاں تو ایک ضمنی فائدے کیلئے اسکو ذکر کیا ہے اور اُسمیں باب باندھا ہے "باب قول النبی ﷺ الفتنة من قبل المشرق'' اور اسمیں جو روایت ذکر کی اسکے الفاظ یہ ہیں "قام الی جنب المنبر فقال: الفتنة ھا ھنا من حیث یطلع قرن الشیطان اوقال قرن الشمس'' (صحیح بخاری: الفتن، باب قول النبی ﷺ: الفتنة من قبل المشرق) جسکا ترجمہ یہ ہے کہ ''نبی ﷺ منبر کے ساتھ کھڑے ہوئے اور فرمایا ادھر فتنہ ہوگا جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے یا فرمایا جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے'' تو اسکا مطلب بالکل واضح ہے کہ فتنے کا محل دور سورج کے طلوع ہونے کی جگہ یعنی ''مشرق'' ہے نہ کہ بالکل پاس ''مسکن عائشہؓ'' اور شیطان کے سینگ طلوع ہونے کی جگہ سے مراد بھی ''مشرق'' ہی ہے کیونکہ مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے۔

"صل صلوة الصبح ثم اقصر عن الصلوة حتی تطلع الشمس حتی ترتفع فانھا تطلع حین تطلع بین قرنی شیطان وحینئذ یسجد لھا الکفار'' (صحیح مسلم: صلوة المسافرین وقصرھا، باب اسلام عمرو بن عبسہؓ) کہ ''تو صبح کی نماز پڑھ پھر نماز سے رک جا یہاں تک کہ سورج طلوع ہوکر بلند ہو جائے کیونکہ وہ جس وقت طلوع ہوتا ہے شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے اور اس وقت کفار اسکو سجدہ کرتے ہیں'' تو اس سے ثابت ہوگیا کہ ''طلوع قرنِ شیطان'' اور ''طلوع شمس'' کی جگہ ایک ہی ہے اور ظاہر ہے کہ طلوع شمس کی جگہ ''مشرق'' ہے تو طلوع قرن شیطان کی جگہ بھی ''مشرق'' ہی ہوگی۔

اب جس حدیث پر چتر وڑی صاحب کو اعتراض ہے اسمیں بھی ''من حیث یطلع قرن الشیطان '' کے الفاظ موجود نہیں تو انکے ہوتے ہوئے ''ھاھنا'' سے ''مسکن عائشہؓ '' کو مراد لینا کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ اب آپکو سمجھ آگئی ہوگی کہ چتر وڑی صاحب نے ''من حیث یطلع قرن الشیطان'' کا ترجمہ کیوں چھوڑ دیا تھا؟

اگر امام بخاریؒ کے نزدیک اس حدیث کا مطلب یہ ہوتا جو ''علامہ'' نے لیا ہے تو وہ اسی ''نحو مسکن عائشۃ'' والی روایت کو ''کتاب الفتن'' میں ذکر کرتے اور باب باندھتے ''باب الفتنۃ من مسکن عائشۃ'' لیکن انہوں نے ''باب قول النبی ﷺ الفتنۃ من قبل المشرق'' سے باب باندھ کر واضح کر دیا کہ اس حدیث میں لفظ ''ھاھنا'' سے مراد ''مشرق'' ہے نہ کہ ''مسکن عائشہؓ ''

امام بخاریؒ نے یہی روایت تقریباً چھ جگہ ذکر کی ہے جمیں سے تین میں ''المشرق'' کی صراحت آئی ہے۔

کتاب بدء الخلق، باب صفۃ ابلیس وجنودہ میں ہے ''یشیر الی المشرق فقال ھا ان الفتنۃ ھا ھنا ان الفتنۃ ھاھنا من حیث یطلع قرن الشیطان'' (۳۰۳۷)

کتاب المناقب، باب نسبۃ الیمن الی اسماعیل میں ہے ''ان الفتنۃ ھاھنا یشیر الی المشرق من حیث یطلع قرن الشیطان'' (۳۲۴۹)۔

کتاب الطلاق، باب الاشارۃ فی الطلاق والامور میں ہے "الفتنۃ من ھاھنا واشار الی المشرق" (۴۸۸۵)۔

توان روایات سے یہ واضح ہو گیا کہ حضور ﷺ کا مقصد اس حدیث سے یہ بتلانا ہے کہ فتنوں کا منبع ''مشرق'' ہے۔

اور ''نحو مسکن عائشۃ'' کے الفاظ راوی حدیث عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے کسی شاگرد کو سمجھانے کیلئے کہے کیونکہ ''مسکن عائشہ'' منبر سے مشرق کی جانب تھا اور نمایاں بھی تھا اور سمجھانے کیلئے کسی نمایاں چیز کا ہی نام لیا جاتا ہے تو اس سے کسی اور راوی کی نیت پر شک کرنا قطعاً نامناسب ہے کیونکہ ان راویوں

میں سے کوئی ایک راوی بھی ایسا نہیں جو ''متہم'' ہو اور قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے ''یا ایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم'' (الحجرات/۱۲)

الفتنة من قبل المشرق کی تشریح: شراح حدیث نے بھی اسکا مطلب یہی لیا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں۔

''واول الفتن کان من قبل المشرق فکان ذالك سببا للفرقة بین المسلین... وکذالك البدع نشأت فی تلك الجهة'' (فتح الباری: الفتن، باب قول النبی ﷺ: الفتنہ من قبل المشرق) کہ ''اولین فتنہ مشرق ہی کیطرف سے اٹھا جو مسلمانوں کے انتشار کا باعث بنا... اسیطرح بدعات بھی اسی جانب پیدا ہوئیں''۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔

اس امت مرحومہ میں جو بھی فتنہ اٹھا اسی سمت سے اٹھا، سب سے پہلا فتنہ مالک بن اشتر کا خروج تھا کہ وہ اور اسکے ساتھی حضرت عثمان شہیدؓ کے خلاف کوفہ سے نکلے اور کوفہ مدینہ منورہ سے جانب مشرق ہے دوسرا فتنہ عبیداللہ بن زیاد کا تھا جو حضرت حسینؓ کی شہادت کا باعث بنا اسکے بعد مدعی نبوت مختار ثقفی کا فتنہ نمودار ہوا پھر اکثر بدعات اور باطل عقائد انہی اطراف سے رونما ہوتے رہے اسلئے رافضیوں کا منبع بھی کوفہ ہے (دیکھئے شاہ صاحب نے کس خوبصورتی سے ''میاں کی جوتی میاں کے سر'' ماری ہے) اور معتزلہ کی جائے پیدائش بصرہ ہے۔ واصل بن عطاء بصری ہے قرامطہ کوفہ کے علاقہ کی پیداوار ہیں خوارج نہروان سے نکلے تو دجال اصفہان سے نکلے گا (تحفہ اثنا عشریہ: مطاعن عائشہ/۶۴۱)

اصل بات یہ ہے کہ ''علامہ'' صاحب اپنی کوتاہ علمی کیوجہ سے ہر باطل سے مرعوب ہیں یہی وجہ ہے کہ جس حدیث کو بھی لیکر مستشرقین یا شیعہ روافض نے اعتراض کیا ''علامہ'' اسی کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے تا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

اس حدیث کا بھی یہی حال ہے کہ اسکو لیکر چونکہ روافض نے حضرت عائشہؓ پر بدزبانی کی ہے اسلئے ''علامہ'' اس سے جان ہی چھڑانا چاہتے ہیں کہ انکے نزدیک اس اعتراض سے بچنے کا واحد حل

ہی یہی ہے لیکن یہ مرعوب ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے۔ کیونکہ یہی حدیث دوسرے علماء کے سامنے بھی تو گزری ہے اور روافض کے اعتراضات بھی لیکن وہ علمی طور مضبوط ہونے کیجہ سے کسی کے اعتراض سے دبے نہیں بلکہ الٹا روافض کولا جواب کردیا ہے جیسا کہ آپنے شاہ عبدالعزیزؒ کی تشریح ملاحظہ فرمائی۔

امید ہے کہ حدیث کے متن کے حوالے سے تشفی ہوگئی ہوگی اب رواۃ کو دیکھتے ہیں جنکو چتروڑی صاحب نے ''شرارتی'' اور ''بدباطن'' کہا ہے۔

رواۃ حدیث: موسیٰ بن اسماعیل، جویریہ، نافع، ابن عمر رضی اللہ عنہ۔

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

۱۔ ابوسلمہ موسیٰ بن اسماعیل التبوذکی ۔ دیکھئے اعتراض ۱۶ صفحہ ۲۵۱

۲۔ ابومخارق جویریہ بن اسماء بن عبید الضبعی البصری من کبار الاتباع التوفی ۱۷۳ھ۔

احمد بن حنبلؒ	:	ثقہ، لیس بہ باس	(تھذیب التھذیب ۲/۱۰۷)
یحییٰ بن معینؒ	:	لیس بہ باس	(ایضاً)
ابوحاتم الرازیؒ	:	صالح	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً)
الدارقطنیؒ	:	من الثقات	(موسوعۃ الحدیث تحت ھذا الحدیث)
الذہبیؒ	:	ثقۃ	(الکاشف ۱/۲۹۸)

۳۔ ابوعبداللہ نافع مولی ابن عمرؓ۔ دیکھئے اعتراض ۲۴ صفحہ ۳۰۸

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔ دیکھئے اعتراض ۲۴ صفحہ ۳۰۸

کیا ان روات میں سے کوئی ایک بھی ایسا ہے جسکو معاذ اللہ ''شرارتی'' یا ''بدباطن'' کہا جا سکے؟

اللھم انا نعوذبك من الفتن ماظھر منھا ومابطن.

﴿اعتراض نمبر ۲۹﴾

﴿۲۹﴾قرآن مقدس قرآن مقدس شاہد ہے کہ انبیاء کا خواب وحی کی طرح حق ہوتا ہے اور خواب کو اللہ کا نبی وحی حق سمجھتا ہے ذرہ برابر تردد نہیں ہوتا اسی لئے اللہ نے خلیل اللہ علیہ السلام کو فرمایا تھا، ،قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَاء، **بخاری محدث** بخاری کی ایک اور جھوٹی روایت جس میں راویان حدیث کی کئی تخریب کاریاں ہیں اور بخاری اپنے قول کے خلاف کر گئے ہیں، ،عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ أُرتيك في المنام مرتين اذرجل يحملك في سرقة حرير فيقول هذه امرء تك فاكشفها فاذاهي انت فاقول ان يكن هذا من عند الله سيفه (بخاری ۲/۱۰۶) آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو مرتبہ تو مجھے خواب میں دکھائی گئی ہے کوئی ایک مرد ہے جو تجھے ریشمی ٹکڑے میں اٹھالایا اور کہنے لگا یہ تیری عورت ہے پس میں اسکو کھول کر کیا دیکھتا ہوں تو اچانک تو ہی تھی تو پھر میں نے کہا کہ اگر یہ مرد اس شکل کو اللہ کی طرف سے لایا ہے تو پھر ایسا ہی ہوگا یہ میری بیوی ہی بنیگی ... اب اس بات کو بھی رہنے ہی دیجئے کہ کوئی مرد غیر محرم صدیقہؓ کی تصویر کو کس طرح اٹھالایا؟ اگر فرشتہ ہوتا تو آپ ﷺ ضرور فرماتے کہ وہ مرد جبریل تھا نہ بلکہ فرمایا کوئی مرد تھا؟ اور اسکو بھی رہنے دیجئے کہ تصویر کشی کرنے والوں پر آپ ﷺ نے لعنت کیوں فرمائی؟ اگر اللہ کیطرف سے تھی تو تصویر کشی جائز ہوتی؟ سردست دیکھنا یہ ہے کہ نبی کریم کا خواب تو یقیناً وحی ہوتا تھا پھر آپ ﷺ نے وحی کے اندر اگر کی قید کیوں لگائی کہ اگر یہ اللہ کیطرف سے ہے تو پھر یہ ضرور میری بیوی ہوگی کیا پیغمبر کو وحی میں شک پڑ گیا تھا؟ پھر بخاری کو اتنا ذہول ہو گیا کہ اپنا لکھا ہوا بھی یاد نہ رہا جہاں لکھا تھا کہ، ،رؤيا الانبياء وحی، کیا رواۃ کے آگے اتنا بے بس ہو گئے تھے تو پھر بات وہی ثابت ہوئی تاکہ روایات کے جمع کرنے کے شوق میں محدثین روایت کے پس و پیش کا خیال نہیں کیا کرتے اور قرآن مقدس کو ثانوی حیثیت بھی نہیں دیتے... (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۶۰۔۶۲)

﴿﴿الجواب﴾﴾

اعتراض میں مذکور حدیث اور اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث: حدثنا عبيد بن اسماعيل حدثنا ابو اسامة عن هشام عن ابيه عن عائشةؓ قالت قال رسول الله ﷺ أُرِيتُكِ في المنام مرتين اذا رجل يحملك في سرقة حرير فيقول: هذه امرأتك فاكشفها فاذاهي انت فاقول: ان يكن هذا من عنده يمضه (صحیح بخاری: النکاح، باب نکاح الابکار، رقم ۴۶۸۸)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے دو مرتبہ تم خواب میں دکھائی گئیں کہ ایک آدمی تمہیں ریشم کے ٹکڑے میں اٹھائے ہوئے ہے اور کہتا ہے کہ یہ آپکی بیوی ہے میں اسکو کھولتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ اسمیں تم ہو۔ تو میں کہتا ہوں کہ اگر یہ اس (اللہ) کیطرف

سے ہے تو وہ ضرور اسکو پورا کردیگا۔

اس حدیث پاک میں ''علامہ'' کوکئی اشکال ہیں لیکن بڑا اشکال یہ ہے کہ ''نبی کریم کا خواب تو یقیناً وحی ہوتا تھا پھر آپ ﷺ نے وحی کے اندر اگر کی قید کیوں لگائی؟'' فرماتے ہیں'' کیا پیغمبر کو وحی میں شک پڑ گیا تھا؟''

رفع اعتراض: مزج الشك باليقين: اسکا جواب یہ ہے آپ ﷺ کو اسمیں کوئی شک نہیں تھا بلکہ سو فیصد یقین تھا لیکن آپ ﷺ نے ''علم البلاغۃ'' کی ایک صنعت ''مزج الشك باليقين'' سے کام لیا جسکا حاصل یہ ہیکہ یقین کو شک کی صورت میں بیان کیا جائے تو اسمیں بظاہر تو شک ہوتا ہے لیکن درحقیقت یقین ہوتا ہے۔

''انه لم يشك ولكن اخبر على التحقيق واتى بصورة الشك كما قال أانت ام ام سالم؟ وهو نوع من البديع عند اهل البلاغة يسمونه تجاهل العارف وسماه بعضهم مزج الشك باليقين'' (نووی شرح مسلم: الفضائل، باب فضل عائشہؓ، فتح الباری: النکاح، باب النظر الی المرأۃ قبل التزویج)

اور یہ بلغاء کے کلام میں بکثرت مستعمل ہے اور قرآن مجید میں بھی اسکی متعدد مثالیں موجود ہیں لیکن ''علامہ'' صاحب جنکو قرآن کی ہوا لگی نہ حدیث کی، نہ بلغاء کے کلام کو دیکھا نہ شعراء کے کلام کو سنا بلکہ جنکو سیدھے سادے جملے سمجھ نہیں آتے بھلا وہ اس بلیغ جملے کا دقیق مطلب کیسے سمجھ سکتے تھے؟ حالانکہ حدیث پاک کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ آپ ﷺ حضرت عائشہؓ سے فرما رہے ہیں کہ جب مجھے یہ خواب دکھایا گیا تو بظاہر مجھے بہت بعید معلوم ہوا کیونکہ میری عمر پچاس برس کے لگ بھگ تھی اور تمہاری عمر بمشکل چار سال۔ تو میں نے سوچا کہ اگر یہ خواب اللہ کیطرف سے ہے اور مجھے یقین تھا کہ ہے بھی اسی کیطرف سے تو میں نے کہا پھر یہ کام ضرور ہو کر رہے گا۔ بھلا اسمیں اعتراض کی کوئی گنجائش ہے؟

اس طرح کی تراکیب ہمارے محاورات میں بھی مستعمل ہوتی ہیں اور کسی سمجھدار کو انپر کوئی اشکال نہیں ہوتا مثلاً کوئی عورت اپنے بیٹے کو کسی حرکت سے باز رہنے کیلئے کہے کہ ''اگر تم میرے بیٹے ہو تو

اس حرکت سے باز آجاؤ'' تو اسکا مطلب سوائے اسکے کیا ہوگا؟ کہ وہ اپنے بیٹے کو ناپسندیدہ حرکت سے انتہائی بلیغ اور مؤثر انداز میں روک رہی ہے لیکن ''علامہ'' اسکا مطلب خیر سے یہ سمجھیں گے کہ اس عورت کو شک پڑ گیا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے یا کسی اور کا؟ حالانکہ کوئی بھی سمجھدار آدمی اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں لے گا۔

اسی طرح قرآن مجید میں ہے ''وان کنتم فی ریب ممانزّلنا علی عبدنا فاتو ا بسورة من مثله'' (البقرہ/۲۳) کہ ''اگر تمہیں اسمیں شک ہے جسکو ہمنے اپنے بندے پر نازل کیا تو تم اس جیسی کوئی ایک سورت بنالاؤ'' تو ''علامہ'' کے نزدیک تو اسکا مطلب یہ بنے گا کہ معاذ اللہ اللہ کو بھی کفار کے شک میں شک پڑ گیا ہے حالانکہ کوئی مسلمان اسکا تصور بھی نہیں کرسکتا بلکہ اللہ کو تو انکے شک میں یقین تھا جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ''وانهم لفی شك منه مریب'' (فصلت/۴۵) دیکھئے یہاں کتنی تاکیدوں کے ساتھ مؤکد فرما کر اس حقیقت کو بیان فرمایا؟ جبکہ اسی کو پہلی آیت میں شک کی صورت میں بیان فرمایا تو یہ اسی ''فن بلاغت'' کی صنعت ''مزج الشك باليقين'' کا استعمال ہے جو ''علامہ'' کی سمجھ سے بالاتر ہے ''علامہ'' کو اگر یہ باتیں سمجھ نہیں آتیں تو اسمیں کسی اور کا تو کوئی قصور نہیں ہے ہمارا مشورہ ہے کہ ہوسکے تو ''علامہ'' صاحب اپنی کوتاہ علمی کا ازالہ فرمائیں تا کہ وہ ان مقدس باتوں میں شک وشبہ سے بچ سکیں۔

امید ہے کہ اس قدر اس اعتراض کے دفعیہ کیلئے کافی ہوگا اب ہم دوسری باتوں کی طرف آپکی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں۔

غیر محرم صدیقہؓ کی تصویر کس طرح اٹھالایا: اے ''علامہ'' فرماتے ہیں ''کوئی مرد غیر محرم صدیقہ کی تصویر کو کس طرح اٹھالایا؟ اگر فرشتہ ہوتا تو آپ ﷺ ضرور فرماتے کہ وہ مرد جبریل تھا''

میں کہتا ہوں اگر اس بات سے آپکو تسلی ہوسکتی ہے تو لیجئے بخاری شریف: کتاب النکاح، باب النظر الی المرأة قبل التزویج میں ہے ''رأيتك فی المنام يجیئ بك الملك'' اسی طرح بخاری: کتاب التعبیر، باب ثیاب الحریر فی المنام میں ہے ''رأيت الملك يحملك فی سرقة

حریر" اور ترمذی شریف: کتاب المناقب، باب من فضل عائشہ میں ہے"ان جبریل جاء بصورتھا" دیکھئے بخاری کی ان دو روایتوں میں "فرشتہ" کا ذکر آگیا ہے اور ترمذی شریف میں "جبریل" کا ذکر آگیا۔ کیا اب بھی اعتراض کی گنجائش باقی رہ گئی؟

اب میں "علامہ" سے پوچھتا ہوں کہ آپ جو "شیخ الحدیث" بھی ہیں تو کیا آپنے یہ احادیث دیکھی بھی نہ تھیں؟ اگر نہیں تو خدا کی شان کہ ایسے بھی شیخ الحدیث کہلاتے ہیں

خواب پر شرعی احکام کا نفاذ؟:

۲۔ فرماتے ہیں "تصویر کشی کرنے والوں پر آپ ﷺ نے لعنت کیوں فرمائی؟ اگر اللہ کیطرف سے تھی تو تصویر کشی جائز ہوتی؟ آخری جملے پر سوالیہ نشان سے یوں لگتا ہے جیسے علامہ صاحب معاذ اللہ اللہ پر بھی کوئی "فتویٰ" لگانا چاہتے ہیں۔

کہنا چاہتے ہیں کہ تصویر تو حرام ہے پھر وہ فرشتہ بلکہ غیر محرم مرد تصویر کیوں لے آیا تھا؟ گویا ڈبل جرم ہو گیا کہ ایک تصویر، دوسرا غیر محرم کے ہاتھ میں۔

اسکا جواب یہ ہے کہ یہ خواب کا واقعہ ہے اور ہر سمجھدار جانتا ہے کہ خواب پر شرعی احکام لاگو نہیں ہوا کرتے۔ رفع القلم عن ثلثة عن النائم حتی یستیقظ الخ

اسکی مثال وہ واقعہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے خواب دیکھا کہ وہ حضور ﷺ کی قبر مبارک کو کھود رہے ہیں۔ بیدار ہونے پر پریشان ہوئے اور اپنے استاد کو بتلایا تو استاد نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اسکی تعبیر یہ ہے کہ تم حضور ﷺ کی احادیث میں خوب کھود کرید کرو گے (الخیرات الحسان لابن حجر: الفصل السادس والثلاثون) اور اس سے بھی زیادہ بھیانک وہ ہے کہ ملکہ زبیدہ نے خواب دیکھا کہ ایک کثیر خلقت باری باری ان سے مجامعت کر رہی ہے بیدار ہونے پر انتہائی پریشان ہوئیں لیکن تعبیر بتلانے والوں نے بتایا کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اللہ تم سے ایسا کام لے گا جس سے کثیر خلقت باری باری مستفید ہوگی (رشاء الاخیار بحوالہ عبارات اکابر/۲۰۴) پھر یہ دونوں تعبیریں اپنے وقت پر پوری ہوئیں کہ امام ابوحنیفہؒ احادیث میں کھود کرید کر کے وقت کے امام بنے اور زبیدہ نے ایک نہر کھدوائی جو ابتک نہر زبیدہ کے نام سے جانی جاتی ہے اور اس سے لوگ مستفید ہوتے چلے آرہے

ہیں۔

اگر ''علامہ'' صاحب ہوتے تو شاید دونوں خوابوں کے دیکھنے پر سنگسار سے بھی کوئی بڑی ''حد'' لگاتے۔

اب آیئے رواۃ کو دیکھتے ہیں جنکو ''علامہ'' نے ''تخریب کار'' کہا ہے

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

۱۔ابومحمد عبید بن اسماعیل الھباری القریشی الکوفی من کبار تبع الاتباع المتوفی ۲۵۰ھ۔

مطینؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۷/۵۴)
الدارقطنیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	وثقہ	(ایضاً)

۲۔ابواسامہ حماد بن اسامۃ بن زید القرشی الکوفی من اصاغر الاتباع المتوفی ۲۰۱ھ۔

احمد بن حنبلؒ	:	ثقۃ، ثبت، لایکاد یخطی	(تھذیب التھذیب ۳/۳)
یحییٰ بن معینؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ، مامون، یدلس ویبین تدلیسہ	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً ۳/۴)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً)
الذہبیؒ	:	حجۃ	(الکاشف ۱/۳۴۸)

۳۔ابوالمنذر ہشام بن عروہ۔ دیکھئے اعتراض نمبر ۲ صفحہ ۱۵۵

۴۔ابوعبداللہ عروہ بن الزبیر۔ دیکھئے اعتراض نمبر ۲ صفحہ ۱۵۴

۵۔ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ دیکھئے اعتراض نمبر ۲ صفحہ ۱۵۵

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اور اب اخیر میں یہ کہ یہی

حدیث دیگر کتب حدیث میں بھی موجود ہے مثلاً دیکھئے

مسلم شریف: فضائل الصحابۃ، باب فی فضل عائشہؓ (۴۴۶۸)

ترمذی شریف: المناقب، باب من فضل عائشہؓ (۳۸۱۵)

مسند احمد: باقی مسند الانصار، حدیث السیدۃ عائشہ (۲۳۰۱۲، ۲۳۸۲۳، ۲۴۱۲۴)

کیا اب بھی اسکو "جھوٹی روایت" کہا جا سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ جہالت وضلالت سے محفوظ رکھے آمین!

﴿اعتراض نمبر ۳۰﴾

﴿۳۰﴾ **قرآن مقدس** قرآن مقدس میں اللہ کریم نے انبیاء علیہم السلام تو رہے اپنے مقام رفیع پر نبی ﷺ کے امتی لوگوں کیلئے بھی اللہ نے فرمایا دیا،، اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ،، کہ یہ لوگ خطاً بھی جھوٹ نہیں بولتے اور خاص کر خلیل اللہ علیہ السلام کے متعلق تو فرمایا، اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا،، کہ وہ بھول کر بھی جھوٹ بولنے والا نبی نہ تھا بلکہ بے حد سچائی والا نبی تھا... **بخاری محدث ابراھیمؑ پر تھمت** لیکن بخاری صاحب خلیل اللہ علیہ السلام کو جھوٹ بولنے والا نبی روایت کر رہا ہے،، لم یکذب ابراھیم الا ثلث کذبات،، (بخاری ۲ ؍ ۴) بحالیکہ جن باتوں کو کذاب راوی نے جھوٹ کہا ہے وہ قطعاً سچ ہیں ایک بھی ان میں نہ توریہ ہے اور نہ جھوٹ... لیکن بد دماغ رواۃ کا چونکہ اپنا وطیرہ ہی جھوٹ ہے اس لئے ایک پاک طینت جد الانبیاء ابو محمد ﷺ ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت کو اپنی بدسرشتی میں ملانا چاہتے تھے جبکہ قرآن مقدس میں نص قطعی کے طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توریہ اور جھوٹ کے عیب سے براءت ذکر فرمائی ہے اور فرمایا،، وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا صادق نہیں فرمایا بلکہ صدیق فرمایا جس کسی کو بھی اللہ کیطرف سے صدیق کا لقب عطا ہوا ہے تواریخ عالم اور سیر عالم میں کوئی ایک مثال نہیں ملتی کہ اس صدیق نے بھول کر بھی کبھی جھوٹ بولا ہو...... بلکہ یوسف صدیق نے تو خواب کی تعبیر میں بھی توریہ یا جھوٹ سے کام نہیں لیا تھا سچ ہی سچ تھا... الا یہ کہ امام بخاری ہی ہیں جنہوں نے لعنتی راویوں پر اعتماد کر کے صدیق اکبر ابراہیم علیہ السلام کے متھے ایک ہی نہیں بلکہ تین جھوٹ لگائے ہیں،، لعنۃ اللہ علی الکاذبین،، رہا ظالم بادشاہ والا افسانہ اور حضرت کا بیوی سارہ کو اختی کہنا تو وہ سرے سے ساری داستان ہی جھوٹی اور بکواس ہے نہ کوئی ایسا واقعہ پیش آیا اور نہ ابراہیمؑ نے ایسا فرمایا وہ بھی ساری شرارت رواۃ کی ہے حقیقت کچھ بھی نہ ہے... (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۶۲ ۔ ۶۳)

﴿الجواب﴾

اعتراض میں مذکور حدیث اور اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث: حدثنا سلیمان عن حماد بن زید عن ایوب عن محمد عن ابی

هریرۃ قال: قال النبی ﷺ: لم یکذب ابراھیم الاثلث کذبات (بخاری شریف:النکاح، باب اتخاذ السراری، رقم ۴۶۹۴)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے کبھی جھوٹ نہیں بولا سوائے تین جھوٹوں کے۔

یہاں "علامہ" کو یہ اعتراض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ابراہیم علیہ السلام کو "صدیقا نبیا" فرمایا ہے جبکہ بخاری صاحب نے ایک بھی نہیں تین جھوٹ خلیل اللہ کے ذمے لگا دیئے ہیں۔

"علامہ" کی دھوکہ دہی: اسکا جواب دینے سے قبل ہم پوری روایت بخاری شریف سے نقل کرتے ہیں۔ کیونکہ یہاں بھی "علامہ" نے اپنی روایتی "دیانت" سے خوب کام لیا ہے اس طرح کہ امام بخاریؒ نے یہ حدیث اپنی صحیح میں پانچ جگہ ذکر کی ہے جن میں سے دو جگہ مکمل اور باقی جگہوں پر اختصاراً۔ اور "علامہ" نے انمیں سے ایسی جگہ کا انتخاب فرمایا جہاں حدیث مختصراً مذکور تھی تا کہ دھوکہ دہی میں آسانی ہو کیونکہ پوری حدیث تفصیل کے ساتھ سامنے آجائے تو اشکالات از خود ختم ہو جاتے ہیں اور اگر اسی ٹکڑے پر اکتفا کیا جائے جسے "علامہ" نے نقل کیا ہے تو غلط فہمی کا پیدا ہونا یقینی امر ہے۔

امام بخاریؒ نے کتاب البیوع اور کتاب الانبیاء میں یہ حدیث تفصیل سے ذکر کی ہے، ہم اختصار کے پیش نظر کتاب الانبیاء سے صرف ترجمہ حدیث نقل کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

حدیث سے واقعہ کی مکمل تفصیل: ترجمۂ حدیث: "حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے سوائے تین مرتبہ کے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ انمیں سے دو خالص اللہ کی ذات کیلئے تھے ایک انکا "انی سقیم" کہنا اور ایک "بل فعلہ کبیرھم ھذا" کہنا اور (تیسرا یہ کہ) ایک دن وہ اور حضرت سارہؑ کہیں جا رہے تھے کہ ایک ظالم بادشاہ پر انکا گزر ہوا تو اسکو کہا گیا کہ یہاں ایک آدمی آیا ہے جسکے ساتھ ایک حسین ترین عورت ہے تو اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلایا

اوران سے حضرت سارہ کے متعلق سوال کیا کہ یہ کون ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ یہ میری بہن ہے پھر آپؑ سارہ کے پاس آئے اور فرمایا کہ اے سارہ! روئے زمین پر میرے اور تیرے سوا کوئی مومن نہیں ہے اور اس نے مجھ سے پوچھا تو میں نے اسکو یہ بتلایا ہے کہ تو میری بہن ہے پس تو مجھے جھٹلانا مت۔ اور اس ظالم نے سارہ کو بلوایا جب آپ اسکے پاس پہنچیں تو اس نے آپکی طرف اپنا ہاتھ بڑھانا چاہا لیکن (غیب سے) وہ پکڑ لیا گیا تو اس نے کہا کہ تو میرے لئے اللہ سے دعا کر اور میں تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ حضرت سارہ نے دعا کی اور وہ چھوڑ دیا گیا یعنی ٹھیک ہو گیا۔ پھر دوبارہ اس نے دست درازی کی تو پھر اسی طرح یا اسے بھی زیادہ سخت پکڑ لیا گیا۔ تو پھر کہا کہ تو اللہ سے میرے لئے دعا کر اور میں تجھے نقصان نہیں پہنچاؤں گا آپ نے دعا کی اور پھر وہ ٹھیک ہو گیا تو اس نے اپنے ایک دربان کو بلایا اور کہا کہ تو میرے پاس کوئی انسان نہیں بلکہ جن لایا ہے (جس پر میں قابو نہیں پا سکا) اور اس نے حضرت ہاجرہ بطور خادم آپکو دیدی۔ پس آپ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں تو وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے پوچھا کہ کیا بنا؟ تو حضرت سارہ نے جواب میں کہا کہ اللہ نے کافر یا فرمایا فاجر کی تدبیر کو ناکام بنایا اور ہاجرہ بطور خادم عطا فرمادی۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا اے اسماعیل کی اولاد! یعنی اے عربو! یہ ہے تمہاری ماں!'' یعنی کیسی پاکیزہ، طیبہ، طاہرہ، عفیفہ اور پاکدامن

(صحیح بخاری: کتاب الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا، رقم ۳۱۰۸)

یہی حدیث اسی تفصیل کے ساتھ صحیح مسلم میں اور اس سے بھی کچھ زیادہ تفصیل کے ساتھ مسند احمد میں بھی موجود ہے۔

اس حدیث میں جن تین جھوٹوں کی نسبت ابراہیم علیہ السلام کیطرف کی گئی ہے وہ یہ ہیں

۱۔ بل فعلہ کبیرھم ھذا

۲۔ انی سقیم

۳۔ حضرت سارہ کو بہن کہنا۔

ہر ایک کی مختصر توضیح یہ ہے۔

ا۔ بل فعلہ کبیر ھم ھذا

یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب ابراہیم علیہ السلام نے مشرکوں، بت پرستوں کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بت خانہ میں گھس کر انکے "خداؤں" کا برا حال کر دیا تھا کہ کسی کی ناک نہیں ہے، کسی کے کان نہیں، کسی کے بازو نہیں اور کسی کی ٹانگ نہیں ہے اور کوئی بالکل ہی چورا چورا ہوا پڑا ہے آپ علیہ السلام نے یہ سب کچھ چھوٹے بتوں کے ساتھ کیا کیونکہ انکو توڑنا آسان تھا اور کلہاڑا بڑے بت کے کندھے پر لٹکا دیا کہ اسکو توڑنا آسان نہیں تھا لیکن اسکے کندھے پر کلہاڑا رکھکر اور فائدہ اٹھایا جاسکتا تھا کہ جب یہ پوچھیں گے کہ یہ کام کس نے کیا ہے؟ تو اسکی طرف نسبت کردی جائی گی جس سے خود انکو انکی بے بسی و بے حسی کا اعتراف کرنا پڑیگا۔ نیز انکا غیر نافع و غیر ضار ہونا بالکل واضح ہو جائیگا کہ جب یہ اپنے آپکو نقصان سے نہیں بچا سکتے تو کسی اور کو کیسے بچا سکتے ہیں۔

چنانچہ قوم نے جب سوال کیا تو آپؑ نے یہی جواب دیا کہ "بل فعلہ کبیرھم ھذا" (الانبیاء/۶۳) کہ انکے بڑے نے یہ سب کچھ کیا ہے دیکھلو کلہاڑا اسکے کندھے پر ہے فاسئلوھم ان کانو اینطقون (ایضاً) اور ان چھوٹے "خداؤں" سے پوچھلو جو "زخمی" ہوئے پڑے ہیں اگر یہ بول سکتے ہیں تو۔ لیکن وہ کیا بول سکتے تھے اسلیئے یہ سخت شرمندہ ہوئے اور سب کے سر نیچے ہوگئے اور اپنی زبان سے وہی کہنے لگے جو حضرت ابراہیمؑ ان سے کہلوانا چاہتے تھے کہ "لقد علمت ماھؤلاء ینطقون" (ایضاً) کہ تجھے پتہ ہی ہے کہ یہ تو نہیں بولتے پھر تو ابراہیمؑ کو بات کا موقع مل گیا اور آپؑ نے خوب انکی خبر لی فرمایا "افتعبدون من دون اللہ مالا ینفعکم شیئا ولا یضرکم ٥ اف لکم ولما تعبدون من دون اللہ افلا تعقلون" (ایضاً ۶۶، ۶۷) کہ جب ایسا ہے پھر شرم نہیں آتی کہ ایسے خداؤں کو پوجتے ہو جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ تف ہے تم پر بھی اور تمہارے معبودوں پر بھی۔ کیا تم اتنے بے عقل ہوگئے ہو؟

جھوٹ کی حقیقت: تو یہاں بڑے بت کیطرف فعل کی نسبت کرنا بظاہر یقیناً جھوٹ ہے کیونکہ جھوٹ کی تعریف ہے "صدق الخبر مطابقتہ للواقع و کذبہ عدمھا ای عدم مطابقتہ للواقع" (مختصر المعانی/۳۹) کہ "خبر کا واقعہ کے مطابق ہونا سچ اور واقعہ کے مطابق نہ ہونا جھوٹ ہے" اور ظاہر ہے کہ یہاں واقعہ تو یہ تھا کہ ان بتوں کو آپ نے خود توڑا تھا لیکن خبر یہ دی کہ بڑے بت نے توڑا ہے لہذا جھوٹ کی تعریف اس پر صادق ہے لیکن چونکہ اسکا مقصد تعریض کرنا، چوٹ مارنا اور بات کا موقع پیدا کرنا تھا تا کہ آپ مشرکین پر انکی بے عقلی کا اظہار کر سکیں اسلئے اسکو "کذب مذموم" نہیں کہیں گے۔

نیز یہ بھی ہے کہ معاشرہ میں ایسے جھوٹ کو مذموم سمجھا جاتا ہے جس سے کسی کو دھوکہ دیا جا سکے پس اگر ایسی بات کی جائے جو اگر چہ خلاف واقعہ ہو لیکن اس سے کسی کو دھوکہ نہ لگ سکتا ہو تو اسکو برا نہیں سمجھا جاتا جیسے کوئی آدمی پوچھے تمہیں کس نے مارا؟ اور وہ جواب دے کہ "دیوار نے" تو اسکو معاشرہ جھوٹ نہیں سمجھتا اسلئے کہ ہر سمجھدار آدمی جانتا ہے کہ دیوار نہیں مار سکتی اسی طرح یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی بڑے بت کیطرف نسبت کر کے ایسی ہی صورتحال پیدا فرمائی کیونکہ وہ بت پرست بھی جانتے اور مانتے تھے کہ یہ بڑا بت دوسرے بتوں کو توڑ نہیں سکتا۔

تو حاصل یہ کہ یہ ظاہراً تو جھوٹ (کذب) ہے کیونکہ کذب کی اصطلاحی تعریف اسپر صادق ہے لیکن حقیقۃً جھوٹ نہیں ہے کیونکہ اس سے کسی کو دھوکہ نہیں دیا گیا۔

پس اس ظاہری اعتبار سے حدیث شریف میں اسپر کذب کا اطلاق کیا گیا ہے جو اپنی جگہ بالکل درست ہے لیکن اسکے باوجود یہ "صدیقیت" کو بھی متاثر نہیں کرتا کیونکہ حقیقی جھوٹ نہیں ہے لہذا "صدیقاً نبیا" کو اس حدیث کے منافی بنا کر پیش کرنا غلط ہے۔

۲۔انی سقیم

یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ علیہ السلام کی قوم اپنے کسی قومی تہوار کے موقع پر جشن

منانے باہر جاری تھی تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی دعوت دی لیکن آپ چونکہ اس موقع سے اور فائدہ اٹھانا چاہتے تھے اسلئے انکے ساتھ چلنے سے معذرت کرتے ہوئے فرمایا "انی سقیم" (الصفت/۸۹) کہ "میں بیمار ہوں" یہاں اصل میں آپ نے "توریہ" سے کام لیا جو اہل بلاغت کے ہاں ایک مشہور صنعت ہے۔

توریہ کی حقیقت: "توریہ" اسکو کہتے ہیں کہ کسی لفظ کے دو معنی ہوں ایک قریبی اور ایک بعیدی اور متکلم قریبی معنی چھوڑ کر بعیدی معنی مراد لے۔

التورية وهو ان يطلق لفظ له معنيان قريب و بعيد ويراد به البعيد (مختصر المعانی/۴۵۶)

تو یہاں ابراہیم علیہ السلام نے بھی "سقیم" کا قریبی معنی چھوڑ کر بعیدی معنی مراد لیا ہے اسکا قریبی معنی ہے "جسمانی تکلیف سے بیمار" اور بعیدی معنی ہے "روحانی تکلیف سے بیمار" تو سامعین نے پہلا معنی سمجھ کر معذور سمجھا جبکہ آپ نے دوسرا معنی مراد لیا تھا کیونکہ آپ کو اس وقت کوئی جسمانی تکلیف نہ تھی بلکہ روحانی تکلیف تھی کہ اپنی قوم کو کفر و شرک میں نیز فضول و بے ہودہ کاموں میں لگا دیکھ کر آپ کُڑھ رہے تھے۔

اور یہ "توریہ" سامع کے اعتبار سے جھوٹ ہوتا ہے کیونکہ ذہن عموماً قریبی معنی کیطرف ہی متوجہ ہوتا ہے لیکن متکلم کے اعتبار سے سچ ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی اسکا وضعی معنی ہی مراد لے رہا ہوتا ہے لیکن چونکہ بعیدی معنی مراد لیتا ہے اسلئے سامع دھوکہ میں پڑ جاتا ہے۔

تو "توریہ" اپنے بعیدی معنی کے لحاظ سے سچ اور قریبی معنی کے لحاظ سے جھوٹ ہوتا ہے یا یوں کہیں کہ متکلم کے اعتبار سے سچ اور سامع کے اعتبار سے جھوٹ ہوتا ہے پس اسی اعتبار سے حدیث میں اسکو جھوٹ کہا گیا ہے جو اپنی جگہ درست ہے اور اسپر اعتراض غلط ہے۔

۳۔اپنی بیوی کو بہن کہنا

اسکا واقعہ تفصیل سے حدیث کے ترجمہ میں گزر چکا ہے وہاں دوبارہ ملاحظہ فرمالیں۔ یہاں بھی آپ علیہ السلام نے توریہ سے کام لیا ہے کیونکہ ”اخت“ کا قریبی معنی ہے ”نسبی بہن“ اور بعیدی معنی ہے ”دینی بہن“ اور آپؑ نے یہی دوسرا معنی مراد لیا ہے تو اگر چہ آپؑ کی مراد کے اعتبار سے یہ بالکل سچ ہے لیکن سامع کی فہم کے اعتبار سے اسکو جھوٹ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور حدیث میں اسی اعتبار سے اسکو جھوٹ کہا گیا ہے۔تمام شراح حدیث نے اس حدیث پاک کی یہی تشریح کی ہے۔

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

واما اطلاقه الكذب على الامور فلكونه قال قولا يعتقده السامع كذبا لكنه اذا حقق لم يكن كذبا لانه من باب المعاريض المحتملة للامرين فليس بكذب محض (فتح الباری: احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ: واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا) امید ہے اتنی بات سمجھنے کیلئے کافی ہوگی۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ”علامہ“ کا یہ کہنا کہ ”ایک بھی انمیں نہ توریہ ہے نہ جھوٹ“ حقائق کے یکسر منافی ہے۔اور اس حدیث کو معاذ اللہ ”جھوٹی داستان“، ”بکواس“ اور ”رواۃ کی شرارت“ قرار دینا بہت بڑی جرأت ہے ”علامہ“ کے بات کرنے کا انداز ایسا ہے جیسے ان پر اس بارے کوئی ”وحی“ نازل ہوئی ہو۔

اب آیئے ان رواۃ کو دیکھتے ہیں جنکو ”علامہ“ نے ”کذاب“، ”بددماغ“ اور ”لعنتی“ کہا ہے۔

رواۃ حدیث: سلیمان، حماد بن زید، ایوب، محمد، ابو ہریرہؓ۔

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

۱۔ابوایوب سلیمان بن حرب بن بجیل الازدی البصری من صغری الاتباع التوفی ۲۲۴ھ

ابو حاتم الرازیؒ	:	امام من الائمۃ، لایدلس	(تھذیب التھذیب ۱۵۷/۴)
یحییٰ بن اکثمؒ	:	ثقۃ، حافظ	(ایضاً ۱۵۸/۴)
النسائیؒ	:	ثقۃ، مامون	(ایضاً)
یعقوب بن شیبہؒ	:	ثقۃ، ثبت، صاحب حفظ	(ایضاً)
ابن خراشؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)

۲۔ ابو اسماعیل حماد بن زید بن درھم الازدی الجھضمی البصری الازرق من وسطی الاتباع المتوفی ۱۷۹ھ۔

احمد بن حنبلؒ	:	من ائمۃ المسلمین	(تھذیب التھذیب ۱۰/۳)
یحییٰ بن معینؒ	:	مارایت احفظ منہ	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ، ثبت، حجۃ	(ایضاً)
الخلالؒ	:	ثقۃ، متفق علیہ	(ایضاً)
ابن مھدیؒ	:	لم اراحدا قط اعلم بالسنۃ منہ	(ایضاً)
الذھبیؒ	:	یحفظ حدیثہ کالماء	(الکاشف ۳۴۹/۱)

۳۔ ابو بکر ایوب بن ابی تمیمۃ السختیانی دیکھئے اعتراض نمبر ۲۴ صفحہ ۳۰۷

۴۔ ابو بکر محمد بن سیرین مولی انس بن مالک الانصاری البصری من وسطی التابعین المتوفی سنہ ۱۱۰ھ۔

ابن عونؒ	:	یحدث بالحدیث علی حروفہ	(تھذیب التھذیب ۱۹۱/۹)
احمد بن حنبلؒ	:	من الثقات	(ایضاً)
یحییٰ بن معینؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ، مامون	(ایضاً)

العجلیؒ	:	ثقہ	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	حافظ، متقن	(ایضاً)

۵۔حضرت ابو ہریرہؓ دیکھئے اعتراض نمبر۳ صفحہ ۱۶۵

کیا ان روات میں کوئی ایک راوی بھی ایسا آیا جسکے بارے میں ائمہ فن میں سے کسی ایک نے بھی کوئی کمزوری پر دلالت کرنے والا لفظ کہا ہو؟ **فلعنة الله على الكاذبين**

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اور اب اخیر میں یہ بھی معلوم رہنا چاہئے کہ اسی حدیث کو امام بخاریؒ کے علاوہ امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام ابوداودؒ اور امام احمدؒ نے بھی روایت کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

مسلم شریف: الفضائل، باب من فضائل ابراہیم الخلیلؑ، رقم (۴۳۷۱)

ترمذی شریف: تفسیر القرآن، باب من سورۃ الانبیاء، رقم (۳۰۹۰)

ابوداود شریف: الطلاق، باب فی الرجل یقول لامرأتہ یا اختی رقم (۱۸۹۱)

مسند احمد: مسند المکثرین، مسند ابی ہریرہؓ، رقم (۸۸۷۳)

کیا اب بھی تصدیق کے سوا کوئی چارہ ہے؟ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔ آمین!

﴿اعتراض نمبر ۳۱﴾

﴿۳۱﴾قرآن مقدس قرآن پاک میں مسلمان کیلئے حرام اور پلید چیزوں کے استعمال سے دور رہنے کا حکم ہے اور حلال طیب استعمال کرنے کا حکم ہے،، كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا، نجس اور پلید اشیاء کو ان پر حرام الاستعمال کہا...... **بخاری محدث نبی ﷺ پر جھوٹ** لیکن بخاری میں ایک اور جھوٹی روایت جس میں اللہ کے رسول ﷺ پر صریح جھوٹ ہے کہ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو اونٹوں کے پیشاب پینے کا حکم دیا تھا... قبیلہ عقل کے لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے مدینہ عالیہ مقام صفہ میں ٹھرائے گئے آب و ہوا کے موافق نہ آنیکی وجہ سے بیمار پڑ گئے تو آپ ﷺ نے انکو حکم دیا کہ صدقہ کے اونٹ جہاں رہتے ہیں وہاں چلے جاؤ اور وہاں اونٹوں کا پیشاب بھی پیو اور دودھ بھی پیو،،، فامرهم ان ياتوا اهل الصدقة فيشربوا من ابوالها والبانها،، (بخاری ۲ ص۵۵) امام بخاری کو اتنا بھی خیال نہیں آیا کہ میں راویوں کی مرض کی تحقیق پہلے کرلوں کہ ایسا روایت کر کے کیا کرنا چاہتے ہیں کسی کو مغالطہ ہوا ہے یا اپنی تیرہ قلبی اور کینے وری کا ثبوت دے رہے ہیں کہ جس حرام میں اللہ نے شفا بھی نہیں رکھی اور جو پیشاب بدن اور کپڑوں کو پلید کر دیتا ہے... آپ ﷺ مسلمان انسان کو اسکے پی لینے کا حکم کس طرح دے سکتے ہیں؟ یہ امام بخاری کی بے نظری اور حلال و حرام کی

حقیقت سے ناواقفی اور اس سے بے پرواہی کی دلیل تو نہ بنے گی؟ یا روایات جمع کرنے کی دھن میں وہ ایسا کر گئے ہیں؟ ورنہ اسی روایت کے بعد والی روایت میں خود درج کیا ہے کہ ان لوگوں نے کہا تھا، "ابغنا رسلاً یا رسول اللہ"، ہمکو دودھ چاہیے تو آپ ﷺ نے فرمایا یہاں دودھ تو نہیں ہے وہاں صدقہ کے اونٹ کے مقام پر چلے جاؤ وہاں دودھ عام مل جائیگا... چنانچہ وہ گئے تو از خود پیشاب پینے لگ گئے آپ ﷺ نے کوئی حکم نہ دیا تھا، "فاتوھا فشربوا من البانہا وابوالہا"، تو امام بخاری کو کیا فائدہ ہوا کہ دورخی روایات صرف تکثیر روایات کیلئے جمع کر دیں....

(قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۶۴۔۶۵)

﴿الجواب﴾

اعتراض میں مذکور حدیث اور اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث: حدثنا علی بن عبداللہ حدثنا الولید بن مسلم حدثنا الاوزاعی حدثنی یحییٰ بن ابی کثیر قال حدثنی ابو قلابة الجرمی عن انس رضی اللہ عنہ قال: قدم النبی ﷺ نفر من عکل فاسلموا فاجتووا المدینة فامرھم ان یاتوا ابل الصدقة فیشربوا من ابوالھا والبانھا ففعلوا فصحوا فارتدوا وقتلوا رعاتھا واستاقوا الابل فبعث فی اٰثارھم فاتی بھم فقطع ایدیھم وارجلھم وسمل اعینھم ثم لم یحسمھم حتی ماتوا (صحیح بخاری: الحدود، باب المحاربین من اھل الکفر والردة، رقم ۶۸۰۴)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ عکل کے کچھ لوگ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے اور مدینہ کی آب وہوا انکو موافق نہ آئی تو آپ ﷺ نے انکو حکم دیا کہ وہ صدقہ کے اونٹوں میں چلے جائیں اور انکے پیشاب اور دودھ پئیں۔ انہوں نے ایسا کیا اور ٹھیک ہو گئے اسکے بعد مرتد ہو گئے اور اونٹوں کے چرواہوں کو قتل کر کے انکو ہانک لے گئے آپ ﷺ نے انکے پیچھے کچھ لوگوں کو بھیجا پس انکو گرفتار کر کے لایا گیا تو آپ ﷺ نے انکے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے اور انکی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر دیں پھر آپ ﷺ نے انکو داغا بھی نہیں یہاں تک کہ وہ مر گئے۔

یہاں "علامہ" کو یہ اعتراض ہے کہ اللہ نے فرمایا "یحرم علیھم الخبائث" کہ گندی چیزیں حرام کر دی گئی ہیں لیکن بخاری نے ایک جھوٹی روایت ذکر کی ہے جسمیں رسول اللہ ﷺ پر صریح

جھوٹ بولا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو اونٹوں کے پیشاب پینے کا حکم دیا۔

بات کا بتنگڑ: اسکا جواب یہ ہے کہ یہاں بھی ''علامہ'' نے حسب عادت بات کا بتنگڑ بنایا ہے۔ بات صرف اتنی تھی کہ قبیلہ عکل کے لوگوں کے پیٹ پھول گئے تو آپ ﷺ نے بطور علاج ودوا انکو اونٹوں کے پیشاب پینے کا حکم دیا اور ''علامہ'' نے اسکو بڑھا کر یہ کہہ دیا کہ ''مسلمانوں کو اونٹوں کے پیشاب پینے کا حکم دیا'' کیا یہ عمومی حکم تھا؟ اور عمومی حالات کیلئے تھا؟ ہرگز نہیں بلکہ صرف قبیلہ عکل کے لوگوں کیلئے تھا اور بیماری کی حالت میں تھا تو اسکو ان عام الفاظ سے تعبیر کرنا یقیناً اندر کے کسی روگ کی نشاندہی کرتا ہے۔

مسئلہ تداوی بالمحرم: بطور دوا حرام چیز کا استعمال اگرچہ مختلف فیہ ہے تاہم فتوی اسپر ہے کہ کوئی مسلمان دیندار ماہر حکیم یا ڈاکٹر بطور دوا اسکو تجویز کرے اور اسکا کوئی متبادل نہ ہو تو اسکا استعمال جائز ہے۔

''اختلف فی التداوی بالمحرم وظاهر المذهب المنع...وقيل يرخص اذا علم فيه الشفاء ولم يعلم دواء آخر كما رخص الخمر للعطشان وعليه الفتوى!'' (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ۱/۱۵۴)

اب آپ ﷺ سے بڑھکر کوئی طبیب ہوسکتا ہے جبکہ آپکو بذریعہ وحی انکی شفاء اسی میں بتائی گئی ہو؟ پھر اسکے جواز میں کیا شک رہ جاتا ہے؟

علامہ ابن حجرؒ نے ابن المنذرؒ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ ''انکے پیٹ کی بیماری کی شفاء اونٹوں کے پیشاب میں تھی''

''روی ابن المنذر عن ابن عباس مرفوعا ان فی ابوال الابل شفاء الذربة بطونهم'' (فتح الباری: الوضو، باب ابوال الابل والدواب الخ)

اور یہ بات کہ ''حرام میں اللہ نے شفاء بھی نہیں رکھی'' اسکا ذکر بعض احادیث میں ضرور ملتا

ہے لیکن انکو مکمل پڑھنے سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ خاص شراب کے بارے میں ہیں۔ باقی "ابغنا رسلا" والی حدیث سے اسکا کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ اسکا مطلب اتنا ہے کہ انہوں نے دودھ طلب کیا لیکن آپ ﷺ نے وحی کی روشنی میں بطور معالج انکو دودھ کے ساتھ پیشاب بھی پینے کا حکم دیا جس پر انہوں نے عمل کیا اور شفایاب ہوئے۔

کیا یہ روایت جھوٹی ہے؟: اور یہ کہنا کہ یہ "جھوٹی روایت" ہے آفتاب نصف النہار کو جھٹلانے کے مترادف ہے تمام محدثین اور فقہاء نے اسکو نقل کیا ہے امام مالکؒ، امام احمدؒ اور امام محمدؒ نے اسی حدیث سے اونٹوں بلکہ تمام حلال جانوروں کے پیشاب کی طہارت کا حکم لگایا ہے امام ابو یوسفؒ نے اسی حدیث سے تداوی بالحرم کے جواز کا فتوی دیا ہے اور جن فقہاء نے اسکی اجازت نہیں دی جنمیں امام ابو حنیفہ بھی شامل ہیں انہوں نے بھی اس حدیث کو صحیح سمجھا ہے تاہم اسکو آپ ﷺ کی خصوصیت پر محمول کیا ہے کہ آپ ﷺ کو بذریعہ وحی انکی شفاء یقینی طور پر اسمیں معلوم ہوئی تھی اسلئے آپ ﷺ کے حق میں اسکی اجازت دینا ٹھیک تھا لیکن دوسروں کو اسمیں یقینی شفاء کا علم نہیں ہو سکتا اسلئے انکو اسکی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ "من هنا قال مالك و محمد بطهارة بول مايو كل لحمه، وقيل: يحل للتداوى، ومن لا يجوز ذالك يقول: انه ﷺ بالوحى داواهم بالبول وهو مفقود فى غيره فلا يحل بقول الغير" (شرح ابن ماجہ للسندیؒ: الطب، باب ابوال الابل)

امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو نقل کر کے فرمایا ہے۔

"هذا حديث حسن صحيح" دیکھئے ترمذی شریف کتاب الطہارۃ، باب ماجاء فی بول مایوکل لحمہ۔

گویا تمام فقہاء اور محدثین کا اس حدیث کی صحت پر اجماع ہے اب ہم ان فقہاء اور محدثین کی بات کو درست جانیں جنکے علم و عمل پر پوری امت کو اعتماد ہے یا "علامہ" کی بات مانیں جو واقفانِ حال کے نزدیک سرچشمۂ جہالت اور منبع ضلالت ہیں؟

اب آیئے ان رواۃ کو دیکھتے ہیں جنکو علامہ نے "تیرہ قلبی" اور "کینہ وری" کے ساتھ متہم کیا

ہے۔

رواۃ حدیث: علی بن عبداللہ، ولید بن مسلم، الاوزاعی، یحیٰ بن ابی کثیر، ابوقلابہ، حضرت انسؓ۔

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

۱۔ابوالحسن علی بن عبداللہ الملقب بابن المدینی دیکھئے اعتراض نمبر۹ صفحہ ۲۰۵

۲۔ابوالعباس الولید بن مسلم القرشی الدمشقی من الوسطی من الاتباع التوفی ۱۹۵ھ۔

محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۱۳۴/۱۱)
ابوحاتم الرازیؒ	:	صالح الحدیث	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
یعقوب بن شیبہؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابومسہرؒ	:	من ثقات اصحابنا	(ایضاً)
صدقۃ بن الفضل المروزیؒ	:	حافظ، متقن	(ایضاً/۱۳۵)

۳۔ابوعمرو عبدالرحمن بن عمرو بن ابی عمرو الاوزاعی الشامی من کبار الاتباع التوفی ۱۵۷ھ۔

سفیان بن عیینہؒ	:	امام اھل زمانہ	(تھذیب التھذیب ۲۱۷/۶)
عیسی بن یونسؒ	:	حافظ	(ایضاً)
یحیٰ بن معینؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ، مامون	(ایضاً)
عمرو بن الفلاسؒ	:	ثبت	(ایضاً ۲۱۸/۶)
یعقوب بن شیبہؒ	:	ثقۃ، ثبت	(ایضاً)

۴۔ابونصر یحیٰ بن ابی کثیر صالح بن المتوکل الطائی البصری من الصغری من التابعین التوفی ۱۳۲ھ۔

شعبۃ بن الحجاجؒ	:	احسن حدیثا من الزہری	(تھذیب التھذیب ۲۳۵/۱۱)

احمد بن حنبلؒ	:	من اثبت الناس	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً ۱۱/۲۳۶)
ابوحاتم الرازیؒ	:	امام، لایحدث الاعن ثقۃ	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	وثقہ وقال: یدلس	(ایضاً)

یحییٰ بن ابی کثیر کا مدلس ہونا مضر نہیں: یہاں چونکہ "حدثنی ابو قلابہ" میں تحدیث کی صراحت ہے اسلئے تدلیس مضر نہیں۔

۵۔ ابو قلابہ عبداللہ بن زید بن عمرو بن نابل الجرمی البصری من الوسطی من التابعین التوفی سنہ ۱۰۴ھ۔

محمد بن سیرینؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۵/۱۹۸)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابن خراشؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابوحاتم الرازیؒ	:	ثقۃ، لایعرف لہ تدلیس	(ایضاً)

۶۔ حضرت انس بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ۔

امید ہے رواۃ کے بارے "علامہ" کی افتراء پردازی آپ پر روز روشن کیطرح واضح ہوگئی ہوگی۔ فالحمد للہ علی ذلک

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اور اب اخیر میں یہ بھی آپکے گوش گزار کردیں کہ اسی روایت کو امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام نسائیؒ، امام ابوداودؒ، امام ابن ماجہؒ، امام احمدؒ اور امام طحاویؒ نے بھی روایت کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

مسلم شریف: القسامۃ والمحاربین الخ، باب حکم المحاربین والمرتدین (۳۱۶۲،۳۱۶۳)

جامع ترمذی: الطہارۃ، باب ما جاء فی بول ما یوکل لحمہ (٦٧)

ایضاً: الاطعمۃ، باب ما جاء فی شرب ابوال الابل (۱۷۶۸)

سنن النسائی: الطہارۃ، باب بول ما یوکل لحمہ (۳۰۳،۳۰۴)

ایضاً: تحریم الدم، باب تاویل قول اللہ عز وجل انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ (۳۹۵۸ تا ۳۹۶۷ دس روایات)

سنن ابوداود: الحدود، باب ما جاء فی المحاربۃ (۳۷۹۸)

سنن ابن ماجہ: الحدود، باب من حارب وسعی فی الارض فسادا (۲۵۶۸)

ایضاً: الطب، باب ابوال الابل (۳۴۹۴)

مسند احمد: باقی مسند المکثرین، مسند انس بن مالکؓ (۱۱۶۰۰، ۱۲۱۷۸، ۱۲۲۰۷، ۱۲۲۷۶، ۱۲۳۵۴، ۱۲۴۶۸، ۱۲۵۷۲، ۱۲۶۵۴، ۱۲۹۶۱، ۱۳۵۴۹، ۱۳۵۷۲، گیارہ روایات)

طحاوی شریف: الطہارۃ، باب بول ما یوکل لحمہ۔

کیا اب بھی یہ ''جھوٹی روایت'' ہے؟ معاذ اللہ۔

اللہ تعالیٰ جہالت وضلالت سے محفوظ رکھے۔ آمین!

اعتراض نمبر ۳۲

﴿۳۲﴾ قرآن مقدس قرآن پاک میں صحابہ کرامؓ کے معفو عنھم اور مغفور لھم اور مرضی عنھم کے علاوہ ہمیشہ کیلئے پاک صاف ہونے کے لیے اللہ نے بیسیوں آیات نازل کر کے انکو پیغام مسرت فرمایا اور وہ ہمیشہ کیلئے ''اُولٰئِكَ حِزْبُ اللّٰہ'' ''اُولٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا'' ''اُولٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْن'' ''اُولٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ'' کے القاب سے ملقب کیے گئے اور اللہ کے رسول ﷺ انکی طرف سے مطمئن ہو کر وفات یافتہ ہوئے.... **بخاری محدث صحابہؓ پر بدعت کا فتویٰ** لیکن بخاری کی کتاب نے صحابہ کرامؓ کو معاف نہیں کیا آپکی وفات کے بعد انہی صحابہؓ کو ورطہ ارتداد میں داخل کرنے اور قرآن کی صریح بغاوت کیلئے بخاری صاحب نے روات کے ذریعہ انکو بری طرح بدنام کرنیکی سعی نامراد کی ہے اور کہا، ''لیردنّ علی ناس من اصحابی الحوض حتی عرفتھم اختلجوا دونی فاقول اصحابی فیقول لا تدری ما احدثوا بعدك'' (بخاری ۴) حوض کوثر پر میرے اصحاب کی جماعت میرے پاس آئیگی (جنکو میں نے زندگی میں کہا، ''موعد کم الحوض'') اور میں انکو پہچان بھی لوں گا تو اچانک وہاں سے اچک لئے جائیں گے تو میں کہوں گا یہ تو میرے صحابہؓ ہیں انکو کیوں مجھ سے دور کیا جا رہا ہے تو مجھے اللہ کہیگا کہ آپ کو پتہ نہیں کہ آپکی موت کے بعد انہوں نے کیا کیا بدعات وارتداد

کے فتنے جاری کئے تھے... یہ حال ہے امام بخاری کی قرآن فہمی کا اور قرآن کے روایات پر مقدم سمجھنے کا اور اتنا بھی نہ سوچا کہ قرآن تو کہہ رہا ہے ،،یدخلون فی دین اللہ افواجاً،، کہ آپکی وفات کے قریب تو لوگ فوج در فوج اور بھی دین میں داخل ہو جائیں گے.. اور میرے راوی کیا بکواس کر رہے ہیں کہ نہیں پہلے اور قدیم صحابہ کی جماعت بھی بدعت وارتداد میں چلی جائیگی. العیاذ باللہ یہی بکواس تو روافض کے مذہب کی بنیاد تھی جو زہری ایسے حلال خوروں نے امام بخاری کا مذہب بھی یہی ثابت کرنا چاہا ہے روافض کا بھی متفقہ مذہب شیطانی یہ ہے کہ ،،ارتد اصحاب النبی ﷺ بعد وفاتہ الا ثلثۃ،، کہ علی،سلمان،مقداد، کے علاوہ سب صحابہؓ مرتد ہو گئے تھے،،... معاذ اللہ من.. (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۶۵_۶۷)

﴿﴿الجواب﴾﴾

اعتراض میں مذکور حدیث اور اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث: حدثنا مسلم بن ابراھیم حدثنا وھیب حدثنا عبدالعزیز عن انس عن النبی ﷺ قال لیردن علی ناس من اصحابی الحوض حتی عرفتھم اُختلجوا دونی فاقول اصحابی فیقول لا تدری ما احدثوا بعدك (صحیح بخاری:الرقاق، باب فی الحوض،رقم۶۰۹۶)

ترجمہ: حضرت انسؓ نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ میرے اصحاب میں سے کچھ لوگ حوض کوثر پر میرے پاس آئینگے اور میں انکو پہچان لونگا کہ اتنے میں انکو میرے پاس آنے سے پہلے ہی اچک لیا جائیگا میں کہوں گا یہ میرے اصحاب ہیں تو اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ آپ کو نہیں معلوم جو کچھ انہوں نے آپکے بعد کیا۔

حدیث اور اسکا ترجمہ آپنے ملاحظہ فرمایا اب چتروڑی صاحب کے اعتراض کی طرف آتے ہیں ان کو یہاں اعتراض یہ ہیکہ صحابہ کرامؓ کی تعریف سے قرآن مجید بھرا ہوا ہے انکے معفو عنھم مغفور لھم اور مرضی عنھم ہونے کا ذکر قرآن مقدس میں کئی جگہ آیا ہے اور انکو قرآن مجید کی بیسیوں آیات میں حزب اللہ، المؤمنون حقاً، متقون، راشدون جیسے القاب سے ملقب کیا گیا ہے لیکن بخاری کی کتاب نے صحابہ کرامؓ کو معاف نہیں کیا آپ ﷺ کی وفات کے بعد انہی صحابہ کو ورطۂ ارتداد میں داخل کرنے اور قرآن کی صریح بغاوت کیلئے بخاری صاحب نے رواۃ کے ذریعے انکو بری

طرح بدنام کرنیکی سعی نامراد کی ہے۔

بخاری شریف مناقب صحابہؓ سے بھری ہوئی ہے: چتروڑی صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ جس طرح قرآن مجید صحابہ کرامؓ کی تعریف سے بھرا ہوا ہے اسی طرح امام بخاریؒ کی کتاب صحیح بخاری بھی صحابہ کرامؓ کی تعریف سے بھری ہوئی ہے جگہ جگہ آپ کو صحابہ کرامؓ کی خدمات اور انکے کارناموں کا ذکر ملے گا اور ''کتاب المناقب'' میں تو مستقلاً صحابہ کرامؓ کے فضائل ومناقب بیان کیے گئے ہیں من حیث الجماعت بھی اور من حیث الافراد بھی۔ اور وہاں آپکو حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ وغیرھم کے فضائل ومناقب نام بنام مستقل ابواب میں ملیں گے جب ایسا ہے تو پھر یہ کہنا کتنی بڑی زیادتی ہے کہ ''بخاری صاحب نے رواۃ کے ذریعے انکو (صحابہ کرامؓ) کو بری طرح بدنام کرنے کی سعی نامراد کی ہے''؟

حدیث اصیحابی کی تشریح: باقی رہی یہ روایت اور اس جیسی دیگر روایات تو انکا بھی اپنا ایک محمل ہے اسلئے انکو سرے سے جھٹلا دینا حقیقت واقعیہ کے خلاف ہے یہی وجہ ہے کہ کسی محدث اور مفسر نے انکی تکذیب نہیں کی بلکہ صحیح تشریح کی ہے چنانچہ حضرت قبیصہؒ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ابوبکرؓ کے دور میں مرتد ہو گئے تھے اور حضرت ابوبکرؓ نے ان سے جہاد کیا جسمیں وہ قتل کر دیئے گئے اور اس طرح وہ کفر پر مرے۔ خطابیؒ کہتے ہیں کہ اس سے مراد دیہاتوں کے رہنے والے بدو اور گنوار لوگ ہیں جو علم دین سے نابلد تھے اور جن کا اشاعت دین میں کوئی حصہ نہ تھا باقی رہے مشہور صحابہؓ تو ان میں سے کوئی ایک بھی مرتد نہیں ہوا اور بعض روایات میں ''اصیحابی'' کا لفظ مصغر انکی بھی قلت تعداد کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

عن قبیصة قال: هم الذین ارتدوا علی عهد ابی بکر فقاتلهم ابو بکر یعنی قتلوا وماتوا علی الکفر. وقال الخطابی: لم یرتد من الصحابة احد انما ارتد قوم من جفاة الاعراب ممن لانصرة له فی الدین وذالك لایوجب قدحافی الصحابة

المشهورين ويدل قوله اصيحابی بالتصغير علی قلة عددهم (فتح الباری: کتاب الرقاق، باب فی الحوض)

قاضی عیاضؒ کا کہنا ہے کہ اس سے مراد وہ بدو اور گنوار لوگ ہیں جو حضورﷺ کے زمانہ میں مسلمان ہو گئے تھے اور پھر مسیلمہ اور اسود عنسی وغیرہ کے دام فریب میں پھنس کر اسلام سے مرتد ہو گئے تھے اور یہاں اصحابی کے لفظ سے مہاجرین وانصار صحابہ کرام مراد نہیں ہیں بلکہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسلام قبول کر چکے تھے اور ایک آدھ بار حضورﷺ کی خدمت میں حاضر بھی ہو چکے تھے لیکن انکو کامل صحبت کا شرف حاصل نہ تھا وہ فرماتے ہیں اصحاب کا لفظ اگرچہ عرفاً اُن مہاجرین وانصار صحابہؓ کیلئے مستعمل ہوتا ہے جو ہمیشہ آپکی صحبت سے فیض یاب رہتے تھے تاہم لغۃً اِسکا (اصحاب کا) استعمال ان لوگوں کیلئے بھی ہوتا ہے جنہوں نے کسی وفد کی معیت میں صرف ایک مرتبہ بھی آپکی خدمت میں حاضری دی اور تابعداری اختیار کی تو اس حدیث میں اصحاب سے ایسے ہی لوگ مراد ہیں نہ کہ مشہور صحابہ مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم۔

قال القاضی: يريد بهم من ارتد من الاعراب الذين اسلموا فی ايامه كاصحاب مسيلمة والاسودو اضرابهم فان "اصحابه" وان شاع عرفا فيمن يلازمونه من المهاجرين والانصار شاع استعماله لغةً فی كل من تبعه وادرك حضرته ووفد عليه ولو مرة (تحفۃ الاحوذی شرح الترمذی: تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الانبیاء کما بدأنا اول خلق نعیدہ)

اور "حتیٰ عرفتھم" کا لفظ انکے جانا پہچانا ہونے پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ حضورﷺ اپنی فراست سے انکو بھی پہچان لینگے جو ایک مرتبہ بھی آپکی خدمت میں حاضر ہو چکے تھے ورنہ وہ کوئی مشہور و معروف لوگ نہیں ہونگے "ناس" کا لفظ اپنے نکرہ ہونے کی بنا پر انکی نکارت اور اوپرے پن پر دلالت کر رہا ہے۔

یہ حدیث تنبیہ بھی ہے اور پیشینگوئی بھی: اصل میں یہ حدیث ایک تنبیہ بھی ہے اور

پیشینگوئی بھی۔

تنبیہ اسطرح کہ آپ ﷺ نے حفظ ماتقدم کے طور پر یہ فرمایا کہ خیال کرنا کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے انتقال کے بعد تم الٹے پاؤں پھر جاؤ۔ اگر ایسا ہوا تو پھر یہی حال ہوگا کہ تم حوض کوثر پر میرے پاس پہنچو گے اور میں بھی تمہیں پہچان لوں گا اور تمہیں پانی پلانا چاہونگا لیکن علیم وخبیر ذات تمہیں اچک لے گی اور تم کو مجھ سے دور کر دیا جائے گا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے افائن مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا (آل عمران/۱۴۴) کہ اگر آپ ﷺ فوت ہو جائیں یا آپ ﷺ کو شہید کر دیا جائے تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو شخص الٹے پاؤں پھر گیا تو وہ ہرگز اللہ کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گا۔

اور پیشینگوئی اس طرح کہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ ایسا ہوگا کہ میرے انتقال کے بعد کچھ لوگ مرتد ہو جائینگے اور پھر میرے پاس حوض کوثر پر آنے کی کوشش کرینگے لیکن انکو مجھ سے دور کر دیا جائیگا۔

اور تاریخ گواہ ہے کہ آپ ﷺ کی یہ پیشینگوئی سچ ہو کر رہی کہ آپ ﷺ کے انتقال کیوجہ سے اسلام کی وقتی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کچھ لوگ زکوٰۃ کا انکار کر کے مرتد ہو گئے اور کچھ جھوٹے مدعیان نبوت مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کے پیچھے لگ کر مرتد ہو گئے جن سے حضرت ابوبکرؓ نے زوردار جہاد کیا جسکے نتیجے میں اللہ نے اس فتنۂ ارتداد کو ختم فرمایا اور اسلام کو مضبوط کر دیا۔

''علامہ'' کی روافض سے مغلوبیت: اس روایت سے روافض نے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ کہا ہے کہ یہ روایت معاذ اللہ خلفاء ثلثہ کے بارے میں وارد ہوئی ہے اور چتر وڑی صاحب ان سے اتنے مغلوب ہوئے کہ سوائے اس روایت کا انکار کرنے کے اور کوئی راستہ نہ پا سکے اسلئے ہاتھ دھو کر اس روایت کے پیچھے پڑ گئے تا کہ ''نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری'' والا معاملہ ہو جائے کہ نہ یہ روایت رہے اور نہ روافض اس سے استدلال کر سکیں۔ لیکن یہ ''علامہ'' کی مرعوبیت کی دلیل ہے اور نادان دوست کیطرح اسلام کو فائدہ پہنچانے کی کوشش ہے کہ ایک اعتراض سے بچنے کیلئے پوری

عمارت کو گرا دیا جائے کیا جب حدیث رسول مشکوک ہو جائیگی تو اسلام کی عمارت باقی رہ سکے گی؟ اور جب بخاری شریف مشکوک ہو جائیگی تو اس سے نچلے درجے کی کتب حدیث قابل اعتبار رہ جائینگی؟

اور اگر یہی اصول ہے کہ روافض جس سے دلیل پکڑیں اسکا انکار کر دیا جائے تو قرآن مجید کی بہت سی آیات سے بھی وہ غلط استدلالات کرتے ہیں تو کیا ان آیات کا بھی انکار کر دینا چاہئے؟

اور فرماتے ہیں ''قرآن تو کہہ رہا ہے یدخلون فی دین الله افواجا'' کہ آپ ﷺ کی وفات کے قریب تو لوگ فوج در فوج اور بھی دین میں داخل ہو جائینگے اور میرے راوی کیا بکواس کر رہے ہیں کہ نہیں پہلے اور قدیم صحابہ کی جماعت بھی بدعت وارتداد میں چلی جائیگی''۔

میں کہتا ہوں یدخلون فی دین الله افواجا اللہ تعالیٰ کی پیشگوئی ہے اور یہ حدیث مبارک حضور ﷺ کی پیشگوئی ہے اور یہ دونوں پیشگوئیاں حرف بحرف سچی ہوئیں کہ جب مکہ فتح ہو گیا تو لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے قبیلوں کے قبیلے وفدوں کی شکل میں آ کر اسلام قبول کرنے لگے اللہ تعالیٰ کی پیشگوئی پوری ہوئی پھر آپ ﷺ کے انتقال کے بعد ایک طرف مانعین زکوٰۃ کھڑے ہو گئے دوسری طرف مسیلمہ اور اسود عنسی نے اپنی جھوٹی نبوتوں کا اعلان کر دیا اور کافی لوگ انکے پیچھے بھی لگ گئے جنمیں سے کچھ لوگ وہ بھی تھے جو حضور ﷺ کے ہاتھ پر مسلمان ہو چکے تھے اور اس طرح حضور ﷺ کی پیشگوئی پوری ہوگئی۔

اور اس حدیث کو معاذ اللہ راوی کی ''بکواس'' کہنا بہت بڑی جسارت ہے کوئی مومن اسکی جرأت نہیں کر سکتا۔

اور قدیم صحابہ کی جماعت کا بدعت وارتداد میں چلے جانے کا ذکر بخاری کی اس روایت میں ہرگز نہیں ہے ہم پیچھے شراح حدیث سے یہ نقل کر چکے ہیں کہ اس سے مراد دیہاتوں کے بدو لوگ ہیں اور مشہور صحابہ میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو معاذ اللہ ارتداد کا شکار ہوا ہو لیکن ''علامہ'' چونکہ روافض سے مغلوب ومرعوب ہیں اسلئے انکی بولی بول رہے ہیں۔

''علامہ'' کوزہری فوبیا: اور لکھتے ہیں ''یہی بکواس تو روافض کے مذہب کی بنیاد

تھی جوزہری ایسے ''حلال خوروں'' نے امام بخاریؒ کا مذہب بھی یہی ثابت کرنا چاہا ہے'' لگتا ہے ''علامہ'' کوزہری فوبیا ہوگیا ہے کیونکہ اس روایت میں زہری کا نام ونشان بھی نہیں نہ متن میں، نہ سند میں، لیکن پھر بھی ''علامہ'' سارا قصور زہری کے ذمے لگارہے ہیں۔

باقی روافض کے قول "ارتد اصحاب النبی ﷺ بعد وفاته الاثلثه" کی امام بخاری کی اس روایت سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے کیونکہ اسمیں تو عشرہ مبشرہ بالجنۃ کہ جنکو نام بنام جنت کی خوشخبری دی گئی ہے وہ بھی جنت سے خارج ہورہے ہیں جبکہ بخاری کی روایت میں ایسی بات ہرگز نہیں ہے کیونکہ اسمیں تصغیر کا لفظ خود قلت کی طرف اشارہ کررہا ہے اور محدثین کی تشریح سے معلوم ہورہا ہے کہ وہ چند ایک بھی غیر معروف تھے مشہور ومعروف اور حضور ﷺ کے معتمد صحابہ جیسے ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ وغیرہ میں سے معاذ اللہ کوئی ایک بھی نہ تھا۔

اب ان راویوں کو دیکھتے ہیں جنکو ''علامہ'' نے معاذ اللہ ''بکواسی'' کہا ہے۔

رواۃ: مسلم بن ابراہیم، وہیب، عبدالعزیز، حضرت انسؓ۔

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

۱۔ ابوعمرو مسلم بن ابراہیم الازدی الفراہیدی البصری الملقب بالشحام من الصغری من الاتباع المتوفی ۲۲۲ھ۔

یحییٰ بن معینؒ	:	ثقۃ، مأمون	(تھذیب التھذیب ۱۰/۱۱۰)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابوحاتم الرازیؒ	:	ثقۃ، صدوق	(ایضاً)
ابن قانعؒ	:	صالح	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	من المتقنین	(ایضاً)

۲۔ ابوبکر وہیب بن خالد بن عجلان الباہلی البصری الملقب بصاحب الکرابیس من کبار

الاتباع المتوفی ۱۶۵ھ۔

ابن مھدیؒ	:من ابصر اصحابہ بالحدیث والرجال		(تھذیب التھذیب ۱۴۹/۱۱)
احمد بن حنبلؒ	:	لیس بہ باس	(ایضاً)
یحییٰ بن معینؒ	:	من اثبت شیوخ البصریین	(ایضاً)
ابن سعدؒ	:	ثقۃ، حجۃ	(ایضاً)
ابو حاتم الرازیؒ	:	ما انقی حدیثہ وھو ثقۃ	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ، ثبت	(ایضاً)

۳۔ ابوحمزۃ عبد العزیز صہیب البنانی البصری الملقب بابن العبد دون الوسطی من التابعین المتوفی ۱۳۰ھ۔

احمد بن حنبلؒ	:	ثقۃ، ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۳۰۵/۶)
یحییٰ بن معینؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
النسائیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابو حاتم الرازیؒ	:	صالح	(ایضاً)

۴۔ ابوحمزۃ انس بن مالک بن النضر بن ضمضم بن زید بن حرام الانصاری المدنی الصحابی رضی اللہ عنہ المتوفی ۹۱ھ۔

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اور اخیر میں یہ کہ اسی مضمون کی روایات تقریباً تمام صحاح ستہ و دیگر کتب حدیث میں موجود ہیں مثلاً ملاحظہ فرمائیں۔

مسلم شریف: الفضائل، باب اثبات حوض نبینا وصفاتہ (۴۲۵۹)

ایضاً: الطھارۃ، باب استحباب اطالۃ الغرۃ والتحجیل فی الوضوء (۶۰۷)

ترمذی شریف: صفة القیمة والرقائق والورع، باب ما جاء فی شأن الحشر (۲۳۴۷)

نسائی: الجنائز، باب ذکر اول من یکسی (۲۰۶۰)

ابن ماجہ: المناسک، باب الخطبة یوم النحر (۳۰۴۸)

مسند احمد: مسند عبداللہ بن عباسؓ (۱۹۹۲) وغیر ذالک

اور ایک ایک کتاب میں یہ روایت الگ الگ سندوں کے ساتھ کئی کئی بار مذکور ہوئی ہے۔

کیا اب بھی اس روایت کو جھٹلانے کا کوئی جواز باقی ہے؟

﴿اعتراض نمبر ۳۳﴾

﴿۳۳﴾ **قرآن مقدس** قرآن مقدس سے اگر صحابہؓ کا نام نکال لیا جائے تو قرآن مقدس کا مفہوم سمجھ نہ آ سکے کیونکہ قرآن مقدس کا تقدس اصحاب رسول ﷺ کے ساتھ ہی ثابت ہے یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ کی پاک طینت کا تزکرہ قرآن میں بے شمار ہے انکی پاکیزگی جس قدر قرآن نے بیان کی ہے اتنی کوئی کتاب نہیں کر سکتی... قرآن نے جس طرح قیامت میں نبی اللہ سے ہر قسم کی ندامت سے پاکیزگی بیان کی ہے اسی طرح اصحاب رسول ﷺ سے بھی بیان کی ہے،، یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا، کا مژدہ صریح ہے... **بخاری محدث** لیکن برا ہو لعنتی راویوں کا جنہوں نے اپنی چابکدستیوں سے امام بخاری کو بھی صحابہ کرام پر بدظن کر دکھایا وہ بھی بے سوچے سمجھے روایت ٹانک دیتے ہیں اور اصحاب النبی ﷺ کی پاک طینت کو عیب ناک کر کے ہی چھوڑا ہے کہ ،، **یرد علی یوم القیامة رهط من اصحابی فیخلئون عن الحوض فاقول یا رب اصحابی فیقول انك لا علم لك بما احدثوا بعدك انهم ارتدوا علی ادبارهم القهقری**،، (بخاری ۲ کتاب الحوض) قیامت کے دن حوض کوثر پینے کیلئے میرے اصحاب میں سے ایک گروہ آئیگا تو انکو حوض سے دھکیل دیا جائیگا تو میں کہوں گا اے رب یہ تو میرے اصحاب ہیں تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھے اسکا کوئی علم نہیں جو انہوں نے تیرے بعد فتنہ انگیزی کی تھی تیرے بعد یہ لوگ دین حق سے برابر الٹے پاؤں بنتے رہے.. زہری راوی نے بخاری کو اتنا اعتماد میں لے رکھا تھا کہ بخاری صاحب کو صحابہؓ کی حیثیت عرفی قرآن سے معلوم کرنے کا موقعہ ہی نہ مل سکا.... (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۶۷ـ۶۸)

﴿الجواب﴾

اعتراض میں مذکور حدیث اور اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث: **قال احمد بن شبیب بن سعید الحبطی حدثنا ابی عن یونس عن ابن شهاب عن سعید بن المسیب عن ابی هریرةؓ انه کان یحدث ان رسول الله ﷺ قال: یرد علی یوم القیمة رهط من اصحابی فیحلئون عن الحوض فاقول: یا رب**

اصیحابی فیقول: انك لا علم لك بما احدثوا بعدك انهم ارتدوا علی ادبارهم القهقریٰ (صحیح بخاری:الرقاق، باب فی الحوض، رقم ۶۰۹۷)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میرے اصحاب میں سے کچھ لوگ میرے پاس آئینگے اور انکو حوض کوثر سے دھکیل دیا جائیگا تو میں کہونگا اے میرے رب! یہ تو میرے اصحاب ہیں تو اللہ فرمائیگا آپکو علم نہیں جو کچھ انہوں نے آپکے بعد کیا یہ لوگ الٹے پاؤں پھر گئے تھے۔

یہ بھی وہی سابقہ اعتراض ہے محض نمبر بڑھانے کی غرض سے اسکو مستقل نمبر دیکر ذکر کیا ہے ورنہ یہاں بھی وہی کچھ اگلا ہے جو پہلے اگل چکے تھے۔ہم تفصیل کے ساتھ اسکا جواب دے چکے ہیں وہاں دوبارہ ملاحظہ فرمالیں۔

- البتہ رواۃ کو دیکھ لیتے ہیں جنکو ''علامہ'' نے ''لعنتی راویوں'' کا ''خطاب'' دیا ہے۔

رواۃ حدیث: احمد بن شبیب، شبیب بن سعید، یونس، ابن شہاب، سعید بن المسیب، ابو ہریرہؓ

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

۱۔ابوعبداللہ احمد بن شبیب بن سعید الحبطی البصری من کبار تبع الاتباع التوفی ۲۲۹ھ۔

ابوحاتم الرازیؒ	:	صدوق	(تھذیب التھذیب ۳۱/۱)
ابن عدیؒ	:	وثقوه	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً)
ابن حزمؒ	:	صدوق	(موسوعۃ الحدیث تحت ھذا الحدیث)
الازدیؒ	:	منکر الحدیث، غیر مرضی	(تھذیب التھذیب ۳۱/۱)
ابن حجرؒ	:	لم یلتفت احد الی ھذا القول بل مرضی	(ایضاً)

۲۔ابوسعید شبیب بن سعید التمیمی الحبطی البصری من الوسطی من الاتباع التوفی ۱۸۶ھ۔

علی بن المدینیؒ	:	ثقة	(تھذیب التھذیب ۲۶۹/۴)
الذھلیؒ	:	وثقہ	(ایضاً)
ابوزرعۃ الرازیؒ	:	لاباس بہ	(ایضاً)
ابوحاتم الرازیؒ	:	صالح الحدیث، لاباس بہ	(ایضاً)
النسائیؒ	:	لیس بہ باس	(ایضاً)
الطبرانیؒ	:	ثقة	(ایضاً)

۳۔ ابویزید یونس بن یزید بن ابی النجاد الأیلی الشامی من کبار الاتباع المتوفی ۱۵۹ھ۔

عبداللہ بن المبارکؒ	:	کتابہ صحیح	(تھذیب التھذیب ۳۹۶/۱۱)
یحییٰ بن معینؒ	:	ثقة	(ایضاً)
النسائیؒ	:	ثقة	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقة	(ایضاً)
یعقوب بن شیبہؒ	:	صالح الحدیث	(ایضاً)
ابوزرعۃ الرازیؒ	:	لاباس بہ	(ایضاً)

۴۔ ابوبکر محمد بن مسلم ابن شہاب الزہری دیکھئے اعتراض نمبر ا صفحہ ۱۴۰

۵۔ ابومحمد سعید بن المسیب دیکھئے اعتراض نمبر ۲۲ صفحہ ۲۹۳

۶۔ حضرت ابوہریرۃؓ دیکھئے اعتراض نمبر ۳ صفحہ ۱۶۵

اور اسکی تخریج پچھلے اعتراض کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿اعتراض نمبر ۳۴، ۳۵﴾

﴿۳۴﴾ قرآن مقدس يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِىْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ ...... وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِىْ هَاجَرْنَ مَعَكَ،،، الآية یعنی آپ کیلئے موجودہ بیویوں کے علاوہ بس مہاجرات میں سے چچا کی یا پھوپھی کی یا ماموں کی یا خالہ کی بیٹی حلال ہے... لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ،،، الآية اب انکے علاوہ آپ پر کوئی عورت حلال نہیں ہے اور نہ ہی تبدیل کرنے کی اجازت ہے یہ نص قطعی ہے جو سورت احزاب ۵ ھ ہجری میں نازل

فرما کر اللہ نے آپ کیلئے قانو ناذکر فرمادیا.... **بخاری محدث** لیکن امام بخاری بے حیاراوی ابو حازم کے ذریعہ آپ ﷺ پر یہ الزام آور روایت ذکر کرتے ہیں جس میں قرآن کی نص قطعی کیخلاف آپ ﷺ کا ایک عیاش عورت سے نکاح کرنے کی کوشش کرنا ثابت ہورہا ہے جو عورت نہ مہاجرات میں سے نہ واہبۃ النفس میں سے اور نہ ہی آپکی رشتہ دار اور نہ ہی ایماندار اور نہ ہی آپ ﷺ سے واقف بس ایک آوارگی میں مست ہی تھی لاغیر ،، حدثنی ابو حازم عن سهل ابن سعد قال ذكر للنبی ﷺ امرءة من العرب فامر ابا اسيد الساعدی ان يرسل اليها فقدمت فنزلت فی اجم بنی ساعدة فخرج النبی ﷺ اليها حتیٰ جاء ها فدخل عليها فاذا امرءة منكسة راسها فلما كلمها النبی ﷺ؛؛ الخ (بخاری ج۲ اواخر كتاب الاشربة) (ا) کسی عورت کا ذکر اللہ کے نبی ﷺ نے سن کر بے تابی سے قاصد کو کہنا کہ اسکو بلوالو کیا یہ شان نبوت کے مناسب ہے؟ کیا اس عورت کا والی وارث کوئی نہ تھا جس سے آپ ﷺ بات کرتے وہ عورت اتنی خود مختار تھی اور آزاد تو ایسی عورت پر اللہ کا پیغمبر اتنا فریفتہ ہو جائے کیا یہ ہوسکتا ہے؟ کیا وہ عورت اپنے متولی وارث سے بھی سرزور تھی کہ پیغام ملنے پر دوڑتی چلی آئی اور ایسی آوارہ عورت کی خواہش اللہ کا پیغمبر کرسکتا ہے؟ کسی عورت کیطرف براہ راست خطبہ کیلئے قاصد بھیجنا جبکہ اسکے والی وارث بھی زندہ ہوں ایسا کام تو کوئی چنڈو باز بھی نہیں کرتا اللہ کے پیغمبر سے یہ کس طرح ممکن تھا؟ پھر اس عورت کا پوچھنے پر یہ جواب دینا کہ میں تو آپ ﷺ کو جانتی بھی نہیں یعنی وہ کافرہ اور کافر کی بیٹی تھی تو ایسی کافرہ مشرکہ کو خطبہ کرنا قرآن کی نص قطعی کے صریح خلاف نہیں تھا؟ سب سے زیادہ دل آزار بات تو یہ ہیکہ اللہ کے منع کرنے کے باوجود آپ ﷺ نے معاذ اللہ باغیانہ ارادہ فرمایا اور خطبہ کرنا شروع کر دیا.. (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۶۹-۷۱)

﴿۳۵﴾ قرآن مقدس قرآن پاک میں جن عورتوں کیساتھ آپ نکاح شادی کرسکتے تھے یہ بھی اجازت تھی کہ اگر کوئی مومنہ عورت آپ ﷺ کیلئے از خود اپنی جان ھبہ کردے تو آپ ﷺ چاہیں تو اس سے شادی کرسکتے ہیں بشرطیکہ واھبہ عورت مومنہ ہو اور از خود بغیر آپ ﷺ کے مطالبہ کے اپنا نفس ھبہ کردے،،، وَامْرَءَةً مُؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِیِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْكِحَهَا، یعنی پہلے واھبۃ النفس ھبہ کرے بعد میں نبی کا ارادہ ہو جائے تو نہ یہ کہ نبی ﷺ کا ارادہ پہلے ہو جائے اور عورت سے کہے کہ تو مجھے اپنا نفس ھبہ کر.. نہیں بلکہ عورت از خود ھبہ پہلے کرے بعد میں نبی اور وہ بھی تب اگر ارادہ ہو جائے... **بخاری محدث** لیکن بخاری صاحب نے لعنتی راویوں پر اعتماد کر کے بڑے وثوق سے روایت جڑ دی کہ آپ ﷺ نے اللہ سے معاذ اللہ بغاوت کر کے قرآن کے صریح خلاف ہو کر اس آوارہ عورت اور نخوت کی پیداوار سے از خود مطالبہ کر دیا کہ تو مجھے اپنا نفس ھبہ کردے (نعوذ باللہ عورت پر اتنا فریفتہ ہو گئے کہ اسکی شہرت حسن سن کر بے تابی سے اور بے صبری کیساتھ اللہ کے فرمان کی بھی پرواہ نہ کی) تو اس نخوت زادی نے کتنی کمینہ واری سے جواب دیا کہ تیرے ایسے بازاری آدمی کو میرے جیسی ملکہ کس طرح اپنا نفس دے سکتی ہے... فلما دخل عليها النبی ﷺ قال هبی نفسك لی قالت هل تهب الملكة نفسها للسوقه، ج۲ كتاب الطلاق امام بخاری بھی راویوں کی عجیب گرفت میں آئے کہ نہ قرآن کو دیکھا نہ آپ ﷺ کی حیثیت عرفی کا پاس کیا ذہن بند کر کے روایت ٹانک دی.... (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۷۱-۷۲)

الجواب

دونوں اعتراضوں میں مذکورہ روایات اور انکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

روایت نمبرا: حدثنا سعيد بن ابی مريم قال حدثنا ابو غسان قال حدثنی

ابوحازم عن سهل بن سعد قال: ذکر للنبی ﷺ امرأة من العرب فامر ابا اسید الساعدی ان یرسل الیھا فارسل الیھا فقدمت فنزلت فی اجم بنی ساعدة فخرج النبی ﷺ حتی جاء ھا فدخل علیھا فاذا امرأة منکسة رأسھا فلما کلمھا النبی ﷺ قالت: اعوذ باللہ منک فقال: قدا عذتک منی قالو الھا: اتدرین من ھذا؟ قالت: لا قالوا: ھذا رسول اللہ ﷺ جاء لیخطبک قالت: کنت انا اشقی من ذالک الخ

(بخاری شریف: الاشربۃ، باب الشرب من قدح النبی ﷺ وانیتہ، رقم ۵۲۰۶)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے سامنے عرب کی ایک عورت کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے ابواسید ساعدیؓ کو اسکے لانے کا حکم دیا۔ وہ اسکو لینے گئے اور وہ آ گئی اور بنوساعدہ کی گڑھی میں پڑاؤ کیا۔ نبی ﷺ آئے اور اسکے پاس تشریف لے گئے وہ عورت سر نیچے کئے ہوئے بیٹھی تھی جب نبی ﷺ نے اس سے بات کی تو اس نے کہا میں تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تجھ کو اپنے آپ سے پناہ دی۔ لوگوں نے اسکو کہا کیا تو جانتی ہے کہ یہ کون تھے؟ اس نے کہا نہیں لوگوں نے کہا یہ اللہ کے رسول ﷺ تھے اور تیرے پاس خطبہ دینے آئے تھے اس نے کہا میں بڑی ہی بدنصیب تھی۔

روایت نمبر۲: حدثنا ابو نعیم قال حدثنا عبدالرحمٰن بن غسیل عن حمزة ابن ابی اسید عن ابی اسید قال: خرجنا مع النبی ﷺ حتی انطلقنا الی حائط یقال لہ الشوط حتی انتھینا الی حائطین فجلسنا بینھما فقال النبی ﷺ: اجلسو اھھنا ودخل وقداتی بالجونیة فانزلت فی بیت فی نخل فی بیت امیمة بنت النعمان بن شراحیل ومعھا دایتھا حاضنة لھا فلما دخل علیھا النبی ﷺ قال: ھبی نفسک لی قالت: وھل تھب الملکة نفسھا للسوقة؟ قال: فاھوی بیدہ یضع یدہ علیھا لتسکن فقالت: اعوذ باللہ منک فقال: قدعذت بمعاذ ثم خرج علینا قال: یا ابا اسید

اکسھا رازقیین والحقھا باھلھا. (صحیح بخاری: الطلاق، باب من طلق وھل یواجہ الرجل امرأتہ بالطلاق، رقم ۴۸۵۳)

ترجمہ: حضرت ابواسیدؓ سے روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ مدینہ سے باہر ایک باغ کیطرف چلے جسے "شوط" کہا جاتا تھا یہاں تک کہ ہم دو باغوں تک پہنچ گئے پس ہم انکے درمیان بیٹھ گئے تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم یہیں بیٹھو اور آپ ﷺ خود اندر تشریف لے گئے جبکہ قبیلہ جون کی عورت کو پہلے لایا جا چکا تھا اور اسکو باغ کے اندر ایک گھر میں اتارا گیا تھا۔ اس گھر میں امیمہ بنت نعمان بن شراحیل تھی اور اسکے ساتھ اسکی دیکھ بھال کرنے والی آیا بھی تھی۔ جب نبی ﷺ اسکے پاس گئے تو فرمایا کہ اپنے آپکو میرے حوالے کر تو اس نے کہا بھلا کوئی ملکہ اپنے آپکو کسی عام آدمی کے حوالے کر سکتی ہے؟ راوی کہتا ہے کہ آپ ﷺ نے اسپر اپنا ہاتھ رکھنے کیلئے آگے بڑھایا تا کہ وہ سکون میں آجائے تو اس نے کہا میں آپ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا تو نے بہت بڑی پناہ گاہ کی پناہ لی ہے۔ پھر آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لے آئے اور فرمایا اے ابواسید اسکو کتان کے دو سفید کپڑے دے کر اسکے گھر پہنچا دو۔

روایت بخاری مجمل ہے: دونوں روایات اور انکا ترجمہ آپنے ملاحظہ فرمایا شاید آپکو بھی چتروڑی صاحب کی بات صحیح لگ رہی ہو لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کو کھول کر بیان کر دیا جائے کیونکہ بخاری کی دونوں روایات مجمل ہیں جن سے ایک عام آدمی کو غلط فہمی لگ سکتی ہے لیکن باعث تعجب تو یہ بات ہے کہ "علامہ" جو شیخ الحدیث ہونے کے بھی مدعی ہیں انکو یہ غلط فہمی کیسے لگ گئی کیونکہ شیخ الحدیث کے سامنے تو کسی بھی روایت کے تمام طرق ہوتے ہیں جو ایک دوسرے کی تفسیر و تفصیل بیان کر رہے ہوتے ہیں اسلئے اسکو کسی مجمل روایت سے غلط فہمی نہیں لگ سکتی۔

علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اسی حدیث کے تحت طبقات ابن سعد سے متعدد روایتیں نقل کی ہیں جنمیں اس واقعہ کے مختلف زاویوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ ہم انمیں سے صرف دو روایتیں من و

عن نقل کرتے ہیں اسکے بعد روایات کی روشنی میں اس واقعہ کی تفصیل اپنے الفاظ میں ہدیہ قارئین کرینگے اس سے آپکا ذہن سو فیصد مطمئن ہو جائیگا۔ ان شاء اللہ۔

طبقات ابن سعد سے دو روایتیں:

روایت نمبر ۱: قدم النعمان بن ابی الجون الکندی علی رسول اللہ ﷺ مسلما فقال: یارسول اللہ! الا ازوجك اجمل ایم فی العرب کانت تحت ابن عم لها فتوفی وقدر غبت فیك؟ قال: نعم. قال: فابعث من یحملها الیك. فبعث معه ابا اسید الساعدی. قال ابو اسید: فاقمت ثلاثة ایام ثم تحملت معی فی محفة فاقبلت بها حتی قدمت المدینة فانزلتها فی بنی ساعدة ووجهت الی رسول اللہ ﷺ وهو فی بنی عمرو بن عوف فاخبرته.

ترجمہ: نعمان بن ابی الجون الکندی مسلمان ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! کیا میں عرب کی خوبصورت ترین بیوہ سے آپکی شادی نہ کردوں جو اپنے چچازاد کے نکاح میں تھی اور وہ فوت ہو گیا اور وہ آپ ﷺ میں رغبت رکھتی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے تو اس نے عرض کیا کہ آپ کسی آدمی کو بھیج دیں جو اسکو آپکے پاس لے آئے تو آپ ﷺ نے ابو اسید ساعدیؓ کو بھیجا۔ ابو اسیدؓ کہتے ہیں کہ میں تین دن وہاں ٹھیرا پھر وہ میری معیت میں ایک پالکی میں سوار ہوئی اور میں اسکو لے کر چلا یہانتک کہ وہ مدینہ میں آگئی تو میں نے اسکو بنو ساعدہ میں اتارا اور رسول اللہ ﷺ کیطرف آدمی بھیج کر آپ ﷺ کو خبر دی آپ ﷺ اسوقت بنی عمرو بن عوف میں تھے۔

روایت نمبر ۲: ان النعمان بن الجون الکندی اتی النبی ﷺ مسلما فقال: الا ازوجك اجمل ایم فی العرب؟ فتزوجها الخ.

ترجمہ: نعمان بن الجون الکندی مسلمان ہو کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کیا میں آپکی شادی ایک ایسی بیوہ سے نہ کردوں جو عرب کی خوبصورت ترین عورت ہے؟ تو

آپ ﷺ نے اس سے نکاح کر لیا۔

امید ہے ان دو روایتوں سے آپکی کافی الجھنیں ختم ہوگئی ہونگی۔ اب اس واقعہ کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں جو متعدد روایات کا نچوڑ ہے۔ واضح رہے کہ متعارض روایات میں ہمنے اوفق بالبخاری کو ترجیح دی ہے۔

واقعہ کی مکمل تفصیل: حضرت نعمان بن شراحیل بن ابی الجون الکندیؓ مسلمان ہوکر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انکی ایک بیٹی جسکا نام اسماء اور لقب امیمۃ تھا کا نکاح اپنے ایک چچازاد سے ہوا تھا لیکن وہ جوانی میں فوت ہو گیا۔ یہ انتہائی خوبصورت تھیں، حضرت نعمانؓ جو بڑے مالدار اور اپنی قوم کے سردار بھی تھے۔ اپنی بیٹی کے بارے فکرمند تھے سوچ بچار کے بعد انہوں نے حضور ﷺ سے انکا نکاح کرنا چاہا، حضور ﷺ کی خدمت میں آنے سے پہلے انہوں نے اپنی بیٹی سے اسکا ذکر بھی کیا اور وہ بھی اسپر خوش ہوئیں اور اپنی رغبت کا اظہار کیا تو انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا میں آپکی شادی عرب کی خوبصورت ترین عورت سے نہ کر دوں جو بیوہ ہوگئی ہے اور آپکی طرف رغبت رکھتی ہے اور اس نے آپکی طرف پیغام نکاح بھی بھیجا ہے؟ وان ابا ھا قال لہ: انھا رغبت فیک و خطبت الیک (ابن سعد) تو آپ ﷺ نے اثبات میں جواب دیا اور حق مہر بھی مقرر کیا گیا گویا اسکے ایجاب کو قبول کیا اور اس طرح نکاح ہو گیا "زوج النبی ﷺ امیمۃ بنت النعمان" (بخاری)۔

اسکے بعد انہوں نے عرض کیا کہ آپ کسی آدمی کو میرے ساتھ بھیج دیں جسکے ساتھ میں اپنی بیٹی کو آپکی طرف رخصت کر دوں تو آپ ﷺ نے حضرت ابو اسید ساعدیؓ کو انکے ساتھ بھیج دیا یہ تین دن تک انکے ہاں مہمان رہے اسکے بعد حضرت نعمانؓ نے اپنی بیٹی اور حضور ﷺ کی منکوحہ حضرت امیمہؓ اور انکے ساتھ ایک دیکھ بھال والی عورت کو ایک پالکی میں سوار کر کے حضرت ابو اسیدؓ کے ساتھ روانہ کر دیا، حضرت ابو اسیدؓ نے مدینہ پہنچ کر اپنے محلے بنوساعدہ میں اپنے ایک مکان میں اتارا جو باغ کے اندر واقع تھا، محلے کی عورتوں کو پتہ چلا تو وہ انکو دیکھنے آئیں اور دیکھکر بہت خوش ہوئیں اور باہر نکل کر انکے حسن و

جمال کا ذکر کرنے لگیں، اتنے میں حضور ﷺ تشریف لے آئے اور اس سے خلوت چاہی، آپ ﷺ اندر تشریف لے گئے تو وہ شرم وحیاء سے سر جھکائے بیٹھی تھیں۔"فاذا امرأة منكسة راسها" (بخاری) شاید انہوں نے معمولی نظر آپ ﷺ پر ڈالی اور سمجھیں کہ کوئی اجنبی آدمی اندر آ گیا ہے کیونکہ انکے ذہن میں حضور ﷺ کا نقشہ یہ تھا کہ وہ قوم کے سردار ہیں تو خیال کیا کہ وہ بڑی شان وشوکت والے ہونگے لیکن آپ ﷺ کی سادگی دیکھ کر سمجھیں کہ یہ کوئی اور ہے تو جب آپ ﷺ نے اسکو فرمایا "هبی نفسك لی" تو اس نے کہا'' بھلا کوئی ملکہ اپنے آپکو عام آدمی کے حوالہ کرسکتی ہے؟'' یعنی میں تو نعمانؒ جیسے سردار کی بیٹی اور حضور ﷺ جیسے سردار کی بیوی ہوں میں کسی عام آدمی کو اپنے اوپر قدرت دینے والی نہیں جاؤ تم اپنی راہ لو۔ پھر آپ ﷺ نے اسکی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے اسی لاعلمی کیوجہ سے کہہ دیا'' اعوذ بالله منك" (بخاری) کہ میں تم سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں کیونکہ اسنے یہ سمجھا تھا کہ کوئی اجنبی آدمی میری عصمت دری چاہتا ہے بالکل ایسے جیسے حضرت مریم بتول علیہا السلام نے حضرت جبریلؑ کو خلوت میں اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر کہا تھا'' انی اعوذ بالرحمٰن منك" (مریم/۱۸) کہ میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ چاہتی ہوں۔ حضور ﷺ نے جب یہ کلمات سنے تو فرمایا تو نے ایک عظیم ذات کی پناہ مانگی ہے لہٰذا میں نے تجھکو پناہ دی" قد اعذتك منی" (بخاری) اور آپ ﷺ باہر تشریف لے آئے اور اسکو طلاق دیکر حضرت ابو اسیدؓ کو حکم دیا کہ انہیں کپڑوں کا ایک جوڑا دیکر انکے گھر پہنچا دو۔ بعد میں لوگوں نے پوچھا کہ تمہیں یہ معلوم ہے کہ یہ کون تھے؟ اس نے کہا کہ نہیں تو لوگوں نے بتلایا کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ تھے تو اس نے کہا" کنت انا اشقی" (بخاری) کہ ''میں بڑی ہی بد بخت تھی'' کہ لاعلمی میں آپ ﷺ کی زوجیت سے محروم ہوگئی اور اسپر اسکو اتنا صدمہ پہنچا کہ اسی رنج وغم میں اسکو موت آئی "انها ماتت کمدا" (ابن سعد)

یہ ہے وہ واقعہ جو بخاری شریف میں اجمالاً مذکور ہوا ہے لیکن اسکی تفصیل دیگر کتب حدیث و سیرت میں موجود ہے۔ چتروڑی صاحب نے اپنی روایتی ''دیانتداری'' سے اسکو وہاں تک نقل کیا ہے جہاں تک اس منکوحہ نبی ﷺ پر اعتراض بن سکتا تھا اور جہاں سے اسکو معذور سمجھا جاسکتا تھا وہ الفاظ ہضم

کر گئے۔ صد آفرین ہے "علامہ" کو اس علمی "دیانت" پر۔

"علامہ" سلمان رشدی کے نقشِ قدم پر: اس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ چتر وڑی صاحب نے یہ کتاب تحقیق حق کیلئے نہیں بلکہ کسی مخصوص ایجنڈے کی تکمیل کیلئے لکھی ہے یہاں انہوں نے اس منکوحہ نبی ﷺ پر اور خود نبی ﷺ کی ذات مبارک پر ایسے بدبودار اور غلیظ جملے بولے ہیں کہ کوئی مومن انکی جرأت تو کیا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

ایسے لگتا ہے کہ چتر وڑی صاحب بھی سلمان رشدی ملعون کے نقش قدم پر چل کر اسی جیسی سستی شہرت کے طلبگار ہیں لیکن تا حال وہ اسکے حاصل کرنے میں بھی کامیاب نہیں ہو سکے اور اس طرح خسر الدنیا والآخرۃ کی مجسم تصویر بنے ہوئے ہیں۔

ہم ان کو دعوت رجوع دیتے ہیں کہ صبح کا بھٹکا شام کو گھر آ جائے تو اسے بھٹکا ہوا نہیں کہتے خدارا اپنی آخرت تباہ نہ کرو، جھوٹی عزت وشہرت کے خول سے باہر نکلو اور حقیقی عزت کا راستہ پکڑو، انانیت چھوڑ کر علماء حق کی کفش برداری کی سعادت حاصل کر کے اپنے اندر دین کی صحیح سمجھ پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ واللہ ھو الموفق۔

"علامہ" کی "ایمانداری" اور "علمیت" کے چند نمونے: اصل حقیقت تو آپکے سامنے آچکی اب ہم "علامہ" کی "ایمانداری" اور "علمیت" کے چند نمونے آپکی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں تا کہ آپکی بصیرت میں اضافہ ہو۔

۱۔ "علامہ" نے لکھا ہے کہ معاذ اللہ "وہ کافرہ اور کافر کی بیٹی تھی" نیز لکھا کہ "نہ ہی آپکی رشتہ دار اور نہ ہی ایماندار"

ہم ابن سعد کی روایت نقل کر چکے ہیں کہ انکے والد حضرت نعمان بن شراحیل الکندی مسلمان اور صحابی رسول ﷺ تھے۔ ایک صحابی کو معاذ اللہ کافر کہنا یقیناً اندر کے روگ "خبیث رافضیت" کا پتہ دیتا ہے۔ کیا "ذب عن الاصحاب" اسی کا نام ہے جسکے لئے "علامہ" نے کتاب لکھنے کی

تکلیف فرمائی ہے؟

اور جب آپ ﷺ نے انکی بیٹی سے نکاح کیا جیسا کہ ہم ابن سعد کی روایت نقل کر چکے ہیں اور خود بخاری میں بھی یہ بات مذکور ہے اور سیرت کی کتابوں میں بھی مثلاً دیکھئے ''سیرت حلبیہ'' ذکر ازواجہ وسراریہ ﷺ۔ تو کیا اب بھی انکے مسلمان ہونے میں کوئی شک رہ جاتا ہے؟ آیت "و امرأة مؤمنة" حضور ﷺ پر نازل ہوئی تھی یا آپ پر؟ پھر تعجب ہے کہ آپکو تو یاد ہو اور حضور ﷺ کو یاد نہ ہو۔ العیاذ باللہ۔

''علامہ'' نے یہ مطلب اس سے کشید کیا ہے کہ اس نے اس سوال کے جواب میں کہ ''کیا تو جانتی ہے کہ یہ کون تھے؟'' یہ کہا تھا کہ ''نہیں'' حالانکہ اسکا صحیح مطلب یہ ہے کہ وہ شکل وصورت سے آپ ﷺ کو نہیں پہچانتی تھی ورنہ نام اور آپکی حیثیت رسالت کو تو جانتی تھی یہی وجہ ہے کہ جب اسکو بتلایا گیا کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ تھے تو اس نے اپنے الفاظ پر سخت افسوس کا اظہار کیا اور اپنے آپکو ''بڑی بد نصیب'' تک کہہ دیا۔

''علامہ'' سے سوال ہے کہ کیا نبی کو شکل وصورت سے پہچاننا اسلام کیلئے شرط ہے؟

۲۔ لکھتے ہیں ''نعوذ باللہ عورت پر اتنا فریفتہ ہو گئے کہ اسکی شہرت حسن سنکر بے تابی سے اور بے صبری الخ اور لکھتے ہیں ''کیا اس عورت کا والی وارث کوئی نہ تھا جس سے آپ ﷺ بات کرتے''

ہم یہ بھی ابن سعد کی روایت سے نقل کر چکے ہیں کہ حضرت نعمانؓ نے اپنی بیٹی کے رشتے کی بات خود کی اور اسکا حسین وجمیل ہونا بھی خود بیان کیا۔ حضور ﷺ نے نہ تو ازخود اسکی بات کی اور نہ ہی اسکی شہرت حسن کے بازاروں میں چرچے تھے کہ آپ ﷺ سنکر بے تاب ہو گئے ہوں معاذ اللہ۔ کم ازکم نبی ﷺ کی شان میں ایسے جملے بولنے سے کچھ تو شرم چاہئے تھی۔

۳۔ لکھتے ہیں ''کیا وہ عورت اپنے متولی وارث سے بھی سرزور تھی کہ پیغام ملنے پر دوڑتی چلی آئی اور ایسی آوارہ عورت الخ''

یہ بات بھی ابن سعد کی روایت سے ہم نقل کر چکے ہیں کہ اسکے والد نے خود یہ کہا کہ آپ کوئی

آدمی بھیج دیں تاکہ میں آپکی منکوحہ کو اسکے ساتھ آپکی طرف بھیج دوں اور پھر حضرت ابو اسیدؓ کو آپ ﷺ نے بھیجا وہ تین دن تک وہاں رہے اتنے اسکی تیاری ہوتی رہی اسکے بعد خود والد نے اپنی بیٹی کو ایک بزرگ خاتون کی معیت میں حضور ﷺ کی طرف روانہ کیا۔ اس تفصیل کے بعد "علامہ" کی کوئی ایک بات بھی سچ کی تعریف پر پورا اترتی ہے؟

۴۔ لکھتے ہیں "اس نخوت زادی نے کتنی کمینہ واری سے جواب دیا کہ تیرے ایسے بازاری آدمی کو میرے جیسی ملکہ الخ"

ہم یہ بات بھی واضح کر چکے ہیں کہ اس عورت نے "ھل تھب الملکۃ نفسھا للسوقۃ" کا جملہ لاعلمی کیوجہ سے کہا تھا اس وجہ سے اس پر مواخذہ نہیں ہوسکتا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا.

اور یہاں "سوقۃ" کا معنی بازاری آدمی کرنا جہالت کے سوا کچھ نہیں کیونکہ "سوقۃ" کا معنی ہوتا ہے "رعیت، عوام، معمولی لوگ" (مصباح اللغات)۔

"علامہ" نے لغت کو بھی اپنی عقل سے حل کرنے کی کوشش کی ہے کہ "سوق" کا معنی بازار ہے تو "سوقۃ" کا معنی بازاری ہوگا۔ لیکن انکو معلوم ہونا چاہئے کہ "لغت" "عقلی" نہیں بلکہ "نقلی" چیز ہے اور قیاسی نہیں بلکہ سماعی چیز ہے۔

۵۔ "شیخ التفسیر" ان وھبت نفسھا للنبی ان اراد النبی الخ کی "تفسیر" کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

یعنی پہلے واھبۃ النفس ھبہ کرے بعد میں نبی کا ارادہ ہو جائے تو نہ یہ کہ نبی ﷺ کا ارادہ پہلے ہو جائے اور عورت سے کہے تو مجھے اپنا نفس ھبہ کر۔ نہیں بلکہ عورت از خود ھبہ پہلے کرے بعد میں نبی اور وہ بھی تب اگر ارادہ ہو جائے" سبحان اللہ! کیسی بے نظیر تفسیر ہے؟

ان وھبت نفسھا للنبی کی تفسیر: حالانکہ آیت مبارکہ کا صحیح مفہوم صرف اتنا ہے کہ کوئی عورت اپنا نفس نبی ﷺ کو ھبہ کر دے اور نبی ﷺ کا ارادہ بھی ہو جائے تو وہ اس سے عقد کر

سکتے ہیں چاہے عورت ازخود ھبہ کرے یا نبی ﷺ کے یا کسی اور کے کہنے سے کرے۔

ان اراد النبی ان یستنکحها هذا الشرط فی الشرط الاول فان هبتها نفسها لا توجب حلها الااذا اراد نكاحها بان يحصل منه القبول بعد الهبة او يسألها فی ذالك قبل الهبة (الصاوی علی الجلالین: الاحزاب/۵۰)

بس جی! آگے چلتے ہیں کہ اگر ایک ایک غلطی پر گرفت شروع کردی تو کتاب ختم ہونے میں نہیں آئیگی۔

اب آیئے ان دونوں روایتوں کے راویوں کو دیکھتے ہیں جنکو "علامہ" نے بے حیا اور لعنتی کہا ہے۔ معاذ اللہ

رواۃ حدیث نمبرا: سعید بن ابی مریم، ابوغسان، ابوحازم، سہل بن سعدؓ

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

ا۔ ابومحمد سعید بن ابی مریم الحکم بن محمد بن سالم الجمحی المروزی من کبار تبع الاتباع المتوفی ۲۲۴ھ۔

یحییٰ بن معینؒ	:	ثقة	(تھذیب التھذیب ۱۶/۴)
العجلیؒ	:	ثقة	(ایضاً)
ابوحاتم الرازیؒ	:	ثقة	(ایضاً)
ابوداود السجستانیؒ	:	حجة	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً)

۲۔ ابوغسان محمد بن مطرف بن داود التیمی اللیثی الشامی من کبار الاتباع

احمد بن حنبلؒ	:	ثقة	(تھذیب التھذیب ۴۰۷/۹)
الجوزجانیؒ	:	ثقة	(ایضاً)
ابوحاتم الرازیؒ	:	ثقة	(ایضاً)

یعقوب بن شیبہؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
یحیٰی بن معینؒ	:	ثقۃ، ثبت	(ایضاً)
النسائیؒ	:	لیس بہ باس	(ایضاً)

۳۔ابوحازم سلمہ بن دینار الاعرج المدنی من الصغری من التابعین المتوفی ۱۳۵ھ۔

احمد بن حنبلؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۱۲۶/۴)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
النسائیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابن خزیمۃؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابوحاتم الرازیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)

کیا ابوحازم بے حیا ہیں؟: یہ ہیں وہ ابوحازم جو جلیل القدر تابعین میں سے ہیں اور جنکے بارے میں تمام ائمہ اسماء الرجال کی ایک ہی رائے ہے کہ وہ ثقہ ہیں یعنی ہر لحاظ سے قابل اعتماد ہیں اور انکو "علامہ" نے معاذ اللہ "بے حیا" لکھ دیا یقیناً ایسے آدمی کے بارے میں ایسی بات وہی آدمی ہی کر سکتا ہے جو خود پرلے درجے کا بے حیا ہو۔

۴۔ابومالک سھل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ

روا ۃ حدیث نمبر ۲: ابونعیم، عبدالرحمن بن غسیل، حمزہ، ابواسید ساعدیؓ

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

۱۔ابونعیم الفضل بن دکین بن حماد بن زبیر الملائی التیمی الکوفی الاحول من اصاغر الاتباع المتوفی ۲۱۸ھ۔

احمد بن حنبلؒ	: صدوق، ثقۃ، موضع للحجۃ	(تھذیب التھذیب ۲۴۵/۸)

یحییٰ بن معینؒ	:عدہ فی ثقات اصحاب سفیان		(ایضاً ۲۴۶/۸)
ابو حاتم الرازیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ، ثبت	(ایضاً)
النسائیؒ	:	ثقۃ، مامون	(ایضاً ۲۴۷/۸)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ، مامون، حجۃ	(ایضاً)

۲۔ ابو سلیمان عبدالرحمن بن سلیمان بن عبداللہ بن حنظلہ الانصاری الاوسی المدنی۔ ممن لم تلق الصحابۃ الملقب بابن الغسیل المتوفی ۱۷۲ھ۔

احمد بن حنبلؒ	:	صالح	(تھذیب التھذیب ۱۷۲/۶)
یحییٰ بن معینؒ	:	ثقۃ، لیس بہ باٗس	(ایضاً)
ابوزرعۃ الرازیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
النسائیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
الدارقطنیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
الذھبیؒ	:	صدوق	(الکاشف ۶۳۰/۱)

۳۔ ابو مالک حمزہ بن ابی اسید مالک بن ربیعۃ الساعدی الانصاری المدنی من الوسطی من التابعین۔

ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(تھذیب التھذیب ۲۳/۳)

۴۔ ابو اسید مالک بن ربیعۃ بن البدن الساعدی الانصاری المدنی الصحابی رضی اللہ عنہ المتوفی ۶۰ھ۔

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اور اب اخیر میں یہ کہ یہی حدیث اسیطرح صحیح مسلم اور مسند امام احمد میں بھی موجود ہے۔ دیکھئے

صحیح مسلم: الاشربہ، باب اباحۃ النبیذ الذی لم یشتد ولم یصر مسکرا (۳۷۴۷)

مسند احمد: مسند المکیین، حدیث ابی اسید الساعدیؓ (۱۵۴۸۱)

ایضاً: باقی مسند الانصار، حدیث ابی مالک سھل بن سعد الساعدیؓ (۲۱۷۹۹)

کیا اب بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام بخاری نے ذہن بند کر کے یہ روایت ٹانک دی ہے؟

اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆☆☆

اعتراض نمبر ۳۶

﴿۳۶﴾ قرآن مقدس آپ ﷺ جنگ تبوک کے جہادی سفر پر تھے جب سورۃ براءۃ کا ساتواں، آٹھواں، نواں، دسواں، گیارواں، اور بارھواں رکوع نازل ہوا تھا چنانچہ دسویں رکوع میں آیت، ،اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ، ، اور آیت، ،لَا تُصَلِّ عَلٰىٓ اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا، ، گیارویں رکوع میں ہے یہ دونوں آیات جنگ تبوک دوران سفر اتری تھیں یہ آیات بطور پیش بندی اللہ نے اتار کر یہ سبق دیا تا کہ آپ ﷺ کسی منافق کافر کیلئے کوئی سفارش یا استغفار نہ کریں اسی لئے آپ ﷺ نے ابی ابن سلول کا جنازہ بھی نہ پڑھا اور نہ اسکیلئے استغفار کی... **بخاری محدث نبی ﷺ پر جھوٹ** لیکن بخاری صاحب نبی علیہ السلام پر صریح جھوٹ پر مبنی روایت لاتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ابن سلول کا جنازہ پڑھا تب یہ آیات نازل ہوئیں اور دوسرا جھوٹ راویوں کا یہ مان لیا کہ آپ ﷺ کو استغفار کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا گیا تھا اسلئے اسکا جنازہ آپ ﷺ نے پڑھایا... **انی خیرت فاخترت لو اعلم انی ان ذدت علی السبعین یغفر له لذدت علیها فصلیٰ علیه رسول اللہ ﷺ ثم انصرف فلم یمکث الا یسیراً حتی نزلت الآیتان من براء ۃ ولا تصل علی احد منهم مات ابدا ولا تقم علی قبره انهم کفروا باللہ ورسوله وماتوا وهم فاسقون،،،** (بخاریؒ فی جنائز) تمام علماء اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ ابن سلول کی موت اس وقت واقع ہوئی تھی جبکہ آپ ﷺ تبوک سے بخیر وعافیت مدینہ عالیہ تشریف لا چکے تھے اب اگر آپ ﷺ کے ذمہ اسکا جنازہ پڑھانا لگایا جائے جیسا کہ کذاب راویوں نے کہا ہے تو پھر اسکا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ کے خلاف اللہ کے رسول نے معاذ اللہ بغاوت کر کے باوجود منع کرنے کے جنازہ پڑھایا؟ جب اس مردود کی موت سے بھی پہلے اسکے لئے دعا ومغفرت طلب کرنے سے منع کر دیا تھا اور، ،اَبَدًا، ، کے لفظ سے ہمیشہ کیلئے منع فرما دیا گیا تھا تو اللہ کے معصوم نبی ﷺ پر ایسا الزام لگانے والا راوی مسلمان کس طرح ہوگا بے تکی بات رسول اللہ ﷺ پر کہہ کر جہنم میں اسکا گھر کیوں نہ ہوگا؟ دوسرا بہتان یہ کہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اختیار دیا گیا ہے، ،لا حول ولا قوۃ الا باللہ، ، قرآن کے کس لفظ سے اختیار دیا جانا لکھا ہے کیا، ،سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ، ، میں ام جو بمعنی او ہے وہاں اختیار یا الثانی نفی ہے.... حالانکہ مطلب آیت کا صاف تھا کہ آپ ﷺ کا انکے لئے دعا کرنا نہ کرنا برابر ہے جب انکو فائدہ ہی کوئی نہ ہوگا پھر نفی کی تاکید بھی ساتھ مذکور ہے تا کہ کوئی بدبخت پیغمبر ﷺ کے متھے اختیار ہی نہ لگادے، ،اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ، پھر نفی کی تاکید کے بعد نفی کی تابید بھی ذکر کر دی گئی ابدا کے ذریعے... لیکن برا ہو بد باطن راویوں کا جنہوں نے قرآن کو کچھ سمجھا نہ اللہ کے رسول ﷺ کی پاک حیثیت کا خیال کیا حتی کہ امام بخاری جیسے جلیل محدث کو بھی قرآن کی طرف سے خیرہ چشمی کرنا پڑی انہوں نے بھی نقد ونظر کیساتھ روایت کو نہ پھٹکا جو کچھ راویوں نے اگل دیا انہوں نے بھی درج کتاب کر ہی دیا... (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۷۶-۷۵)

﴿الجواب﴾

اعتراض میں مذکور حدیث اور اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث: حدثنا یحییٰ بن بکیر حدثنی اللیث عن عقیل عن ابن شهاب عن عبید الله بن عبدالله عن ابن عباس عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انه قال: لما مات عبدالله بن ابی بن سلول دعی له رسول الله ﷺ لیصلی علیه فلما قام رسول الله ﷺ وثبت الیه فقلت یا رسول الله اتصلی علی ابن ابی وقد قال یوم کذا و کذا کذاوکذا اعدد علیه قوله فتبسم رسول الله ﷺ وقال: اخرعنی یا عمر فلما اکثرت علیه قال: انی خیرت فاخترت لو اعلم انی ان زدت علی السبعین یغفرله لزدت علیها قال: فصلی علیه رسول الله ﷺ ثم انصرف فلم یمکث الایسیرا حتی نزلت الأیتان من براءة و لا تصل علی احد منهم مات ابدا الی قوله وهم فسقون قال: فعجبت بعد من جرأتی علی رسول الله ﷺ یومئذ والله ورسوله اعلم. (بخاری شریف: الجنائز، باب ما یکرہ من الصلوۃ علی المنافقین والاستغفار، رقم ۱۲۷۷)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی بن سلول مرا تو رسول اللہ ﷺ کو اسکے جنازے کیلئے بلایا گیا پس جب رسول اللہ ﷺ اٹھے تو میں آپ ﷺ کیطرف لپکا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا آپ ابن ابی کا جنازہ پڑھیں گے؟ حالانکہ اس نے فلاں فلاں دن یہ یہ باتیں کی تھیں اور میں آپ ﷺ کے سامنے اسکی باتیں شمار کرنے لگا تو رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور فرمایا اے عمر! اب بس بھی کر۔ پس جب میں نے آپ ﷺ پر بہت اصرار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اختیار دیا گیا ہے اور میں نے اختیار استعمال کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے اگر مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ

میرے ستر بار سے زیادہ استغفار کرنے سے اسکی بخشش ہو جائیگی تو میں اس سے زیادہ استغفار ضرور کر لیتا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اسکے بعد رسول اللہ ﷺ نے اسکی نماز جنازہ پڑھی سلام پھیرا تو معمولی دیر ہی گزری تھی کہ سورۂ براءت کی یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ **ولا تصل علی احدمنهم مات ابدا ...فسقون** تک۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اس دن رسول اللہ ﷺ پر اتنی جرأت کرنے پر بعد میں مجھے بڑا تعجب ہوا حالانکہ اللہ اور اسکا رسول زیادہ جانتے تھے۔

آپنے حدیث اور اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمایا یہاں ''علامہ'' کو دو بڑے اعتراض ہیں۔

پہلا یہ کہ آیت **استغفرلهم او لا تستغفرلهم** اور آیت **ولا تصل علی احد منهم مات ابدا** دونوں جنگ تبوک کے سفر کے دوران نازل ہوئی تھیں اور عبداللہ بن ابی کی موت اسکے بعد ہوئی اسلئے رسول اللہ ﷺ نے ابن ابی کا نہ تو جنازہ پڑھا اور نہ ہی استغفار کی لیکن بخاری صاحب نے صریح جھوٹ پر مبنی روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے ابن ابی کا جنازہ پڑھا اسکے بعد یہ آیات نازل ہوئیں۔

اسکا جواب یہ ہے کہ بخاری کی یہ روایت ہرگز جھوٹ پر مبنی نہیں بلکہ خود ''علامہ'' کی یہ بات صریح جھوٹ پر مبنی ہے اسلئے کہ یہ بات محقق طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ آپ ﷺ نے ابن ابی کا جنازہ پڑھا اور آیت **استغفر لهم او لا تستغفرلهم** تو پہلے نازل ہو چکی تھی مگر آیت **لا تصل علیٰ احد منهم مات ابدا** اسکے بعد نازل ہوئی، اسکا ذکر صرف بخاری میں نہیں بلکہ دیگر کتب حدیث مثلاً مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور مسند احمد وغیرہ میں بھی موجود ہے اور مفسرین نے بھی اسی کو صحیح اور قوی کہا ہے اور بعض وہ روایات کہ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت عین اسکے جنازے کے وقت نازل ہوئی جبکہ آپ ﷺ نے ابھی جنازہ شروع نہیں کیا تھا۔ اسلئے آپ ﷺ جنازہ پڑھے بغیر واپس آگئے مفسرین ومحدثین نے انکو مرجوح قرار دیا ہے۔

لا تصل علی احد منهم مات ابدا کا وقت نزول:

اور یہ تو کسی بھی روایت سے ثابت نہیں ہوتا کہ آیت **ولا تصل علی احد منهم** اس موقع سے قبل ہی نازل ہو چکی

تھی معلوم نہیں کہ ''علامہ'' نے یہ بات کہاں سے نکال لی ہے؟ اگر انکے پاس اسکی کوئی دلیل تھی سوائے انکے دعوی کے تو انہیں وہ دلیل ضرور ذکر کرنی چاہئے تھی کیونکہ انکے ''دعوی'' کو ہر شخص تو ''دلیل'' نہیں سمجھتا۔

علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں۔

''وتظاهرت الروايات بان النبی ﷺ صلی علیه وان الآية نزلت بعد ذالك'' (تفسیر قرطبی: التوبہ/۸۴)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں۔

''واقعہ یہ پیش آیا کہ مدینہ میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا انتقال ہوا آپ ﷺ نے قمیص مبارک کفن میں دیا، لعاب مبارک اسکے منہ میں ڈالا نماز جنازہ پڑھی اور دعائے مغفرت کی حضرت عمرؓ اس معاملے میں آڑے آتے تھے... آخر کار وحی الٰہی ''ولا تصل علی احد منهم مات ابدا ولا تقم علی قبره'' نے صریح طور پر منافقین کا جنازہ پڑھنے یا انکے اہتمام دفن وکفن وغیرہ میں حصہ لینے کی ممانعت کر دی'' (تفسیر عثمانی: التوبہ/۸۰)

مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں۔

''احادیث صحیحہ سے باتفاق امت ثابت ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی منافق کی موت اور اسپر نماز جنازہ کے متعلق نازل ہوئی اور صحیحین کی روایت سے ثابت ہے کہ اسکے جنازے پر رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی پڑھنے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی'' (معارف القرآن: التوبہ/۸۴)

ہم پہلے اعتراض کے جواب کیلئے انہی تین حوالوں کے نقل کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں کیونکہ حق کے متلاشی کیلئے یہ تین حوالے بہت کافی ہیں۔

عقلمنداں نوں نکتہ کافی لوڑ نئیں دفتر دی
بے عقلاں نوں نئیں کافی تھئی پند نبی سرور دی

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث بخاری سے آپ ﷺ کیلئے منافق کے حق میں استغفار کرنے نہ کرنے کا اختیار ثابت ہوتا ہے جبکہ یہ حضور ﷺ پر سراسر بہتان ہے لکھتے ہیں'' دوسرا بہتان یہ

کہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اختیار دیا گیا ہے لاحول ولا قوة الا باللہ"

اسکا جواب یہ ہے کہ یہ اختیار کی بات صحیح حدیث سے ثابت ہے اور جو بات صحیح حدیث سے ثابت ہو وہ بہتان نہیں ہوتی بلکہ اسکو جھٹلانا اور حضور ﷺ سے اسکی نسبت کاٹ کر بخاری کیطرف کرنا یہ بہتان ہوتا ہے جسکا ارتکاب خود "علامہ" کر رہے ہیں۔

استغفرلهم اولا تستغفرلهم منع ہے یا اختیار؟: مزید لکھتے ہیں "قرآن کے کس لفظ سے اختیار دیا جانا لکھا ہے؟" میں کہتا ہوں یہ اختیار "استغفرلهم اولا تستغفرلهم" میں لفظ "او" سے دیا گیا ہے کیونکہ لفظ "او" کے لغوی معانی میں سے ایک معنیٰ "تخییر" بھی ہے یعنی اختیار دینا۔

صاحب منجد لکھتے ہیں۔

"او حرف عطف ہے اور اسکے مواقع استعمال حسب ذیل ہیں۔

ا۔ شک جیسے لبثنا یوما او بعض یوم

۲۔ ابہام جیسے نحن او انتم علی الحق

۳۔ اباحت جیسے جالس الحسن او ابن سیرین

۴۔ تخییر جیسے سر راکبا او ماشیا الخ" (منجد وکذا فی مصباح اللغات)

علامہ تفتازانیؒ لکھتے ہیں۔

"فاو فی الامر للتخییر او الاباحة او التسوية او نحو ذالك مما يناسب المقام فالتخيير كما فی قوله تعالیٰ: فكفارته اطعام عشرة مساكين او كسوتهم او تحرير رقبة (تلویح تحت التوضیح من حروف المعانی او)

تو اسی لفظ "او" سے اختیار دیا جانا سمجھا گیا ہے چنانچہ آپ ﷺ نے خود بھی اسکو ذکر فرمایا جسکو بخاری نے اسی باب میں ذکر کیا ہے۔

فقال رسول الله ﷺ: انما خيرنی الله فقال: استغفر لهم اولا تستغفر لهم

(صحیح بخاری: الجنائز، باب ما یکرہ من الصلوۃ علی المنافقین) کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ نے اختیار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ "تو انکے لئے استغفار کر یا انکے لئے استغفار نہ کر۔

مبارکپوریؒ اسی حدیث معترضہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔

"خُیِّرتُ ای بین الاستغفار و عدمہ استغفریا محمد لھم اولا تستغفرلھم تخییرلہ فی الاستغفارو ترکہ" (تحفۃ الاحوذی شرح الترمذی: تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ التوبہ)

امام سیوطیؒ اس آیت کی تفسیر یوں فرماتے ہیں۔

استغفر یا محمد لھم اولا تستغفرلھم تخییر لہ فی الاستغفار وترکہ قال ﷺ انی خیرت فاخترت یعنی الاستغفار (جلالین التوبہ/۸۰)

ترجمہ: اے محمد! تو انکے لئے استغفار کر یا انکے لئے استغفار نہ کر۔ یہ آپ ﷺ کو بخشش طلب کرنے اور نہ کرنے میں اختیار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اختیار دیا گیا ہے اور میں نے بخشش طلب کرنے کو اختیار کرلیا ہے۔

امام قرطبیؒ رقمطراز ہیں۔

"واختلف العلماء فی تاویل قولہ استغفرلھم اولا تستغفرلھم ھل ھو ایاس او تخییر فقالت طائفۃ: المقصود بہ الیاس بدلیل قولہ تعالیٰ: فلن یغفر اللہ لھم...وقالت طائفۃ ھو تخییر منھم الحسن وقتادۃ وعروۃ ان شئت استغفر وان شئت لا تستغفر" (تفسیر القرطبی: التوبہ/۸۴)

کہ علماء کا اسمیں اختلاف ہے کہ استغفرلھم اولا تستغفرلھم میں آپ ﷺ کو منافقین کی بخشش سے ناامید کرنا مقصود ہے یا انکے لئے بخشش طلب کرنے میں اختیار دینا؟ بعض نے کہا ہے کہ ناامید کرنا مقصود ہے اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لن یغفر اللہ لھم اور بعض نے کہا ہے آپ ﷺ کو اختیار دینا مقصود ہے کہ آپکی مرضی ہے اگر آپ چاہیں تو انکے لئے بخشش مانگیں اور

نہ چاہیں تو بخشش نہ مانگیں۔ حسن بصری، قتادہ اور عروہ وغیرہ کا یہی قول ہے۔

مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں۔

''درحقیقت الفاظ آیت کا ظاہری مفہوم اختیار ہی دینا ہے... مگر چونکہ ظاہر الفاظ آیت میں اختیار دیا گیا تھا اور کسی دوسری آیت سے بھی اسکی ممانعت ابتک نہیں آئی تھی الخ (معارف القرآن التوبہ/۸۴)

ان تصریحات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس آیت سے اختیار مراد لینا لغۃً ، اصولاً اور شرعاً بالکل درست ہے اور بہت سے محدثین اور مفسرین نے اس سے یہی معنی مراد لیا ہے جیسا کہ ہم قرطبی سے حسن بصری، قتادہ اور عروہ وغیرہ کا ذکر کر چکے ہیں اور قاضی مبارکپوری اور امام سیوطی وغیرھما کی عبارتیں بھی نقل کر چکے ہیں تو اب میرے خیال میں یہ کہنا کہ ''کوئی بدبخت پیغمبر کے متھے اختیار ہی نہ لگا دے'' خود کسی بدبخت ہی کا قول ہوسکتا ہے۔

مزید ارشاد فرماتے ہیں ''سواء علیھم أانذرتھم ام لم تنذرھم'' میں ام جو بمعنی او ہے وہاں اختیار یا التانفی ہے''

دیکھئے مفتی محمد شفیعؒ لکھ رہے ہیں ''حاصل یہ کہ آیت أانذرتھم ام لم تنذرھم سے تو آپ ﷺ کو اختیار ہی دینا ثابت ہوا تھا پھر مستقل دلیل سے انذار کو جاری رکھنا ثابت ہو گیا'' (معارف القرآن: التوبہ/۸۴)

اس سے بھلا نفی کسطرح سمجھ لی گئی؟ علامہ کے دعوؤں اور دلیلوں کے انداز ہی نرالے ہوتے ہیں کہ بالکل اپنے مخالف جانے والی دلیل کو اپنی موافقت میں ذکر کرتے ہیں جیسے کوئی شخص دعوٰی کرے کہ اب روشن دن ہے اور دلیل یہ پیش کرے کہ سورج کو غروب ہوئے دو تین گھنٹے گزر چکے ہیں۔

میرے خیال میں اعتراضات کے دفعیہ کیلئے اس قدر کافی ہے۔ اب آیئے ان رواۃ کو دیکھتے ہیں جنکو ''علامہ'' نے معاذ اللہ ''کذاب'' اور ''بدباطن'' کہا ہے۔

رواۃ حدیث: یحیٰی بن بکیر، لیث، عقیل، ابن شہاب، عبیداللہ، ابن عباس، حضرت عمرؓ

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

۱۔ ابوزکریا یحیٰی بن عبداللہ بن بکیر القرشی المخزومی المروزی من کبار تبع الاتباع المتوفی ۲۳۱ھ۔

الساجیؒ	:	صدوق	(تھذیب التھذیب ۲۰۸/۱۱)
ابن عدیؒ	:	اثبت الناس فی لیث	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً)
الخلالؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابن قانعؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
الذھبیؒ	:	صدوق	(الکاشف ۳۶۹/۲)

۲۔ ابوالحارث لیث بن سعد الفہمی دیکھئے اعتراض نمبر ۴ صفحہ ۱۵۰

۳۔ ابوخالد عقیل بن خالد بن عقیل الاموی الایلی الشامی ممن لم تلق الصحابہ المتوفی ۱۴۴ھ۔

احمد بن حنبلؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۲۲۸/۷)
اسحٰق بن راھویہؒ	:	حافظ	(ایضاً)
یحیٰی بن معینؒ	:	ثقۃ، حجۃ	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
النسائیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابوزرعۃ الرازیؒ	:	صدوق، ثقۃ	(ایضاً)

۴۔ ابوبکر محمد مسلم بن شہاب الزہری دیکھئے اعتراض نمبر ۱ صفحہ ۱۴۰

۵۔ ابوعبداللہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود الھذلی المدنی من الوسطیٰ من التابعین المتوفی ۹۸ھ۔

العجلیؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۲۲/۷)

ابوزرعۃ الرازیؒ	:	ثقۃ، مامون، امام	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	وثقہ	(ایضاً)

٦۔ابوالعباس عبداللہ بن العباسؓ دیکھئے اعتراض نمبر ۲۵ صفحہ ۳۱۲

٧۔ابوحفص عمر بن الخطاب بن نفیل القرشی العدوی المدنی الملقب بالفاروق امیر المومنین رضی اللہ عنہ المتوفی ۲۳ھ۔

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اور اب اخیر میں یہ کہ اسی حدیث کوامام مسلمؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ اور امام احمدؒ نے بھی نقل کیا ہے۔ملاحظہ فرمائیے۔

مسلم شریف: فضائل الصحابۃ، باب من فضائل عمرؓ (۴۴۱۳)

ایضاً: کتاب صفات المنافقین واحکامھم (۴۹۷۸)

سنن ترمذی: تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ التوبۃ (۳۰۲۲)

سنن النسائی: الجنائز، باب الصلوۃ علی المنافقین (۱۹۴۰)

سنن ابن ماجہ: الجنائز، باب فی الصلوۃ علی اھل القبلہ (۱۵۱۲،۱۵۱۳)

منداحمد: مسند العشرۃ المبشرین بالجنۃ، مسند عمر بن الخطابؓ (۹۱)۔

اور تفسیر قرطبی، ابن کثیر، ابن جریر طبری، روح المعانی، مظہری، جلالین اور لباب النقول فی اسباب النزول وغیرہ میں اسکو شان نزول کے طور پر نقل کیا گیا ہے دیکھئے سورۃ التوبہ آیات ۸۰،۸۴۔

کیا اب بھی معاذ اللہ یہ ''صریح جھوٹ پر مبنی روایت'' ہے؟ جبکہ محدثین نے اسکو صحیح قرار دیا ہے۔امام ترمذی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔آمین!

اعتراض نمبر ۳۷

﴿۳۷﴾قرآن مقدس قرآن مقدس کا مصداق جتنا صحابہ کرامؓ کی سیرت پاک ہے اتنا سوائے آپ ﷺ کے اور کوئی ہو یہ ناممکن ہے وہ جنکے دلوں کی منجھائی کر کے کلمۂ حق اللہ خود پیوست کر دے وہ صحابہ ہی ہیں، ''اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی،'' بلکہ فرمایا

،،اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى، جس کا نکھار میدان قیامت میں ہی انکو بلا حساب مغفرت کے رنگ میں ہوگا. **بخاری محدث** اس کے بالکل برعکس امام بخاری کے رواۃ کے نزدیک صحابہ کرامؓ کی جماعت معاذ اللہ مرتد ہونیکی کی حالت میں اللہ کے حضور پیش ہونگے اور امام بخاری زہری ایسے باتونی اور پھکو باز رفض نواز راویوں کو حقائق قرآن پر ترجیح دیکر اپنی کتاب میں درج کر رہے ہیں....ان ناسا من اصحابی یؤخذبهم ذات الشمال فاقول اصيحابى اصيحابى فيقول انهم لم يزالوا مرتدين علىٰ اعقابهم منز فارقتهم،، (بخاری ۱/۴۷۳) میرے محبوب اور پیارے صحابہؓ کی جماعت کو گرفت میں لیا جائیگا تو میں کہوں گا یہ تو میرے پیارے ہیں تو مجھے کہا جائیگا.. تو جب سے ان سے جدا ہو کر دنیا سے چلا آیا تھا یہ برابر مرتد ہی ہو رہے تھے اب غور فرمایئے.. اصیحابی،، لفظ سے جس طرح ان کا آپ ﷺ سے چھوٹا ہونا ثابت ہوا اسی طرح انکا آپ ﷺ کی نظر میں انکا محبوب ہونا بھی ثابت ہوا جسطرح حضرت عمرؓ سے فرمایا، یا اخیّ،، اے میرا چھوٹا اور پیارا بھائی.... پھر چھوٹا اور پیارا بھائی اول مصداق میں ابو بکر الصدیقؓ اور عمرؓ پھر عثمانؓ و علیؓ ھلم جرا... یہ سارے تو ہو جائیں بقول لعنتی رواۃ بخاری مرتد تو نبوت کے پلے باقی کیا بچیگا... اللہ معاف فرمائے اللہ کرے امام بخاری ایسے الزام میں شامل نہ ہوں لیکن کیا کہا جائے کہ اکثر محدثین کا شعبہ حیات چونکہ روایات جمع کرنا تھا اس لئے روایت کے پس و پیش دیکھ کر روایت کرنا ہر کسی کا کام نہیں ہوتا... (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۷۵-۷۶)

«الجواب»

اعتراض میں مذکور حدیث اور اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث: حدثنا محمد بن كثير حدثنا سفيان حدثنا المغيرة بن النعمان قال: حدثني سعيد بن جبير عن ابن عباس عن النبي ﷺ قال: ان انا سامن اصحابي يؤخذبهم ذات الشمال فاقول: اصيحابي اصيحابي فيقول: انهم لم يزالوا مرتدين على اعقابهم منذفارقتهم فا قول كما قال العبدالصالح: وكنت عليهم شهيدامادمت فيهم الى قوله العزيز الحكيم (بخاری شریف: احادیث الانبیاء، باب قول اللہ: واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا، رقم ۳۱۰۰)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ (قیامت کے دن) میرے اصحاب میں سے کچھ لوگوں کو بائیں طرف (جہنم کیطرف) کر دیا جائیگا تو میں کہوں گا یہ تو میرے اصحاب ہیں یہ تو میرے اصحاب ہیں تو اللہ کہے گا کہ یہ برابر اپنی ایڑیوں پر پھرنے والے رہے جب سے تو ان سے جدا ہوا تو میں بھی ایسے کہونگا جیسے عبد صالح (عیسیٰ) نے کہا تھا کہ ’’جبتک میں انمیں

تھا تو میں ان پر گواہ تھا اور جب تو نے مجھے وفات دے دی تو پھر تو ہی ان پر نگران تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے اگر تو انکو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انکو بخش دے تو تو بڑا غالب اور حکمت والا ہے۔

اس حدیث پر چتروڑی صاحب کے اعتراضات کے تسلی بخش جوابات اعتراض نمبر ۳۲،۳۳ کے ذیل میں گزر چکے ہیں وہاں دوبارہ ملاحظہ فرمالیں۔ البتہ یہاں ایک بات نئی ہے اور وہ یہ کہ ''علامہ'' نے ''اصیحابی'' سے جو کہ اصحابی کی تصغیر ہے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ حضور ﷺ کے بڑے پیارے ہونگے جیسا کہ حضور ﷺ کا حضرت عمرؓ کو ''یا اُخَی'' تصغیر سے پکارنا پیار کیلئے ہے۔

تصغیر کے اغراض: اسکا جواب یہ ہے کہ تصغیر ہمیشہ پیار کیلئے نہیں آتی بلکہ متعدد اغراض کیلئے آتی ہے جن میں سے چھوٹا پن، حقارت، قلت، شفقت اور عظمت مشہور اغراض ہیں یہاں ''اصیحابی'' کا مصغر لفظ پیار کیلئے نہیں بلکہ قلت کیلئے ہے جو قلت عدد اور قلت صحبت پر دلالت کر رہا ہے۔

امام خطابیؒ فرماتے ہیں۔

''فیه اشارة الیٰ قلة عدد من وقع لهم ذالك'' (فتح الباری تحت ھذا الحدیث)

کہ اس لفظ میں ان لوگوں کی قلت تعداد کیطرف اشارہ ہے جن سے ارتداد کا وقوع ہوا۔

اگر تصغیر ہمیشہ پیار ہی کیلئے آتی ہے تو کیا ''ھلاك امتی علی یدی اغیلمة من قریش'' (مسند احمد، مسند ابی ہریرہؓ) میں ''اغیلمة'' بھی جو کہ مصغر لایا گیا ہے پیار کیلئے ہے؟

''علامہ'' روافض کے نقشِ قدم پر: اور ''علامہ'' اپنی اس عبارت میں تو عین شیعہ روافض کی بولی بول رہے ہیں کہ ''اول مصداق میں ابوبکر الصدیقؓ اور عمرؓ پھر عثمانؓ و علیؓ الخ'' بلکہ ان سے بھی ایک قدم آگے نکلنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ وہ حضرت علیؓ کو تو معاف کر دیتے ہیں اور انہوں

نے انکو بھی معاف نہیں کیا۔

یہ دراصل مرعوبیت کی دلیل ہے کہ رافضی علماء اس حدیث کو اپنے باطل نظریہ ''ارتداد صحابہ'' (معاذ اللہ) میں بطور دلیل پیش کرتے ہیں اور ''علامہ'' چونکہ اپنی علمی بے بضاعتی کیوجہ سے اسکا کوئی جواب نہیں پاتے اسلئے اس حدیث کے دشمن ہو گئے ورنہ علماء اہلسنت تو کبھی اس حدیث کیوجہ سے روافض سے مرعوب نہیں ہوئے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس حدیث کا مصداق کون ہیں؟

امام خطابیؒ فرماتے ہیں۔

انما وقع لبعض جفاة العرب ولم يقع من احد الصحابة المشهورين (فتح الباری) کہ یہ ارتداد عرب کے بعض گنواروں کیطرف سے واقع ہوا اور مشہور صحابہؓ میں سے کسی ایک سے بھی اسکا وقوع نہیں ہوا۔

''علامہ'' سے سوال ہے کہ کیا ابو بکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ و علیؓ مشہور صحابہؓ میں سے نہ تھے؟ تعجب ہے ''علامہ'' کی جہالت پر اور پھر ''علامہ'' کو زہری فوبیا ہو گیا ہے کیونکہ اس روایت میں انکا نام تک نہیں ہے اسکے باوجود ''علامہ'' انکا نام لیکر انکو گالیاں بک رہے ہیں۔ فیاللعجب

اب آیئے اس حدیث کے راویوں کو دیکھتے ہیں جنکو ''علامہ'' نے ''لعنتی'' کہا ہے۔ معاذ اللہ

رواۃ حدیث: محمد بن کثیر، سفیان، المغیرۃ بن النعمان، سعید بن جبیر، ابن عباسؓ

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

۱۔ ابوعبداللہ محمد بن کثیر العبدی البصری من کبار تبع الاتباع المتوفی ۲۲۳ھ۔

احمد بن حنبلؒ	:	ثقة	(تھذیب التھذیب ۹/۳۷۱)
ابوحاتم الرازیؒ	:	صدوق	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً)
یحیٰی بن معینؒ	:	لم یکن بثقة	(ایضاً)
ابن قانعؒ	:	ضعیف	(ایضاً)

۲۔ابوعبداللہ سفیان الثوری دیکھئے اعتراض نمبر ۱۱ صفحہ ۲۲۱

۳۔المغیرۃ بن النعمان النخعی الکوفی ممن لم تلق الصحابۃ

یحییٰ بن معینؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۲۴۲/۱۰)
ابوداود السجستانیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابوحاتم الرازیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
یعقوب بن سفیانؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً)

۴۔ابومحمد سعید بن جبیر بن ہشام الاسدی الکوفی من الوسطی من التابعین المتوفی ۹۴ھ۔

یحییٰ بن معینؒ	:	ثقۃ	(موسوعۃ الحدیث تحت ھذا الحدیث)
ابوزرعۃ الرازیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابوالقاسم الطبریؒ	:	ثقۃ، امام، حجۃ	(تھذیب التھذیب ۱۲/۴)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً)

۵۔ابوالعباس عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم الصحابی رضی اللہ عنہ ابن عم رسول اللہ ﷺ

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اور اخیر میں یہ کہ اس مضمون کی احادیث تمام کتب حدیث میں موجود ہیں جیسا کہ انکے تفصیلی حوالہ جات ہم اعتراض نمبر ۳۲، ۳۳ کے اخیر میں نقل کر چکے ہیں۔

اور خاص یہ روایت جسمیں ''اُصیحابی'' مصغر آیا ہے بخاری کے علاوہ مسلم، ابن ماجہ اور مسند احمد میں بھی موجود ہے دیکھئے۔

مسلم شریف: الفضائل، باب اثبات حوض نبینا وصفاتہ (۴۲۵۹)

سنن ابن ماجہ: المناسک، باب الخطبۃ یوم النحر (۳۰۴۸)

مسند احمد: مسند المکثرین من الصحابہ، مسند عبداللہ بن مسعودؓ (۴۱۰۴)

ایضاً: اول مسند البصریین، حدیث ابی بکرۃ نفیع بن الحارث بن کلدہؓ (۱۹۶۰۲)

کیا اب بھی یہ "لعنتی رواۃ" کی روایت ہے۔

اعتراض نمبر ۳۸

﴿۳۸﴾ قرآن مقدس قرآن مقدس جس شان سے نازل کیا گیا اسی شان سے جمع ہوا حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ کی نگرانی میں جمع ہونیوالا وہ یہی ہے جو اس وقت پوری دنیا میں موجود ہے حفصی قراءت والا قرآن موجود اور محفوظ ہے کوئی دوسری قراءت اس میں موجود نہیں ہے.. اور دوسری قراءت والا قرآن اس سرزمین پر بھی معدوم ہے باقی اور دوسری قرائتیں کوفہ کے قاریوں کی اخراج کی ہوئی ہیں رسول اللہ ﷺ سے قطعاً ثابت نہیں ہیں اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ نے کسی صحابیؓ کو مختلف قرائتیں بتا کر مغالطہ میں ڈالا تھا.. **بخاری محدث** لیکن امام بخاری اپنی کتاب میں صحابہ کرامؓ کے نام پر ایسی روایات لاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے بعض صحابہؓ کو کچھ قراءت سکھائی اور بعض کو اسکے خلاف سکھائی اور یوں ان میں اختلاف کا سبب خود آپ ﷺ بنے.. معاذ اللہ بخاری نے اپنی کتاب مین تین جگہ یہ روایت ذکر کی ہے.. ۳۲۵، ۴۹۴، ۷۵۷... جس کا خلاصہ یہ ہیکہ ابن مسعودؓ نے فرمایا میں نے ایک آدمی کو سنا آیت پڑھ رہا تھا اور مجھے رسول اللہ نے اسکے خلاف بتائی تھی تو میں اسکو گھسیٹ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا اس نے بھی آیت سنائی اور میں نے اس کے خلاف سنائی تو آپ ﷺ نے فرمایا دونوں صحیح ہو... حالانکہ دو میں سے ایک ہی نازل ہونیوالی صحیح تھی ورنہ یہ لازم آیا کہ آپ ﷺ ہی نے انکو ایک دوسرے کیخلاف بتایا تھا اور اختلاف میں ڈال کر لڑا دیا... (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۷۶-۷۸)

الجواب

اعتراض میں مذکور حدیث اور اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث: حدثنا سلیمان بن حرب حدثنا شعبة عن عبدالملك بن میسرة عن النزال بن سبرة عن عبدالله انه سمع رجلا یقرأ اٰیة سمع النبی ﷺ خلافها فاخذت بیده فانطلقت به الی النبی ﷺ فقال كلا كما محسن فاقرء وا اكبر علمی قال: فان من كان قبلكم اختلفوا فاهلكوا (صحیح بخاری: فضائل القرآن، باب اقرء وا القرآن ما ائتلفت علیه قلوبکم، رقم ۴۶۷۴)

ترجمہ: نزال بن سبرہ عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک آدمی کو ایک آیت پڑھتے ہوئے سنا جسکو خود انہوں نے نبی ﷺ سے اس کے خلاف سنا تھا تو وہ کہتے ہیں کہ میں نے اسکے ہاتھ سے پکڑا اور نبی ﷺ کے پاس لے آیا تو آپ ﷺ نے (دونوں سے سنکر) فرمایا کہ تم دونوں ٹھیک ہو پس پڑھتے رہو کیونکہ تم سے پہلے لوگوں نے جھگڑا اختیار کیا تو ہلاک کردیئے گئے۔

''علامہ'' کی ''دیانت'' کا نمونہ: اس حدیث پر اعتراض کا جواب تفصیل سے اگلے اعتراض کے ذیل میں آرہا ہے یہاں صرف چتروڑی صاحب کی روایتی ''دیانتداری'' کا ایک نمونہ آپکو دکھاتے ہیں۔

چتروڑی صاحب نے ابن مسعودؓ کی روایت کا ترجمہ نقل کیا اور اسمیں لکھا ''تو میں اسکو گھسیٹ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا'' حالانکہ ابن مسعودؓ کی یہ روایت بخاری میں تین جگہ آئی ہے نمبرا۔ کتاب الخصومات میں نمبر۲۔ کتاب احادیث الانبیاء میں، اور نمبر۳۔ کتاب فضائل القرآن میں، اور ان تین روایات میں الفاظ کا تھوڑا بہت فرق بھی موجود ہے مثلاً فضائل القرآن میں الفاظ ہیں ''فانطلقت به الی النبی ﷺ'' ( ) احادیث الانبیاء میں ہیں ''فجئت به النبی ﷺ'' ( ) اور خصومات میں ہیں ''فاتیت به رسول الله ﷺ'' (۲۲۳۳) لیکن ان سب کا معنی وہی بنتا ہے جو ہمنے ترجمہ میں تحریر کیا کہ ''میں اسکو نبی ﷺ کے پاس لے آیا'' کسی ایک روایت سے بھی گھسیٹنے کا معنی مفہوم نہیں ہوتا لیکن چتروڑی صاحب جنکا کام ہی جھوٹ کے تانے بانے بننا ہے یہاں ابن مسعودؓ کے متھے بھی جھوٹ جڑنے سے باز نہیں آئے کہ انہوں نے کہا کہ ''میں اسکو گھسیٹ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا'' فلعنة الله علی الکاذبین.

دوسری بات یہ ہے کہ ''علامہ'' نے مختلف قراءتوں کا انکار کیا ہے اس انکار پر تو بات ہم اگلے اعتراض میں کرینگے البتہ یہاں آپکو یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ''علامہ'' نے انکار انکار میں خود انکا اقرار کرلیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ''حفصی قرائت والا قرآن موجود اور محفوظ ہے'' جب مختلف قراءتیں تسلیم ہی

نہیں ہیں تو پھر ''حفصی قرائت والا قرآن'' کا کیا مطلب ہے؟ سچ ہے حق چھپائے چھپتا نہیں ہے۔

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اور'' علامہ'' نے خصوصی مہربانی فرماتے ہوئے اس روایت کے راویوں کو'' معاف'' رکھا ہے اسلئے ہم بھی انکی صفائی میں ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال نقل کرنے کو زائد از ضرورت سمجھتے ہیں البتہ اتنا بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اسکو امام احمدؒ نے اپنی مسند میں تقریباً آٹھ جگہ ذکر کیا ہے دیکھئے مسند احمد، مسند عبداللہ بن مسعودؓ روایات ۳۵۳۸، ۳۶۱۲، ۳۶۵۲، ۳۷۱۳، ۳۷۸۴، ۳۷۹۳، ۴۰۹۵، ۴۱۳۴۔

﴿اعتراض نمبر ۳۹﴾

﴿۳۹﴾ قرآن مقدس قرآن مقدس ایک ہی حرف پر نازل ہوا جس حرف پر نازل ہوا اسی حرف کیساتھ موجود ہے نہ اللہ نے مختلف قرائتوں میں نازل کیا اور نہ رسول اللہ ﷺ نے کسی صحابیؓ کو کچھ اور کسی اور صحابیؓ کو کچھ پڑھایا نہ کسی صحابیؓ نے موجودہ حرف کے خلاف پڑھا جس قدر دوسری قرائتیں ہیں وہ کوفہ کے بعض قراء کی اخراج کی ہوئی ہیں اگر دوسری قراءتیں نازل ہوتیں تو ہر قراءت کیلئے قرآن علیحدہ ہوتا یا اسی قرآن میں وہ درج ہوتیں حالانکہ ایسا قطعاً نہیں ہے۔ **بخاری محدث** لیکن امام بخاری کہتے ہیں کہ اس موجودہ حرف کے علاوہ دوسری قرائتیں بھی نازل ہوئی ہیں سبعہ قراءت پر قرآن نازل ہوا ہے اور رسول اللہ ﷺ کسی کو کوئی قرائت پڑھاتے تھے اور کسی کو کوئی اور قرائت پڑھاتے تھے (**لا حول ولا قوۃ**) جس سے صحابہؓ کے اندر خانہ جنگی کی حد تک اختلاف ہو جاتا تھا حتی کہ ایک دوسرے کے گلے میں پھندا ڈال کر اور گھسیٹ کر دربار نبوی میں لے جاتے تھے گویا یہ اختلاف انکے درمیان خود اللہ کے رسول ﷺ نے ڈال دیا تھا کسی کو کچھ بتاتے اور کسی کو کچھ اور حرف بتاتے، **نعوذ اللہ**،، حتی کہ حضرت عمرؓ نے ہشام ابن حکیمؓ کے گلے میں پھندا ڈالا اور گھسیٹ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے اللہ کے رسول ﷺ نے ہشام کو سورت فرقان اور طرح پڑھائی تھی اور حضرت عمرؓ کو اسکے خلاف پڑھائی تھی جس سے یہ لازم آیا کہ اصحابؓ کو غلط فہمی میں خود رسول اللہ نے ڈال دیا تھا اور اللہ کے اتارے ہوئے قرآن کو رسول اللہ ﷺ نے ٹکڑے کر کے کسی کو کوئی ٹکڑا پڑھایا اور دوسرے کو کوئی اور ٹکڑا پڑھادیا۔۔ **لاحول ولا قوۃ الا باللہ**.... یہ روایت جو امام بخاری نے اپنے بااعتماد استاذ حدیث جناب زہری سے نقل کی ہے جو شیعوں میں شیعہ اور سنیوں میں اہل سنت تھا اس پر امام بخاری کو اتنا اعتماد ہے کہ اسکی بات کو قرآن کی طرح حرف آخر سمجھتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ یہ کیا بک رہا ہے اس سے قرآن کی صداقت پر کتنا حرف آتا ہے اور آپ ﷺ کی ذات کتنا عدالت سے دور سمجھی جائیگی ... صحیح بخاری ۳۲۶...۷۴۷... ۷۵۴...۱۰۳۵...۱۱۲۶،، متقارب الفاظ کیساتھ پانچ جگہ ذکر کی ہے کسی ایک جگہ بھی قرآن کی حیثیت کو خاطر میں نہیں لائے... (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۷۸۔۷۹)

﴿﴿الجواب﴾﴾

اعتراض میں مذکور حدیث اور اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث: عن عبدالرحمٰن بن عبدٍ القاری انه قال: سمعت عمر بن الخطاب رضی الله عنه یقول: سمعت هشام بن حکیم بن حزام یقرأ سورة الفرقان علیٰ غیر ما اقرؤها و کان رسول الله ﷺ اقرأ نیها و کدت ان اعجل علیه ثم امهلته حتی انصرف ثم لببته بردائه فجئت به رسول الله ﷺ فقلت: انی سمعت هذا یقرأ علی غیر ما اقرأ تنیها فقال لی: ارسله ثم قال له: اقرأ فقرأ قال: هکذا انزلت ثم قال لی: اقرأ فقرأت فقال: هکذا انزلت ان القرآن انزل علی سبعة احرف فاقرأوا ماتیسر منه (صحیح البخاری: الخصومات، باب کلام الخصوم بعضهم فی بعض، رقم ۲۲۴۱)

ترجمہ: عمر بن خطابؓ کہتے ہیں کہ میں نے ہشام بن حکیم بن حزام کو سنا کہ وہ سورت فرقان کو اسکے خلاف پڑھ رہے تھے جس طرح کہ میں اسکو پڑھتا تھا حالانکہ خود رسول اللہ ﷺ نے وہ سورت مجھے پڑھائی تھی قریب تھا کہ میں جلدی انکو پکڑ لیتا لیکن میں نے انکو مہلت دی یہاں تک کہ انہوں نے سلام پھیرا تو میں نے انکی چادر سے پکڑا اور انکو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آیا اور عرض کیا کہ میں نے اسکو اسکے خلاف پڑھتے ہوئے سنا ہے جسطرح کہ آپ نے مجھے پڑھایا تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ انکو چھوڑ دو پھر انکو فرمایا کہ پڑھو انہوں نے پڑھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوا پھر مجھے فرمایا کہ تم پڑھو میں نے پڑھا تو بھی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوا بے شک قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے پس جو آسان لگے اسی کو پڑھو۔

حدیث با ترجمہ آپ نے ملاحظہ فرمائی یہ حدیث صحیح بخاری میں پانچ جگہ آئی ہے نمبرا۔ کتاب الخصومات میں جو اوپر مذکور ہوئی (۲۲۴۱) نمبر۲۔ فضائل القرآن، باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف میں (۴۶۰۸) نمبر۳۔ فضائل القرآن، باب من لم یربأ سا ان یقول سوۃ البقرۃ وسورۃ کذا وکذا میں (۴۶۵۳) نمبر۴۔ کتاب استتابۃ المرتدین والمعاندین، باب ماجاء فی المتاولین میں نمبر۵۔ کتاب التوحید، باب قول اللہ فاقرءوا علی ماتیسر من القرآن میں (۶۹۹۵)

اس حدیث پر چتروڑی صاحب کو یہ اعتراض ہے کہ قرآن مقدس ایک حرف پر نازل ہوا ہے" لیکن امام بخاری کہتے ہیں کہ اس موجودہ حرف کے علاوہ دوسری قرائتیں بھی نازل ہوئی ہیں سبعہ قرائت پر قرآن نازل ہوا ہے"

''علامہ'' کی جہالت: اسکے جواب میں پہلی بات تو یہ ہے کہ امام بخاری نے جو روایات ذکر کی ہیں انمیں ''سبعۃ احرف'' کا ذکر ہے نہ کہ ''سبعہ قرائت'' کا۔ ''علامہ'' نے لاعلمی کیوجہ سے ''سبعۃ احرف'' کو ''سبعہ قراءت'' سمجھ لیا حالانکہ یہ کھلی ہوئی جہالت ہے۔

قال ابو الشامة: ظن قوم ان القراء ات السبع الموجودة الئن هی التی اریدت فی الحدیث وهی خلاف اجماع اهل العلم قاطبة و انمایظن ذالك بعض اهل الجهل (فتح الباری: فضائل القرآن، باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف)

ترجمہ: ابو شامہ کہتے ہیں بعض لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ وہ سات قرائتیں جو اس وقت موجود ہیں حدیث میں انہی کو مراد لیا گیا ہے حالانکہ یہ تمام اہل علم کے اجماع کے خلاف ہے اور یہ صرف بعض جہلاء کا گمان ہے۔

اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ''علامہ'' صاحب البقۂ جہلاء سے تعلق رکھتے ہیں۔

حدیث "انزل القرآن علی سبعة احرف"، جسکو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے باتفاق امت صحیح حدیث ہے جو اکیس صحابہؓ سے منقول ہوئی ہے اور تقریباً تمام صحاح وسنن، جوامع ومسانید اور مصنفات ومعاجم وغیرہ میں موجود ہے۔ امام ترمذیؒ نے اسکو حسن اور صحیح قرار دیا ہے اور ابوعبیدہؒ نے اسکے تواتر کا دعوی کیا ہے حوالہ جات آگے آرہے ہیں اسکو جھٹلانا حدیث رسول ﷺ کے انکار کے مترادف ہے جسکی جرأت کوئی مومن ہرگز نہیں کرسکتا۔ ''سبعۃ احرف'' اور ''سبعہ قراءات'' دونوں الگ الگ حقیقتیں ہیں اور دونوں کا اپنا اپنا مفہوم ہے جو انکو ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے لیکن جہلاء اس فرق کو کم ہی جانتے ہیں۔

سبعۃ احرف کی حقیقت: رہی ''سبعۃ احرف'' کی حقیقت تو وہ یہ ہے کہ نزول قرآن کا زمانہ کم خواندگی کا زمانہ تھا لکھنے پڑھنے والے افراد کی بہت کمی تھی کسی چیز کو محفوظ کرنے اور محفوظ رکھنے کا زیادہ تر انحصار یادداشت (حافظہ) پر ہی تھا اور ہر ایک کا حافظہ اور ضبط بھی قابل رشک نہ تھا اور قرآن مجید کے الفاظ میں تغیر وتبدل کی بھی اجازت نہ تھی خواص تو من وعن یاد کر لیتے تھے لیکن عوام کیلئے کافی مشکلات تھیں پس اس طرح قرآن مجید کی تعلیمات کے محدود ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ تو حضور ﷺ نے امت کی آسانی اور تعلیمات قرآن کے فروغ کیلئے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ قرآن کے معانی کو مختلف متقارب المعنی الفاظ سے ادائیگی کی اجازت دی جائے تو اللہ تعالیٰ نے اس حکمت کے پیش نظر اجازت مرحمت فرمادی کہ قرآن مجید کے معانی کو سات تک متقارب المعنی الفاظ سے ادا کیا جا سکتا ہے۔

مسند احمد کی یہ حدیث اس پر بہت واضح ہے۔

عن ابیؓ قال: لقی رسول اللہ ﷺ جبریل علیہ السلام عند احجار المراء فقال رسول اللہ ﷺ لجبریل علیہ السلام: انی بعثت الی امۃ امیین فیھم الشیخ العاصی والعجوزۃ الکبیرۃ والغلام قال: فمرھم فلیقرء وا القراٰن علی سبعۃ احرف

(مسند احمد: مسند الانصار، حدیث زر بن حبیش عن ابی بن کعب، رقم ۲۰۲۵۹)

ترجمہ: حضرت ابیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ''احجار المراء'' کے پاس جبریل علیہ السلام سے ملے تو رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ میں ایک ناخواندہ امت کیطرف مبعوث ہوا ہوں جسمیں بہت بوڑھے اور بڑی بڑھیائیں بھی ہیں اور بچے بھی تو انہوں نے کہا کہ آپ انکو حکم دیں کہ وہ قرآن کو سات طریقوں پر پڑھا کریں۔

بعض حضرات کے نزدیک سات کا عدد کثرت کیلئے ہے تحدید کیلئے نہیں یعنی مطلقاً اجازت دیدی گئی کہ ایک معنی کو مختلف الفاظ سے ادا کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ اصل مفہوم میں تبدیلی واقع نہ ہو۔ پس اس طرح امت کو ایک بہت بڑی سہولت دیدی گئی تا کہ وہ قرآنی تعلیمات سے زیادہ سے زیادہ

روشناس ہوسکے۔

لیکن جب اسلامی سرحدیں وسیع ہوگئیں اور اسلام دوردور تک پھیل گیا تو اب یہی سہولت مشکلات پیدا کرنے لگی کہ جسکو ایک طریقہ (حرف) معلوم تھا اور دوسرا معلوم نہ تھا وہ دوسرے کی تغلیط و تکذیب کرنے لگا تو اب خطرہ پیدا ہوگیا کہ کہیں قرآن کی تکذیب نہ ہونے لگے اسلئے صحابہ کرامؓ کے مشورہ سے حضرت عثمانؓ نے ایک ہی حرف پر اسکو تحریر کرادیا اور اسکے نسخے مرکزی شہروں میں بھجوادیئے اور اسی نسخے کو معیار بنادیا گیا تو اس طرح دوبارہ ایک حرف پر قراءت لوٹ آئی جیسا کہ شروع ہوئی تھی۔

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں۔

الاول وهو الذى عليه اكثر اهل العلم كسفيان بن عيينة وعبدالله بن وهب والطبرى والطحاوى وغيرهم ان المراد سبعة اوجه فى المعانى المتقاربة بالفاظ مختلفة نحو اقبل وتعال وهلم (تفسیر القرطبی: مقدمہ ۴۲/۱)

ترجمہ: پہلا قول جسپر سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن وھب، طبری اور طحاوی وغیرھم جیسے اکثر اہل علم ہیں یہ ہیکہ اس (حدیث) سے مراد مختلف الفاظ کے ساتھ متقارب معانی کو ادا کرنے کی سات وجوہ ہیں جیسے اقبل، تعال اور ھلم کہ سب کا معنی ایک ہے۔

امام سیوطیؒ فرماتے ہیں۔

قال الطحاوى: وانما كان ذالك رخصة لما كان يتعسر علىٰ كثير منهم التلاوة بلفظ واحد لعدم علمهم بالكتابة والضبط و اتقان الحفظ...فلما رأى الصحابة ان الامة تفترق و تختلف اذا لم يجتمعوا على حرف واحد اجتمعوا على ذالك اجتماعا شائعا وهم معصومون من الضلالة ولم يكن فى ذالك ترك واجب ولا فعل حرام (الاتقان للسیوطی/۱۴۰)

ترجمہ: امام طحاویؒ نے فرمایا کہ یہ سات طریقوں پر پڑھنا ایک رخصت تھی کیونکہ انمیں سے بہت سوں پر ایک لفظ کے ساتھ تلاوت کرنا مشکل تھا اسلئے کہ وہ کتابت کا علم نہ رکھتے تھے اور ضبط وحفظ کی پختگی بھی (ہرایک میں) معدوم تھی.... پھر جب صحابہؓ نے دیکھا کہ اگر امت ایک طریقے پر اکٹھی نہ ہوئی تو اسمیں افتراق واختلاف پیدا ہو جائیگا توان سب نے ایک طریقے پر اجماع کرلیا اور وہ (بحیثیت جماعت) گمراہی سے معصوم تھے اور اسمیں کسی واجب کا ترک یا حرام کا ارتکاب بھی نہ تھا۔

سبعۃ احرف پر شیطانی وسوسہ: بفضلہ تعالیٰ اس تحقیق سے ''سبعۃ احرف'' کی حقیقت الم نشرح ہوگئی ہے اور اسپر کسی اشکال واعتراض کی گنجائش نہیں رہی تاہم یہ مسئلہ ایسا ہے کہ جہاں شیطان کو اس بارے وسوسہ اندازی کا موقع ملتا ہے کہ معاذ اللہ قرآن اللہ کی کتاب نہیں ہے۔ یہی اشکال اس موقع پر بعض صحابہؓ کو بھی پیش آیا لیکن صادق ومصدوق نبی ﷺ کی مبارک توجہ وتصرف سے انکا دل وساوس سے پاک وصاف ہوگیا۔ صحیح مسلم میں حضرت ابی بن کعبؓ کا قصہ مذکور ہے وہ فرماتے ہیں کہ

''میں مسجد میں تھا کہ ایک آدمی آکر نماز پڑھنے لگا اور اس نے ایسی قراءت کی جسے میں نہیں جانتا تھا پھر دوسرا داخل ہوا تو اس نے اس آدمی سے بھی مختلف قراءت کی۔ پس جب ہمنے نماز مکمل کرلی تو سب رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور میں نے کہا کہ اس آدمی نے ایسی قراءت کی جسکو میں نہیں جانتا تھا اور دوسرا آیا تو اس نے اس سے بھی مختلف قراءت کی تو رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو پڑھنے کا حکم دیا ان دونوں نے پڑھا تو نبی ﷺ نے دونوں کی قراءت کی تحسین کی تو میرے دل میں تکذیب واقع ہوئی لیکن وہ ایسی نہ تھی جب میں جاہلیت میں تھا'' **فلما رأی رسول اللہ ﷺ ماقد غشینی ضرب فی صدری ففضت عرقا وکانما انظر الی اللہ عزوجل فرقا**'' پس جب رسول اللہ ﷺ نے اس کیفیت کو دیکھا جس نے مجھے آگھیرا تھا تو آپ ﷺ نے میرے سینے پر تھپکی ماری اور میں پسینہ پسینہ ہوگیا اور گویا مجھے اللہ عزوجل نظر آنے لگا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے ابی! میری طرف یہ حکم بھیجا گیا تھا کہ قرآن کو ایک ہی طریقے پر پڑھنا ہے تو میں نے عرض کیا کہ (اے میرے

رب) میری امت پر آسانی فرماتو دوسری بار مجھے یہ حکم بھیجا گیا کہ اسکو دو طریقوں پر پڑھو پھر میں نے عرض کیا (اے میرے رب!) میری امت پر مزید آسانی فرماتو تیسری بار مجھے یہ حکم دیا گیا کہ اسکو سات طریقوں پر پڑھ سکتے ہو" (صحیح مسلم: صلاۃ المسافرین، باب بیان ان القرآن انزل علی سبعۃ احرف)

اب جبکہ چتروڑی صاحب کو شیطان کی وسوسہ اندازی سے اشکال پیدا ہوا ہے تو اگر نبی ﷺ ہم میں موجود نہیں ہیں لیکن آپ ﷺ کے جانشین اور علوم نبوت کے حاملین و وارثین علماء ربانیین تو اب بھی موجود ہیں اگر چتروڑی صاحب انکے سامنے اپنا مرض ظاہر کرتے تو شاید وہ بھی تصرف باطنی سے انکو شیطانی وسوسہ سے نجات دلانے میں ضرور مددگار ہوتے لیکن یہ چیز "نام" کے "سعیدوں" کو نہیں بلکہ کام کے سعیدوں کو ملتی ہے۔

دل بینا بھی کر خدا سے طلب　　　　کہ آنکھ کا نور دل کا نور نہیں۔

قراءات سبعہ کی حقیقت: رہا مسئلہ اختلاف قراءات کا جو اس وقت پڑھی جاتی ہیں تو انکی حقیقت یہ ہے کہ جیسا کہ پیچھے مذکور ہوا کہ حضرت عثمانؓ نے قرآن مجید کے جو نسخے اپنی نگرانی میں تیار کرائے تھے اور انکو "معیاری نسخہ" کے طور پر مکہ، مدینہ، بصرہ، کوفہ اور شام جیسے مرکزی شہروں میں بھجوایا ان پر اس وقت کے عربی رسم الخط کے مطابق نہ نقاط تھے اور نہ ہی اعراب اور ان مختلف علاقوں کے لوگوں نے قرآن مجید صحابہ کرامؓ سے سیکھا تھا جو قرآن کو سات حرفوں پر پڑھا کرتے تھے اور نقاط و اعراب نہ ہونے کیوجہ سے خود ان تحریر کردہ نقوش میں بھی کئی احتمالات کی گنجائش تھی مثلاً "ملك يوم الدين" میں میم پر کھڑی زبر لگائیں تو تلفظ "مَالِک" بن جائیگا اور اگر پڑی زبر لگائیں تو تلفظ "مَلِک" ہوگا تو اس طرح مختلف قراءتیں وجود میں آگئیں اور انکے لئے ضابطہ یہ ٹھیرا کہ

۱۔ جو لفظ عربی گرائمر کے اعتبار سے درست ہو

۲۔ ثبوت میں تواتر کو پہنچ جائے

۳۔ اسکا تلفظ "مصحف عثمانی" کے رسم الخط کے موافق ہو تو وہ صحیح قراءت سمجھی جائیگی اور جسمیں ان تین

شرطوں میں سے کوئی ایک بھی مفقود ہو تو وہ شاذ قراءت سمجھی جائیگی۔

علامہ ابن حجرؒ نقل فرماتے ہیں۔

قال ابن ابی هشام: ان السبب فی اختلاف القراء ات السبع وغيرها ان الجهات التی وجهت اليها المصاحف كان بها من الصحابة من حمل عنه اهل تلك الجهة وكانت المصحف خالية من النقط والشكل قال: فثبت اهل كل ناحية على ما كانوا تلقوه سماعا عن الصحابة بشرط موافقة الخط....فمن ثم نشأ الاختلاف بين قراء الامصار مع كونهم متمسكين بحرف واحد من السبعة التی فی الحديث (فتح الباری: فضائل القرآن، باب انزل القرآن علی سبعہ احرف)

ترجمہ: ابن ابی ہشامؒ نے کہا کہ قراءات سبعہ وغیرہ کے اختلاف کا سبب یہ ہوا کہ جن جہات میں مصاحف بھیجے گئے تھے ان جہات کے لوگوں نے قرآن صحابہؓ سے حاصل کیا تھا اور مصاحف نقاط واعراب سے خالی تھے تو ہر طرف کے لوگ اسپر ثابت رہے جو انہوں نے صحابہؓ سے سنکر حاصل کیا تھا بشرطیکہ وہ مصحف کے خط کے موافق ہو اور جو خط کے مخالف تھا اسکو حضرت عثمانؓ کے حکم کی تعمیل میں ترک کر دیا جسپر تمام صحابہؓ نے انکی موافقت کی تھی کیونکہ انہوں نے قرآن کیلئے احتیاط اسی میں سمجھی تھی پس اس وجہ سے مختلف شہروں کے قراء میں اختلاف پیدا ہوا باوجودیکہ وہ سب حدیث میں مذکور سبعۃ احرف میں سے ایک ہی حرف کو تھامے ہوئے تھے۔

قراءت متواترہ اور شاذہ کی تعریف: **قال الكواشی: كل ما صح سنده واستقام وجهه فی العربية ووافق لفظه خط المصحف الامام فهو من السبعة المنصوصة...ومتى فقد شرط من الثلثة فهو الشاذ** (فتح الباری ایضاً)

ترجمہ: امام کواشیؒ نے فرمایا کہ جسکی سند صحیح ہو اور عربیت میں اسکی وجہ اعراب درست ہو اور اسکا لفظ ''مصحف امام'' کے خط کے موافق ہو تو وہ سات منصوص حروف میں سے ہے اور جب ان تین

شرطوں میں سے کوئی مفقود ہو جائے تو شاذ ہے۔

امید ہے اس قدر سے آپکو اختلاف قراءات کی حقیقت کا کچھ اندازہ ہو گیا ہو گا اس سے زیادہ تفصیل ہم اس مختصر میں دینے سے قاصر ہیں تاہم کسی کو شوق ہو تو وہ بڑی کتابوں کا مطالعہ کرے جنمیں مقدمہ تفسیر طبری، مقدمہ تفسیر قرطبی، فتح الباری باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف، الاتقان اور البرھان فی علوم القرآن انتہائی معلومات افزاء ہیں۔

اب ہم چتروڑی صاحب کے کچھ ''فرمودات'' کیطرف آپکی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں۔

کیا قراءات سبعہ قرآن میں نہیں؟: فرماتے ہیں ''اگر دوسری قراءتیں نازل ہوتیں تو ہر قراءت کیلئے قرآن علیحدہ ہوتا یا اسی قرآن میں درج ہوتیں حالانکہ ایسا قطعاً نہیں'' اسکا جواب یہ ہے کہ ساتوں قراءتیں اسی قرآن میں درج ہیں لیکن انکو دیکھنے کیلئے علم ونظر درکار ہے چتروڑی صاحب تو ''علامہ'' بھی ہیں پھر معلوم نہیں کہ انکو کیوں نظر نہیں آتیں؟ چلو اب ہم انکو دکھا دیتے ہیں۔

چتروڑی صاحب! تھوڑی دیر کیلئے تصور کریں کہ قرآن مقدس سے اعراب اڑ گئے ہیں اور پھر مزید یہ تصور کریں کہ نقاط بھی اُڑ گئے ہیں اب جو قرآن مجید آپکے تصور میں ہے اصل ''مصحف امام'' یہی ہے کیونکہ اس وقت کا عربی رسم الخط یہی تھا۔ اگر آپ سے اسکا تصور نہ ہو سکے تو حضور ﷺ کے مکاتیب مبارکہ جو آپ ﷺ نے مختلف بادشاہوں کو ارسال فرمائے تھے انکو دیکھ لیں آجکل انکے عکس چارٹوں کی شکل میں جگہ جگہ دستیاب ہیں اگر یہ بھی میسر نہ ہوں تو پھر اسلام آباد کا سفر کر کے شاہ فیصل مسجد تشریف لے جائیں اسکی اندرونی دیواروں پر آپکو اسکے نمونے مل جائیں گے۔

جب آپ پرانے اور اصل رسم الخط کا تصور مکمل کر لیں تو اب سات قراءتوں کے بارے میں معلومات حاصل کریں آپکو وہ تمام قراءتیں اسی قرآن میں درج نظر آنے لگیں گی۔ اور اب قرآن مجید کی جو تعریف منقول ہے ''المنزل علی الرسول المکتوب فی المصاحف المنقول عنه نقلا متواترا بلا شبهة'' وہ بھی تمام قراءات پر منطبق ہوتی نظر آئیگی اور جب وہ تعریف منطبق ہو

جائیگی تو انکی قرانیت میں شک کی گنجائش بھی باقی نہیں رہے گی۔

اسی لئے قرآن مجید کو اپنے خاص رسم الخط میں لکھنا ضروری ہے جو کہ توقیفی ہے کیونکہ وہی رسم الخط ہی تمام قراءات کا حامل ہوسکتا ہے کوئی اور رسم الخط اُن سب قراءات کا حامل نہیں ہوسکتا۔اور اسی وجہ سے نماز میں ان قراءات سبعہ میں سے کوئی بھی قراءت کی جائے تو رکن قراءت ادا ہو جاتا ہے اور نماز صحیح ہو جاتی ہے۔

قراءات سبعہ وعشرہ سے نماز ہو جاتی ہے؟: علامہ شامیؒ فرماتے ہیں۔

القرآن الذی تجوزبه الصلوة بالاتفاق هو المضبوط فی مصاحف الائمة التی بعث بها عثمانؓ الی الامصار وهو الذی اجمع علیه الائمة العشرة وهذا هو المتواتر جملة و تفصیلا (ردالمحتار:الصلوۃ،مبحث القراءۃ)

ترجمہ:قرآن جسکے ساتھ بالاتفاق نماز جائز ہے وہ ہے جو''امام مصاحف''میں ضبط کیا گیا ہے جنکو عثمانؓ نے مختلف شہروں میں بھجوایا تھا اور وہ وہی ہے جسپر ائمہ عشرہ کا اجماع ہے اور یہی متواتر ہے اجمالا بھی اور تفصیلا بھی۔

علامہ اندریتیؒ لکھتے ہیں۔

وقراءة القرآن بالقراءات السبع والروایات کلها جائزة...لایقرأ علی رأس العوام والجهال واهل القری والجبال مثل قراءة ابی جعفر المدنی...صیانة لدینهم فلعلهم یستخفون او یضحکون وان کان کل القراءات والروایات صحیحة فصیحة طیبة ومشائخنا اختار واقراءة ابی عمر حفص عن عاصم (الفتاوی التاتارخانیۃ: الصلوۃ،الفرائض،مبحث القراءۃ،وکذافی الفتاوی الھندیۃ:الصلوۃ،الفصل الرابع فی القراءۃ)

ترجمہ: قرآن کو قراءات سبعہ اور انکی تمام روایات میں پڑھنا جائز ہے .... عوام، جہلاء، دیہاتی اور پہاڑی لوگوں کے دین کو بچانے کیلئے انکے سامنے ابوجعفر مدنی، ابن عامر شامی اور علی بن حمزہ

کسائی جیسے قراء کی قراءتیں نہ پڑھے کہ شاید وہ ان پر ہنس پڑیں یا انکی تحقیر کرنے لگیں اگر چہ تمام قراءات اور روایات صحیح، فصیح اور پاکیزہ ہیں اور ہمارے مشائخ نے حفص عن عاصم کی قراءت و روایت کو اختیار کیا ہے۔

قارئین کرام! یہ تینوں کتابیں فقہ حنفی کی معتبر ترین کتابیں ہیں اور چتر وڑی صاحب بھی حنفی کہلاتے ہیں اب آپ اندازہ لگالیں کہ چتر وڑی صاحب کتنے حنفی ہیں؟ نیز چتر وڑی صاحب کو بھی یہ معلوم ہونا چاہئے کہ وہ فقہائے احناف کے نزدیک عوام، جہلاء، دیہاتی یا پہاڑی (جاہل) لوگوں میں سے ہیں اگر چہ وہ اپنے آپکو علامہ کہتے پھریں۔

قراء سبعہ: اور یہ کہنا کہ ''جس قدر دوسری قراءتیں ہیں وہ کوفہ کے بعض قراء کی اخراج الخ'' بھی جہالت کی دلیل ہے۔

مشہور سات قراء یہ ہیں۔

☆ابو عبدالرحمن نافع بن عبدالرحمن بن ابی نعیم المدنی التوفی ۱۶۹ھ ☆عبداللہ بن کثیر الداری المکی التوفی ۱۲۰ھ ☆ابو بکر عاصم بن ابی النجو دالاسدی الکوفی التوفی ۱۲۷ھ ☆حمزہ بن حبیب الزیات التیمی الکوفی التوفی ۱۸۸ھ ☆ابو الحسن علی بن حمزہ الکسائی الکوفی التوفی ۱۸۹ھ ☆ابو عمرو زبان بن العلاء البصری التوفی ۱۵۴ھ ☆عبداللہ بن عامر الیحصبی الشامی التوفی ۱۱۸ھ

انمیں سے کوفی تین اور غیر کوفی چار ہیں تو کیا کہا جا سکتا ہے کہ ''جس قدر دوسری قراءتیں ہیں وہ کوفہ کے بعض قراء کی اخراج کی ہوئی ہیں''؟

باقی رہا رواۃ کا حال تو یہاں چتر وڑی صاحب نے امام زہریؒ کے سوا باقی راویوں کو ''خصوصی مہربانی'' سے معاف رکھا ہے اسلئے ہم بھی انکے بارے ائمہ اسماء الرجال کی جرح و تعدیل نقل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے اور امام زہریؒ پر حسب سابق اپنے ''بغض فی سبیل اللہ'' کا اظہار کیا ہے جسمیں کوئی نئی بات نہیں جو جواب کی متقاضی ہو انکے بارے مکمل بحث اعتراض نمبر ا صفحہ ۱۴۰ اور

اعتراض نمبر ۱۳ صفحہ ۲۳۴ پر گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اب آیئے دیکھتے ہیں کہ یہ حدیث ''انزل القرآن علی سبعۃ احرف'' صحیح بخاری کے علاوہ کسی اور کتاب حدیث میں بھی ہے یا نہیں؟

تو عرض ہے کہ یہ حدیث تقریباً تمام کتب حدیث میں موجود ہے۔ چند حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

صحیح مسلم: صلاۃ المسافرین، باب بیان ان القران علی سبعۃ احرف الخ (۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷)

جامع ترمذی: القراء ات عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء ان القران انزل علی سبعۃ احرف (۲۸۶۷، ۲۸۶۸)

سنن نسائی: الافتتاح، باب ماجاء فی القران (۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱)

سنن ابی داود: الصلوۃ، باب انزل القران علی سبعۃ احرف (۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳)

مسند احمد: مسند العشرۃ المبشرین بالجنۃ، اول مسند عمر بن الخطابؓ (۱۵۳، ۲۶۶، ۲۸۰)

ایضاً: مسند بنی ہاشم، بدایۃ مسند عبداللہ بن عباسؓ (۲۲۵۵، ۲۵۸۲، ۲۷۱۳)

ایضاً: مسند المکثرین من الصحابۃ، مسند عبداللہ بن مسعودؓ (۲۰۳۱)

ایضاً: باقی مسند المکثرین، مسند ابی جھیم بن الحارث بن الصمۃؓ (۱۶۸۸۴)

ایضاً: حدیث عمرو بن العاصؓ (۱۷۱۵۲، ۱۷۱۵۴)

ایضاً: اول مسند البصریین، حدیث سمرۃ بن جندب عن النبی ﷺ (۱۹۳۱۹، ۱۹۳۸۶)

ایضاً: حدیث ابی بکرۃ نفیع بن الحارث بن کلدۃؓ (۱۹۵۲۹، ۱۹۶۰۹)

ایضاً: حدیث الانصار، حدیث عبادۃ بن الصامت عن ابی بن کعبؓ (۲۰۱۷۸، ۲۰۱۷۹)

ایضاً: حدیث انس بن مالکؓ (۲۰۲۱۰)

ایضاً: حدیث سلیمان بن صرد عن ابی بن کعبؓ (۲۰۲۲۲، ۲۰۲۲۳، ۲۰۲۲۴)

ایضاً: حدیث عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عن ابی بن کعبؓ (۲۰۲۳۴، ۲۰۲۳۵، ۲۰۲۳۸، ۲۰۲۳۹، ۲۰۲۴۰، ۲۰۲۴۲)

ایضاً: حدیث زر بن حبیش عن ابی بن کعبؓ (۲۰۲۵۹)

ایضاً: حدیث حذیفۃ بن الیمان عن النبیؐ (۲۲۱۸۶، ۲۲۲۳۷، ۲۲۳۰۸، ۲۲۳۵۰)

ایضاً: من مسند القبائل، حدیث ام ایوبؓ (۲۶۱۸۲، ۲۶۳۴۰)

موطا امام مالک، النداء للصلوۃ (۴۲۳)۔

کیا اب بھی کہا جا سکتا ہے کہ ''قرآن مقدس ایک ہی حرف پر نازل ہوا ہے الخ'' یا یہ کہ ''امام بخاری کہتے ہیں کہ اس موجودہ حرف کے علاوہ الخ''؟ جبکہ امام ترمذیؒ اس حدیث کو نقل کرنے بعد لکھتے ہیں "قال ابو عیسی: ھذا حدیث حسن صحیح" (سنن ترمذی: القراءات، باب ماجاء ان القرآن انزل علی سبعۃ احرف)

سبعۃ احرف کا تواتر: امام سیوطیؒ لکھتے ہیں۔

قلت ورد حدیث نزول القراٰن علی سبعة احرف من رواية جمع من الصحابة (الاتقان/۱۳۰) کہ **انزل القراٰن علی سبعة احرف** والی حدیث صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت سے منقول ہوئی ہے پھر ان صحابہؓ کے نام لکھے ہیں۔ ☆ابی بن کعبؓ ☆انسؓ ☆حذیفۃ بن الیمانؓ ☆زید بن ارقمؓ ☆سمرۃ بن جندبؓ ☆سلیمان بن صردؓ ☆ابن عباسؓ ☆ابن مسعودؓ ☆عبدالرحمن بن عوفؓ ☆عثمان بن عفانؓ ☆عمر بن خطابؓ ☆عمرو بن ابی سلمہؓ ☆عمرو بن العاصؓ ☆معاذ بن جبلؓ ☆ہشام بن حکیمؓ ☆ابو بکرۃؓ ☆ابو جہمؓ ☆ابو سعید خدریؓ ☆ابو طلحہ الانصاریؓ ☆ابو ہریرۃؓ ☆ابو ایوب انصاریؓ۔

نام نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"فھؤلاء احد و عشرون صحابیا و قدنص ابو عبیدة علی تواتره" (الاتقان/۱۳۰) کہ یہ اکیس صحابہؓ ہیں جن سے یہ روایت منقول ہوئی ہے اور امام ابو عبیدہؒ نے اس

حدیث کے متواتر ہونے کی تصریح کی ہے۔

اب چتروڑی صاحب اپنے بارے میں غور فرمائیں کہ وہ ایسی متواتر حدیث کا انکار کر کے کونسے ''اسلام'' کی خدمت کررہے ہیں؟ جبکہ ''انکی'' فقہ حنفی کی مایہ ناز کتاب فتاوی عالمگیری میں متواتر کے منکر پر کفر کا فتوی لگایا گیا ہے۔

''من انکر المتواتر فقد کفر'' (الفتاوی الھندیہ ۲/۲۶۵)

اللہ تعالیٰ انجام بد سے محفوظ فرمائے۔آمین!

اعتراض نمبر ۴۰

(۴۰) **قرآن مقدس** قرآن پاک میں مسلمانوں کے دوگروہوں میں اگر لڑائی ہوجائے تو حکم ربانی ہے کہ انکے درمیان صلح کرادو۔۔''وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَھُمَا''، الآیۃ سورت حجرات کی یہ آیت باتفاق علماء فتح خیبر کے بعد نازل ہوئی تھی... **بخاری محدث** لیکن امام بخاری جنکو روایات جمع کرتے وقت قرآن کے مفہوم سوچنے کی غالباً فرصت ہی نہیں ملتی اور نظر انکی زیادہ اسناد جوڑنے تک محدود رہتی ہے خواہ وہ روایت سنداً منقطع ہی کیوں نہ ہو جیسے یہی روایت جو یہاں ٹانک دی ہے کہ عبداللہ ابن ابی جبکہ ابھی کافر ہی تھا... اسکی پارٹی اور جو رسول اللہ ﷺ کیساتھ اصحابؓ کی جماعت تھی باتوں باتوں میں انکے درمیان آپ ﷺ کی موجودگی میں لاٹھیوں اور جوتوں کیساتھ لڑائی ہوگئی... (بخاریؒ کتاب الصلح) تو امام بخاری غور وفکر کیے بغیر راوی پر اعتماد کر کے لکھتے ہیں کہ آیت ''وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا'' انہی دوگروہوں کے حق میں اتاری گئی تھی حالانکہ قرآن میں لفظ مومنین بھی انکو نظر نہیں آیا جبکہ وہ لڑائی مومنوں اور کافروں کے درمیان تھی۔۔ ابن ابی اس لڑائی کے وقت کٹر کافر تھا ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا وہ تو مسلمانوں کی فتح اور شان وشوکت غزوہ بدر میں دیکھ کر بعد میں منافقانہ اسلام لایا تھا... (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۷۹-۸۰)

الجواب

اعتراض میں مذکور حدیث اور اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث: حدثنا مسدد حدثنا معتمر قال سمعت ابی ان انسا رضی اللہ عنہ قال: قیل للنبی ﷺ: لو اتیت عبداللہ بن ابی فانطلق الیہ النبی ﷺ ورکب حمارا فانطلق المسلمون یمشون معہ وھی ارض سبخۃ فلما اتاہ النبی ﷺ قال: الیک عنی واللہ لقد اٰذانی نتن حمارک فقال رجل من الانصار منھم واللہ لحمار

رسول اللہ ﷺ اطیب ریحامنک فغضب لعبداللہ رجل من قومه فشتمه فغضب لکل واحد منهما اصحابه فکان بینهم ضرب بالجرید والایدی والنعال فبلغنا انها انزلت وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینهما (صحیح بخاری: الصلح، باب ماجاء فی الاصلاح بین الناس الخ، رقم ۲۶۹۴)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ سے عرض کیا گیا کہ اگر آپ عبداللہ بن ابی کے پاس تشریف لے جائیں تو بہتر ہوگا تو نبی ﷺ دراز گوش پر سوار ہو کر اسکے پاس تشریف لے چلے اور مسلمان بھی آپ کے ساتھ ساتھ پیدل چل پڑے اور وہ زمین دلدلی تھی پس جب نبی ﷺ اسکے پاس پہنچے تو اس نے کہا مجھ سے دور رہئے۔ اللہ کی قسم آپکے دراز گوش کی بدبو نے مجھے بڑی تکلیف پہنچائی ہے تو انہی میں سے ایک انصاری نے کہا اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ کا دراز گوش تجھ سے زیادہ خوشبودار ہے تو عبداللہ بن ابی کی قوم کے ایک آدمی نے اسکے لئے طیش میں آکر اس شخص کو گالی دیدی پھر ان دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھی غصے میں آگئے اور اس طرح انکے درمیان چھڑیوں، ہاتھوں اور جوتوں کے ساتھ لڑائی ہوگئی پس ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ اس وقت ''وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینهما'' نازل ہوئی۔

یہاں چتروڑی صاحب کو دو اعتراض ہیں۔

۱۔ یہ کہ اس حدیث میں جس لڑائی کا ذکر ہے وہ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان تھی کیونکہ عبداللہ بن ابی اس وقت تک منافقانہ طور پر بھی اسلام نہیں لایا تھا جبکہ آیت میں ''طائفتان من المؤمنین'' یعنی مومنین کے دو گروہوں کا ذکر ہے۔

۲۔ یہ آیت باتفاق علماء فتح خیبر کے بعد نازل ہوئی جبکہ حدیث میں جو واقعہ مذکور ہے وہ جنگ بدر سے بھی پہلے کا ہے لہٰذا یہ روایت ''ٹانک'' دی گئی ہے حقیقت میں یہ کوئی حدیث نہیں ہے۔

''علامہ'' کی چوری: یہاں جواب سے پہلے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ یہ دونوں اعتراض

چترواڑی صاحب کے اپنے نہیں بلکہ چرائے ہوئے ہیں۔

چترواڑی صاحب نے جو پہلا اعتراض کیا ہے اسکو علامہ ابن بطالؒ نے بصورت اشکال ذکر کیا ہے۔

"وقدا ستشکل ابن بطال نزول الاٰیة المذکورة ...فی ھذہ القصة لان المخاصمة وقعت بین من کان مع النبی ﷺ واصحابه وبین اصحاب عبدالله بن ابی وکانوا اذذاک کفارا فکیف ینزل فیھم طائفتان من المؤمنین" (فتح الباری: الصلح، باب ماجاء فی الاصلاح بین الناس الخ)

ابن بطالؒ کے اس اشکال کو علامہ ابن حجرؒ نے ذکر کر کے پھر اسکا جواب بھی دیا ہے لیکن چترواڑی صاحب کو شاید وہ نظر نہیں آیا یا انکو جواب سے کوئی دلچسپی ہی نہیں تھی کہ انکا مقصد تو حدیث کے بارے میں بدظنی پھیلانا تھا جو کہ ابن بطال کے اشکال کو بصورت اعتراض پیش کرنے سے ہی پورا ہو سکتا تھا۔

حل اشکال: علامہ ابن حجرؒ نے اسکا جواب یہ دیا ہے کہ یہاں تغلیباً "مؤمنین" کہا گیا ہے کیونکہ ایک طرف تو تھے ہی مسلمان دوسری جانب بھی اکثریت مسلمانوں کی تھی کیونکہ عبداللہ بن ابی کا قبیلہ بھی اسلام لا چکا تھا صرف وہ اور اسکے خاص ساتھی اسلام نہیں لائے تھے۔

"قلت: یمکن ان یحمل علی التغلیب" (فتح الباری ایضاً)

تفسیر کشاف میں جو اس آیت کا شان نزول لکھا گیا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں جو کئی روایات کی تطبیقی صورت ہے۔

علامہ زمخشریؒ لکھتے ہیں۔

"رسول اللہ ﷺ دراز گوش پر سوار ہو کر انصار کی ایک بیٹھک پر تشریف لے گئے دراز گوش نے پیشاب کر دیا تو عبداللہ بن ابی نے اپنی ناک بند کر لی اور کہا اپنے دراز گوش کو ہٹاؤ کہ اسکی بدبو نے ہمیں بہت اذیت پہنچائی ہے اسپر عبداللہ بن رواحہؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم! آپ ﷺ کا گدھا تجھ سے اور

اسکے پیشاب کی بوتیری کستوری سے بہتر ہے۔ رسول اللہ ﷺ تو وہاں سے واپس تشریف لے آئے اور انمیں بات بڑھ گئی یہانتک کہ گالم گلوچ اور جھگڑے تک نوبت جا پہنچی تو ان دونوں کے قبیلے اوس وخزرج جمع ہو گئے اور ہاتھا پائی شروع ہو گئی جسمیں ڈنڈے سوٹے اور جوتے بھی چلے آپ ﷺ کو پتہ چلا تو آپ دوبارہ تشریف لے گئے اور انکے درمیان صلح کرائی اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی'' (تفسیر کشاف:الحجرات/۹)

تو اس سے وہی بات معلوم ہوئی کہ اصل لڑائی تو دو شخصوں کی تھی جسمیں سے ایک مسلمان اور ایک کافر تھا لیکن جب ہر ایک کا قبیلہ اپنی قومی عصبیت میں اسمیں کود پڑا تو پھر یہ نہ دیکھا کہ یہ کافر اور مسلمان کی لڑائی ہے بلکہ یہ دیکھا کہ اوس وخزرج کی لڑائی ہے اور یہ دونوں قبیلے مسلمان ہو چکے تھے اسلئے اس آیت میں ''طائفتان من المؤمنين ''کا آنا بالکل درست ہے۔ جسپر کوئی اشکال نہیں یہی وجہ ہے کہ کسی مفسر کو یہ اشکال نہیں ہوا تفسیر طبری، قرطبی، ابن کثیر، مظہری، بغوی اور لباب النقول فی اسباب النزول میں اس آیت کے متعدد شان نزول نقل کئے گئے ہیں لیکن سب سے پہلے اسی کو ذکر کیا گیا ہے جسکو امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے اور جسپر چتروڑی صاحب کو اعتراض ہے۔ اور کشاف وجلالین میں صرف اسی پر اکتفاء کیا گیا ہے اسکے علاوہ اردو تفاسیر میں سے تفسیر عثمانی، معارف القرآن اور خزائن العرفان وغیرہ میں بھی اسکو ذکر کیا گیا ہے۔

تو کیا انمیں سے کوئی بھی علم نہیں رکھتا تھا؟

''علامہ'' نے نقل میں عقل سے کام نہیں لیا: دوسرا اعتراض بھی چتروڑی صاحب نے نقل مار کر چرایا ہے اسکو اصل میں علامہ ابن حجرؒ نے بصورت اشکال ذکر کیا ہے اور پھر اسکا جواب بھی خود ہی دیا ہے لیکن چتروڑی صاحب کو تو اشکال کو اعتراض بنانے میں دلچسپی تھی اسلئے جواب کیطرف مطلق توجہ نہیں کی پھر چتروڑی صاحب نے نقل مارتے ہوئے عقل سے بھی کام نہیں لیا کیونکہ علامہ ابن حجرؒ نے اپنے اشکال میں یہ کہا ہے کہ یہ واقعہ بدر سے پہلے کا ہے جبکہ آیت سورۃ الحجرات کی ہے جسکا نزول سنۃ الوفود (۹ ھ) میں ہوا ''والآية المذكورة فى الحجرات ونزولها متاخر جدا وقت

مجیئی الوفود" (فتح الباری ایضاً)

اور چتر وڑی صاحب نے یہ کہہ دیا کہ "سورت حجرات کی یہ آیت باتفاق علماء فتح خیبر کے بعد نازل ہوئی تھی" حالانکہ مجھے کسی تفسیر میں باوجود تتبع وتلاش کے کسی ایک عالم کا بھی یہ قول نہیں ملا معلوم نہیں وہ کونسے علماء ہیں جنکا اسپر "اتفاق" ہے؟ اسکے برعکس تمام مفسرین نے اس آیت کا شان نزول یہی بیان کیا ہے جو صحیح بخاری میں مذکور ہوا ہے جسکا زمانہ غزوۂ بدر ۲ھ سے پہلے کا ہے جبکہ فتح خیبر ۷ھ میں ہوا۔

اسی لئے کہتے ہیں نقل کیلئے بھی عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔

علامہ ابن حجرؒ نے اپنے اس اشکال کا جواب یہ دیا ہے۔

"**یحتمل ان تکون اٰیۃ الاصلاح نزلت قدیما فیندفع الاشکال**"(فتح الباری ایضاً) کہ یہ ممکن ہے کہ سورۃ الحجرات کی یہ آیت پہلے نازل ہو چکی ہو پس اس طرح یہ اشکال بھی رفع ہو جاتا ہے۔

میں کہتا ہوں علامہ ابن حجرؒ کی یہ بات یقیناً درست ہے کیونکہ یہ سورت مکمل یکبارگی نازل نہیں ہوئی بلکہ مختلف اوقات میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ اسکی مختلف آیات کے شئون نزول سے واضح ہوتا ہے حتی کہ اسکی آیت نمبر ۱۳ کے بارے میں بعض مفسرین کا یہ بھی خیال ہے کہ وہ مکی ہے۔

باقی یہ کہنا کہ "امام بخاری غور وفکر کئے بغیر راوی پر اعتماد کر کے لکھتے ہیں کہ آیت **وان طائفتان الخ**" میں کہتا ہوں امام بخاریؒ نے غور وفکر کئے بغیر اعتماد نہیں کیا بلکہ خوب چھان بین کر کے انکی روایت کو لیا ہے کیونکہ اس روایت کے تمام رواۃ ثقہ ہیں جیسا کہ ائمہ اسماء الرجال نے اسکی تصریح کی ہے اس سند کا کوئی ایک راوی بھی ایسا نہیں جو ماہرین فن کے نزدیک ثقہ یعنی قابل اعتماد نہ ہو۔

چتر وڑی صاحب نے یہاں ان رواۃ سے چونکہ کوئی تعرض نہیں کیا اسلئے ہم بھی انکی تفصیلی جرح وتعدیل کے بیان سے طوالت نہیں کرتے۔

مرسلِ صحابی حجت ہے: باقی رہا انقطاع کا اعتراض تو وہ اس طرح قابل التفات نہیں ہے

کہ "بلغنا" کے قائل حضرت انسؓ ہیں۔

"فبلغنا القائل ذالك هو انس بن مالك بينه الاسماعيلي الخ (فتح الباری ایضاً) اس لحاظ سے یہ صحابی کی مرسل بنے گی اور مراسیل صحابہؓ کے بارے میں جماہیر امت کا قول یہ ہے کہ وہ حجت ہیں اسلئے کہ ظاہر یہ ہیکہ انہوں نے وہ بات کسی صحابی سے ہی سنی ہوگی۔ والصحابة كلهم عدول

امام نوویؒ لکھتے ہیں۔

اما مرسل الصحابي وهو رواية مالم يدركه اويحضره ...فمذهب الشافعي والجماهير انه يحتج به وقال الاستاذ الامام ابو اسحق الاسفرائيني الشافعي انه لايحتج به الا ان يقول انه لايروى الاعن صحابي والصواب الاول (نووی شرح مسلم: مقدمہ، فصل فی الفاظ یتداولھا اہل الحدیث)

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اور اخیر میں یہ کہ یہی روایت بعینہ اسی طرح امام مسلم اور امام احمد نے بھی روایت کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

صحیح مسلم: کتاب الجهاد والسير، باب فی دعاء النبی الی اللہ وصبرہ علی اذی المنافقین (۳۳۵۷)

مسند احمد: مسند انس بن مالک (۱۲۸۱۵)

کیا اب بھی یہ روایت "ٹانک" دی گئی ہے؟ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔ آمین!

﴿اعتراض نمبر ۴۱﴾

﴿41﴾ **قرآن مقدس** قرآن مقدس میں یہ بیان ہوا ہے کہ جو شے مسلمانوں کیلئے ضرر رساں ہو اور اس سے کبھی نفع کی توقع نہ ہو تو اسکو مٹا دیا جانا چاہیے اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے پانچ جانوروں کو بھی قتل کر دینے کا حکم دے دیا اور فرمایا.. اقتلوا الخمس الفویسقة،، جن سے فائدہ کی توقع کی بجائے نقصان ہی کی امید ہوتی ہے خاص طور پر قرآن نے انبیاء علیہ السلام کا یہ خاص کردار ذکر کیا ہے وہ اللہ کی رحمت کا عملی نمونہ ہوتے ہیں بلند اخلاق کہ خود تکالیف برداشت کر لیتے ہیں لیکن کسی کو دکھاتے نہیں ہیں.. **بخاری محدث** لیکن امام بخاری ایک قصہ نقل کرتے ہیں جو غالبا کسی یہودی النسل کا بنایا ہوا ہے جس میں ایک پیغمبر کا اللہ کی تسبیح کرنیوالے جانداروں کو قتل کرنا ثابت ہوتا ہے حالانکہ ایسا فعل

انبیاء کی سیرت سے قطعاً میل نہیں کھاتا... کہ اللہ کے ایک نبی کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا تو انہوں نے چیونٹیوں کا پورا استھان جلوا دیا حالانکہ وہ چیونٹیوں کا پورا استھان اللہ کی تسبیح کر رہا تھا تو اللہ نے فرمایا کہ اے پیغمبر ایک چیونٹی نے تمکو کاٹا مگر تو نے پورا استھان جلا دیا حالانکہ وہ تو اللہ کی تسبیح و تقدیس میں مشغول تھیں...قرصت نملة نبياً من الانبيآء فامر بقرية النمل فأُحرقت فاوحى الله اليه ان قرصتك نملة فاحرقت امة من الامم تسبح الله ...(بخاریؒ كتاب الجهاد) یہودیوں کی اڑائی ہوئی ظالمانہ گپ امام بخاری نے قبول کر لی..(قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۸۱-۸۲)

﴿﴿الجواب﴾﴾

اعتراض میں مذکور حدیث اور اسکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث: حدثنا يحيىٰ بن بكير حد ثنا الليث عن يونس عن ابن شهاب عن سعيد بن المسيب وابى سلمة ان ابا هريرة قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: قرصت نملة نبيامن الانبياء فامر بقرية النملة فاحرقت فاوحى الله اليه ان قرصتك نملة احرقت امة من الامم تسبح (صحیح بخاری: الجہاد والسیر ،باب اذا احرق المشرک المسلم هل یحرق؟،رقم ۲۷۹۶)

ترجمہ: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک نبی کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا تو انہوں نے چیونٹیوں کی ساری بل کے بارے میں حکم دیا اور وہ جلا دی گئی تو اللہ تعالیٰ نے انکی طرف وحی بھیجی کہ تمہیں ایک چیونٹی نے کاٹا اور تم نے پوری ایک قوم کو جلا دیا جو تسبیح کر رہی تھی۔

یہاں چھپڑ وڑی صاحب کا کہنا ہے کہ امام بخاری نے ایک ''ظالمانہ گپ'' نقل کی ہے جس میں ایک پیغمبر کا اللہ کی تسبیح کرنے والے جانداروں کو قتل کرنا ثابت ہوتا ہے حالانکہ ایسا فعل انبیاء کی سیرت سے قطعاً میل نہیں کھاتا۔

جواب سے پہلے یہ واضح کردینا ضروری ہے کہ یہاں قرآن مقدس کے ساتھ بخاری کی روایت کو متعارض دکھانے کیلئے کوئی آیت نقل کی گئی بلکہ اپنا رحجان اور خیال پیش کیا گیا ہے کہ ''ایسا فعل

انبیاء کی سیرت سے قطعاً میل نہیں کھاتا" چتروڑی صاحب سے گزارش ہے کہ آپ کے خیالات ورجحانات کتنے ہی پاکیزہ کیوں نہ ہوں وہ قرآن ہرگز نہیں ہوسکتے۔ اس لئے آپ کا یہ طرز تحریف قرآن کے مترادف ہے۔

قارئین کرام: آپ نے حدیث مبارک کا ترجمہ پڑھا شاید آپ کو بھی یہی محسوس ہورہا ہو کہ چتروڑی صاحب کی بات درست ہے لیکن ایسا ہرگز نہیں کیونکہ کسی بھی واقعہ کی حقیقت تک پہنچنے کیلئے اس واقعہ کے پس وپیش اور پوری تفصیلات کا علم ہونا ضروری ہے تب حقیقت تک رسائی ہوسکتی ہے۔

واقعہ کا پس منظر: اس واقعہ کا بھی ایک پس منظر ہے جو فتح الباری میں نقل کیا گیا ہے کہ "ایک نبی کا ایک بستی پر گزر ہوا جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے باشندوں کے گناہوں کی وجہ سے تباہ کردیا تھا وہ پیغمبر وہاں کا نظارہ کرکے رب تعالیٰ سے عرض معروض کرنے لگے کہ اے میرے پروردگار! یقیناً ان میں بچے بھی ہوں گے، غیر گناہگار بھی ہوں گے اور چوپائے وغیرہ بھی ہوں گے پھر تونے پوری بستی کو کیوں ہلاک کردیا؟

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت پر مطلع کرنے کیلئے ایک غیبی انتظام فرمایا کہ وہ پیغمبر ایک درخت کے نیچے آرام کرنے کی غرض سے لیٹے اور ایک چیونٹی نے ان کو کاٹ لیا جس سے ان کو اذیت پہنچی انہوں نے اٹھ کر دیکھا تو ایک بل کے قریب بہت سی چیونٹیاں جمع تھیں تو انہوں نے ان سب کو جلوادیا تاکہ آئندہ ان سے کسی کو اذیت نہ پہنچے جب یہ کام ہوگیا تو اب اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ اے میرے پیغمبر! تجھے تو ایک چیونٹی نے کاٹا تھا تونے سب کو کیوں جلادیا حالانکہ وہ تو میری تسبیح میں مشغول تھیں؟ اس سوال کا ہونا تھا کہ پیغمبر پر اللہ کی حکمت کا راز کھل گیا کہ جس طرح بعض کے گناہ سے میں نے یہ سمجھ کر کہ باقی بھی ایسی ہی ہوں گی سب کو ہلاک کردیا اللہ تعالیٰ نے بھی بعض کے گناہوں کی وجہ سے سب کو ہلاک کردیا کیونکہ وہ تو بھیدوں کا جاننے والا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ یہ معصوم بچہ انجام کار کیا بننے والا تھا اور اس نیک مرد کا کیا انجام ہونے والا تھا" **ولا یلدوا الا فاجرا کفارا** "لہٰذا" **لا یسئل عما یفعل**" کہ وہ

جو کچھ کرے اس پر نکتہ چینی کا کسی کو حق نہیں ہے۔

والحاصل انه لم يعاتب انكار الما فعل هو بل جوابا له وايضاحا لحكمة شمول الهلاك لجميع اهل تلك القرية (فتح الباری: بدء الخلق، باب خمس من الدواب فواسق یقتلن فی الحرم)

ترجمہ: حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس پیغمبرؑ کے فعل پر نکیر کرتے ہوئے عتاب نہیں فرمایا بلکہ ان کو انکے سوال کا جواب دیا ہے اور تمام بستی کی ہلاکت کی حکمت کو واضح کیا ہے۔

کیا چیونٹیوں کا جلانا جائز ہے؟: باقی رہائی کا چیونٹیوں کو جلانا تو وہ اس بناء پر تھا کہ انہوں نے اس مخلوق کو بنی آدم کیلئے موذی سمجھا اور "اقتلوا المؤذی قبل ان یوذی" کے تحت ان سب کو ہلاک کر دیا کیونکہ بنی آدم کی حرمت جانوروں کی حرمت سے زیادہ ہے اور آگ سے جلانا ان کی شریعت میں جائز ہوگا تب ہی اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے ان پر کوئی عتاب نہیں فرمایا "وكانه وقع له ان هذا النوع مؤذ لبنی آدم وحرمة بنی آدم اعظم من حرمة الحيوان" (فتح الباری ایضاً)

فائدہ: حدیث میں مذکور نبیؑ کے بارے میں حکیم ترمذی نے "نوادر" میں، کلابذی نے "معانی الاثار" میں اور قرطبی نے اپنی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ وہ نبی موسیٰ علیہ السلام تھے (فتح الباری ایضاً)

یہاں تک اصل اعتراض کا جواب مکمل ہو جاتا ہے اب ہم چتر وڑی صاحب کی چند باتوں کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں۔

۱۔ کہتے ہیں "قرآن مقدس میں بیان ہوا ہے کہ جو شئے مسلمانوں کیلئے ضرر رساں ہو اور اس سے کبھی نفع کی توقع نہ ہو تو اس کو مٹا دیا جانا چاہئے"

میں کہتا ہوں اول تو یہ "آیت" قرآن مقدس میں کہیں نہیں ہے اس کو قرآن کہنا "کذب علی اللہ" کے زمرے میں آتا ہے جس کے بارے میں رب تعالیٰ کا ارشاد ہے "ویوم القيمة ترى

الـذين كذبوا على الله وجوههم مسودة" (الزمر/۶۰) ترجمہ: اے مخاطب! تو قیامت کے دن اللہ پر جھوٹ بولنے والوں کو دیکھے گا کہ ان کے چہرے سیاہ ہونگے۔

لیکن اگر بالفرض ہم تسلیم کرلیں کہ یہ قرآن ہے تو پھر چیونٹیوں کے قتل پر چتروڑی صاحب کو اعتراض کیوں ہے؟ چیونٹیوں سے انسان کو کونسے نفع کی توقع ہے؟ پھر تو خود چتروڑی صاحب کے نزدیک بھی انکا مٹادیا جانا ''قرآن'' کے عین مطابق ہونا چاہیئے۔ پھر اس پر اعتراض کیسا؟

۲۔ یہ کہہ کر کہ ''ایک پیغمبر کا اللہ کی تسبیح کرنے والے جانداروں کو قتل کرنا ثابت ہوتا ہے'' یہ تأثر دینے کی کوشش کی ہے کہ اللہ کے پیغمبر نے جانتے بوجھتے تسبیح کرنے والے جانداروں کو قتل کردیا حالانکہ ایسا نہیں ہے انکا تسبیح میں مشغول ہونا اللہ نے ان کو بتلایا ورنہ وہ خود نہیں جانتے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے "ولکن لاتفقهون تسبيحهم" (بنی اسرائیل/۴۴) تو یہاں چتروڑی صاحب نے بات کا بتنگڑ بنایا ہے کیونکہ ان کا اصل فن ہی یہی ہے۔

اب حدیث کی صحت کے بارے میں دیکھتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ یہ واقعی حدیث رسول ہے یا یہودیوں کی اڑائی ہوئی گپ؟

اس حدیث کے تمام رواۃ ثقہ ہیں اوران کا تذکرہ گذشتہ اعتراضات میں گزرچکا ہے ملاحظہ فرمایئے۔

یحییٰ بن بکیرؒ	اعتراض نمبر۴ صفحہ نمبر۱۶۷
لیث بن سعدؒ	اعتراض نمبر۴ صفحہ نمبر۱۶۸
یونسؒ	اعتراض نمبر۲۲ صفحہ نمبر۲۹۲
ابن شہاب الزہریؒ	اعتراض نمبر۱ صفحہ نمبر۱۴۰
ابن المسیبؒ	اعتراض نمبر۲۲ صفحہ نمبر۲۹۳
ابوسلمۃؒ	اعتراض نمبر۲۲ صفحہ نمبر۲۹۳

''علامہ'' کی شانِ رسالت میں شدید گستاخی: جب یہ تمام راوی ثقہ ہیں تو

پھر اس حدیث کے حدیث رسول ہونے میں کوئی شک نہیں اور حدیث رسول ﷺ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ قصہ حضور ﷺ کا بتلایا ہوا ہے۔ اب چتروڑی کے ایمان کے بارے میں اندازہ لگالیجئے کہ وہ کہہ رہا ہے ''کسی یہودی النسل کا بتایا ہوا ہے'' العیاذ باللہ العظیم من الشیطان اللعین الرجیم معاذ اللہ یہودی النسل کا لفظ کس ذات مقدس ومبارک پر چسپاں ہو رہا ہے؟ کیا یہ ذات مبارک ہمارے نبی ﷺ کی نہیں جن کا ہم کلمہ پڑھتے ہیں؟ کیا یہ شخص شاتم رسول نہیں ہے؟ کیا سلمان رشدی ملعون کو آپ ﷺ کی شان میں ایسا کلمہ بولنے کی ہمت ہوئی ہے؟ یہ شخص کتنا شقی اور بدبخت ہے جو حضور ﷺ کی ذات گرامی کیلئے ایسا لفظ لکھ رہا ہے اور اس کے ساتھ دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے یہ کام ''ذب عن الرسول'' کیلئے کیا ہے۔ کیا ذب عن الرسول اسی چیز کا نام ہے؟ سچ ہے بے حیا باش وہر چہ خواہی کن۔

اگر یہاں کسی تاویل کی گنجائش نہ ہوتی تو اس ''علامہ'' کے مرتد ہونے میں کوئی شبہ نہیں تھا اور اس تاویل سے اگرچہ بظاہر کفر کا اجراء نہیں ہوگا لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسے ''علامہ'' کا ایمان انتہائی خطرے کی حالت میں ہے۔ کبرت کلمة تخرج من افواههم. ولقد قالوا كلمة الكفر۔

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اخیر میں یہ کہ یہ حدیث مبارک درج ذیل کتب حدیث میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: کتاب السلام، باب النھی من قتل النمل (۴۱۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹)

سنن نسائی: کتاب الصید والذبائح، باب قتل النمل (۴۲۸۳، ۴۲۸۴)

سنن ابی داود: کتاب الادب، باب فی قتل الذر (۴۵۸۱، ۴۵۸۲)

سنن ابن ماجہ: کتاب الصید، باب ما ینھی عن قتلہ (۳۲۱۶)

مسند احمد: باقی مسند المکثرین، مسند ابی ھریرۃؓ (۷۷۸۲، ۸۸۶۱، ۹۴۲۵)

کیا اب بھی یہ ''یہودیوں کی اڑائی ہوئی ظالمانہ گپ'' ہے؟

اللہ تعالیٰ گمراہی وضلالت وجہالت سے محفوظ رکھے (آمین)

﴿اعتراض نمبر۴۲﴾

﴿۴۲﴾ **قرآن مقدس** وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا،، میں اللہ نے فرمایا کہ عہد و پیان اور قسم کے ذریعہ کسی کام کو اپنے اوپر لازم کر لینا سوت کاتنے کے مشابہ ہے کاتنے والی محنت کر کے روئی وغیرہ کو کات کر اور بل دیکر دھاگے کی شکل میں لاتی ہے ان دھاگوں سے کپڑے بنے جاتے ہیں مگر اس نامراد بیوقوف عورت کو کیا کہا جائے جو محنت کر کے سوت کاتے پھر کاتے ہوئے سوت کے بل اتار کر اسکو ریزہ ریزہ کر ڈالے.. یعنی عہد وقسم کے خلاف ورزی ایسی ہی حماقت ہے انکاثا کا واحد نکث ہے بمعنی ریزہ ٹکڑا پس آیت میں نقضت غزلها بطور تمثیل ہے نہ یہ کہ کسی قصہ کا ذکر ہو.... **بخاری محدث** لیکن داد دیجیے امام بخاری کو جو قرآن کی اس آیت کی تفسیر ایک عورت کا واقعہ بتاتے ہیں جو خرقاء نامی مکہ میں رہتی تھی اور صبح کو سوت کات کر شام کو توڑ موڑ دیتی تھی پھر کمال تعجب ہے کہ بخاری صاحب ایسی تفسیر سدی کذاب اور اس کے تلمیذ احمق صدقہ بن ابی عمران پر اعتماد کر کے اپنی کتاب میں درج کر دیتے ہیں..،، قال ابن عيينة عن صدقة انكاثا هي خرقاء كانت اذا ابرمت غزلها نقضه،،، بخاری ؒ (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۸۲_۸۳)

﴿﴿الجواب﴾﴾

اعتراض میں مذکور روایت، اس کا ترجمہ اور مختصر تشریح ملاحظہ فرمائیں۔

روایت: قال ابن عيينة عن صدقة انكاثا هي خرقاء كانت اذا ابرمت غزلها نقضته (صحیح بخاری: التفسیر، النحل)

ترجمہ: سفیان بن عیینہ نے صدقہ سے لاتکونوا کالتی نقضت غزلها من بعد قوة انكاثا (النحل/۹۲) کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ وہ ایک بے وقوف عورت تھی جو اپنا سوت کات لینے کے بعد پھر اس کو ادھیڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی تھی۔

تشریح: مکہ میں ایک عورت تھی جو اپنے نام ونسب سے جانی پہچانی تھی اور اپنی حماقت میں بھی مشہور ومعروف تھی کہ دن بھر سوت کاتتی اور شام کو ادھیڑ دیتی اللہ تعالیٰ نے لاتكونوا كالتي نقضت غزلها الخ میں اسی عورت کی مثال دے کر سمجھایا کہ جیسے مکہ میں اس عورت کو بیوقوف اور احمق سمجھا جاتا ہے جو سوت کات لینے کے بعد اس کو ادھیڑ دیتی ہے اسی طرح میرے ہاں وہ شخص بھی ویسا ہی احمق وبیوقوف ہے جو اپنے عہد و پیان کو پختہ کر لینے کے بعد پھر اپنے کسی ذاتی مفاد کی خاطر اپنی ہی پختہ کی

ہوئی بات اور عہد و پیمان کو توڑ دیتا ہے۔ لہٰذا تم اگر سمجھدار ہو تو اس بیوقوف عورت کی طرح یہ کام نہ کرو۔

آیت مبارکہ اور اس تفسیری روایت کا مفہوم بالکل واضح ہے۔ کسی عقلمند کو اس پر کوئی اشکال نہیں ہوسکتا لیکن چتروڑی صاحب کو یہاں بھی اشکال ہی نہیں بلکہ اعتراض ہو گیا ہے کہ ''نقضت غزلھا بطور تمثیل ہے نہ یہ کہ کسی قصہ کا ذکر ہو'' اور اس روایت کو معارض قرآن ظاہر کر کے اور روات پر جرح نامعقول کر کے اس روایت کو رد کر دیا۔ رواۃ پر جرح کا ذکر آگے آتا ہے یہاں سر دست چتروڑی صاحب سے یہ سوال ہے کہ کیا یہ بات قرآن میں مذکور ہے کہ یہاں کوئی واقعہ یا قصہ ذکر نہیں کیا جاسکتا؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اس روایت کو معارض قرآن کیسے دکھایا جاسکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ واقعہ قرآن میں مذکورہ تمثیل کے ساتھ قطعاً معارض نہیں بلکہ آیت مبارکہ کے مفہوم کو ایک امر محسوس کی صورت میں مزید واضح کر دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ تقریباً تمام مفسرین نے اپنی تفاسیر میں اس واقعہ کو ذکر کیا ہے اور آج تک کسی کو اس پر کوئی اشکال نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ خود چتروڑی صاحب کے استاد مولانا غلام اللہ خانؒ نے بھی اسکو نقل کیا ہے۔ اس آیت کا ترجمہ و تفسیر انہی کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔

آیت کی تفسیر از شیخ القرآنؒ: لاتکونوا کالتی نقضت غزلھا من بعدقوۃ انکاثا (النحل/۹۲)

ترجمہ: اور مت رہو جیسے وہ عورت کہ توڑا اپنا سوت اس نے کاتا ہوا محنت کے بعد ٹکڑے ٹکڑے

تفسیر: یہ عہد توڑنے والوں کیلئے تمثیل ہے کہتے ہیں مکہ مکرمہ میں ایک عورت تھی جس کے دماغ میں خلل تھا وہ سوت کاتتی تھی مگر کاتنے کے بعد سوت کو نوچ ڈالتی (ابن کثیر) فرمایا عہد توڑنا بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ وہ کم عقل عورت سوت کات کر توڑ دیتی تھی۔ (ترجمہ و تفسیر از جواہر القرآن: النحل/۹۲)

تعجب ہے کہ ''علامہ'' کو اپنے استاد کی تفسیر کا بھی علم نہیں ہے! ان کے علاوہ تفسیر طبری

،قرطبی، ابن کثیر، بغوی، کشاف، جلالین، صاوی، مظہری، معارف القرآن اور تفسیر عثمانی میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔ کیا یہ سب حضرات تفسیر سے ناواقف تھے؟

راوی صدقہ کے بارے میں تحقیق: اب ہم رواۃ کی طرف آتے ہیں جہاں ''علامہ'' نے ''علم'' کے کئی گل کھلائے ہیں۔ فرماتے ہیں ''پھر کمال تعجب ہے کہ بخاری صاحب ایسی تفسیر سدی کذاب اور اس کے تلمیذ احمق صدقہ بن ابی عمران پر اعتماد کر کے الخ'' اس روایت میں جن ''صدقہ'' صاحب کا ذکر ہے وہ سفیان بن عیینہ کے استاد اور سدی کے شاگرد ہیں جیسا کہ اس روایت میں سفیان بن عیینہ ان سے روایت کر رہے ہیں اور وہ سدی سے۔ کما ھو الظاہر من السند۔ اب ''علامہ'' نے اپنے ''علم'' کے زور پر ان کو صدقہ بن ابی عمران کہا ہے حالانکہ یہ صدقہ بن عبداللہ بن کثیر ہیں جن کی کنیت ابوالھذیل ہے۔ امام ابن ابی حاتمؒ ان کا تعارف یوں کراتے ہیں: صدقة بن عبدالله بن كثير المكی القاری ابو الهذيل... روى عن السدی وروى عنه سفيان بن عيينة (الجرح والتعدیل: لفظ صدقہ)

امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں: صدقة ابو الهذيل يروى عن السُدی روى عنه ابن عيينة (الثقات لابن حبان: لفظ صدقہ)

علامہ ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں: و كنت اظن ان صدقة هذا هو ابن ابی عمران... الى ان رايت فی تاريخ البخاری صدقة ابو الهذيل روى عن السدی روى عنه ابن عيينة و كذا ذكره ابن حبان فی الثقات.. و كذا ابن ابی حاتم ...فظهر انه غير ابن ابی عمران (فتح الباری: التفسیر، النحل) کہ پہلے میرا گمان یہ تھا کہ یہ صدقہ بن ابی عمران ہیں کیونکہ وہ بھی ابن عیینہ کے استاد ہیں لیکن اس کے بعد میں نے امام بخاریؒ کی ''تاریخ'' میں، ابن حبانؒ کی ''ثقات'' میں اور ابن ابی حاتمؒ کی ''الجرح والتعدیل'' میں دیکھا کہ یہ صدقہ ابوالھذیل ہیں تو یہ بات ظاہر اور واضح ہو گئی کہ یہ صدقہ بن ابی عمران نہیں ہیں۔

''علامہ'' صاحب! اعتراض کرنے سے پہلے معلومات تو مکمل کر لیتے اور مزید تعجب کی بات یہ ہے کہ جو نسخہ ''علامہ'' کے زیر مطالعہ ہے اس کے بین السطور میں یہ عبارت موجود ہے ''ھو سفیان یروی عن صدقۃ ابی الھذیل'' دیکھئے صحیح بخاری ۲/ ۶۸۳-- شاید امام بخاریؒ پر غصہ کی وجہ سے بصیرت کے ساتھ ساتھ بصارت بھی کام چھوڑ گئی تھی۔

کیا صدقہ احمق ہے؟: پھر مزید یہ کہ ان کو چتروڑی صاحب نے احمق کہا ہے لیکن ان کی حماقت کی کوئی وجہ نہیں لکھی جبکہ ابن حبانؒ نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے یعنی ثقہ قرار دیا ہے اور ابن ابی حاتمؒ نے بھی ان کی توثیق کی ہے تو ایسے آدمی کو کوئی احمق ہی احمق کہہ سکتا ہے کسی سمجھدار آدمی سے ہرگز یہ توقع نہیں ہے۔

اگر ان کو احمق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس روایت کے ناقل ہیں جو چتروڑی صاحب کی ''عقل'' سے باہر ہے تو پھر اس روایت کو چتروڑی صاحب کے استاد نے بھی اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے جیسا کہ آپ ملاحظہ فرما چکے پھر ان کے بارے میں چتروڑی صاحب کا کیا خیال ہے؟

اگر بالفرض ہم تسلیم کر لیں کہ یہ ''صدقہ بن ابی عمران'' ہی ہیں تو ان کو بھی امام ابن حبانؒ نے اپنی ''ثقات'' میں ذکر کیا ہے اور علامہ ابن حجرؒ نے ان کو ''صدوق'' کہا ہے ملاحظہ فرمائیے صدقۃ بن ابی عمران قاضی الاھواز صدوق (تقریب التھذیب ۱/ ۲۷۵) تو ان پر بھی احمق کا اطلاق سوائے حماقت کے کچھ نہیں۔

سدی صغیر و کبیر کا تعارف: باقی رہے سدی جن کو ''علامہ'' نے کذاب کہا ہے تو ہمارا خیال یہ ہے کہ یہاں بھی جہالت ہی ''علامہ'' کے کام آئی ہے کہ انہوں نے ان کو سدی صغیر سمجھا حالانکہ یہ سدی کبیر ہیں۔

''علامہ'' کو معلوم ہونا چاہئے کہ سدی دو ہیں ایک صغیر اور ایک کبیر۔

سدی صغیر کا تعارف: محمد بن مروان بن عبداللہ بن اسماعیل بن عبدالرحمٰن الکوفی۔ ان کو ائمہ

جرح وتعدیل نے کذاب، وضاع، ذاھب الحدیث، متروک الحدیث اور لیس بشیٔ وغیرہ جیسے القاب سے یاد کیا ہے۔ (دیکھئے تھذیب التھذیب ۳۸۷/۹)

اور سدی کبیر کا تعارف: ابومحمد اسماعیل بن عبدالرحمن بن ابی کریمۃ القرشی مولاھم الکوفی الاعور المتوفی ۱۲۷ھ۔ یہ تابعی ہیں انہوں نے حضرت انسؓ اور ابن عباسؓ سے روایت کی ہے، اور ابن عمر، حسن بن علی، ابو ہریرہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنھم کی زیارت کی ہے۔ امام مسلم اور اصحاب سنن اربعہ نے ان کی روایات اپنی کتب میں نقل کی ہیں۔ تھذیب التھذیب میں علامہ ابن حجرؒ نے ان کے بارے میں ائمۂ جرح وتعدیل کی آراء نقل کی ہیں جن میں سے اکثر ائمہ سے الفاظ توثیق نقل کیے۔ اور چند ایک سے تضعیف۔ اور جوزجانیؒ سے ان کا کذاب ہونا نقل کیا۔ پھر امام حاکمؒ کی یہ بات نقل فرمائی "تعدیل عبدالرحمن بن مھدی اقوی ثم مسلم ممن جرحُہ مفسر" (تھذیب التھذیب ۲۷۳/۱) کہ ان پر جرح کرنے والوں کی جرح سے امام عبدالرحمن بن مھدیؒ اور امام مسلمؒ کی تعدیل زیادہ قوی ہے۔ تو اب ان کو کذاب کہنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔ خصوصاً جبکہ بعض حضرات کی یہ بھی رائے ہے کہ بعض لوگ سدی نام کے ان دو اشخاص میں امتیاز نہ کر سکنے کی وجہ سے ایک کی جرح دوسرے پر منطبق کر دیتے ہیں۔

امام بخاری کی تفسیر اصح التفاسیر ہے: اور اخیر میں یہ کہ یہ روایت بخاری شریف کی کتاب التفسیر میں آئی ہے اور حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ، امام ترمذیؒ اور امام حاکمؒ کی تفاسیر محدثین کے نزدیک اصح التفاسیر ہیں۔ دیکھئے الفوز الکبیر فی اصول التفسیر قبل الفصل الرابع من الباب الثانی۔ اللہ تعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائے۔ (آمین)

اعتراض نمبر ۴۳

﴿۴۳﴾ **قرآن مقدس** قرآن مقدس کے نزول سے قبل تو شیاطین الجن کو کوئی آسمانی خبر فرشتوں کی آپس میں گفتگو کے ذریعہ آدھی پونی سن لی جاسکتی تھی مگر نزول قرآن کے بعد اسکے لئے اللہ نے شہاب اور بھسم کرنے والے مقرر کردیے جنکی وجہ سے وہ کوئی سی بات سننے سے بھی محروم کردیے گئے خود جنات بھی اس کے اقراری ذکر کیے ہیں قرآن میں، "وَاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ

لَــہٗ شِہَــابًــا رَّصَــداً،، اور سطح آسمان کے قریب کچھ ٹھکانوں میں سننے کیلئے جا بیٹھتے تھے پس اب جو وہاں سننے کیلئے پہنچے تو اپنے لئے ایک شعلہ جلا دینے والا تیار پاتا ہے یعنی اب کسی جن کا پہلے کی طرح سننا ممکن نہیں رہا.. **بخاری محدث** لیکن امام بخاری کی قرآن میں بصیرت کی داد دیجیئے کہ وہ نزول قرآن کے بعد بھی اس کے قائل ہیں کہ جن شیاطین اب بھی کوئی نہ کوئی فرشتوں کی بات سن کر اپنے کاہن مریدوں کو بتا دیتے ہیں اسلئے کاہنوں کی وہ بات سچی ثابت ہوتی ہے اور کاہن اس سچی بات میں اور جھوٹ بھی ملا لیتے ہیں... ،،ان الملئکۃ تنزل فی العنان وھو السحاب فتذ کر الامر قضی فی السماء فتسترق الشیاطین السمع فتسمعہ فتوحیہ الی الکھان فیکذبون معھا مأۃ کذبۃ الحدیث، (بخاریؒ بدء الخلق باب ذکر الملائکۃ) بخاری صاحب کا شغل چونکہ روایات میں لگن ہی تھا اس لئے ان کی توجہ سورۃ الجن،، سورۃ الحجر،، الصافات،، کی طرف نہ ہوئی ورنہ رسول اللہ ﷺ کی طرف اس جھوٹ کی نسبت نہ کرتے .... (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۸۳-۸۴)

﴿﴿الجواب﴾﴾

اعتراض میں مذکور حدیث اور اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث: عن عائشۃ رضی اللہ عنھا زوج النبی ﷺ انھا سمعت رسول اللہ ﷺ یقول :ان الملائکۃ تنزل فی العنان وھو السحاب فتذکر الامر قضی فی السماء فتسترق الشیاطین السمع فتسمعہ فتوحیہ الی الکھان فیکذبون معھا مائۃ کذبۃ من عند انفسھم (صحیح بخاری: بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ، رقم ۲۹۷۱)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک فرشتے بادل میں اتر کر ان امور کا مذاکرہ کرتے ہیں جن کا آسمان میں فیصلہ کیا گیا اور شیاطین چوری چھپے کوئی بات سن کر کاہنوں کو بتلا دیتے ہیں، پھر وہ اپنی طرف سے اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا دیتے ہیں۔

اس حدیث مبارک پر چتروڑی صاحب کو یہ اعتراض ہے کہ سورۃ الحجر، سورۃ الصٰفٰت اور سورۃ الجن میں یہ مذکور ہوا ہے کہ قرآن مقدس کے نزول کے بعد شیاطین الجن آسمانی خبروں سے محروم کر دیئے گئے لیکن اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نزول قرآن کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس کے جواب سے پہلے مذکورہ بالا سورتوں کی آیات دیکھ لیتے ہیں، تا کہ علی وجہ البصیرت بات سمجھ آ سکے۔

آیات مع ترجمہ:

۱۔ ولقد جعلنا فی السماء بروجا وزینها للنظرینo وحفظنها من کل شیطان رجیمo الا من استرق السمع فاتبعه شهاب مبینo (الحجر/۱۶تا۱۸)

ترجمہ: اور بے شک ہم نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے پیدا کئے اور دیکھنے والوں کیلئے آسمان کو آراستہ کیا اور آسمان کو ہر شیطان مردود سے محفوظ فرما دیا ہاں اگر کوئی بات چوری چھپے سن بھاگے تو اس کے پیچھے ایک روشن شعلہ ہوتا ہے (معارف القرآن)

۲۔ انا زینا السماء الدنیا بزینة الکواکبo وحفظا من کل شیطان ماردo لایسمعون الی الملأ الاعلی ویقذفون من کل جانبo دحورًا ولهم عذاب واصبo الا من خطف الخطفة فاتبعه شهاب ثاقبo (الصفت/۶ تا ۱۰)

ترجمہ: ہم ہی نے رونق دی ہے اس طرف والے آسمان کو ایک عجیب آرائش یعنی ستاروں کے ساتھ اور حفاظت بھی کی ہے ہر شریر شیطان سے وہ شیاطین عالم بالا کی طرف کان بھی نہیں لگا سکتے اور ہر طرف سے مار کر دھکے دے دیئے جاتے ہیں اور ان کے دائمی عذاب ہوگا مگر جو شیطان کچھ خبر لے ہی بھاگے تو ایک دہکتا ہوا شعلہ اس کے پیچھے لگ لیتا ہے۔ (معارف القرآن)

۳۔ وانا لمسنا السماء فوجدنٰها ملئت حرسا شدیداو شهباo وانا کنا نقعد منها مقاعد للسمع فمن یستمع الئن یجدلهٗ شهاباً رصداً (الجن/۸،۹)

ترجمہ: ہم نے ٹٹول دیکھا آسمان کو پھر پایا اس کو کہ بھر رہے ہیں اس میں چوکیدار سخت اور انگارے اور یہ کہ ہم بیٹھا کرتے تھے ٹھکانوں میں سننے کے واسطے پھر جو کوئی اب سننا چاہے وہ پائے اپنے واسطے ایک انگارا گھات میں۔ (معارف القرآن)

اب جواب لیجئے کہ قرآن مجید کے ان تینوں مقامات میں جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا اس کا ذکر ہے کہ آسمان پر پہرے سخت کر دیئے گئے ہیں کہ شیاطین الجن اب ملاءاعلیٰ کی باتیں نہیں سن سکتے

اورحدیث مبارک بھی آپ نے ملاحظہ فرمائی اس میں ہے کہ فرشتے آسمانوں سے نیچے ''سحاب'' میں اتر کر احکام الٰہی کا مذاکرہ کرتے ہیں تو اس وقت بعض شیاطین چوری چھپے کوئی بات سن کر کاہنوں کو بتا دیتے ہیں۔یعنی قرآن میں آسمان کا ذکر ہے کہ اس کی باتیں شیاطین نہیں سن سکتے اور حدیث پاک میں آسمان سے نیچے ''سحاب'' کا ذکر ہے کہ وہاں کی کوئی بات شیاطین سن لیتے ہیں تو ان آیات اور حدیث میں تعارض کیسے ہو گیا؟

''علامہ'' کی تعارض کی شرائط سے لاعلمی: تعجب ہے کہ ''علامہ'' کو تعارض کی بنیادی شرطوں کا ہی پتہ نہیں ہے۔''علامہ'' کو معلوم ہونا چاہیئے کہ دو چیزوں میں تعارض وتناقض کی آٹھ شرطیں ہیں جن میں سے ایک شرط وحدت مکان بھی ہے جو یہاں مفقود ہے۔

در تناقض ہشت وحدت شرط دان　　　وحدت موضوع ومحمول ومکان

کاش کہ ''علامہ'' نے تیسیر المنطق ہی سمجھ کر پڑھ لی ہوتی تو ان کو یہ پوری کتاب لکھنے کی زحمت نہ کرنا پڑتی۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی'' فرماتے ہیں **لیس فی ھذین الحدیثین وما فی معنا ھما ان الجن یخطف من السماء الدنیا الخ** (مظہری:الجن/۸)

کہ ان دو حدیثوں اور ان کے ہم معنی احادیث میں یہ نہیں ہے کہ جن آسمان دنیا سے باتیں اچک لیتے ہیں بلکہ آسمان دنیا والے فرشتے عنان یعنی بادل پر اترتے ہیں اور وہاں ان کے مذاکرے کے دوران کچھ جنات چوری چھپے باتیں سن لیتے ہیں۔**فلا منافاۃ ولا تعارض**

اسی سے چتروڑی صاحب کی اس ہرزہ سرائی کی حقیقت بھی منکشف ہو جاتی ہے کہ ''بخاری صاحب کا شغل چونکہ روایات میں لگن... اس جھوٹ کی نسبت نہ کرتے'' میں کہتا ہوں اگر چتروڑی صاحب کی قرآن کی طرف توجہ ہوتی تو وہ کبھی اس صحیح حدیث کا انکار نہ کرتے جو قرآن کے ساتھ قطعاً معارض نہیں۔جیسا کہ آپ نے تفصیل سے ملاحظہ فرمایا۔

''علامہ'' کی قرآنی بصیرت کا نمونہ: اور قرآنی بصیرت کے دعویدار کا یہ کہنا کہ ''وہ (شیاطین الجن) کوئی سی بات سننے سے بھی محروم کر دیئے گئے'' الامن استرق السمع (الحجر/۱۸) اور الا من خطف الخطفة (الصفت/۱۰) کے صریح منافی ہے کیونکہ ان دونوں آیات سے ان کا کچھ نہ کچھ سن لینا ثابت ہوتا ہے اور آگے چل کر ''علامہ'' کی اپنی یہ عبارت کہ ''اب کسی جن کا پہلے کی طرح سننا ممکن نہیں رہا'' بھی ان کی اس عبارت کی تردید کر رہی ہے کیونکہ اس کا مطلب بھی یہی نکلتا ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ سن لیتے ہیں۔

قرآن مقدس اور بخاری محدث کے درمیان خوانخواہ کے تعارضات دیکھنے والے ''ماہر تعارضیات'' کو اپنی عبارتوں کے حقیقی تعارضات دیکھنے کی طرف بھی توجہ دینی چاہئے جو ان کی جگ ہنسائی کا باعث بن رہے ہیں۔

باقی رہی اس حدیث کی استنادی حیثیت تو اس کے تمام روات ثقہ ہیں (چونکہ چتروڑی صاحب نے ان کی حیثیت کو نہیں چھیڑا اس لئے ہم بھی ان کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کی تفصیلی آراء کو چھوڑ رہے ہیں) اس لئے یہ حدیث صحیح ہے اس کو جھوٹ کہنا حدیث رسول ﷺ کا انکار وتکذیب ہے جو کسی مومن کا کام نہیں ہو سکتا۔

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اور اخیر میں یہ کہ اس مضمون کی روایات دوسری کتب حدیث میں بھی موجود ہیں مثلاً دیکھئے

صحیح مسلم: کتاب السلام، باب تحریم الکھانۃ واتیان الکھان (۴۱۳۴، ۴۱۳۵)

مسند احمد: باقی مسند الانصار، حدیث السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا (۲۳۴۳۱)

کیا اب بھی معاذ اللہ یہ حدیث جھوٹ ہے؟

کذالک کذب الذین من قبلهم فانظر کیف کان عاقبة الظلمین

اللہ تعالیٰ برے انجام سے بچائے۔ آمین

اعتراض نمبر۴۴

﴿۴۴﴾**قرآن مقدس** قرآن پاک جن حروف جن الفاظ جن کلمات کے ساتھ اترا تھا اور جس قرائت کے ساتھ نازل کیا گیا تھا اسی ہیئت وکیفیت اور اقدار کے ساتھ پوری دنیا میں موجود ہے کوئی حرف وقرائت ایسی نہیں ہے جو اس موجودہ قرآن کے علاوہ ہو یہی قرآن ہی اپنی ہیئت وکیفیت کیساتھ نبی ﷺ نے پڑھایا اور یہی شیخین رضی اللہ عنہ نے اپنی نگرانی میں جمع کروایا اور یہی پوری دنیا آج تک پڑھ رہی ہے اسی پر اعراب امیر حجاج نے ستر علماء کی موجودگی میں لگوائے اور اسی قرآن کے متعلق اللہ نے فرمایا، ،ولقد یسرنا القرآن للذکر ،،اگر کوئی اور قرائت وحروف ہوتے تو یُسر نہ ہوتا عسر اور تکلیف ہی ہوتی... صرف یہی قرائت ہی ہے جو آج تک قرآن کی شکل میں پڑھایا، یاد کیا اور چھاپا جاتا ہے لاغیر.... **بخاری محدث** لیکن امام بخاری ہی وہ امیر المحدثین مشہور ہیں جو نقل کررہے ہیں کہ سات قرائتوں اور حرفوں والا قرآن ہے مگر یہ نہیں بتاتے کہ وہ سات قرآن اور سات حروف کہاں غائب میں ہیں کہاں چھاپے گئے اور کہاں موجود ہیں موجودہ قرآن اپنی ہیئت قضائی کیساتھ تو موجود ہے اس کے علاوہ وہ قرآن کہاں ہے جس کی روایت ذہن بند کرکے امام بخاری نے فرمادیا ہے،،ان رسول اللہ ﷺ قال اقراء نی جبریل علی حرف فلم ازل استزید فیزیدنی حتی انتھی الی سبعة احرف،،(بدء الخلق ۴۲۷)جبریلؑ نے مجھے قرآن پڑھایا ایک حرف پر تو میں برابر ایک سے ذائد حرف پر پڑھنے کی خواہش کرتا رہا آخر میں سات حروف پر پڑھنے کی اجازت دی... اگر اتنی قرائتیں ہوتیں تو ہر عام وخاص پر سب کا پڑھنا فرض ہوتا جس طرح اس موجودہ قرآن کی تلاوت فرض ہے تو پھر، ،ولقد یسرنا القرآن،، کا جملہ تو جھوٹ بنتا.. یہ ہے محدثین کا حال جو قرآن میں بھی اختلاف ڈالنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ۸۴_۸۶)

الجواب

یہ وہی اعتراض ہے جس کو چتروڑی صاحب پیچھے دوجگہ اعتراض نمبر۳۸و۳۹ میں ذکر کرچکے ہیں لگتا ہے اعتراضات کی تعداد بڑھانے کی غرض سے ایک ایک اعتراض کو تین تین بار ذکر کررہے ہیں تاکہ اعتراضات کی گنتی بھی بڑھ جائے اور کتاب کا حجم بھی بن جائے ورنہ ایک ہی بات کو تین تین بار دہرانے کا کیا مطلب؟

بہر حال ہم اس کا جواب تفصیل سے اعتراض نمبر۳۹ کے ذیل میں دے چکے ہیں وہیں دوبارہ ملاحظہ فرمالیں یہاں صرف حدیث اور اس کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔

حدیث: عن ابن عباس رضی اللہ عنھما ان رسول اللہ ﷺ قال: اقرأنی جبریل علی حرف فلم ازل استزیدہ حتی انتھی الی سبعة احرف(صحیح بخاری: بدء

الخلق، باب ذکر الملائکۃ، رقم ۲۹۸۰)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جبریلؑ نے ایک حرف پر پڑھایا میں برابر ان سے زیادہ حروف پر پڑھنے کی درخواست کرتا رہا یہاں تک کہ انہوں نے (اللہ کے حکم سے) سات حروف پر انتہا کی۔ یعنی سات حروف تک پڑھنے کی اجازت دے دی اس کی وضاحت پیچھے ہو چکی ہے۔

تعدد قراءات میں عسر؟: یہاں ایک بات نئی ہے کہ "اگر کوئی اور قرائت وحروف ہوتے تو یسر نہ ہوتا عسر اور تکلیف ہی ہوتی" اس کا جواب یہ ہے کہ اگر آپ دو آدمیوں کو ایک ہی پیغام دے کر دو جگہ بھیجیں پھر ایک کو اس کا پابند کریں کہ میرے پیغام کے الفاظ میں معمولی رد و بدل کی بھی اجازت نہیں ہے یہی میرے الفاظ جوں کے توں پہنچنے چاہئیں اور دوسرے آدمی کو اس کا پابند بنائیں کہ میرے پیغام کا کوئی نکتہ فوت نہ ہونے پائے الفاظ میں معمولی رد و بدل کی کوئی بات نہیں تو آپ بتلائیں زیادہ سہولت میں کون ہوگا خصوصاً جبکہ وہ پیغام بھی طویل ہو؟ میرے خیال میں تو دوسرا زیادہ سہولت میں ہوگا۔ بس اسی طرح "سبعة احرف" کو بھی سمجھیں کہ اگر ایک حرف پر پڑھنے میں یسر ہے تو "سبعة احرف" پر پڑھنے میں زیادہ یسر تھا جیسا کہ اس کی تفصیل اعتراض نمبر ۳۹ کے ذیل میں گزر چکی ہے لہٰذا "سبعة احرف" کو ولقد یسرنا القرآن للذکر کے معارض سمجھنا سمجھ کا قصور یا نیت کا فتور ہے۔

"علامہ" کی حدیث رسولؐ سے چڑ: اور یہاں چتروڑی صاحب کا یہ جملہ بھی انتہائی توجہ کا طالب ہے کہ "یہ ہے محدثین کا حال" الخ۔ چتروڑی صاحب کو ہم شاباش دیتے ہیں کہ اب وہ تقیہ کے خول سے کچھ باہر نکلے ہیں ہم تو پہلے ہی بھانپ چکے تھے کہ "امام انقلاب" کو اصل میں حدیث رسول ﷺ سے چڑ ہے امام بخاری کو صرف بطور ڈھال استعمال کر رہے ہیں یعنی امام بخاری صرف بہانہ ہے اصل حدیث نشانہ ہے۔ اب جب امام بخاری سے بڑھ کر تمام محدثین کی بات کی ہے تو انکار حدیث کی

بلی تھیلے سے باہر آ گئی ہے

ہاں ہاں چتروڑی صاحب! اسی طرح کھل کر بات کرو تا کہ تقیہ کے نقاب میں چھپے تمہارے سیاہ چہرے کو سب پہچان سکیں کہ

جب انکار کیا تو ڈرنا کیا؟

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اور اخیر میں آپ کو یہ بھی بتاتے چلیں کہ یہی حدیث دیگر کتب حدیث میں بھی موجود ہے مثلاً دیکھئے

صحیح مسلم: صلوٰۃ المسافرین وقصرہا، باب بیان ان القرآن علی سبعۃ احرف (۱۳۵۵)

مسند احمد: مسند بنی ہاشم، مسند عبداللہ بن العباس رضی اللہ عنھما (۲۲۵۵، ۲۵۸۲، ۲۷۱۳)

کیا اب بھی کہا جا سکتا ہے کہ "امام بخاری ہی وہ امیر المحدثین مشہور ہیں کہ سات" الخ؟

اللہ تعالیٰ علم وفہم عطا فرمائے (آمین)

اعتراض نمبر ۴۵

﴿ ٤٥ ﴾ **قرآن مقدس** (۱) قرآن کے آداب میں سے ہے کہ ایک پڑھے تو دوسرا سنے اللہ کا قاری مقری جبریلؑ پڑھے تو محمد ﷺ سنے اور اللہ کا قاری مقری محمد ﷺ پڑھے تو آپ ﷺ کے مقتدی سنیں جس طرح جبریلؑ نے پڑھا تو آپ ﷺ نے سنا اور آپ ﷺ نے پڑھا تو جنات نے خاموش ہو کر سنا اسی طرح صحابہؓ نے خاموش ہو کر سنا... (۲) قرآن کی بے ادبی میں سے ہے کہ پڑھنے والا پڑھ رہا ہو اور اسکے سامنے بجائے سننے کے پڑھا جائے خواہ کچھ بھی پڑھا جائے خواہ حدیث ہی کیوں نہ پڑھی جائے کیونکہ اس سے قرآن کی پڑھائی میں لُوھ اور تخلیط وتخریب کاری ہوگی جسکو خود قرآن نے بیان کر دیا ہے کہ یہ وطیرہ کافروں کا ہے مسلمانوں کا نہ ہے، "وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ"، کہ قرآن نہیں سننا اور سننے کی بجائے پڑھنا ہے خواہ کچھ بھی پڑھو ایسا پڑھو کہ قرآن سننے میں نہ آئے اصل مقصود کافر کا یہ تھا کہ قرآن نہ سنو حالانکہ پڑھنے والے پر پڑھنا فرض تھا اور ان پر سننا فرض تھا لیکن انہوں نے بھی پڑھائی شروع کر دی اور لُوھ مچا دیا... (۳) کافروں کا قدیم زمانہ سے پیشہ چلا آ رہا ہے پڑھنے والا اپنا فریضہ ادا کر رہا ہو اور پڑھ رہا ہو خواہ تبلیغ کیلئے خواہ عبادت کیلئے تو کافر چونکہ قرآن کی آواز سننا نہیں چاہتا لہٰذا اس کے عین مقابلہ میں نعت خوانی، دوہڑا بازی، شروع کر دیگا یا قال قال رسول اللہ، کی لُوھ مچا دیگا یا کسی گویے کو تلاوت قرآن شروع کروا دیگا... بہرکیف اصل مقصود اسکا چونکہ قرآن نہ سننا ہوتا ہے پڑھنے والی کی زبان سے اسلئے وہ کوئی سی پڑھائی شروع کر دیتا ہے تا کہ لُوھ مچا دیا جائے اور قرآن نہ سنا جا سکے... (۴) سننے والا اپنا دل اور کان پڑھائی کی طرف لگا دیتا ہے لیکن پڑھنے والا سن نہیں سکتا ہاں سننے والا پڑھنے والے کی پڑھائی دل میں پڑھ بھی سکتا ہے کیونکہ اصل پڑھائی تو دل کی ہوتی ہے خاموش زبان کیساتھ اسی لئے کہا گیا ہے، "ان الکلام لفی الفواد"، اسی لیے اللہ نے حکم دیا ہے کہ پڑھنے والے کی پڑھائی سنو اور پڑھو نہیں کیونکہ اگر زبان سے پڑھو گے تو لُوھ بھی

ہوگی اور سن بھی نہ سکو گے ہاں سنو تاکہ دل سے پڑھ بھی سکو اور پڑھنے والے کی پڑھائی کا مقابلہ ومعارضہ بھی نہ ہو وہ زبان سے پڑھے تم دل سے پڑھو...(۵) جس پر قرآن سنانا فرض ہوگا دوسرے کا قرآن سننا فرض ہوگا جس پر سنانا فرض نہ ہوگا اس کی پڑھائی کا سننا بھی فرض نہ ہوگا سننا اس وقت فرض ہوگا جب پڑھنے والے پر سنانا فرض ہوگا...جس طرح جبریلؑ پر آپ ﷺ کو سنانا فرض تھا تو آپ ﷺ پر سننا فرض تھا اسی لئے اللہ نے منع فرمادیا کہ آپ ﷺ سنیں اور زبان کو پڑھنے کیلئے حرکت بھی نہ دیں،،لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ ،،یعنی پڑھائی کیساتھ زبان سے خود نہ پڑھیں کیونکہ آپ ﷺ پر پڑھنے کی بجائے صرف سننا فرض ہے چونکہ جبریلؑ پر آپ کو سنانا فرض ہے یعنی اگر آپ ﷺ بھی ساتھ ساتھ پڑھیں گے ایک تو آپ ﷺ اپنے وظیفے کیخلاف کرینگے کیونکہ آپ ﷺ کا وظیفہ سننا ہے دوسرا جبریلؑ کی پڑھائی سے معارضہ ہوجائیگا جو فائدہ مطلوب تھا وہ حاصل نہ ہوگا... تیسرا آپ ﷺ میں جولا اوری کا اندھیرا تھا وہ تو جبریل کی پڑھائی سے دور ہورہا ہے اور وہ تب ہوگا کہ آپ ہمہ تن متوجہ ہوکر سنیں چوتھا اگر آپ سنیں گے تو دل میں پڑھ بھی سکتے ہیں نیز فرمایا،،فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ،،جبریل کی پڑھائی کے پیچھے خوش رہو اگر ساتھ ساتھ پڑھو گے تو پیچھے نہیں رہو گے پیچھے رہنے کیلئے سننا ہی فرض ہوگا..لاغیر.. کیونکہ پیچھے رہنیوالا وہی ہوگا جو گوش ہوش سے سنیگا تو دل میں پڑھائی جبریلؑ کی اترتی جائیگی،جسطرح آپ ﷺ نے پڑھا تو،،اِسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ ،،گوش ہوش سے جنات نے سنا تو آپکی پڑھائی ان کے دل میں اترتی گئی اور یہ فائدہ خود ساتھ ساتھ پڑھنے سے نہیں ہوگا...نیز یہ قانون مسلّم ہے کہ ایک آن میں نفس دو مستقل چیزوں کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا اپنی پڑھائی بھی کرے اور دوسرے کی پڑھائی پر کان بھی دھرے یہ نہیں ہوسکتا ایک کا ہوگا یا پڑھے یا سنے ہر ایک اپنا اپنا وظیفہ ادا کرے پڑھنیوالا اپنا وظیفہ پڑھائی والا ادا کرے اور دوسرا اپنا وظیفہ سننے والا ادا کرے تب فائدہ ہوگا پڑھائی سے جو فائدہ مطلوب ہوتا ہے..ہاں پڑھنیوالا اپنی زبان استعمال کررہا ہوتو سننے والا اپنا دل استعمال کرے زبان کیساتھ پڑھیگا تو دل سے سمجھ نہیں پائیگا...(٦) قرآن پاک میں جہاں اذا ظرف کیلئے ہوکر شرط کے معنی کو متضمن ہو وہاں اس کے مدخول کا معین اور محدود وقت میں پایا جانا یقینی ہوتا ہے اور وہاں ایسی عبادت مقصود ہوتی ہے جس کیلئے وقت اور زمانہ ظرف بن رہا ہو اور مدخول اذا کا پایا جانا متیقن ہوتو وہاں شرط کے بعد اسکی جزاء کا ہونا بھی ضروری ہوتا ہے ایسی عبادت صرف نماز ہی ہے جس میں یہ تمام شرائط پائی جاتی ہیں تولامحالہ شرط میں سنانے والے اور پڑھنے والے کا ذکر ہوتا ہے اور جزاء کے جملہ میں سننے والوں کا ذکر ہوتا ہے...چنانچہ اللہ نے فرمایا کہ اے مسلمانو جب ہمارا قاری محمد ﷺ پڑھائی کا فریضہ اور وظیفہ ادا کرکے تمکو سنا رہا ہو تو تم پر سننا فرض ہوگا اور زبان کو حرکت دینے کی تمکو اجازت نہ ہوگی کیونکہ ایسے مقام پر انکا وظیفہ سنانا ہوگا اور تمہارا وظیفہ سننا ہوگا،،لَا تُحَرِّكُوْا بِهٖ اَلْسِنَتَكُمْ،، بلکہ،،اِسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا،،اپنے کان اس کی پڑھائی کی طرف لگادو اور زبان سے خاموش رہو،،وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ،،فاستمعوا له وانصتوا کا معنی ہے،،فَاتَّبِعُوْا قُرْاٰنَهٗ،،یعنی محمد ﷺ کی پڑھائی کے پیچھے پیچھے رہو اور وہ تب ہوگا کہ تم اپنی زبانوں کو حرکت نہ دو اور گوش ہوش سے صرف سنو اور یہی معنی غیر شعوری حالت میں امام بخاری نے بھی اپنی صحیح میں بدء الوحی کے باب میں ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے فرمایا،،فاذا قرانٰه فاتبع قرآنه قال فاستمع له وانصت،، تو معلوم ہوا کہ استمعوا له وانصتوا سے مقصود ہوا کہ،،لاتحرکوا بالقراء ۃ السنتکم واستمعوا له وانصتوا،،کہ جب میرا قاری محمد ﷺ پڑھائی کر رہا ہو تو اپنی زبانوں کو مت ہلاؤ بلکہ کان اسی طرف لگاؤ اور خاموشی اختیار کرو اور یہی معنی ہے پیچھے رہنے کا...پس جب امام بخاری نے خود ہی فاستمعوا وانصتوا کا معنی لا تحرك اور اتباع کیساتھ کردیا کہ قاری کی قراءۃ کے ساتھ زبان مت ہلاؤ بلکہ اس کی قراءۃ کے پیچھے رہو یعنی کان لگا کے سنو اور زبان ہلانے سے خاموش رہو تو امام بخاری کو چاہیے کہ اپنے لکھے ہوئے کیخلاف نہ کرے....(۷) قرآن مقدس کے انہی قواعد وآداب کیوجہ سے کہ امام قاری کا وظیفہ سنانا ہے اور مقتدیوں کا وظیفہ سننا ہی ہے امام کا وظیفہ پڑھائی کیساتھ آگے نکل جانا ہے اور مقتدی کا وظیفہ اسکی پڑھائی کی اتباع کرنا یعنی پیچھے پیچھے رہنا اور خاموش رہنا ہے.. آپ ناظرین دیکھیں گے کہ خلفاء راشدینؓ جنکی سنت کو اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی سنت فرمایا ہے اور جنکو آپ ﷺ نے مهدیون فرمایا ہے اور جنکی سنت کو مضبوط کر کے اتباع کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے..،،علیکم بسنتی وسنة الخلفاء

الراشدین المهدیین تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ،، وہ قطعاً امام کے پیچھے قرائت کرنے یعنی پڑھنے کے قائل نہیں تھے ورنہ ان میں سے کوئی تو کبھی کہتا کہ ،، سمعت النبی ﷺ... قال النبی ﷺ... اخبرنی فلان عن النبی ﷺ... کہ اللہ کے پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ ،، لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب خلف الامام، مگر حاشا وکلا کہ کسی ضعیف حدیث میں بھی ایسا آیا ہو... جب ان اسلاف سے یہ ثابت نہ ہوا تو پھر سنت یہی ماننا پڑیگی کہ امام کے پیچھے قرآن نہ پڑھنے کی سنت خلفاء راشدینؓ کی ہے اور جب ان کی سنت یہی ہوگی تو لامحالہ آپ ﷺ کی سنت بھی یہی ہوگی کہ امام کے خلف نہ پڑھا جائے کیونکہ ،، فعله و ترکه سنة، پر علماء کا اتفاق ہے اور آپ ﷺ نے انکی سنت کو اپنی سنت فرمایا قرآن کے قانون ہی کی وجہ سے اور جلیل القدر صحابہؓ بھی مثل جابرؓ اور زید بن ثابتؓ کے خلف الامام پڑھنے کے قائل نہیں ہوئے ... بہرکیف قرآن مقدس میں اس کی تصریح ہوئی کہ پڑھنے والے کی اتباع کرنی ضروری ہے اور بقول امام بخاری اتباع کا معنی کان لگا کر سننا اور زبان کو حرکت نہ دینا ہی ہوا اور یہی قانون ایک نہیں کئی آیات میں ذکر ہوا ہے سالم الحواس عالم کو انکار کرنے کی کوئی گنجائش نہ ہوگی... **بخاری محدث** لیکن امام بخاری قانون اور قاعدہ قرآن کے صریح خلاف اور اپنے لکھے ہوئے اتباع کے معنی کے خلاف روایت میں تکثیر کے شوق میں رواۃ پر کلی اعتماد کر کے فرماتے ہیں کہ جو امام کی پڑھائی کیساتھ ساتھ پڑھائی نہ کرے صرف سننے پر اکتفا کرے اس کی نماز نہیں ہوتی بلکہ اپنی کتاب جزء القراءت میں پرزور تعصب کا رنگ دکھاتے ہوئے فرماتے ہیں اور اخبار واحدہ کے متعلق ہی فرماتے ہیں ،، قد تواتر الخبر عن رسول اللہ ﷺ،، یعنی امام کی پڑھائی کیساتھ پڑھائی کرنے کی حدیث متواتر ہے حالانکہ متواتر اللفظ حدیث کوئی ایک ہی حدیث ،، انما الاعمال بالنیات،، سے متعلق ہی علماء حدیث نے کہا ہے اور کوئی حدیث اس صفت کیساتھ پورے ذخیرہ میں نہیں پائی گئی.. باب قائم کرتے ہیں باب وجوب القراءة للامام والماموم (ص ١) اور تحت الباب حدیث ،، لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب ،، لاتے ہیں ماموم یعنی مقتدی پر بھی پڑھائی فرض کہتے ہیں جو صریحاً آداب اور قوانین کے خلاف ہے جبکہ قراءۃ صرف امام یا منفرد پر فرض ہوتی ہے اور مقتدی پر صرف سننا فرض ہوتا ہے اور پھر حدیث کے الفاظ عام ہیں سینہ زوری سے مقتدی کو بھی اس میں داخل سمجھتے ہیں... باب باندھنا تو چاہیے تھا ،باب وجوب القراءة للامام والمنفرد، لیکن تعجب ہے امام بخاری کے صنیع پر کہ جس منفرد پر قرائت کرنا فرض تھا اسکا ذکر نہیں کیا اور جس مقتدی پر قرائت فرض کیا مسنون بھی نہیں تھی اسکو دھکا پیلی سے قرائت کرنیوالا ذکر کر دیا ہے حالانکہ بعد میں ،، مسیء الصلوٰۃ والی حدیث ذکر کی ہے اور اس پر قرائت فرض بتائی ہے جبکہ باب میں اسکا ذکر تک نہیں کیا... اب ہم بخاری صاحب کے باب اور حدیث دونوں پر کچھ عرض کرتے ہیں یہ جو کہا جاتا ہے کہ نماز میں قرائت فرض ہے تو قرائت فی الصلوٰۃ سے بالاتفاق سورت فاتحہ اور اسکے ساتھ کوئی دوسری سورت کا پڑھنا مراد ہوتا ہے اگر واقعی قرائت فی الصلواۃ سے یہی مراد ہوتا ہے تو پھر معلوم ہوا کہ امام بخاری کا مذہب صرف فاتحہ خلف الامام نہ ہوا بلکہ مقتدی پر بھی اسی طرح قرائت فرض ہوئی جسطرح امام پر فرض ہوتی ہے حالانکہ اس کا قائل کوئی محدث بھی نہیں.. اور اگر قرائت مطلقہ امام اور منفرد پر ہی فرض ہے اور مقتدی پر نہیں اس پر صرف فاتحہ ہی کا پڑھنا فرض ہے تو پھر امام بخاری کا باب باندھنا ہی صاف جھوٹ ہوا کیونکہ باب تو باندھا ہے مطلق قرائت فی الصلوٰۃ کا حالانکہ وہ تو فرض ہے امام اور منفرد پر ماموم کو اس میں تحکم کیساتھ کیوں ذکر کر دیا.. نیز حدیث کے الفاظ امام اور منفرد کو تو شامل ہو سکتے ہیں جن پر قرائت مطلقہ کرنا فرض ہوتا ہے لیکن مقتدی کی طرف تو حدیث میں اشارہ تک ذکر نہیں ہے اور نہ خلف الامام کا لفظ ہی موجود ہے تو پھر خواہ مخواہ مقتدی کو اس میں شامل سمجھنے کیلئے کیا امام بخاری پر وحی نازل ہوگئی تھی کہ یہ حدیث مقتدی کو بھی شامل ہے؟ اب سنیئے کہ تحت الباب حدیث کا مطلب تو باب باندھے ہوئے کے مطابق ہی ہوگا تو پھر حدیث میں بھی قرائت مطلقہ یعنی قرائت فی الصلوٰۃ کا ذکر ہونا ضروری ہوگا اور معنی حدیث کا باب کے مطابق یوں ہوگا کہ ،، لاصلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب، نہیں جائز نماز اسکی جو نہ قرائت کرے ساتھ فاتحۃ الکتاب کے.. یعنی جو شخص نماز میں قرائت فاتحہ کے بغیر دوسری سورت یا آیات کے ساتھ قرائت کرے اور سورت فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز جائز نہیں ہوگی تو اس اعتبار سے بھی مقتدی خارج ہوگا اور حدیث امام اور منفرد کو ہی شامل کریگی.. آخر قراءۃ الکتاب اور قراءۃ

بالکتاب کی ترکیب میں کافی فرق ہے.. اب یہ معنی باب کے مطابق بھی ہوا یعنی قرائت مطلقہ مراد ہوگی اور الفاظ حدیث کی ترکیب کے بھی مطابق ہوا کیونکہ جب کہا جائے قرائت الکتاب تو مراد ہوتا ہے صرف کتاب ہی کو میں نے پڑھا اور جب کہا جائے قرائت بالکتاب تو مطلب ہوتا ہے کسی دوسری چیز کے ساتھ کتاب کو پڑھا جائے... اور یہاں دوسری چیز قرآن کی سورت یا آیات ہونگی اور مطلب ہوگا کہ جو شخص قرائت کر رہا ہو اور سورت فاتحہ کے بغیر کسی دوسری سورت کیساتھ قرائت کرے اسکی نماز جائز نہ ہوگی اعنی قرائت مطلقہ سورت فاتحہ کے بغیر نہیں ہوگی.. ثابت ہوگیا باب قرء کا صلہ جہاں،،با،، ہوگی وہاں مع کے معنی ظاہر ہونگے.. اس لحاظ سے حدیث،، کل صلوۃ لم یقرء فیھا بام القرآن،، الحدیث میں،،بــــا،، بمعنی مع ہوگی کہ ہر وہ نماز جس میں فاتحہ سمیت قرائت نہ کی جائیگی وہ ناقص یا باطل ہوگی تو اس سے مقتدی خود بخود خارج تصور ہوگا کیونکہ مقتدی پر قرائت مطلقہ ہے بھی نہیں. **امام بخاری کی خیانت یا بھول چوک** (۱) اسی باب میں امام بخاری مسی ء الصلوۃ والی حدیث ذکر کرتے ہیں اس میں رسول اللہ ﷺ مسی ءالصلوۃ آدمی کو نماز کی حقیقت بیان فرماتے ہوئے،،ثم اقرأ ما تیسّر معک من القرآن،، فرماتے ہیں حالانکہ امام بخاری نے باب باندھا ہے امام و ماموم کا اور مسی ءالصلوۃ نہ امام ہے نہ ماموم بلکہ منفرد ہے...(۲) ثم اقرأ ماتیسّر من القرآن،، سے مراد اگر بخاری صرف فاتحہ لیتے ہیں تو نری خیانت ہے جبکہ نبی کریم ﷺ نے قطعاً قرائت مطلقہ کا حکم دیا جس طرح اللہ نے نماز تہجد کیلئے قرائت مطلقہ کا حکم اباحت دیتے ہوئے فرمایا،، فاقرأ وما تیسّر من القرآن،، فاقرأوما تیسر منہ،، فرمایا کیونکہ تہجد کی نماز میں لمبی قرائت سے مراد سورت فاتحہ تو نہ تھی بلکہ فاتحہ مع سورت طویلہ تھی لہٰذا چند آیات پڑھ لینے کی اجازت دی تا کہ نماز تہجد بھی ہو جائے اور قرائت مطلقہ بھی ہو جائے..(۳) امام بخاری نے عطاء ابن یسار سے ایک حدیث ذکر کی ہے کہ اس نے بیان کیا کہ میں نے زید بن ثابت سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے سورۃ نجم آپ ﷺ کو پڑھ کر سنائی تو آپ ﷺ نے نہ خود سجدہ کیا نہ مجھ کو سجدہ کا حکم دیا،،انہ قرء علی النبی ﷺ والنجم فلم یسجد فیھا،، بخاری ابواب سجود القرآن. حالانکہ اس روایت میں خیانت نہیں تو چوک ضرور گئے ہیں کیونکہ اسی اسناد کیساتھ عطاء بن یسارؒ نے،،سأل زید ابن ثابت عن القراءۃ مع الامام فقال لا قراءۃ مع الامام فی شیئ،، زید بن ثابت سے قرائت خلف الامام سے متعلق ابن یسار نے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا قطعاً جائز نہ ہے اسکے بعد زید بن ثابتؓ نے از خود ہی یہ کہہ دیا کہ میں نے سورت نجم آپ ﷺ کو سنائی تو اس میں نہ آپ ﷺ نے سجدہ کیا اور نہ مجھے حکم دیا،،زعم انہ قرأ علی النبی ﷺ والنجم فلم یسجد فیھا،، (مسلمؒ ونسائیؒ) ابن یسار نے سجدہ کے متعلق نہیں پوچھا تھا سجدہ نہ کرنے کا ذکر تو از خود زید بن ثابت نے ہی کر دیا.. ابن یسار نے زید بن ثابتؓ سے قرأت خلف الامام کے متعلق پوچھا تھا جس کا جواب انہوں نے دیا کہ،،لا قراءۃ مع الامام فی شیئ،، لیکن امام بخاری چونکہ خلف الامام قرائت کا قائل تھا اسلئے عمداً اس سوال و جواب کا ذکر اس حدیث سے اڑا دیا اور کچھ کا کچھ بیان کر دیا پڑھنے والوں کو یہ باور کرایا کہ ابن یسار نے زید بن ثابت سے سجدہ نجم کے متعلق سوال کیا تھا مسلکی تعصب یہاں تک ایک محدث نبیل کو لے گیا کہ حدیث کا نقشہ بھی بدل کر رکھ دیا... (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۸۶۔۹۸)

الجواب

اعتراض میں مذکور حدیث اور اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث: حدثنا علی بن عبداللہ قال حدثنا سفیان قال حدثنا الزھری عن محمود بن الربیع عن عبادۃ بن الصامت ان رسول اللہ ﷺ قال: لاصلوٰۃ لمن لم

یقرأ بفاتحة الکتاب (صحیح بخاری: الاذان، باب وجوب القراءۃ للامام والماموم فی الصلوٰت کلھا فی الحضر والسفر وما یجھر فیھا وما یخافت، رقم ۷۱۴)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس آدمی کی کوئی نماز نہیں جس نے فاتحۃ الکتاب نہیں پڑھی۔

چتروڑی صاحب نے اس حدیث کو قرآن کے صریح خلاف قرار دے کر مسترد کر دیا ہے حالانکہ باتفاق محدثین یہ حدیث صحیح ہے۔ امام ترمذیؒ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں "حدیث عبادۃ حدیث حسن صحیح" دیکھئے سنن ترمذی "باب ما جاء انہ لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب" اور خود احنافؒ نے بھی اس حدیث کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے اس سے وجوب فاتحہ کو ثابت کیا ہے

ثم یقرأ فاتحۃ الکتاب وسورۃ... فقراءۃ الفاتحۃ لاتتعین رکنا عندنا... خلافاللشافعی... وللشافعی قولہ علیہ السلام: لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتا ب ولنا قولہ تعالیٰ: فاقرء واماتیسر من القرآن والزیادۃ علیہ بخبر الواحد لایجوزلکنہ یوجب العمل فقلنابوجوبھم (ھدایہ ۱/۱۰۵ باب صفۃ الصلوٰۃ)

بیٹے کے غیر مقلد ہو جانے کا غصہ امام بخاریؒ پر: چتروڑی صاحب نے اس حدیث کی وجہ سے امام بخاریؒ پر جو نامعقول جرح کے نشتر چلائے ہیں ان سے یوں لگتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کے غیر مقلد ہو جانے کا سارا غصہ امام بخاریؒ پر نکالنا چاہتے ہیں کہ انہی کے اس حدیث کو نقل کرنے کی وجہ سے میرا بیٹا میرے ہاتھ سے نکل گیا۔

ہم عرض کرتے ہیں کہ اول تو یہ حدیث صرف امام بخاریؒ نے نہیں روایت کی بلکہ تمام محدثینؒ نے روایت کی ہے جیسا کہ بحث کے اخیر میں ہم اس کے حوالہ جات لکھیں گے تو صرف امام بخاریؒ کو کوسنا اور باقیوں کو چھوڑ دینا کہاں کا انصاف ہے؟ دوسرا یہ کہ اگر امام بخاریؒ اکیلے بھی ہوتے اور حدیث صحیح ہوتی جیسا کہ یہاں ہے تو اس میں قصور ان کا نہ ہوتا بلکہ خود بھٹکنے والے کا ہوتا کہ علم تو دودھ کی

مانند ہے جو اچھے اور صاف برتن میں جا کر جمتا ہے اور گندے برتن میں جا کر پھٹتا ہے تو اس حدیث کی وجہ سے اگر آپ کے پسر ناہنجار بھٹکے ہیں تو اس میں قصور ان کا اپنا یا آپ کی تربیت کا ہے کسی اور کا نہیں۔

بہرحال یہاں ''علامہ'' نے فاتحہ خلف الامام کے مشہور و معرکۃ الآراء مسئلہ کو ایسے ''عالمانہ'' انداز میں حل کیا ہے کہ جہالت بھی سر پکڑ کر رہ گئی کہ اس کا نام علم ہے تو پھر میرا نام جہالت کیوں ہے؟

یہاں ''علامہ'' کے تمام ''علمی'' نکات یا جاہلانہ بلکہ احمقانہ استدلالات کا جواب دینے سے تو ہم اپنے آپ کو قاصر پاتے ہیں تاہم اصل مسئلہ اور چند ضروری باتوں کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا ضروری سمجھتے ہیں۔

فاتحہ خلف الامام کے بارے ائمہ کے مذاہب: اصل مسئلہ یہ ہے کہ کیا مقتدی کو فاتحہ پڑھنی چاہئے یا نہیں؟

اس بارے ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے متبعین وغیرھم کے نزدیک مقتدی کو فاتحہ نہیں پڑھنی چاہئے خواہ نماز جہری ہو یا سری، اور امام کی آواز مقتدی تک پہنچ رہی ہو یا نہ۔ امام مالکؒ، امام احمدؒ، امام اسحٰق بن راہویہؒ اور بعض اہل ظواہرؒ وغیرھم کے نزدیک جہری نمازوں میں مقتدی کو فاتحہ نہیں پڑھنی چاہئے لیکن سری نمازوں میں پڑھنی چاہئے۔ امام شافعیؒ، امام اوزاعیؒ، امام لیث بن سعدؒ، امام داود ظاہریؒ اور امام بخاریؒ وغیرھم کے نزدیک مقتدی کو فاتحہ پڑھنا ضروری ہے چاہے نماز سری ہو چاہے جہری۔ **واذاقرأ فانصتوا احتج بذالك القائلون ان المؤتم لا يقرأ خلف الامام فى الصلوة الجهرية وهم زيد بن على ... و اسحق بن راهويه واحمد ومالك والحنفية لكن الحنفية قالوا: لايقرأ خلف الامام لافى سرية ولا جهرية.. ذهب الشافعى واصحابه الى وجوب قراءة الفاتحة على المؤتم بلا فرق بين الجهرية والسرية** (نیل الاوطار: باب ماجاء فی قراءۃ المأموم وانصاتہ) **وقال الشافعى ... وهو قول الاوزاعى والليث بن سعد** (المحلی لابن حزم)

ہم یہاں ان تینوں مذاہب کے تفصیلی دلائل سے پہلو تہی کرتے ہوئے صرف ایک ایک

دلیل پر اکتفاء کرتے ہیں۔

ا۔امام شافعیؒ اور امام بخاریؒ وغیرھما کی دلیل حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب اس کو تمام محدثین نے روایت کیا ہے۔حوالہ جات آگے آرہے ہیں۔
طریق استدلال یہ ہے کہ اس میں لفظ ''من'' عام ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہ ہوگی چاہے وہ منفرد ہو چاہے امام ہو اور چاہے مقتدی۔لیکن یہ دلیل تام نہیں اس لئے کہ ''من'' ہمیشہ عموم کیلئے نہیں آتا بلکہ کبھی کبھی خصوص کیلئے بھی آتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے ویستغفرون لمن فی الارض (الشوریٰ/۵) کہ یہاں اگر ''من'' عموم کیلئے ہوتو مطلب بنے گا کہ فرشتے تمام اہل زمین کیلئے استغفار کرتے ہیں حالانکہ کفار کیلئے استغفار جائز نہیں ہے۔پس اس دلیل اور قرینہ سے یہ ''من'' عام مخصوص منہ البعض کیلئے ہوگا۔اسی طرح اس حدیث میں بھی ''من'' دوسری احادیث کی وجہ سے عام مخصوص منہ البعض کیلئے ہوگا کہ مقتدی اس حدیث کے عموم سے خارج ہو جائے گا۔

یہ ہے اس حدیث کی صحیح تشریح۔لیکن یہاں ''علامہ'' نے عجیب ''علمی کمال'' دکھایا ہے فرماتے ہیں ''حدیث کے الفاظ عام ہیں سینہ زوری سے مقتدی کو بھی اس میں داخل سمجھتے ہیں'' میں کہتا ہوں جب حدیث کے الفاظ کو عام تسلیم کرلیا تو پھر مقتدی کو اس میں داخل کرنے کیلئے سینہ زوری کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟

۲۔امام مالکؒ اور امام احمدؒ وغیرھما کی دلیل واذا قرأ فانصتوا کہ جب امام پڑھے تو تم خاموش رہو اس کو امام مسلمؒ، نسائیؒ ابن ماجہؒ اور احمدؒ وغیرھم نے روایت کیا ہے اور امام مسلم ودیگر محدثین نے اس کو بھی صحیح قرار دیا ہے۔دیکھئے صحیح مسلم: کتاب الصلوٰۃ، باب التشھد فی الصلوٰۃ۔
طریق استدلال یہ ہے کہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ الخ کے عموم سے مقتدی کے حق میں جہری نماز اس حدیث کی وجہ سے خارج ہوگئی لہٰذا مقتدی جہری نماز میں قراءت نہیں کرے گا البتہ سری نماز میں

قراءت کرے گا۔لیکن یہ دلیل بھی تام نہیں کیونکہ اس میں ''انصات'' یعنی خاموش رہنے کیلئے جہر کا ذکر نہیں بلکہ قراءت کا ذکر ہے اور یہ ظاہر ہے کہ امام سری نمازوں میں بھی قراءت کرتا ہے۔لہٰذا ان میں بھی مقتدی کا وظیفہ خاموش رہنا ہوگا۔پس یہ حدیث درحقیقت حنفیہ کی دلیل ہے۔

۳۔احناف کی دلیل: من کان له امام فقراء ة الامام له قراء ة کہ جس کا امام ہوتو امام کی قراءت اس کی قراءت ہوگی۔اس کو ابن ماجہ اور امام احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے اگرچہ بعض محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ اس میں ایک راوی جابر جعفی ضعیف ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث حسن ہے کیونکہ اس کے دیگر طرق بھی موجود ہیں جن میں مذکورہ بالا راوی نہیں ہے اور وہ بالکل یح ہیں۔ہم ان میں سے صرف دو نقل کرتے ہیں۔

ا۔قال محمد اخبرنا ابو حنیفة قال حدثنا ابو الحسن موسیٰ بن ابی عائشة عن عبدالله بن شداد بن الها د عن جابر بن عبدالله عن النبی ﷺ انه قال: من صلی خلف الامام فان قراء ة الامام له قراء ة (موطا امام محمد: باب القراءۃ فی الصلوٰۃ خلف الامام)

اس سند کو امام ابن الھمامؒ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے صحیح علی شر ط الشیخین کہا ہے دیکھئے فتح القدیر قبیل باب الامامۃ اور تفسیر مظہری: المزمل/۲۰

۲۔اخبرنا اسحق الازرق حد ثنا سفیان و شریك عن موسیٰ بن ابی عائشه عن عبدالله بن شداد عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ من کان له امام فقراء ة الامام له قراء ة (مسند احمد بن منیع: مسند جابر بن عبداللہؓ)

اس کو شیخ ابراہیم حلبی نے صحیح علی شرط الشیخین کہا ہے دیکھئے شرح الکبیر للمنیۃ باب الامامۃ/۵۲۶ سہیل اکیڈمی

طریق استدلال یہ ہے کہ لاصلوٰة لمن لم یقرأ الخ کے عموم سے اس حدیث کی بنا پر مقتدی خارج ہوگیا پس مقتدی قراءت نہ کرے گا چاہے جہری نماز ہو چاہے سری کیونکہ امام کی قراءت اس کی بھی قراءت متصور ہوگی۔

ترجیح راجح: یہ تو دلائل کی بات تھی جس سے معلوم ہوا کہ سبھی حضرات احادیث مبارکہ سے ہی استدلال کرتے ہیں اوران میں سے کوئی بھی اپنی خواہش پرعمل پیرانہیں ہے۔اب ہم ترجیح کی بات کرتے ہیں کہ یہاں سب سے سلامتی والا راستہ احناف نے اختیار کیا ہے کیونکہ وہ مختلف احادیث میں تطبیق وتوفیق کی صورت اختیار کرتے ہیں جس سے تمام احادیث معمول بہا رہتی ہیں۔اس طرح کہ **لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ الخ** امام اور منفرد کیلئے اور **اذا قرأ فانصتوا** اور **من کان له امام فقراءۃ الامام الخ** مقتدی کیلئے ٹھہراتے ہیں جب کہ دوسرے ائمہ نے ترجیح کا راستہ اختیار کیا ہے کہ **من کان له امام** والی حدیث کو مرجوح سمجھ کر ترک کر دیا ہے یعنی احادیث کو معارض مان کر بعض کو راجح سمجھ کر لیا اور بعض کو مرجوح سمجھ کر چھوڑ دیا جبکہ احناف نے جو طریقہ اختیار کیا ہے نہ تو احادیث میں تعارض لازم آتا ہے نہ ترجیح کی ضرورت پڑتی ہے اور نہ ہی کسی حدیث کو ترک کرنا پڑتا ہے **والسلامۃ فیه اظهر**

دوسری وجہ ترجیح یہ ہے کہ مختلف احادیث کے نقطۂ تعارض میں یہ حدیث اوفق بالقرآن ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے **واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا** (الاعراف/۲۰۴) کہ جب قرآن پڑھا جارہا ہو تو غور سے سنو اور خاموش رہو۔اب ظاہر ہے کہ سری نمازوں میں بھی امام قرآن پڑھ رہا ہوتا ہے پس اگر اس وقت **استمعوا** (غور سے سنو) پرعمل نہیں ہوسکتا تو **انصتوا** (خاموش رہو) پر تو عمل ہوسکتا ہے۔لہٰذا اس پرعمل کیا جائے اور یہ حدیث بھی یہی چاہتی ہے لہٰذا اس حدیث کو سنداً ضعیف بھی تسلیم کرلیا جائے تب بھی مؤید بالقرآن ہونے کی وجہ سے یہ حدیث قابل حجت ہے۔

بہرحال یہ تو ترجیح کی بات تھی کہ ہمارے نزدیک امام ابوحنیفہؒ کا مؤقف سب سے قوی ہے کیونکہ اس سے کسی حدیث کو ترک کرنا لازم نہیں آتا۔نیز اوفق بالقرآن بھی ہے لیکن جہاں تک بات ہے دوسرے ائمہ کی تو ان کے پاس بھی قوی دلائل ہیں ان کو غلط قرار دینا غلط ہے اور اس اختلاف کی وجہ سے امام بخاریؒ کے خلاف بدزبانی کرنا تو نری جہالت ہے خصوصاً جبکہ اس مسئلہ میں امام بخاریؒ اکیلے بھی نہیں بلکہ امام شافعیؒ امام اوزاعیؒ اور امام لیث بن سعدؒ بھی ان کے ہمنوا ہیں نیز یہ فروعی اختلافی مسئلہ

ہے۔ اگر ایک فریق (غیر مقلدین) نے اس میں شدت پیدا کی ہے تو دوسرا فریق اس کے ردِعمل میں انہیں کے نقشِ قدم پر تو نہ چلے کہ دونوں طرف صحابہ کرامؓ ہیں تھوڑی سی بے احتیاطی بھی بہت بڑے دینی نقصان کا موجب بن سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ راہِ اعتدال پر رکھے۔

اس تفصیل کے بعد ہم عرض کرتے ہیں کہ اس حدیث کو یا امام بخاریؒ کے مسلک کو مخالف قرآن بتلانا اپنے علمی قصور کو ظاہر کرنا ہے کیونکہ اس حدیث سے امام بخاریؒ سمیت جن حضرات نے مقتدی پر فاتحہ کو واجب کہا ہے ان کے نزدیک مقتدی فاتحہ یا تو امام کے سکتات میں پڑھتا ہے یا امام کے فاتحہ سے فراغت پر۔ تو یہ حضرات بھی بمقتضائے حکم قرآنی امام کے پڑھنے کے وقت خاموش رہتے ہیں البتہ اس کے خاموش ہونے کے وقت پڑھتے ہیں تو یہ قرآن کے مخالف کس طرح بن جائے گا؟ کسی پر اعتراض کرنے سے پہلے اس کے مؤقف کو مکمل طور پر جاننا از حد ضروری ہوتا ہے ورنہ شرمندگی اٹھانا پڑتی ہے۔ چتروڑی صاحب نے امام بخاریؒ کی جزء القراءۃ کے حوالے سے اعتراض کیا ہے لگتا ہے صرف ایک صفحہ کو ہی دیکھا ہے اگر اس کو مکمل پڑھ لیتے تو یہ اعتراض کرنے کی نوبت نہ آتی۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔

حدیث اذا قرأ فانصتوا قلت لم یثبت ولو ثبت فنحن نقول به ونقول انما یقرأ خلف الامام عند سکوته ...عملا بالحدیثین لا صلوٰة الا بقراءة فاتحة الکتاب وبالانصات (جزء القراءۃ)

ترجمہ: **حدیث اذا قرأ فانصتوا** اول تو ثابت نہیں اور اگر اس کو ثابت سمجھیں تو ہم اس کے قائل ہیں کیونکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ مقتدی امام کے خاموش ہونے کے وقت فاتحہ پڑھے... تاکہ **لا صلوٰة الخ** اور **انصتوا** دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔

اور جب **انصتوا** والی حدیث پر عمل ہو جائے گا تو یہی بعینہٖ حکم قرآنی بھی ہے پس اس پر بھی خود بخود عمل ہو جائے گا۔

لہٰذا امام بخاریؒ وغیرہ کو قرآن کی صریح مخالفت پر بتلانا دھوکہ دہی یا جہالت ہے۔ واعوذ

بسالله ان اکون من الجاهلین چتروڑی صاحب کوامام بخاریؒ کے باب باندھنے پر بھی اعتراض ہے فرماتے ہیں''باب باندھنا تو چاہئے تھا باب وجوب القراءۃ للامام والمنفرد لیکن تعجب ہے امام بخاری کے صنیع پر الخ''، میں کہتا ہوں مجھے تعجب ہوتا ہے آپ کے صنیع پر کہ آپ امام بخاریؒ کو زبردستی حنفیت کا پابند کرنا چاہتے ہیں حالانکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ وہ حنفی نہیں ہیں۔امام بخاریؒ کا جو مسلک تھا انہوں نے اس کے مطابق باب باندھا ہے اگر یہ ان کا جرم ہے تو احناف اور دیگر مسالک کے لوگ بھی یہ''جرم''برملا کیا کرتے ہیں انکے خلاف بھی کوئی''کتاب''لکھ مارنی چاہئے۔

لا صلوۃ لمن لم یقرا الخ کا تواتر معنوی: باقی رہی بات تواتر کی تو یہ بات صحیح ہے کہ یہ حدیث متواتر اللفظ نہیں ہے لیکن متواتر المعنی ضرور ہے۔لہٰذا مطلقاً اس کے تواتر کا انکار کرنا غلط ہے۔قاضی ثناءاللہ پانی پتی حنفیؒ فرماتے ہیں۔

والحدیث تلقتہ الامۃ بالقبول وانعقد الاجماع علی العمل بہ وتوارث النقل وتواتر المعنی الخ(تفسیر مظہری:المزمل/۲۰) کہ حدیث **لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب** کو امت کی طرف سے تلقی بالقبول حاصل ہے اور اس کے معمول بہ ہونے پر اجماع منعقد ہے اور اس کی نقل متوارث ہے اور اس کا معنی متواتر ہے۔

لیجئے اب حنفی عالم پر تو اعتماد ہونا چاہیے

اصل مسئلہ یہاں تک مکمل ہو جاتا ہے جو دراصل **بخاری محدث** کے عنوان کے تحت کی گئی باتوں کا جواب ہے اب''قرآن مقدس''کے عنوان کے تحت سات نمبروں اور''امام بخاری کی خیانت یا بھول چوک''کے عنوان کے تحت تین نمبروں کا جواب بالاختصار اور بالترتیب ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن مقدس کے عنوان کے تحت چتروڑی صاحب نے کئی احمقانہ استدلالات کئے ہیں وہ جواب دینے کے قابل نہیں ہیں البتہ ان کی طرف آپ کی توجہ کرانا ضروری ہے کہ ان میں انہوں نے اپنے مطلب کی کئی باتیں کہی ہیں جن سے انکی ذہنیت خوب آشکارا ہو جاتی ہے۔قرآن

مقدس کے عنوان کے تحت نمبر۲ اور نمبر۱۳ انتہائی توجہ کے طالب ہیں۔

''علامہ'' کی تحریف معنوی کا نمونہ: نمبر۲ میں قرآن مجید میں تحریف معنوی کا نمونہ ظاہر کیا کہتے ہیں ''اصل مقصود کافروں کا یہ تھا کہ قرآن نہ سنو اور ان پر سننا فرض تھا لیکن انہوں نے بھی پڑھائی شروع کردی الخ'' کیا والغوا کا مطلب یہی ہے کہ پڑھائی شروع کردو؟... آفرین ہے ایسی ''لیاقت'' پر۔

''علامہ'' کی بے ادبی و گستاخی کا نمونہ: نمبر۳ میں تو حد کردی کہ نعت خوانی کو کافروں کا فعل، حدیث رسول ﷺ کو لُڈھ مچانا اور تلاوت قرآن کو گویے کا فعل قرار دے دیا۔ کیا یہ واضح بے ادبی و گستاخی نہیں ہے؟ اور کیا کفار حضور ﷺ کی نعت خوانی کیا کرتے ہیں؟ اور کیا قال قال رسول اللہ ﷺ کافر پڑھتے ہیں؟ اور کیا قرآن کی تلاوت کرنے والے گویے ہوتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی   کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

اور ''لڑھ مچانا'' اردو ادب میں ''شاندار'' اضافہ ہے۔ اس پر اردو ادب کو ''علامہ'' کا شکر گزار ہونا چاہئے۔

کیا اصل پڑھائی دل کی ہوتی ہے؟: نمبر۴ میں فرماتے ہیں اصل پڑھائی تو دل کی ہوتی ہے "ان الکلام لفی الفواد" میں پوچھتا ہوں اگر اصل پڑھائی دل کی ہوتی ہے تو اس سے نماز کیوں نہیں ہوجاتی؟ کیا ''علامہ'' صاحب کو فقہ حنفی پر اعتماد ہے؟ اگر ہے تو ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ اسکو پڑھائی تسلیم نہیں کرتی۔ لان القراءۃ فعل اللسان (ھدایۃ: قبیل باب الامامۃ)

نمبر۵ میں ملاحظہ فرمائیں ''آپ ﷺ میں جولا ادری کا اندھیرا تھا الخ'' علامہ اور ان کے متبعین غور کریں کیا یہ الفاظ شان نبوت کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں؟

اور فاتبع قرآنہ کا معنی کیا ہے ''جبریل کی پڑھائی کے پیچھے خوش رہو'' یہ خوش رہو کس لفظ کا معنی ہے؟

''علامہ'' کی بے شعوری کا ثبوت: نمبر۶ میں حرف ''اذا'' کے بارے میں بڑے ''علمی نکات'' ارشاد فرمائے ہیں جو معموں سے کم نہیں ہیں۔ اور امام بخاریؒ نے بدء الوحی میں ابن عباسؓ سے فاتبع قرآنه کا معنی "فاستمع له وانصت" نقل فرمایا ہے اس کے بارے میں چتروڑی صاحب کا کہنا ہے کہ یہ غیر شعوری حالت میں نقل کیا ہے کیونکہ انکے خیال میں امام بخاری خود اس پر عمل نہیں کرتے کیونکہ وہ فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں اسی لئے مشورہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''امام بخاری کو چاہئے کہ اپنے لکھے ہوئے کے خلاف نہ کرے''

ہم یہ بات پیچھے باحوالہ نقل کر چکے ہیں کہ امام بخاری فاتحہ کو امام کی خاموشی کے وقت پڑھنے کے قائل ہیں تو پھر انہوں نے اپنے لکھے ہوئے کیخلاف کیسے کیا؟ معلوم ہوا یہ معنی امام بخاریؒ نے غیر شعوری حالت میں نقل نہیں کیا بلکہ خود چتروڑی صاحب نے اس بات کی ان کی طرف نسبت کر کے غیر شعورے پن کا ثبوت دیا ہے۔

''علامہ'' کے ہوائی فائر: نمبر۷ میں چتروڑی صاحب اپنی علمی دھاک بٹھاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ ''خلفاء راشدین قطعاً امام کے پیچھے قرائت کرنے یعنی پڑھنے کے قائل نہیں تھے ورنہ الخ'' لگتا ہے انہوں نے ''ہوائی فائروں'' کو ہی علمی دھاک بٹھانے کا ذریعہ سمجھ لیا ہے ورنہ امام ترمذیؒ نے تو حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ جو کہ دوسرے اور چوتھے خلیفہ راشد تھے کا عمل بھی قراءت خلف الامام نقل کیا ہے۔

والعمل عليه عند اكثر اهل العلم من اصحاب النبى ﷺ منهم عمر بن الخطاب وعلى بن ابى طالب الخ (سنن ترمذی: الصلوٰۃ، باب ماجاء انہ لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب)

اسی طرح امام بیہقیؒ نے ''القراءۃ خلف الامام'' صفحہ ۹۱ پر حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے فاتحہ خلف الامام کو صحیح اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے۔

چتروڑی صاحب سے گزارش ہے کہ ''ہوائی فائروں'' سے علمی مسائل حل نہیں ہوا کرتے۔

امام بخاری کی خیانت یا بھول چوک کے عنوان کے تحت پہلی اور دوسری جرح درست تھی اگر عنوان اور انداز درست ہوتا۔ لیکن تیسری جرح میں چتروڑی صاحب نے امام بخاریؒ پر جو حدیث کا نقشہ بگاڑنے کا الزام لگایا ہے وہ بالکل بے جا ہے اس کی حقیقت جاننے کیلئے پہلے مسلم شریف سے وہ روایت ملاحظہ فرمائیں جس کا چتروڑی صاحب نے حوالہ دیا ہے۔

عن ابن قسیط عن عطاء بن یسار انه اخبره انه سال زید ابن ثابت عن القراءة مع الامام فقال: لاقراءة مع الامام فی شیئی ٥ وزعم انه قرأ علی رسول الله ﷺ والنجم اذا هوی فلم یسجد (صحیح مسلم: المساجد ومواضع الصلوٰۃ، باب سجود التلاوۃ، رقم ۹۰۳، وسنن نسائی: الافتتاح، باب ترک السجود فی النجم، رقم ۹۵۱)

حدیث کا نقشہ بگاڑنے کا جواب: اس روایت کے دو حصے ہیں ہم نے آسانی کیلئے دونوں کے درمیان گول دائرہ بنا دیا ہے۔

اب سمجھئے کہ ان دونوں حصوں کا تعلق الگ الگ موضوعات سے ہے اور ان دونوں کی فنی حیثیت بھی جدا جدا ہے۔ چنانچہ موضوع کے اعتبار سے پہلے حصے کا تعلق قراءۃ خلف الامام سے ہے اور دوسرے کا تعلق سجود تلاوت سے ہے، اور فنی حیثیت سے پہلا حصہ موقوف اور دوسرا مرفوع ہے اب امام بخاریؒ نے صحیح بخاری کتاب الجمعہ "**باب من قرأ السجدة ولم یسجد**" میں دوسرے حصے کو نقل کیا ہے جو کہ مرفوع ہے کیونکہ اس باب میں ضرورت اسی حصہ کی تھی اور پہلا حصہ جس کا اس باب سے کچھ تعلق نہ تھا اس کو ترک کر دیا تو اس میں بھلا اعتراض کی کونسی بات ہے؟ کیا کبھی علماء ایسا نہیں کرتے کہ قرآن وحدیث کا جو حصہ ان کی دلیل بن رہا ہوتا ہے اس کو ذکر کر دیتے ہیں اور باقی آیت یا حدیث کو ذکر کرنا ضروری نہیں سمجھتے؟

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں **فحذف المصنف الموقوف لانه لیس من غرضه فی هذا المکان** (فتح الباری: کتاب الجمعہ، باب من قرأ السجدۃ ولم یسجد)

باقی رہی یہ بات کہ پہلے حصے کو قراءۃ خلف الامام کے باب میں کیوں ذکر نہیں کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ یہ حصہ موقوف تھا اور اس کے خلاف ان کے پاس مرفوع احادیث موجود تھیں اس لئے انہوں نے اِس کو اُن کے مقابلے میں قابل اعتناء نہیں سمجھا کیونکہ حدیث موقوف مرفوع کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں۔

ثبت قول رسول الله ﷺ لاصلوٰة لمن لم يقرأ بام القرآن وقوله اذا كنتم خلفى فلاتقرء وا الا بام القرآن وغير ذالك من الاحاديث وهى مقدمة على قول زيد وغيره (نووی شرح مسلم: المساجد ومواضع الصلوٰۃ، باب سجود التلاوۃ)

تو اس میں بھی اعتراض کی گنجائش نہیں ہے پس اس تفصیل سے ثابت ہوگیا کہ تیسری جرح بالکل بے جا اور نامعقول ہے۔

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اب اخیر میں ہم یہ بھی بتادیں کہ یہی حدیث بخاری، دیگر کتب حدیث میں بھی موجود ہے مثلاً ملاحظہ فرمایئے۔

صحیح مسلم: الصلوٰۃ، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ الخ (۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷)

سنن ترمذی: الصلوٰۃ، باب ماجاء لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب (۲۳۰)

سنن نسائی: الافتتاح، باب ایجاب قراءۃ فاتحۃ الکتاب فی الصلوٰۃ (۹۰۱، ۹۰۲)

سنن ابی داود: الصلوٰۃ، باب من ترک القراءۃ فی صلاتہ بفاتحۃ الکتاب (۷۰۰)

سنن ابن ماجہ: اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا، باب القراءۃ خلف الامام (۸۲۸)

مسند احمد: باقی مسند الانصار، حدیث عبادۃ بن الصامتؓ (۲۱۶۱۷، ۲۱۶۳۶، ۲۱۶۸۱)

سنن دارمی: الصلوٰۃ، باب لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب (۱۲۱۴)

شرح معانی الآثار للطحاوی: الصلوٰۃ، باب القراءۃ خلف الامام

اور علامہ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث مسند حمیدی، سنن بیہقی، مستخرج ابی نعیم، سنن دارقطنی، صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان میں بھی موجود ہے۔

کیا اب بھی اس حدیث کو بخاری کی حدیث سمجھ کر رد کیا جا سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ عقل کامل عطا فرمائے (آمین)

﴿اعتراض نمبر ۴۶﴾

﴿ ٤٦ ﴾ **قرآن مقدس** قرآن مقدس کی ایک سورت ہے جو اخلاص کے نام سے مشہور ہے یعنی ،،قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ،، اسی سورت سے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ سورت اخلاص ،،تعدل ثلث القرآن،، کہ سورت اخلاص پورے قرآن کی تہائی کے برابر ہے... **بخاری محدث** لیکن امام بخاری جن کا شغل روایات جمع کرنا اور اپنی کتاب کو مسند اور صحیح ثابت کرنا تھا انہوں نے راویوں کی روایت کا پس وپیش دیکھے بغیر اور قرآن کے تناظر میں روایت کو پرکھنے کی بجائے صرف درج کتاب کرنے کو ہی بہتر سمجھا وہ سورۃ اخلاص کا حلیہ کچھ اور ہی بتاتے ہیں ،،قال النبی ﷺ ایعجز احد کم ان یقرء ثلث القرآن فی لیلة فشق ذالك علیهم قالوا اینا یطیق ذالك یارسول الله فقال،، الله الواحد الصمد ثلث القرآن،، یعنی قل ھو اللہ احد اللہ الصمد الخ کی بجائے سورت اخلاص یوں ہے ،،اللہ الواحد الصمد،، اور یہی ثلث القرآن ہے لاحول ولاقوۃ (بخاری ؒ کتاب فضائل القرآن) (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۹۹۔۱۰۰)

﴿الجواب﴾

اعتراض میں مذکور حدیث مع ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث: **عن ابی سعید الخدری ؓ قال : قال النبی ﷺ لاصحابه: ایعجز احدكم ان یقرأ ثلث القرآن فی لیلة فشق ذالك علیهم وقالوا: اینا یطیق ذالك یارسول الله فقال : الله الواحد الصمد ثلث القرآن** (صحیح بخاری: فضائل القرآن، باب فضل قل ھو اللہ احد، رقم ۴۶۲۸)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کو فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی شخص اس سے عاجز ہے کہ وہ رات میں ایک تہائی قرآن پڑھ لیا کرے؟ تو ان کو یہ کام مشکل لگا تو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم میں سے کون اس کی طاقت رکھتا ہے؟ تو آپ

ﷺ نے فرمایا " الله الواحد الصمد " ایک تہائی قرآن ہے

یہاں چتروڑی صاحب کو یہ اعتراض ہے کہ امام بخاری نے سورت اخلاص کا حلیہ کچھ سے کچھ بنادیا ہے کہ سورۃ تو تھی قل ھو اللہ احد الله الصمد الخ اورانہوں نے اس کو بنادیا اللہ الواحد الصمد

حل اعتراض: اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے سورت کا حلیہ نہیں بدلا گیا بلکہ قل ھو اللہ احد الله الصمد کے مضمون کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ کہ جس سورت میں اللہ کا واحد وصمد ہونا بیان کیا گیا ہے وہ سورت تہائی قرآن کے برابر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ وہ سورت اخلاص ہی ہے جو قل ھو الله احد الله الصمد الخ کے الفاظ سے پڑھی جاتی ہے۔

ای السورة التی مضمونها هذا المذكور تعدل ثلث القرآن (شرح سنن ابن ماجہ للسندی: کتاب الادب، باب ثواب القرآن)

یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے جو باب باندھا جو کہ ان کا اپنا وضع کردہ ہے وہ "فضل قل ھو الله احد " ہے نہ کہ "فضل الله الواحد الصمد "البتہ جو روایت اس میں ذکر کی وہ ان کی اپنی وضع کردہ نہیں بلکہ صحیح واسطوں کے ساتھ وہ حضورﷺ سے نقل کردہ ہے۔ وفی الزوائد هذا اسناده صحيح رجاله ثقات (شرح سنن ابن ماجہ: ایضاً) تو تعجب ہے کہ جو چیز ان کی اپنی ہے اس سے تعصب کی وجہ سے آنکھیں موند لی ہیں اور جو چیز ان کی اپنی نہیں ہے اس کو لے کر ان پر اعتراض جڑ دیا ہے۔

مضمونِ کلام کا اختصار کلام عرب میں: اور اس طرح کلام عرب میں اختصاراً بکثرت مستعمل ہوتا ہے مثلاً فقہ حنفی کی مشہور ومعروف کتاب کنز الدقائق باب الاذان میں ہے " ویلتفت یمیناً وشمالاً بالصلوة والفلاح "ویزید بعد فلاحها قد قامت الصلوٰة" کہ صلوٰۃ اور فلاح کے وقت دائیں، بائیں منہ موڑے اس کا مطلب یہی ہے کہ اذان کے وہ کلمات جن

میں صلوٰۃ اور فلاح کا ذکر ہے یعنی حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح ان میں دائیں، بائیں منہ پھیرے۔کیا یہاں چتروڑی صاحب کہیں گے کہ صاحب کنز نے اذان کا حلیہ بگاڑ دیا ہے؟

بلکہ کلام عرب میں بہت مرتبہ تو اختصاراً کلمات میں اس طرح بھی تبدیلی کی جاتی ہے جس سے اصل لفظ کی شکل بھی سلامت نہیں رہتی۔جیسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو اختصاراً ''بسملہ''، لا الہ الا اللہ کو ''تہلیل'' اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ کو ''حوقلہ'' کہا جاتا ہے اور اس پر بھی کوئی معترض نہیں ہوتا۔

اصل میں اس کا تعلق سلامت فکر سے ہے کہ جس کو یہ نعمت حاصل ہے وہ غلط راہوں سے محفوظ رہتا ہے اور جس کو یہ نعمت نہیں عطا کی گئی اس کی قسمت میں بھٹکنا اور بھٹکتے رہنا ہی ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ جس حدیث کو لے کر چتروڑی صاحب اعتراض کر رہے ہیں اسی حدیث کو امام بخاریؒ کے حوالہ سے ہی مفسرین نے اپنی تفاسیر میں نقل کیا ہے۔اور کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔مثلاً دیکھئے تفسیر قرطبی، ابن کثیر، الدر المنثور، فتح القدیر للشوکانی وغیرہا: سورۃ الاخلاص

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اخیر میں یہ کہ سورۃ الاخلاص کیلئے یہی الفاظ دیگر کتب حدیث میں بھی موجود ہیں مثلاً دیکھئے

ترمذی: فضائل القرآن، باب ما جاء فی سورۃ الاخلاص (۲۸۲۱) وقال ھذا حدیث حسن

سنن ابی داود: الصلوٰۃ، باب فی فضل قل ھو اللہ احد (۳۳۰۲)

مسند احمد: مسند الشامیین، بقیۃ حدیث ابی مسعود البدری الانصاریؓ (۱۶۴۸۶)

فضائل سورۃ الاخلاص للخلال المتوفی ۴۳۹ھ: صفحہ ۶۲ وغیر ذالک

کیا اب بھی اس روایت کی وجہ سے امام بخاریؒ پر اعتراض کیا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ عقل اور سمجھ عطا فرمائے (آمین)

اعتراض نمبر ۴۷

﴿ ۴۷ ﴾ **قرآن مقدس** قرآن پاک کی سورت نساء میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا، فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ وَاللَّهُ أَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوا، یہ آیت ان لوگوں کے خلاف نازل کی گئی جو مدینہ سے باہر مختلف قبائل میں سے مسلمان ہو گئے تھے ان سے کہا گیا تھا کہ وہاں سے

ہجرت کر کے مدینہ آجاؤ تاکہ اسلام کو اچھی طرح سمجھ لو اور صحیح معنوں میں اسلامی زندگی جان جاؤ مگر ان نومسلم لوگوں نے اس حکم کی عمداً تعمیل نہ کی ادھر سیاسی اور جنگی ضرورت کے تحت ان قبائل کو سزا دینے کی ضرورت بھی تھی جن میں یہ اکا دکا نام نہاد مسلمان رہ رہے تھے تو ان مسلمانوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے اس میں اختلاف ہوگیا کہ ہجرت نہ کرنے کیوجہ سے انکو بھی پورے قبیلے کی طرح قتل کردیا جائے یا نہ.. تو بعض صحابہؓ کا خیال تھا کہ آخر وہ مسلمان تو ہیں نا اسلئے انکو قتل نہ کیا جانا چاہیے اس اختلاف کو دور کرنے کیلئے آیات نازل فرما کر اللہ نے فرمایا اے مسلمانو تمکو کیا ہوا کہ منافقین کے متعلق تم دو گروہ بن گئے ہو حالانکہ اللہ نے انکی بدعملی کیوجہ سے انہیں اوندھے منہ گمراہی میں گرادیا ہے یعنی اللہ نے فیصلہ فرمادیا کہ ایسے نام نہاد مسلمان قطعاً منافق ہیں جن کا نفاق ظاہر ہوگیا ہے کہ ہجرت کرنے کا حکم بھی انہوں نے نہیں مانا... اس آیت کے متصل بعد اللہ نے انہی منافقوں کے بارے میں فرمادیا،، وَدُّوْ لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ،، یعنی ان منافقین کی آرزو ہے کہ تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہوگئے اس طرح تم سب برابر ہو جاؤ (اور سب کے سب تم گمراہی کی غار میں جا گرو پس یہ منافقین تمہارے بدخواہ ہیں) لہٰذا تم اہل ایمان ان میں سے دوست نہ بنانا یہاں تک کہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کریں.... مطلب یہ تھا کہ ان قبائل کیساتھ قتل وقتال ہو تو ان نام نہاد مسلمان منافقوں کا بھی صفایا کردینا کیونکہ انہوں نے اسلام ظاہری کے باوجود اللہ کے رسول کا فرمان کہ ہجرت کر کے مدینہ آجاؤ نہیں مانا اسی لئے،، حتی یہاجروا،، کی قید لگائی تھی.... **بخاری محدث** لیکن اخباری آدمی کا مطمع نظر چونکہ روایات جمع کرنا ہوتا ہے قرآن پاک کی بصیرت حاصل کرنا ان کا شغل نہیں ہوتا اسی لئے امام بخاری نے بڑے وثوق کیساتھ ایک روایت درج کتاب کر کے قرآن کے صریح خلاف عدی بن ثابت کٹر رافضی پر اعتماد کرلیا ہے اور فرمایا کہ یہ آیات منافقین مدینہ عبداللہ ابن ابی ابن سلول کے متعلق نازل ہوئی ہیں.. امام بخاری نے قرآن دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کی ورنہ،، حتی یہاجروا فی سبیل اللہ،، ببانگ دہل کہہ رہا ہے کہ مدینہ کی طرف ہجرت کر کے آنیوالے باہر کے لوگ ہونگے خود مدینہ کے منافق کا ہجرت کرنا کیا تک بنتا جبکہ ابن ابی وغیرہ تو مدینہ ہی کے رہنے والے تھے وہ کہاں ہجرت کرتے.. نیز مدینہ کے منافقین کے متعلق تو مسلمان ایک ہی رائے رکھتے تھے قطعاً اختلاف تھا ہی نہیں... لما خرج النبی ﷺ الی احد رجع ناس ممن خرج معه وكان اصحاب النبی ﷺ فرقتين فرقة تقول نقاتلهم وفرقة تقول لانقاتلهم فنزلت فمالكم فی المنافقين فئتين،، الاية (غزوه احد)

حالانکہ یہ ساری داستان ہی جھوٹی بنائی ہے لعنتی راویوں نے امام بخاری بھی انکے تعاقب کی بجائے ان پر اعتماد کر بیٹھے ابن ابی جو تمام اپنے ساتھیوں سمیت راستہ سے ہی واپس مدینہ بھاگ آئے تھے ان سے متعلق تو صحابہ کرام ایک ہی رائے رکھتے تھے اختلاف کا کیا معنی.. نیز انکو ہجرت کا حکم کہاں سے اور کس شہر کیلئے ہوتا جبکہ وہ تو خود مدینہ میں سکونت رکھتے تھے... (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۱۰۰-۱۰۳)

«الجواب»

اعتراض میں مذکور روایت اور اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

روایت: حد ثنا ابو الوليد حد ثنا شعبة عن عدی بن ثابت سمعت عبدالله بن يزيد يحدث عن زيد بن ثابت رضی الله عنه قال: لما خرج النبی ﷺ الی احد رجع ناس ممن خرج معه وكان اصحاب النبی ﷺ فرقتين: فرقة تقول: نقاتلهم

وفرقة تقول: لانقاتلهم فنزلت فمالكم فی المنافقین فئتین واللہ ارکسھم بما کسبوا الخ (صحیح بخاری: المغازی، باب غزوۃ احد، رقم ۳۷۴۴)

ترجمہ: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب نبی ﷺ احد کی طرف نکلے تو آپ ﷺ کے ساتھ نکلنے والے لوگوں میں سے کچھ لوگ (عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی) واپس لوٹ آئے اور نبی ﷺ کے اصحاب دو گروہوں میں بٹ گئے ایک گروہ کا کہنا تھا کہ ان سے قتال ہونا چاہئے اور دوسرے گروہ کا کہنا تھا کہ ان سے قتال نہیں ہونا چاہئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ فمالکم فی المنافقین الخ۔ کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم منافقوں کے بارے میں دو گروہ بن گئے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے کرتوتوں کے باعث اوندھا کر دیا ہے الخ۔

چترو ڑی صاحب کو یہاں یہ اعتراض ہے کہ یہ شان نزول قرآن مجید کے صریح خلاف ہے کیونکہ حتی یھاجروا فی سبیل اللہ بانگ دہل کہہ رہا ہے کہ مدینے کی طرف ہجرت کر کے آنے والے باہر کے لوگ ہوں گے۔ خود مدینہ کے منافق کا ہجرت کرنا کیا تک بنتا الخ۔

اس کے جواب سے پہلے آپ کو یہ بتاتے چلیں کہ یہ اعتراض چترو ڑی صاحب کا اپنا نہیں ہے بلکہ تفسیر طبری سے چرایا ہوا ہے۔ اور اس میں چترو ڑی صاحب نے اپنی طرف سے کئی تبدیلیاں کی ہیں تا کہ چوری کا پتہ نہ چلے لیکن........

آیت کے متعدد شئونِ نزول میں تطبیق: اصل بات یہ ہے کہ کتب تفسیر وحدیث میں اس آیت کے شان نزول میں مختلف اقوال نقل کئے گئے ہیں اب ایک مفسر کا کام ہوتا ہے کہ وہ راجح، مرجوح یا غلط، صحیح کی نشاندہی کرے یا ان میں کوئی تطبیق کی صورت پیدا کرے امام طبریؒ نے اپنی تفسیر میں متعدد اقوال نقل کئے ہیں جن میں سے اس کو بھی نقل کیا جس پر چترو ڑی صاحب کو اعتراض ہے پھر انہوں نے ان مختلف اقوال میں تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ ان تمام اقوال کو دو قولوں میں بند کیا جا سکتا ہے۔

ا۔ یہ کہ یہ اہل مدینہ کے بارے میں ہے۔

۲۔ یہ کہ اہل مکہ وغیرہ کے بارے میں ہے۔

اس کے بعد ان دو میں سے ایک کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ''درستگی کے زیادہ قریب'' دوسری رائے ہے کیونکہ **حتیٰ یھاجروا فی سبیل اللہ** سے واضح ہوتا ہے کہ وہ اہل مدینہ نہیں کیونکہ وہ تو پہلے سے دارالہجرت میں تھے۔

قال ابو جعفر : واولی ھذہ الاقوال بالصواب فی ذالک قول من قال نزلت ھذہ الآیۃ فی اختلاف اصحاب رسول اللہ ﷺ فی قوم کانوا ارتدوا عن الاسلام بعد اسلامھم من اھل مکۃ وانما قلنا اولی الصواب لان اختلاف ذالک انما ھو علی قولین الخ (تفسیر طبری: النساء/۸۸)

لیکن آپ غور سے دیکھیں کہ انہوں نے باقی اقوال کو جن میں روایت بخاری بھی ہے غلط نہیں کہا جبکہ ہمارے ''شیخ التفسیر'' نے اس کو بالکل غلط، قرآن کے صریح خلاف اور جھوٹی داستان تک کہہ دیا جبکہ بہت سے مفسرین نے امام طبریؒ کے برعکس روایت بخاری کو ترجیح دی ہے مثلاً تفسیر قرطبی، ابن کثیر، مظہری، لباب النقول فی اسباب النزول اور بغوی وغیرہ میں سب سے پہلے اسی کو ذکر کیا گیا ہے اور تفسیر جلالین میں تو صرف اسی پر اکتفا کیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ تفسیر روح المعانی، کشاف، بیضاوی، ثعالبی اور زاد المسیر فی علم التفسیر لابن الجوزی میں بھی اس کو ذکر کیا گیا ہے۔ تعجب ہے کہ ایک ''جھوٹی داستان'' کو اتنے مفسرین اپنی تفاسیر میں جگہ دیں جن میں سے بعض تو اس کو اولیت دیں اور بعض اسی پر ہی اکتفا کریں۔

اور علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں **ھذا ھو الصحیح فی سبب نزولھا** (فتح الباری: باب غزوۃ احد) کہ اس آیت کے شان نزول میں سند صحیح سے یہی ایک روایت ثابت ہے یعنی باقی روایات سنداً ضعیف ہیں۔

حتی یھاجروا کا مطلب: اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ اگر سند صحیح سے یہ ثابت ہے

تو پھر حتی یھاجروا کا کیا مطلب ہے؟اس کا جواب بہت سے مفسرین نے دیا ہے کاش کہ چتروڑی صاحب اعتراض کرنے سے پہلے ان کی تفاسیر کا مطالعہ کر لیتے! قریب زمانے کے مشہور حنفی مفسر علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

وللهجرة ثلاث استعمالات : احدها الخروج من دار الكفر الى دار الاسلام وهو الاستعمال المشهور وثانيها ترك المنهيات وثالثها الخروج الى القتال وعليه حمل الهجرة من قال: ان الآية نزلت فى من رجع يوم احد على ما حكاه خبر الشيخين وجزم به فى الخازن (روح المعانی: النساء/۸۸) کہ لفظ ہجرت تین معانی کیلئے مستعمل ہوتا ہے۔

ا۔دارالکفر سے نکل کر دارالاسلام کی طرف آنا اور اس کا مشہور استعمال اسی معنی میں ہوتا ہے

۲۔ترک منہیات (گناہوں کو چھوڑنا)

۳۔قتال و جہاد کیلئے اللہ کے راستے میں نکلنا

جن حضرات کا بخاری، مسلم کی حدیث کے مطابق یہ قول ہے کہ یہ آیت احد سے واپس پلٹ آنیوالے منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے انہوں نے حتی یھاجروا میں لفظ ہجرت کو اسی معنی پر محمول کیا ہے اور تفسیر خازن میں اسی کو یقینی کہا گیا ہے۔

تفسیر صاوی علی الجلالین میں ہے **واعلم ان الهجرة على ثلاثة اقسام ... وهجرة المنافقين وهى خروجهم للقتال مع رسول الله ﷺ صابرين محتسبين لالاغراض الدنيا وهى المرادة هاهنا** (صاوی: النساء/۸۸)

کہ ہجرت کی تین قسمیں ہیں...... جن میں سے دوسری قسم منافقین کی ہجرت ہے اور وہ ان کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثواب کی نیت سے جہاد کیلئے نکلنا ہے۔ اور یہاں یہی معنی مراد ہے۔

تفسیر معالم التنزیل میں بھی اسی طرح ہجرت کی تین اقسام لکھتے ہوئے فرماتے ہیں **وهجرة المؤمنين وهى الخروج فى سبيل الله مع رسول الله ﷺ صابرين**

محتسبین کما حکی ھاھنا (بغوی: النساء/۸۸) کہ دوسری ہجرت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثواب کی نیت سے اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے نکلنا ہے جیسا کہ یہاں یہی معنیٰ نقل کیا گیا ہے۔ تفسیر قرطبی، ثعالبی اور مظہری میں بھی اسی طرح نقل کیا گیا ہے پس اتنی تفاسیر میں یہ بات آجانے کے بعد بھی اگر چتروڑی صاحب اس سے لاعلم رہیں یا ان کو سمجھ نہ آئے تو ان کو اپنی بصیرت قرآنی پر ماتم کرنا چاہئے نہ کہ امام بخاری کی بصیرت پر۔

اب آیئے اس کے راویوں کو دیکھتے ہیں جن کو چتروڑی صاحب نے "لعنتی" کہا ہے۔

رواۃ: ابوالولید، شعبہ، عدی بن ثابت، عبداللہ بن یزید، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

۱۔ ابوالولید ہشام بن عبدالملک الطیالسی الباہلی البصری من صغریٰ الاتباع التوفی ۲۲۷ھ

احمد بن حنبلؒ	:	شیخ الاسلام ما اقدم علیہ احداً	(تھذیب التھذیب ۱۱/۴۲)
احمد بن سنانؒ	:	امیر المحدثین	(ایضاً)
ابوحاتم الرازیؒ	:	ثقۃ، حافظ	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ، ثبت، حجۃ	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ ثبت	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	وثقہ	(ایضاً)

۲۔ ابو بسطام شعبہ بن الحجاج بن ورد الازدی۔ دیکھئے اعتراض نمبر ۲۵ صفحہ نمبر ۳۱۱

۳۔ عدی بن ثابت الانصاری الکوفی دون وسطی التابعین التوفی ۱۱۶ھ

احمد بن حنبلؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۷/۱۴۹)
ابوحاتم الرازیؒ	:	صدوق	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
النسائیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)

الدار قطنیؒ	:	ثقہ	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	وثقہ	(ایضاً)

۴۔ابو موسیٰ عبداللہ بن یزید بن زید الخطمی الانصاری الکوفی صحابی رسول اللہ ﷺ

۵۔ابو سعید زید بن ثابت بن ضحاک الانصاری النجاری المدنی صحابی رسول اللہ ﷺ المتوفی ۴۵ھ

کیا عدی بن ثابت کٹر رافضی ہے؟

عدی بن ثابت کو کٹر رافضی قرار دینا جہالت یا دھوکہ دہی ہے امام احمد بن حنبلؒ، دار قطنیؒ، ابو حاتمؒ اور یحیٰ بن معینؒ نے ان کا شیعہ ہونا ذکر کیا ہے اور کسی امام سے ان کا کٹر رافضی ہونا تو کجا صرف رافضی ہونا بھی منقول نہیں ۔ دیکھئے تھذیب التھذیب ۱۴۹/۷، ذکر عدی۔ اور پیچھے ہم تفصیل سے بتلا چکے ہیں کہ محدثین کے نزدیک لفظ شیعہ، روافض کیلئے نہیں بولا جاتا بلکہ ان کیلئے بولا جاتا ہے جو صرف حضرت عثمانؓ پر حضرت علیؓ کو فضیلت دینے کے قائل ہوں۔ اس لئے ان کو اہلسنت سے خارج نہیں سمجھا جاتا۔ امام احمدؒ، نسائیؒ، دار قطنیؒ، ابن حبانؒ اور عجلیؒ کا ان کو ثقہ قرار دینا اسی بنیاد پر ہے کہ وہ عقیدے کے لحاظ سے بھی قابل اعتماد ہیں اگر وہ رافضی ہوتے تو یہ ائمہ کبھی ان کی توثیق نہ کرتے۔

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اخیر میں یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ اس آیت کا یہی شان نزول مندرجہ ذیل کتب حدیث میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: صفات المنافقین واحکامھم (۴۹۸۰)

سنن ترمذی: تفسیر القرآن، ومن سورۃ النساء وقال ھذا حدیث حسن صحیح (۲۹۵۴)

مسند احمد: مسند الانصار، حدیث زید بن ثابتؓ (۲۰۶۱۶، ۲۰۶۴۳، ۲۰۶۴۹)

امام سیوطیؒ نے درمنثور میں اسی شان نزول کیلئے امام طیالسی، امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور بیہقی رحمھم اللہ کا بھی حوالہ دیا ہے۔

کیا اب بھی اس کو ''جھوٹی داستان'' قرار دیا جا سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

اعتراض نمبر ۴۸

﴿ ۴۸ ﴾ **قرآن مقدس** وَالَّذِينَ تَبَوَّءُ الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ،، یہ پوری آیت سابقہ آیت پر معطوف ہے اور دونوں آیتوں میں مال فئی کے مصرف کا بیان ہے کہ ضرورت مند مہاجرین اور ضرورت مند انصار اس مال کا مصرف ہیں اور یہ دونوں آیات سورت حشر کے پہلے رکوع میں سے ہیں ان دونوں آیتوں کا نزول بھی سابقہ آیات کیساتھ ۴ھ میں یہود بنی نظیر کو جلاوطن کر دینے کے یکبارگی ہوا تھا ان میں سے کسی آیت کے ٹکڑے کیساتھ اور کسی قصہ کا تعلق نہ ہے اور نہ ہی کوئی قصہ ان آیات میں سے کسی کا پس منظر اور شان نزول ہے...**بخاری محدث** لیکن داد دیجئے امام بخاری کی قرآن دانی کی کہ وہ اپنی صحیح میں ابو حازم اشجعی اور اس ایسے افسانہ گو راویوں پر اعتماد کر کے بے لگان ایک قصہ کو آیت کے ایک ٹکڑے،، ویؤثرون علی انفسهم،، کا شان نزول قرار دیتے ہیں قرآن کا پس و پیش دیکھے سوچے بغیر روایت پذیری کا وطیرہ ہی پورا کرتے ہیں. حالانکہ یؤثرون علی انفسهم،، مستقل آیت نہیں آیت کا ایک حصہ ہے جسے آپ دیکھ چکے ہیں اور جس آیت کا ٹکڑا ہے وہ آیت بھی پہلی آیت پر معطوف ہے اور یہ ٹکڑا خود،، یحبون من هاجر،، پر معطوف ہے اور صرف معطوف حصہ کا نزول جبکہ اسکے معطوف علیہ میں زمانہ کا بعد ہو کس طرح ہو سکتا ہے... مقصد آیات کا کچھ تھا لیکن امام بخاری نے آیت کی تقطیع کر کے ہر ٹکڑے کو الگ کر کے مضمون قرآن کو منتشر کر دیا ہے صحیح بخاری ج ۱ کتاب المناقب میں وہ قصہ ذکر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کے ایک مہمان کو ایک صحابی میزبان بن کر لے گیا وہ میاں بیوی دونوں چراغ بجھا کر خالی چپکارے مارتے رہے کہ گویا وہ بھی کھا رہے ہیں اس طرح مہمان نے سیر ہو کر کھالیا صبح کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رات کو جو تم نے کیا ہے اس پر اللہ نے،، یؤثرون علی انفسهم،، آیت کا ٹکڑا نازل فرما دیا ہے. لاحول ولا قوه الا بالله (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۱۰۳-۱۰۴)

الجواب

اعتراض میں مذکور حدیث اور اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث: حدثنا مسدد، حدثنا عبدالله بن داود عن فضيل بن غزوان عن ابي حازم عن ابي هريرة رضي الله عنه ان رجلا اتى النبي ﷺ فبعث الى نسائه فقلن: مامعنا الا الماء فقال رسول الله ﷺ: من يضم اويضيف هذا؟ فقال رجل من الانصار: انا، فانطلق به الى امرأته فقال: اكرمي ضيف رسول الله ﷺ فقالت: ماعندنا الا قوت صبياني. فقال: هيئي طعامكِ واصبحي سراجك، ونومي

صبیانك اذاار ادو اعشاء ا .فهیأت طعامها واصبحت سراجها ونومت صبیانها ثم قامت کانها تصلحُ سراجهافاطفأته فجعلا یریانه انهما یاکلان فباتاطاویین فلما اصبح غداالی رسول الله ﷺ فقال: ضحك الله اللیلة اوعجب من فعالکما فانزل الله ویؤثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة ومن یوق شح نفسہٖ فاؤلئك هم المفلحون.(صحیح بخاری: المناقب، باب قول اللہ: ویؤثرون علی انفسھم الخ، رقم ۳۵۱۴)

ترجمہ: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے (اس کے کھانے کیلئے کسی خادم کو) اپنی بیویوں کے پاس بھیجا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ ہمارے پاس سوائے پانی کے اور کچھ نہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کون ہے جو اس کو مہمان بنائے؟ تو ایک انصاری نے عرض کیا کہ میں۔ پھر وہ اس کو اپنی اہلیہ کے پاس لے گیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے مہمان کے اکرام کا بندوبست کر۔ تو اس نے کہا کہ ہمارے پاس تو اپنے بچوں کے کھانے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ تو اس (انصاری) نے کہا کہ اپنا کھانا تیار کر اور اپنا چراغ روشن کر اور اپنے بچوں کو جب وہ کھانے کا ارادہ ظاہر کریں سُلا دے۔ پس اس نے کھانا تیار کیا اور چراغ روشن کیا اور اپنے بچوں کو سلا دیا پھر وہ اٹھی گویا وہ چراغ کو درست کر رہی ہے اور اس کو بجھا دیا پھر وہ دونوں اس طرح ظاہر کرنے لگے کہ وہ اس کے ساتھ کھا رہے ہیں پس اسطرح اس مہمان نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور ان دونوں نے خالی پیٹ رات گزاری جب صبح ہوئی تو وہ (انصاری) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ رات اللہ تعالیٰ تمہارے اس عمل سے بہت خوش ہوا اور اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا۔ ویؤثرون علی انفسھم الخ ۔ کہ وہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود ان کو کتنی ہی سخت حاجت کیوں نہ ہو اور جو شخص اپنے بخل سے بچالیا گیا پس یہی شخص ہی کامیاب ہے۔

یہ حدیث شریف، قرآنی آیت کی عملی تفسیر ہونے کی وجہ سے کتنی ہی پیاری ہے کہ ایک مومن اس کو پڑھ کر یا سن کر بے ساختہ سبحان اللہ کہہ اٹھتا ہے لیکن چتروڑی صاحب نے اس کو نقل کرنے کے

بعد لا حول ولا قوۃ الا باللہ لکھا ہے۔ فیا لضیعة الفهم.

بہر حال یہاں چتروڑی صاحب کو دو اعتراض ہیں۔

ا۔ یہ کہ ''یؤثرون علی انفسهم ''معطوف ہے اور ''یحبون من هاجر الیهم'' معطوف علیہ ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ کے نزول میں بُعدِ زمانہ موجود ہو؟

۲۔ یہ کہ پوری سورۃ حشر بنو نضیر کی جلاوطنی کے موقع پر سن ۴ ہجری میں نازل ہوئی ہے پس اس کے کسی ٹکڑے کا کوئی اور شان نزول نہیں ہوسکتا۔

''شیخ التفسیر'' کی اصول تفسیر سے بے خبری: حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں اعتراضوں کی حیثیت طالبعلمانہ اشکالات سے زیادہ نہیں اور انکا منشأ اصول تفسیر سے بے خبری اور شان نزول کی حقیقت سے لاعلمی ہے۔ تعجب اس پر ہے کہ چتروڑی صاحب کو یہ اشکالات کس طرح پیدا ہوگئے جب کہ وہ تو اپنے آپ کو سب سے بڑا قرآن دان اور مفسر قرآن سمجھتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔

شانِ نزول کی حقیقت: والذی یظهر من استقراء کلام الصحابة والتابعین رضی الله عنهم انهم کانوا لایستعملون ''نزلت فی کذا'' لمجرد بیان الحادث الذی وقع فی زمنه ﷺ .....وکانه اشارة الی ان استنباطه ﷺ ذالك الحکم من الأیة والقائها فی تلك الساعة فی خاطره المبارك ایضا نوع من الوحی الخ (الفوز الکبیر فی اصول التفسیر/۶۱)

ترجمہ: کلام حضرات صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم کے استقراء سے جس قدر ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ان کا یہ کہنا ''نزلت فی کذا'' (یہ آیت فلاں بارے میں نازل ہوئی) کسی ایسے قصے کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتا جو زمانہ نبویؐ میں واقع ہوکر نزول آیت کا سبب ہوا ہو۔ بلکہ ان کی عادت یہ ہے کہ مصداقہائے آیت میں سے کسی ایسے مصداق کو جس کا وجود زمانہ نبویؐ یا اس کے بعد ہوا ہو ذکر

کر کے "نزلت فی کذا" کہہ دیا کرتے ہیں...

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی جناب میں کوئی سوال پیش کیا یا آپ ﷺ کے زمانہ مبارک میں کوئی حادثہ واقع ہوا ہو اور آنحضرت ﷺ نے اس کا حکم کسی آیت سے استنباط فرمایا اور اس آیت کو اس موقع پر تلاوت کیا ہو تو ایسے واقعات کو بھی بیان کرتے ہوئے وہ کہہ دیا کرتے ہیں "نزلت فی کذا" ایسی خاص صورتوں میں کبھی "فانزل الله قوله کذا" (پس اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ فرمان نازل کیا) یا صرف "فنزلت" (پس یہ آیت نازل ہوئی) بھی استعمال کرتے ہیں۔

ان کا یہ کہنا اس بات کا اشارہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا کسی آیت سے استنباط اور آپ ﷺ کے قلب مبارک میں اس وقت اس آیت کا القاء بھی "وحی" اور "نفث فی الروع" کی ایک قسم ہے یہی وجہ ہے جو اس موقع پر لفظ "فانزلت" (پس یہ آیت نازل کی گئی) کا استعمال جائز ہے۔ اگر کوئی شخص تکرار نزول کے ساتھ اس کو تعبیر کرے تو یہ بھی ممکن ہے (الفوز الکبیر ۳۸/ مترجم اردو از مولوی رشید احمد)

اس اصول کو جان لینے کے بعد دونوں اشکال ختم ہو جاتے ہیں اس طرح کہ اس مکمل آیت کا نزول تو پہلے ہو چکا تھا لیکن اس کے بعد حضور ﷺ کے زمانے میں ایک انصاری صحابیؓ کے ایثار کا یہ واقعہ پیش آیا تو آپ ﷺ نے اس آیت مبارکہ سے اس ایثار کا استنباط فرما کر "ویؤثرن علی انفسهم الخ" کو تلاوت فرمایا جس کو بیان کرتے ہوئے حضرت ابوہریرہؓ نے "فانزل الله ویؤثرون الخ" کا لفظ استعمال فرمایا کیونکہ اصول تفسیر کی رو سے اس خاص واقعہ کے بارے میں آپ ﷺ کے قلب اطہر میں اس آیت کا القاء کیا جانا بھی وحی کی ایک قسم ہے اور گویا آپ ﷺ کی توجہ مبارک اس آیت کی طرف مبذول کرانے کیلئے دوبارہ آیت کے اس معطوف ٹکڑے کا نزول ہوا۔

اگر چتروڑی صاحب جو بزعم خود شیخ التفسیر ہیں نے اصول تفسیر سے واقفیت حاصل کی ہوتی جو شیخ التفسیر بننے کیلئے خشت اول کی حیثیت رکھتی ہے تو انہیں یہ اشکال ہرگز پیدا نہ ہوتے یہی وجہ ہے کہ تمام مفسرین کرام جو شان نزول نقل کرنے کا اہتمام کرتے ہیں انہوں نے اس واقعہ کو شان نزول کے

طور پر نقل کیا ہے نہ کسی نے اعتراض کیا اور نہ کسی کو اشکال ہوا۔ کیونکہ وہ اصول تفسیر پڑھے بغیر ''شیخ التفسیر'' نہیں تھے۔

ملاحظہ فرمائیے۔ تفسیر طبری، قرطبی، ابن کثیر، معالم التنزیل اور لباب النقول فی اسباب النزول وغیرہ۔

اب آئیے! ان روات کو دیکھتے ہیں جن کو چتروڑی صاحب نے ''افسانہ گو'' قرار دیا ہے۔

رواۃ حدیث: مسدد، عبداللہ بن داود، فضیل بن غزوان، ابوحازم، ابوھریرہ رضی اللہ عنہ

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

۱۔ ابوالحسن مسدد بن مسرھد بن مسربل بن مستورد الاسدی البصری من کبار تبع الاتباع المتوفی ۲۲۸ھ۔

احمد بن حنبلؒ	:	صدوق	(تھذیب التھذیب ۱۰/۹۸)
یحییٰ بن معینؒ	:	ثقۃ، ثقۃ	(ایضاً)
النسائیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابوحاتم الرازیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً)

۲۔ ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن داود بن عامر الھمدانی الکوفی من اصاغر الاتباع المتوفی ۲۱۳ھ۔

یحییٰ بن معینؒ	:	ثقۃ، صدوق، مأمون	(تھذیب التھذیب ۵/۱۷۵)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابوزرعۃ الرازیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابوحاتم الرازیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
النسائیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)

الدارقطنیؒ : ثقة (ایضاً)

۳۔فضیل بن غزوان بن جریر الضبی الکوفی من کبار الاتباع۔

احمد بن حنبلؒ : ثقة (تھذیب التھذیب ۸/۲۶۷)

یحییٰ بن معینؒ : ثقة (ایضاً)

ابن عمارؒ : ثقة (ایضاً)

یعقوب بن سفیانؒ : ثقة (ایضاً)

ابن حبانؒ : ذکرہ فی الثقات (ایضاً)

۴۔ابو حازم سلمان مولی عزة الاشجعی الکوفی من الوسطیٰ من التابعین المتوفی سنہ ۱۰۱ھ۔

احمد بن حنبلؒ : ثقة (تھذیب التھذیب ۴/۱۲۳)

یحییٰ بن معینؒ : ثقة (ایضاً)

ابوداود السجستانیؒ : ثقة (ایضاً)

محمد بن سعدؒ : ثقة (ایضاً)

العجلیؒ : ثقة (ایضاً)

ابن عبدالبرؒ : اجمعوا علی انہ ثقة (ایضاً)

۵۔ابوھریرہ عبدالرحمٰن بن صخر الدوسی الیمانی المدنی الصحابی رضی اللہ عنہ المتوفی ۵۷ھ

کیا ان میں سے کوئی ایک راوی بھی ایسا ہے جس کو 'افسانہ گو' کہا جا سکے؟

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اور آخیر میں یہ کہ یہی حدیث دیگر کتب حدیث میں بھی موجود ہے مثلاً دیکھئے

صحیح مسلم: الاشربة، باب اکرام الضیف وفضل ایثارہ (۳۸۳۰)

سنن ترمذی: تفسیر القرآن، باب ومن سورة الحشر (۳۲۲۶)

امام ترمذیؒ نے فرمایا ہٰذا حدیث حسن صحیح۔

کیااب بھی یہ ''بے لگان قصہ'' ہے؟ معاذ اللہ۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے (آمین)

اعتراض نمبر ۴۹

﴿ ۴۹ ﴾ **قرآن مقدس** اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تصریح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحی نے رسول اللہ ﷺ کو مطلع کیا تھا کہ جنات کے ایک گروہ نے بڑی توجہ کے ساتھ قرآن سنا ہے اور وحی حق نے یہ بھی بتایا اس گروہ نے جا کر اپنی قوم سے یہ ذکر بھی کیا اور یہ تصریح سورۃ الجن کے پہلے رکوع میں اور سورت احقاف کے چوتھے رکوع میں ہے، ''قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا''...... **بخاری محدث** لیکن امام بخاری راویوں کے چکر میں پھنس کر فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کو جنات کے آ کر قرآن سننے کی اطلاع ایک درخت نے دی تھی۔ لاحول ولاقوۃ، ''حدثنی ابوك یعنی عبدالله انه اذنت بهم شجرة''، (کتاب المناقب) حالانکہ بخاری نے باب ذکر الجن وقول الله تعالیٰ قل اوحی الی انه استمع نفر من الجن''، غیر شعوری حالت میں لکھ بھی دیا ہے لیکن پھر بھی توجہ درخت والی روایت پر مرکوز رکھی اور اسکی تردید نہ کی بلکہ دوسری روایات کی طرح اس کو بھی کتاب کی زینت بنا دیا.... (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۱۰۵)

الجواب

اعتراض میں مذکور حدیث اور اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث: **حدثنی عبید الله بن سعید حد ثنا ابو سامة حد ثنا مسعر عن معن بن عبدالرحمن قال: سمعت ابی قال: سالت مسروقا من اٰذن النبی ﷺ بالجن لیلة استمعوا القرآن ؟ فقال حدثنی ابوك یعنی عبدالله انه اٰذنت بهم شجرة.** (صحیح بخاری: المناقب، باب ذکر الجن، رقم ۳۵۷)

ترجمہ: معن بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے سنا انہوں نے کہا کہ میں نے مسروق سے سوال کیا کہ نبی ﷺ کو جنات کی خبر کس نے دی جس رات انہوں نے قرآن سنا؟ تو انہوں نے کہا کہ مجھے آپ کے والد یعنی عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ بیان کیا کہ ایک درخت نے ان کی خبر دی تھی۔

یہ حدیث بھی کتنی ایمان افروز ہے کہ جس میں حضور ﷺ کے ایک معجزے کا ذکر ہے جس کو

سن کر یا پڑھ کر ایک مؤمن بے ساختہ سبحان اللہ پکار اٹھتا ہے۔لیکن چتر وڑی صاحب کی قسمت ملاحظہ فرمائیں کہ وہ اس کونقل کرنے کے بعد لاحول ولاقوۃ پڑھتے ہیں۔

قسمت اپنی اپنی نصیب اپنا اپنا

یہاں چتر وڑی صاحب کو یہ اعتراض ہے کہ قرآن مجید میں اس بات کی تصریح ہے کہ جنات کے قرآن سننے کی اطلاع وحی الٰہی نے دی جبکہ امام بخاری راویوں کے چکر میں پھنس کر یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ اس واقعہ کی اطلاع ایک درخت نے دی تو یہ روایت قرآن کے صریح مخالف ومعارض ہے۔

قرآن وحدیث میں تناقض نہیں: درحقیقت یہ اعتراض بھی ایک اشکال سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا کہ بظاہر قرآن وحدیث میں تعارض نظر آرہا ہے۔لیکن ایک علامہ تو کجا ادنیٰ درجے کا طالبعلم جس نے تیسیر المنطق ہی پڑھ رکھی ہو اسے ہرگز یہ اشکال پیش نہیں آسکتا کیونکہ دو چیزوں میں تناقض کیلئے جن آٹھ ''وحدتوں'' کی شرط ہے۔ جو اس شعر میں مذکور ہیں۔

در تناقض ہشت وحدت شرط دان وحدت موضوع ومحمول ومکان الخ

ان میں سے پہلی شرط ہی موجود نہیں یعنی موضوع متحد نہیں کیونکہ قرآن مجید کا حاصل یہ ہے کہ ''وحی'' نے اطلاع دی اور حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ''درخت'' نے اطلاع دی۔تو پہلے قضیے کا موضوع ''وحی'' ہے جبکہ دوسرے قضیہ کا موضوع ''درخت'' ہے تو تناقض کیسے متحقق ہوگیا؟

ان میں تناقض نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں میں کوئی منافات نہیں یہ دونوں چیزیں باہم جمع ہوسکتی ہیں کہ وحی نے بھی اطلاع دی ہو اور درخت نے بھی۔

حدیث کی صحیح تشریح: ایک عام فہم مثال سے اسے یوں سمجھئے کہ ایک طالبعلم نے امتحان دیا ہوا تھا رزلٹ آنے پر اس کے دوست حامد نے اسے اجمالی طور پر پاس ہونے کی اطلاع دی پھر دوسرے دوست خالد نے بھی اسے پاس ہونے کی اطلاع دی اور ساتھ تفصیلی نتیجہ بتایا تو کوئی بھی ان

میں منافات نہیں سمجھے گا لیکن ''علامہ'' اس موٹی سی حقیقت کا ادراک کرنے سے بھی قاصر ہیں۔

کیا وہ اس کی یہ توجیہ نہیں کر سکتے تھے کہ پہلے معجزۃً درخت نے اجمالی اطلاع دی پھر اس کے بعد تفصیلی اطلاع اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی دی بھلا ان میں کونسا تناقض یا بُعد ہے؟

جب یہ ثابت ہو گیا کہ قرآن وحدیث میں کوئی منافات نہیں ہے تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ امام بخاریؒ نے "باب ذکر الجن وقول اللہ تعالیٰ قل اوحی الی" الخ غیر شعوری حالت میں نہیں لکھا بلکہ علی وجہ البصیرت لکھا ہے۔ البتہ چتروڑی صاحب چونکہ شعور سے محروم ہیں اس لئے انہوں نے امام بخاریؒ پر اعتراض جڑ دیا ہے۔

آب آیئے اس حدیث کے رواۃ کو دیکھتے ہیں تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ ان میں سے کوئی چکر باز نہیں تھا کہ جس کے چکر میں امام بخاریؒ پھنس گئے ہوں۔

رواۃ حدیث: عبیداللہ بن سعید، ابواسامہ، مسعر، معن، عبدالرحمٰن، مسروق، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

۱۔ابوقدامہ عبیداللہ بن سعید بن یحیٰ الیشکری السرخسی من کبار تبع الاتباع التوفی ۲۴۱ھ

ابوحاتم الرازیؒ	:	من الثقات	(تھذیب التھذیب ۱۶/۷)
النسائیؒ	:	ثقۃ، مأمون	(ایضاً)
ابوداود السجستانیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابراھیم بن ابی طالبؒ	:	ماقدم علینا اثبت منہ	(ایضاً)
الحاکمؒ	:	متفق علی امامتہ وحفظہ واتقانہ	(ایضاً)
ابن عبدالبرؒ	:	اجمعوا علی ثقتہ	(ایضاً)

۲۔ابواسامہ حماد بن اسامہ بن زید القرشی الکوفی من الصغریٰ من الاتباع التوفی ۲۰۱ھ

احمد بن حنبلؒ	:	ثقۃ لایکاد یخطئ	(تھذیب التھذیب ۳/۳)
یحیٰ بن معینؒ	:	ثقۃ	(ایضا)

العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ، ماموں، یدلس و یبین	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً)
الذھبیؒ	:	احدالاثبات	(میزان الاعتدال ۲/۳۵۷)

واضح رہے کہ اس حدیث میں ابواسامہ نے "حدثنا مسعر" کی تصریح کررکھی ہے۔لہٰذا تدلیس کچھ مضر نہیں۔

۳۔ابوسلمہ مسعر بن کدام بن ظہیر الھلالی العامری الکوفی من کبار الاتباع المتوفی ۱۵۳ھ

وکیع بن الجراحؒ	:	شک مسعر کیقین غیرہ	(تھذیب التھذیب ۱۰/۱۰۳)
یحییٰ بن سعید القطانؒ	:	مارایت مثل مسعر	(ایضاً)
احمد بن حنبلؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابوزرعۃ الرازی	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابن عمارؒ	:	حجۃ	(ایضاً)

۴۔معن بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود الھذلی المسعودی الکوفی من کبار الاتباع

یحییٰ بن معینؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۱۰/۲۲۷)
ابوحاتم الرازیؒ	:	صالح	(ایضاً)
یعقوب بن سفیانؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
العجلیؒ	:	عفیف، جامع للعلم	(ایضاً)

۵۔عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود الھذلی الکوفی من کبار التابعین المتوفی ۷۹ھ

یحییٰ بن معینؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۶/۱۹۵)
ابوحاتم الرازیؒ	:	صالح	(ایضاً)

العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(الثقات ۵/۷۶)

۶۔ ابو عائشہ مسروق بن الاجدع بن مالک بن امیہ الھمد انی الکوفی من کبار التابعین المتوفی ۶۳ھ

اسحاق بن منصورؒ	:	لا یسئل عن مثلہ	(تھذیب التھذیب ۱۰/۱۰۰)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً)

۷۔ ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب الھذ لی المدنی الصحابیؓ المتوفی ۳۲ھ

اس تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ ان راویانِ حدیث کو چکر باز کہنے والا خود انتہا درجے کا چکر باز اور دھوکہ باز ہے اور یہ حدیث صحیح ہے یہی وجہ ہے کہ شراح حدیث میں سے کسی نے اس کو معارض قرآن کہہ کر رد نہیں کیا بلکہ اس کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے معجزات نبی ﷺ کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔

امام نوویؒ اسی حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

معجزاتِ نبی ﷺ کا اثبات: "ھٰذا دلیل علی ان اللہ تعالیٰ یجعل فیما یشاء من الجماد تمییزا ونظیرہ قول اللہ تعالیٰ: وان منھا لما یھبط من خشیۃ اللہ وقولہ تعالیٰ: وان من شیئی الا یسبح بحمدہ" الخ (نووی شرح مسلم: الصلاۃ، باب الجھر بالقراءۃ فی الصبح والقراءۃ علی الجن)

ترجمہ: یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ جمادات میں بھی عقل و تمیز پیدا کر سکتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ بعض پتھر ایسے ہیں جو اللہ کی خشیت کی وجہ سے گر جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ ہر چیز اس کی تسبیح و تحمید کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے اور جیسے آپ ﷺ کا

فرمان ہے کہ میں مکہ میں اس پتھر کو اب بھی پہچانتا ہوں جو مجھ پر قبل از نبوت سلام کیا کرتا تھا۔ اور جیسے ان دو درختوں والی حدیث جو آپ ﷺ کے پاس چل کر آئے۔ الخ

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اخیر میں یہ کہ اس حدیث کو دیگر محدثین نے بھی اپنی کتب میں نقل کیا ہے مثلاً دیکھئے

صحیح مسلم: الصلوٰۃ، باب الجہر بالقراءۃ فی الصبح والقراءۃ علی الجن (۶۸۴) وغیرہ۔

کیا اب بھی کہا جاسکتا ہے کہ ''امام بخاری راویوں کے چکر میں پھنس کر الخ''؟

اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔ (آمین)

اعتراض نمبر ۵۰

﴿۵۰﴾ **قرآن مقدس** اللہ تعالیٰ نے معزور لوگوں کے علاوہ جہاد نہ کرنے والوں پر جہاد کرنیوالوں کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا،، لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِينَ،، یعنی آیت میں غیر اولی الضرر بھی نازل ہوا تھا جو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو پڑھ کر سنایا تھا تو معذور بھی سمجھ گئے اور انکو تسلی بھی ہوگئی.... **بخاری محدث رب کی شان میں گستاخی** لیکن بخاری صاحب قرآن کی عبارت سے سخت بے اعتنائی کرتے ہوئے کئی مرتبہ اپنی کتاب میں ٹانک دیتے ہیں کہ آیت میں،، غیر اولی الضرر ،، پہلے نازل نہیں ہوا تھا. ابن ام مکتوم کے کہنے پر اللہ کے رسول ﷺ نے از خود آیت میں لکھوا دیا لاحول ولا قوۃ زید بن ثابت ؓ،، لایستوی القاعدون من المؤمنین لکھ چکے تھے تو ابن ام مکتوم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں معذور ہوں ورنہ جہاد کیلئے تو دل مچلتا ہے کیا کروں تو اس وقت اللہ کے رسول ﷺ نے ،، غیر اولی الضرر ،، خود لکھوا دیا اور فرمایا اللہ نے اب یہ نازل کر دیا ہے،، لما نزلت لایستوی القاعدون من المؤمنین ،، فدعا رسول اللہ ﷺ زید الجاء بکتف فکتبھا وشکی ابن ام مکتوم ضرارتہ فنزلت لایستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر (،، ؐ کتاب الجھاد) یہ حال ہے بخاری کا کہ اللہ سے متعلق وہ فعل منسوب کیا ہے جو بندوں سے ہی ہوسکتا ہے کہ پہلے بھول جاتے ہیں بعد میں یاد آجاتا ہے یا نظر ثانی کرنے سے غلطی ظاہر ہو جاتی ہے.. یہ اللہ سے کسطرح ہوسکتا ہے کہ پہلے اپنے نبی ﷺ پر کچھ اتارے پھر بعد میں رہا ہوا لفظ اتار دے.. لاحول ولا قوۃ الا باللہ (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۱۰۶۔۱۰۷)

الجواب

اعتراض میں مذکور روایت اور اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

روایت: حدثنا ابو الولید حد ثناشعبة عن ابی اسحاق قال سمعت البراء یقول: لما نزلت لایستوی القاعدون من المؤمنین دعا رسول الله ﷺ زید افجاء بکتف فکتبها وشکی ابن ام مکتوم ضرارته فنزلت لایستوی القاعدو ن من المؤمنین غیر اولی الضرر. (صحیح بخاری: الجھاد، باب قول اللہ: لایستوی القاعدون، رقم ۲۶۱۹)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب آیت "لایستوی القاعدون من المؤمنین" نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا وہ ایک کندھے کی ہڈی لے آئے اور اس آیت کو اس پر لکھ دیا۔ ابن ام مکتومؓ نے اپنے نابینا ہونے کی شکایت کی تو آیت یوں نازل ہوئی "لایستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر"

"علامہ" کا خالص بہتان: اس روایت کو لے کر چتروڑی صاحب نے امام بخاریؒ پر ایک سفید جھوٹ اور خالص بہتان تراشا ہے کہ "بخاری ... ٹانک دیتے ہیں کہ آیت میں غیر اولی الضرر ... اللہ کے رسول نے از خود آیت میں لکھوادیا" حالانکہ اگلے صفحہ پر خود روایت کے الفاظ یہ نقل کرتے ہیں "وشکی ابن ام مکتوم ضرارته فنزلت لایستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر" چتروڑی صاحب دیانت سے بتلائیں کہ "فنزلت" کا معنی یہی ہے کہ "اللہ کے رسول نے از خود آیت میں لکھوادیا" ؟۔

خدا کی پناہ کہ بد دیانتی اور تحریف معنوی تو خود کی اور اس طرح رسول خدا ﷺ کی شان میں خود گستاخی کی اور الزام امام بخاریؒ پر لگا دیا کہ انہوں نے رب کی شان میں گستاخی کی ہے اور باقاعدہ عنوان قائم کیا "بخاری محدث رب کی شان میں گستاخ" اسی کو کہتے ہیں چور الٹا کوتوال کو ڈانٹے۔

اس روایت کو امام بخاریؒ اپنی صحیح میں مختلف اسانید والفاظ کے ساتھ تقریباً چھ جگہ لائے ہیں اور کسی ایک روایت میں بھی یہ نہیں ہے کہ "اللہ کے رسول نے از خود آیت میں لکھوادیا"

بعض روایات میں "فنزلت" کے الفاظ ہیں دیکھئے کتاب الجھاد، باب قول اللہ لا یستوی

القاعدون (۲٦۱۹) کتاب تفسیر القرآن، باب قول اللہ لا یستوی القاعدون (۴۲۲۸) اور کتاب فضائل القرآن، باب کاتب النبی ﷺ (۴۶۰٦) جس کا معنی ہے ''یہ آیت نازل ہوئی'' اور بعض روایات میں ''فانزل اللہ'' کے الفاظ ہیں۔ دیکھئے کتاب الجھاد، باب قول اللہ لا یستوی القاعدون (۲٦۲۰) اور کتاب تفسیر القرآن، باب قول اللہ لا یستوی القاعدون میں دو روایات (۴۲۲٦، ۴۲۲۷) جس کا معنی ہے ''اللہ نے نازل فرمایا''۔ معلوم نہیں کہ از خود لکھوانے کا مطلب کہاں سے کشید کر لیا گیا؟

سچ ہے کہ عداوت اور تعصب انسان کو اندھا کر دیتے ہیں ''علامہ'' کو یہ آیت ذہن میں رکھنی چاہئے۔ **ویل لکل افاك اثیم یسمع ایٰت اللہ تتلی علیه ثم یصر مستکبرًا کان لم یسمعھا فبشرہ بعذاب الیم**.(الجاثیہ/۷،۸)

''علامہ'' کی کوتاہی فہم: چتر وڑی صاحب کا اصرار ہے کہ غیر اولی الضرر کا ٹکڑا بعد میں الگ نازل نہیں ہوا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے، بلکہ یہ پہلے ہی نازل ہو گیا تھا اور ان کے اس اصرار کی بنیاد اس فاسد خیال پر ہے کہ اگر اس روایت کو تسلیم کر لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف جہالت ونسیان کی نسبت لازم آتی ہے اس طرح کہ معاذ اللہ پہلے اللہ کو **غیر اولی الضرر** کا خیال نہ آیا جب ابن ام مکتومؓ نے شکایت کی تو پھر اللہ کو خیال آیا کہ او ہو مجھ سے تو بھول ہو گئی کہ ایک ضروری قید بیان سے رہ گئی۔ تب اس کی تلافی کیلئے **غیر اولی الضرر** کو نازل فرمایا۔ حالانکہ اس روایت سے یہ بات اخذ کرنا خود چتر وڑی صاحب کی فہم کی کوتاہی ہے ان کو یہ بات مدِ نظر رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ علیم بھی ہے اور حکیم بھی'' **وکان اللہ علیما حکیماً**'' (النساء/۹۲) اس کے ہر ہر کام میں سینکڑوں حکمتیں اور مصلحتیں ہوتی ہیں جن کی تہہ تک پہنچنا انسانی دماغ کیلئے ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہوتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے کسی کام کی کوئی حکمت ومصلحت سمجھ میں آ جائے تو اس کا شکر ادا کرنا چاہئے ورنہ اس کا علم اللہ کے حوالے کر کے اپنی کم علمی ولاعلمی کا برملا اعتراف کر لینا چاہئے کہ ارشاد خداوندی ہے'' **وما اوتیتم من العلم الا قلیلا**'' (بنی اسرائیل/۸۵) اور رب تعالیٰ کے کسی فعل پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے'' **لایسئل عما یفعل**'' (الانبیاء/۲۳) کہ اس سے باز پرس نہیں کی جا سکتی۔

غیر اولی الضرر کے الگ نازل ہونے کی حکمتیں: اس حدیث میں سرسری نظر سے جو حکمتیں سمجھ میں آتی ہیں وہ یہ ہیں۔

ا۔اللہ تعالیٰ "غیر اولی الضرر" کی قید کو خوب روشن اور واضح کرنا چاہتا تھا تا کہ قاعدین (جہاد سے بیٹھ رہنے والے) اور مجاہدین کے درمیان تفاضل کے وقت غیر اولی الضرر کی قید ذہن سے ہرگز اترنے نہ پائے اور یہ خوب ذہن نشین ہو جائے کہ جن قاعدین پر مجاہدین کو فضلیت حاصل ہے وہ وہ قاعدین ہیں جو غیر اولی الضرر یعنی صحیح ،تندرست اور غیر معذور ہیں، باقی رہے وہ قاعدین جو اولی الضرر یعنی معذور ہیں جب کہ وہ بھی جذبۂ جہاد رکھتے ہوں اور عملاً جہاد میں شریک ہونا چاہتے ہوں لیکن اپنی معذوری کی وجہ سے شریک نہ ہوسکتے ہوں تو وہ درجہ میں مجاہدین کے برابر ہیں۔جیسے حدیث شریف میں ہے "من سأل الله الشهادة بصدق بلغه الله منازل الشهداء وان مات على فراشه" (صحیح مسلم)

کہ جو آدمی صدق دل کے ساتھ اللہ سے شہادت کا سوال کرے تو اللہ تعالیٰ اسے شہداء کے مرتبے پر پہنچا دیتا ہے اگر چہ وہ اپنے بستر پر مرے۔

تو اس مقصد کیلئے غیر اولی الضرر کو الگ اور منفرد کر کے اتارنا زیادہ فائدہ مند تھا تا کہ یہ قید خوب نمایاں ہو۔

اور جب کوئی بات کسی واقعہ کے ساتھ جڑی ہوئی ہوتی ہے تو اس واقعہ کے متحضر ہونے کی وجہ سے وہ بات زیادہ متحضر رہتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے تکویناً یہ واقعہ پیدا کیا تا کہ یہ قید اس واقعہ کے ساتھ جڑ جانے کی وجہ سے مزید نمایاں ہو جائے اور تفاضل کے وقت اس سے ذہول وغفلت ہرگز نہ ہونے پائے۔

۲۔کبھی اللہ تعالیٰ بعض اشخاص کو کوئی خاص شرف بخشنا چاہتے ہیں جیسا کہ آیت تیمّم حضرت عائشہؓ کے ہار کے ایک صحراء (بیداء یا ذات الجش) میں گم ہو جانے کے موقع پر نازل ہو کر ان کے اعزاز کا باعث بنی اور صحابہ کرامؓ ان کے شکر گزار ہوئے۔حضرت اسید بن حضیرؓ نے فرمایا "ماهی باول

برکتکم یاآل ابی بکر "(صحیح بخاری: التفسیر، آیت تیمم)

اور متعدد آیات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش کے مطابق نازل ہو کر ان کے لازوال اعزاز کا باعث بنیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نے غیر اولی الضرر کے نزول کا سبب حضرت ابن ام مکتومؓ کو بنا کر اور ان کی خواہش کے مطابق اس کو نازل فرما کر ان کو یہ اعزاز بخشا کہ وہ بجا طور پر فخر کر سکیں کہ غیر اولی الضرر جس کے ذریعے جذبۂ جہاد رکھنے والے معذور قاعدین کو بھی قاعدین کے برابر نہیں سمجھا گیا وہ میری وجہ سے نازل ہوا" وکان اللہ شاکرا علیما" (النساء/۱۴۷) کہ اللہ بڑا قدردان اور بڑا جاننے والا ہے۔

تو بات وہ نہیں جو چتروڑی صاحب کے الٹے دماغ میں آئی کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ پہلے اللہ بھول گیا تھا بعد میں اس کو یاد آیا بلکہ اللہ علیم وخبیر کے علم میں سب کچھ تھا اور ہمارا ایمان ہے کہ لوح محفوظ میں یہ آیت بالکل اسی طرح تھی جیسے اب ہمارے پاس ہے، لیکن نزول کے وقت اللہ تعالیٰ نے غیر اولی الضرر کو نازل نہیں فرمایا۔ معاذ اللہ کسی غلطی، نسیان یا جہالت کی وجہ سے نہیں بلکہ عمداً اور قصداً پھر تکویناً یہ واقعہ پیدا کر کے یہ ٹکڑا نازل فرمایا تا کہ ان مصلحتوں کو حاصل کیا جا سکے جو اس کے علم میں تھیں جن میں سے چند ایک ہم نے اپنی ہمت کے مطابق ذکر کی ہیں اور حقیقی علم اللہ کے پاس ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تمام مفسرین نے اس آیت کے تحت اس واقعہ کو تحریر فرمایا ہے اور اس کو شان نزول کے طور پر نقل کیا ہے لیکن اس فاسد خیال کی طرف کسی کا ذہن نہیں گیا۔ نہ کسی نے کوئی اعتراض کیا نہ کسی کو کوئی اشکال ہوا۔ ملاحظہ فرمایئے تفسیر طبری، قرطبی، ابن کثیر، معالم التنزیل، کشاف اور لباب النقول فی اسباب النزول وغیرہ۔

چتروڑی صاحب نے جیسے یہاں اعتراض اٹھایا ہے اس طرح تو پھر "ان ربکم اللہ الذی خلق السموٰت والارض فی ستۃ ایام" (الاعراف/۵۴) پر بھی سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق چھ دن میں ماننے کی صورت میں معاذ اللہ "کن فیکون" والی قدرت کی

نفی ہوتی ہے۔اسی طرح قرآن دشمن تو پہلے دن سے ہی یہ اعتراض کرتے تھے کہ ناسخ ومنسوخ آیات خوداس قرآن کے من جانب اللہ نہ ہونے کا واضح ثبوت ہیں کیونکہ اس سے معاذ اللہ خدا کا جاہل ہونا لازم آتا ہے کہ پہلے ایک حکم اتار ابعد میں معلوم ہوا کہ اس حکم کی بجائے یہ حکم مناسب تھا تو پہلے کو منسوخ کر کے دوسرے کو نازل کر دیا۔

چتروڑی صاحب ان دو آیات میں اور ان جیسی کئی دیگر آیات میں جو تاویل وحکمت بیان کرتے ہیں وہی یہاں پر بھی جاری ہو سکتی ہے صرف تھوڑی سی نیک نیتی کی ضرورت ہے اور تعصب کی اندھی عینک کو اتارنے کی ضرورت ہے۔

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اخیر میں یہ کہ یہی روایتِ بخاری دیگر کتب حدیث میں بھی موجود ہے مثلاً دیکھئے

صحیح مسلم: الامارۃ، باب سقوط فرض الجہاد عن المعذورین (۳۵۱۶،۳۵۱۷)

سنن ترمذی: الجہاد، باب ماجاء فی الرخصۃ لاھل العذر فی القعود (۱۵۹۳)

ایضاً: تفسیر القرآن، باب قول اللہ: لایستوی القاعدون الخ (۲۹۵۷)

سنن ابی داود: الجہاد، باب فی الرخصۃ فی القعود من العذر (۲۱۴۶)

سنن نسائی: الجہاد، باب فضل المجاہدین علی القاعدین (۳۰۵۰،۳۰۵۱)

مسند احمد: اول مسند الکوفیین، حدیث البراء بن عازبؓ (۱۷۷۵۴،۱۷۷۷۵،۱۷۸۲۱،۱۷۹۰۳،۱۷۹۳۱)

ایضاً: مسند الانصار، حدیث زید بن ثابتؓ (۲۰۶۱۷،۲۰۶۷۷)

سنن دارمی: الجہاد، باب العذر فی التخلف عن الجہاد (۲۳۱۳) وغیر ذالک

کیا اب بھی کہا جا سکتا ہے ”بخاری صاحب... ٹانک دیتے ہیں“ الخ؟

”علامہ“ کا مفروضہ یا صحابی کی بات؟: ان تمام کتب میں یہی ہے کہ ”غیــــر

اولی الضرر" بعد میں نازل ہوا۔ اگر اب بھی چتر وڑی صاحب کو اصرار ہے کہ یہ حصہ پہلے ہی نازل ہوا تھا تو چتر وڑی صاحب سے سوال کیا جا سکتا ہے کہ کیا آپ نزول قرآن کے وقت موجود تھے؟ اور اس آیت کے نزول کو آپ نے بچشم خود ملاحظہ کیا کہ یہ اکٹھی نازل ہوئی تھی؟ یا آپ پر وحی نازل ہوئی ہے کہ یہ آیت اکٹھی نازل ہوئی تھی اور امام بخاری ودیگر محدثین کی روایات غلط ہیں؟ یا آپ کے پاس بھی ان کثیر وصحیح روایات کے مقابلے میں کوئی روایت ہے جو صحت میں انہی کے ہم پلہ ہے اور آپ اس کی وجہ سے یہ مؤقف اپنانے پر مجبور ہوئے؟

اگر ان میں سے کوئی ایک بات بھی نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کی بات تو مانی جائے جو محض آپ کے مفروضوں پر مبنی ہے اور ان کی بات کو تسلیم نہ کیا جائے جن کے سامنے قرآن نازل ہوا اور جو اس آیت کے نزول کی کیفیت کے چشم دید گواہ ہیں اور ان کی یہ بات نقل صحیح کے ساتھ ہم تک پہنچی ہے؟ خود اس آیت کو تحریر کرنے والے صحابی حضرت زید بن ثابتؓ کا بیان پڑھئے۔

کاتبِ آیت کی گواہی: **قال زيد رضى الله عنه فانزلها الله وحدها فالحقتها والذى نفسى بيده لكانى انظر الى ملحقها عند صدع فى كتف** (سنن ابی داؤد: الجہاد، باب فی الرخصۃ فی القعود ۲۱۴۶)

ترجمہ: حضرت زید بن ثابتؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس (غیر اولی الضرر) کو علیحدہ نازل فرمایا اور میں نے اسکو بعد میں سابقہ لکھی ہوئی آیت کے ساتھ ملحق کیا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے گویا کہ میں اب بھی اس کے ملحق کرنے کی جگہ کو دیکھ رہا ہوں جو کندھے کی ہڈی کے شگاف کے پاس تھی۔

دیکھ لیں کہ خود اس آیت کو تحریر کرنے والے کیا فرما رہے ہیں؟ اور یہ بھی دیکھ لیں کہ یہ روایت بخاری کی نہیں بلکہ ابوداود شریف کی ہے۔ کیا اب بھی اس سے انکار ممکن ہے؟

اللہ تعالیٰ حق کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

اعتراض نمبر ۵۱

﴿ ۵۱ ﴾ **قرآن مقدس** قرآن مقدس کا اصل موضوع اللہ کی سورۃ پکار ہے اللہ سے دعا کرنا اور اللہ کو بلانا ہی مومن کا ہتھیار ہے اللہ سے دعا کرتے ہوئے چیخنا چلانا اور جبر کرنا یہ شانِ الوہیت میں سخت بے ادبی ہے اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،، لاتدعون اصم ولا غائب جب زور زور سے تکبیر کہی اصحابؓ نے اور اللہ کریم نے دعا کیلئے تاکید کیساتھ فرمایا،، اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ... وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا،، پوری خشیت اور خوف کیساتھ اسکو بلاؤ اور پوری زاری اور آہستہ اسکو پکارو اور صبح و شام اسکو بلاؤ تو دون الجہر بلاؤ یہ اللہ پر صحیح ایمان کی علامت ہے... **بخاری محدث** لیکن بخاری محدث نہ تو قرآن مقدس کی نصوص کی پرواہ کرتے ہیں کہ اونچی آمین یہ آیت کے نزول سے پہلے کہی گئی ہے یا نزول آیت کے بعد بھی آمین بالجہر کی اجازت ہے یا نہ حالانکہ اپنے لکھے ہوئے کی پرواہ بھی نہیں کرتے کہ میں خود تو لکھ آیا ہوں کہ،، قال عطاء آمین دعاء،، (ص ۱۰۷) جب آمین دعا ہے اور اس پر تمام علماء حدیث کا اتفاق ہے تو پھر جہر سے دعا کرنا کیا قرآن کی آیت کے خلاف نہیں ہے؟ حالانکہ باب تو باندھتے ہیں جھر بالتامین کا لیکن تحت الباب حدیث سے آمین کا جہر ثابت ہی نہیں ہوتا مطلق آمین کہنا اور وہ بھی امام سے ثابت ہوتا ہے... (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۱۰۷۔۱۰۸)

الجواب

اعتراض میں مذکور حدیث اور اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث: عن ابی هریرة رضی الله عنه ان النبی ﷺ قال: اذا امن الامام فامنوا فانه من وافق تامینه تامین الملائكة غفر له ماتقدم من ذنبه (صحیح بخاری: الاذان، باب جهر الامام بالتامین، رقم ۷۸۰)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ مل گئی اس کے پچھلے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

چتروڑی صاحب کو اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ یہ نص قرآنی "ادعوا ربکم تضرعاً وخفیة" اور حدیث "لاتدعون اصم ولا غائباً" کے منافی ہے۔ لہٰذا مردود ہے۔

اعتراض کا منشا: اس اعتراض کا منشا نص قرآنی کی من چاہی تفسیر یعنی تفسیر بالرائ ہے کہ "ادعوا" کا لفظ مقید بقید "تضرع وخفیة" ہے لہٰذا دعا کا خفیہ ہونا واجب ہے۔ حالانکہ

باتفاق مفسرین دعا آہستہ مانگنا واجب نہیں بلکہ مناسب بلند آواز سے بھی دعا کرنا جائز ہے "واذکر ربک فی نفسک تضرعاً وخیفة ودون الجھر من القول" (الاعراف/۲۰۵) اپنے الفاظ وشان نزول کے ساتھ اس کی واضح دلیل ہے اور چیخ کر اور چلا کر دعا مانگنا یا ذکر کرنا البتہ معیوب اور بے ادبی پر محمول ہے۔ جس کی ممانعت "لاتعتدوا ان اللہ لایحب المعتدین" (المائدہ/۸۷) کہ "حد سے تجاوز نہ کرو بے شک اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا" سے ظاہر ہے۔ اور حدیث نقل کی ہے۔ "لاتدعون اصم ولا غائبا" یہ بھی بخاری شریف کی حدیث ہے۔ لیکن چتروڑی صاحب کے مفید مطلب نہیں پوری حدیث پڑھ لینے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے یہ جملہ کس غرض سے ارشاد فرمایا تھا؟

حدیث: عن ابی موسی الاشعریؓ قال: کنامع رسول اللہ ﷺ فکنا اذااشرفنا علی وادھللنا وکبرنا وارتفعت اصواتنا فقال النبی ﷺ: ایھا الناس! اربعوا علی انفسکم فانکم لاتدعون اصم ولاغائباانه معکم انه سمیع قریب (صحیح بخاری: الجھاد، باب ما یکرہ من رفع الصوت فی التکبیر ،رقم ۲۷۷۰) وفی روایة اخذالنبی ﷺ فی عقبة ...فلما علا علیھا رجل نادی فرفع صوته لااله الاالله الخ۔ (صحیح بخاری: الدعوات: باب قول: لاحول ولاقوة الاباللہ، رقم ۵۹۳۰)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم (ایک سفر میں) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے جب ہم کسی وادی میں پہنچتے تو لاالہ الا اللہ واللہ اکبر کہتے اور ہماری آوازیں بہت اونچی ہوگئیں اور ایک روایت میں ہے کہ جب کوئی کسی گھاٹی میں پہنچتا تو زور سے پکار پکار کر کہتا لاالہ الا اللہ واللہ اکبر تو نبی ﷺ نے فرمایا اے لوگو! اپنے ساتھ نرمی کرو تم کسی بہرے یا دور والے کو نہیں پکار رہے (کہ چیخنے کی ضرورت ہو بلکہ جسکو تم پکار رہے ہو) وہ تمہارے ساتھ ہے خوب سننے والا اور بالکل نزدیک ہے۔

تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے جہر سے اس لئے نہیں منع فرمایا کہ جہر نا جائز تھا بلکہ اس لئے منع

فرمایا کہ بہت زور سے چلا کر تکبیر کے نعرے لگانے میں ان کی جسمانی صحت کے خراب ہونے کا اندیشہ تھا جیسا کہ "اربعوا علی انفسکم" کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

"اربعوا علی انفسکم ای ارفقوا بها وامسکوعن الجهر الذی یضر کم" (عون المعبود: الصلوٰۃ، باب فی الاستغفار، رقم ۱۳۰۵) یعنی اپنے اوپر نرمی کرو اور ایسی جہر سے پرہیز کرو جو تمہیں ضرر رساں ہو۔

امام نووی اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں

ذکر ودعا میں جہر مطلقاً ممنوع نہیں: ففیه الندب الی خفض الصوت بالذکر اذالم تدع حاجة الی رفعه ... فان دعت حاجة الی الرفع رفع کماجاء ت به احادیث (نووی شرح مسلم: الذکر والدعاء)

ترجمہ: پس اس میں پست آواز میں ذکر کرنے کا استحباب مذکور ہے بشرطیکہ بلند آواز سے ذکر کرنے کا کوئی داعی نہ ہو... اور اگر کوئی ضرورت بلند آواز سے ذکر کی داعی ہو تو پھر بلند آواز سے ذکر کرے جیسا کہ اس بارے بھی کئی احادیث وارد ہوئی ہیں۔

یہ بات اندرون نماز کے علاوہ عام دعاء کے بارے میں تھی خاص اندرون نماز آمین کے جہر وسر کے بارے ائمہ کا اختلاف ہے۔

مفتی نظام الدین شامزی شہیدؒ کے درس ترمذی سے اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

آمین بالجہر میں اختلافِ مذاہب: امام ابن تیمیہ اور ابن القیم نے لکھا ہے کہ آمین کے جہر وسر کے بارے میں جو اختلاف ہے وہ اولویت وافضلیت میں ہے یعنی دونوں جانب کے حضرات دونوں طریقوں کو بلا کراہت جائز سمجھتے ہیں۔ البتہ اختلاف اس میں ہے کہ افضل طریقہ کیا ہے؟ تو امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، سفیان الثوریؒ، ابن ابی لیلیٰؒ، ابراہیم نخعیؒ، علقمہؒ، اسودؒ، حضرت عمرؓ اور ابن مسعودؓ نماز میں آمین بالسر کو افضل سمجھتے ہیں۔

المدونۃ الکبری میں امام مالکؒ کا بھی یہی قول نقل کیا گیا ہے جبکہ امام احمد بن حنبلؒ، اسحٰق بن راھویہؒ اور شوافع نماز میں آمین بالجہر کو افضل سمجھتے ہیں (درس ترمذی ۱/۴۰۱ غیر مطبوعہ)

تو یہ اختلاف جواز وعدم جواز کا نہیں بلکہ اولویت وعدم اولویت کا ہے آمین بالجہر کے قائلین آمین بالسر کے قائلین کو ناجائز وحرام کا مرتکب نہیں سمجھتے اور آمین بالسر کے قائلین آمین بالجہر کے قائلین کو ناجائز وحرام کا مرتکب نہیں سمجھتے۔

لیکن چتروڑی صاحب نے کمال کر دکھایا کہ آمین بالجہر کے قائلین کو نص قرآنی کا مخالف ٹھیرا دیا۔ اگر امام بخاریؒ نے یہ روایت نقل کر کے اور آمین بالجہر کا مسلک اختیار کر کے نص قرآنی کی مخالفت کی ہے تو کیا یہ نص قرآنی کی مخالفت امام احمدؒ اور شوافعؒ وغیرہ کی طرف بھی منسوب ہوگی یا نہ؟

اور اگر نماز میں آمین بالجہر نص قرآنی کے مخالف ہے تو جہری نمازوں میں سورۂ فاتحہ کا جہر نص قرآنی کے خلاف کیوں نہیں ہے؟ کیا سورۂ فاتحہ دعا نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے تو اس کو افضل الدعاء قرار دیا ہے۔ ”افضل الدعا الحمدللہ“ (ترمذی: الدعوات: باب ماجاء ان دعوۃ المسلم مستجابۃ، رقم ۳۳۰۵)

چتروڑی صاحب اس کو بھی ممنوع قرار دے دیں کہ خانہ زاد ”شریعت“ میں کونسا کام مشکل ہے؟

نیز اگر دعا یا ذکر بالجہر مطلقاً ہی ممنوع ہیں تو حضور ﷺ سے جو دعائیں جہراً منقول ہیں یا جو اذکار جہراً ضروری ہیں جیسے اذان، اقامت، تکبیرات تشریق اور تلبیہ وغیرہ انکے بارے میں چتروڑی صاحب کیا فرمائیں گے؟ کیا ان کا انکار کریں گے یا معاذ اللہ حضور ﷺ پر بھی نص قرآنی کی مخالفت کا فتویٰ لگا دیں گے؟

چتروڑی صاحب کتب حدیث میں ”کتاب الدعوات“ کا یکسوئی کے ساتھ مطالعہ کریں انہیں بے شمار دعائیں جہر کے ساتھ منقول نظر آئیں گی۔

چتروڑی صاحب نے امام بخاریؒ پر یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ ”باب تو باندھتے ہیں جہر

بالتامین کا لیکن تحت الباب حدیث سے آمین کا جہر ثابت ہی نہیں ہوتا مطلق آمین کہنا اور وہ بھی امام سے ثابت ہوتا ہے"۔

گویا چتروڑی صاحب کہنا چاہتے ہیں کہ معاذ اللہ امام بخاریؒ عقل سے کورے ہیں جو دعویٰ کرتے ہیں اس کے ثبوت کیلئے دلیل ایسی پیش کرتے ہیں کہ جس میں دعویٰ کا ذکر تک نہیں ہوتا۔

ہم آپ کے سامنے وہ حدیث باترجمہ ابتداء میں ذکر کر چکے ہیں آپ دوبارہ اس کو ملاحظہ فرمالیں اور پھر آپ ہی فیصلہ کریں کہ عقل سے کورے امام بخاریؒ ہیں یا خود چتروڑی صاحب؟

حدیث کا حقیقی ومجازی معنی: اگر آپ کو مشکل پیش آرہی ہے تو ہم آپ کے سامنے اس کی حقیقت کو کھولتے ہیں کہ اس حدیث سے آمین کا جہر بھی ثابت ہو رہا ہے اور مقتدیوں کا آمین کہنا بھی، امام کا آمین کہنا "امن الامام" سے اور مقتدی کا آمین کہنا "فامنوا" سے ثابت ہوتا ہے اور امام کا جہر اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ اس حدیث کے دو معنی ہیں ایک حقیقی اور ایک مجازی۔

حقیقی معنی یہ ہے کہ "جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو" تو اس میں مقتدیوں کی آمین کو امام کی آمین کے ساتھ معلق کیا گیا ہے۔ پس اگر امام جہراً آمین نہ کہے گا تو مقتدیوں کو کیسے پتہ چلے گا؟ لہٰذا اس سے امام کی آمین بالجہر ثابت ہوگئی اور یہی مذہب ہے امام احمدؒ اور امام بخاریؒ وغیرہ کا۔

وهذا يدل على ان الامام يجهر بالتامين وجه الدلالة انه لولم يكن تامين الامام مسموعا للماموم لم يعلم به وقد علق تامينه بتامينه (فتح الباری، تحفہ الاحوذی، عون المعبود تحت ھذا الحدیث)

اور مجازی معنی یہ ہے کہ "جب امام کی آمین کا وقت آجائے تو تم آمین کہو" یعنی جب امام **غير المغضوب عليهم ولا الضالين** کہے تو تم آمین کہو کیونکہ یہی اس کی آمین کا وقت ہے جیسا کہ دوسری حدیث جو اس حدیث کے ایک حدیث بعد ہے اس میں ہے۔ "**اذا قال الامام غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا: آمين**" (صحیح بخاری: الاذان، باب جہر الماموم بالتامین) کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو تو جمع بین الروایتین کا تقاضا یہ

ہے کہ پہلی حدیث "اذا امن الامام الخ" کا مجازی معنی لیا جائے اور یہی مذہب ہے حنفیہ اور مالکیہ کا "اذاامن بلغ موضع التامین کما یقال: انجد اذابلغ نجداً.. قالوا فالجمع بین الروایتین یقتضی حمل قوله: اذاامن علی المجاز"(فتح الباری تحت ھذا الحدیث)

"علامہ" کی ذہنی وعلمی سطح: پس ان دونوں معنی کے اعتبار سے "اذا امن الامام فامنوا" سے امام اور مقتدی دونوں کی آمین ثابت ہوتی ہے اور حقیقی معنیٰ کے اعتبار سے "اذا امن الامام" سے امام کی جھر بالتامین بھی ثابت ہوتی ہے۔ لیکن چتروڑی صاحب فرماتے ہیں کہ "آمین کا جہر ثابت ہی نہیں ہوتا مطلق آمین کہنا اور وہ بھی امام سے ثابت ہوتا ہے" یعنی مقتدی سے نہیں اصل بات یہ ہے اگر حدیث میں صراحۃً لفظ جھر آتا تب تو "علامہ" کو جہر سمجھ آتی لیکن یہاں چونکہ صراحۃً جہر کے الفاظ نہیں اگر چہ مفہوم جہر حقیقی معنوں کی صورت میں بالکل واضح ہے تو "علامہ" کو امام کی جہر سمجھ نہیں آرہی اسی طرح "امن الامام" میں لفظ امام صراحۃً موجود ہے اس لئے اس کی آمین تو سمجھ آرہی ہے لیکن "فامنوا" میں لفظ مقتدی صراحۃً مذکور نہیں اگر چہ مفہوم سے بالکل واضح ہے تو "علامہ" کو مقتدی کی آمین سمجھ نہیں آرہی۔ اسی سے "علامہ" کی علمی وذہنی سطح کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے حیرت ہے کہ ایسا شخص بھی امام بخاریؒ جیسے نکتہ رس، باریک بین، روشن خیال اور عالی دماغ کے کام میں کیڑے نکالے!

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اخیر میں یہ کہ اسی حدیث کو دیگر محدثین نے بھی اپنی کتب حدیث میں نقل کیا ہے۔ مثلاً دیکھئے۔

صحیح مسلم: الصلوٰۃ، باب التسمیع والتحمید والتامین (٦١٨)

سنن ترمذی: الصلوٰۃ، باب ماجاء فی فضل التامین (٢٣٢) وقال حدیث ابی ھریرۃ حدیث حسن صحیح۔

سنن نسائی: الافتتاح، باب جھر الامام بآمین (٩١٩)

سنن ابی داود: الصلوٰۃ، باب التامین وراء الامام (۸۰۱)

سنن ابن ماجہ: اقامۃ الصلوٰۃ الخ، باب الجہر بآمین (۸۴۱)

مسند احمد: باقی مسند المکثرین، مسند ابی ھریرۃؓ (۶۹۴۶، ۹۵۴۱)

موطا امام مالک: النداء للصلوٰۃ، باب ماجاء فی التامین خلف الامام (۱۸۰)

کیا امام مالکؒ واحمد بن حنبلؒ سمیت کسی کو بھی قرآن سمجھ نہیں آیا؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو معتوب صرف امام بخاریؒ کیوں ہیں؟

اللہ تعالیٰ جہالت سے محفوظ رکھے (آمین)

اعتراض نمبر ۵۲

﴿۵۲﴾ **قرآن مقدس** قرآن مقدس کا بیان ہے کہ نماز میں خشوع وخضوع اگر نہ ہو تو نماز نہیں ہوتی اور جو خشوع کرے وہ نہ تو اپنے بدن اور کپڑے پر نظر رکھ سکتا ہے اور نہ دائیں بائیں التفات فی الصلوٰۃ کر سکتا ہے.. ،،الذین هم فی صلوتهم خاشعون ،، ان متقین کی صفت ہے اور خشوع قلبی کا علم بھی سوائے اللہ کے اور کسی کو نہیں ہو سکتا... دوسرا مسئلہ قرآن یہ بیان کرتا ہے کہ پس پردہ غیب جاننے والا صرف اللہ کی ذات ہے ،،لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار وهو اللطيف الخبير ،، صرف اللہ کی ذات ہے اور خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا ،،ما اعلم ماوراء جداری ،، جبکہ آپ ﷺ کی اونٹنی پس پردہ ہو گئی تھی... بہر کیف قرآن کی نصوص کثیرہ ہیں کہ غائبانہ دیکھنے جاننے والی ذات باری تعالیٰ ہی ہے... **بخاری محدث** لیکن امام بخاری راویوں پر کلی اعتماد کر کے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنی پیٹھ مبارک کے پیچھے اپنے مقتدیوں کے خشوع کو بھی ان کے دلوں میں دیکھ لیتے تھے اور ان کے رکوع اور سجود کو بھی اچھی طرح دیکھا کرتے تھے حالانکہ آپ ﷺ قبلہ رخ ہوا کرتے تھے اسکے باوجود اپنی پیٹھ پیچھے کے حالات اقتدا کرنے والوں کو خوب دیکھا کرتے تھے.. لاحول ولا قوۃ الا باللہ.. ،، هل ترون قبلتی ههنا والله مايخفی علی ركوعكم ولا خشوعكم وانی لاراكم وراء ظهری.......... فوالله انی لا راكم من بعدی.......... وربما قال من بعد ظهری اذا ركعتم وسجدتم،، (۱/۱۰۲) اگر پیچھے مڑ کر دیکھتے تو التفات فی الصلوٰۃ حرام تھا اور اگر پس پردہ دیکھتے تھے تو پھر عالم الغیب ماننا پڑیگا ورنہ کیا مطلب ہوگا؟ (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۱۰۸۔۱۱۰)

الجواب

اعتراض میں مذکور دونوں حدیثیں اور ان کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر ۱: عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال:

هل ترون قبلتی هاهنا؟ والله مايخفی علی ركوعكم ولا خشوعكم وانی لاراكم

وراء ظهری (صحیح بخاری: الاذان، باب الخشوع فی الصلوٰۃ، رقم ۶۹۹)

ترجمہ: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم میرا قبلہ ادھر کو دیکھتے ہو؟ اللہ کی قسم نہ مجھ پر تمہارا رکوع مخفی رہتا ہے اور نہ تمہارا خشوع اور بے شک میں تمہیں اپنی پیٹھ پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

حدیث نمبر۲: عن انس بن مالك رضى الله عنه عن النبى ﷺ قال: اقيموا الركوع والسجود فوالله انى لاراكم من بعدى وربما قال: من بعد ظهرى اذا ركعتم وسجدتم (ایضاً، رقم ۷۰۰)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا رکوع اور سجود ٹھیک کیا کرو پس اللہ کی قسم جب تم رکوع وسجود کرتے ہو تو میں تمہیں اپنی پیٹھ پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

''علامہ'' کا قصورِ فہم: ان دونوں روایات پر چتروڑی صاحب کو یہ اعتراض ہے کہ ان کو تسلیم کرنے کی صورت میں یا تو حضور ﷺ کیلئے التفات فی الصلوٰۃ کا ارتکاب لازم آتا ہے یا حضور ﷺ کا عالم الغیب ہونا اور یہ دونوں باتیں غلط ہیں کیونکہ پہلی چیز حضور ﷺ کی شان میں تقصیر پر دلالت کرتی ہے اور دوسری چیز شرک پر۔ لہٰذا یہ روایتیں مردود ہیں۔

یہ اعتراض دراصل چتروڑی صاحب کے قصورِ فہم کا نتیجہ ہے ورنہ اس اعتراض کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ یہ چیز حضور ﷺ کو معجزۃً عطا کی گئی تھی کہ آپ ﷺ نماز میں آگے کیطرح پیچھے بھی دیکھ لیتے تھے جیسا کہ ''ولا خشوعكم'' کے الفاظ سے ظاہر ہے کیونکہ خشوعِ قلب تو سامنے والے کا بھی نظر نہیں آسکتا اور معجزہ اللہ کا فعل ہوتا ہے نہ کہ نبی کا تو اس پر اعتراض کیسا؟

کیا اللہ تعالیٰ ''على كل شيئ قدير'' نہیں ہے؟ کیا وہ اپنے نبی ﷺ کو بطور معجزہ پیچھے سے دیکھنے کی قدرت عطا نہیں کرسکتا؟

تمام شراح حدیث نے ان احادیث کی یہی تشریح کی ہے اور ان کو حضور ﷺ کے معجزہ ہونے پر محمول کیا ہے۔

امام نوویؒ لکھتے ہیں قال العلماء : معناه ان الله تعالیٰ خلق له ﷺ ادراکا فی قفاه یبصربه من وراءه وقد انخرقت العادة له ﷺ باکثر من هذا ولیس یمنع من هذا عقل ولا شرع بل ورد الشرع بظاهره فوجب القول به (نووی شرح مسلم: الصلوٰۃ ،باب الامر بتحسین الصلوۃ)

ترجمہ: علماء فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی گدی میں ایسی حس پیدا فرمائی تھی جس کے ساتھ آپ ﷺ اپنے پیچھے سے بھی دیکھتے تھے اور یہ کوئی بعید نہیں کیونکہ آپ ﷺ کیلئے اس سے زیادہ خرق عادت کام واقع ہوئے ہیں اور اس سے عقل مانع ہے نہ شرع۔ بلکہ شرع تو اس کے ظاہر کے ساتھ وارد ہوئی ہے لہٰذا اس کا قائل ہونا ضروری ہے۔

علامہ ابن حجرؒ نے اسی کو صواب ومختار کہا ہے نیز اس کو مذہب اہلسنت قرار دیا ہے اور اس کے مخالف کو اہل بدعت کہا ہے دیکھئے فتح الباری: الصلوٰۃ ،باب عظۃ الامام الناس فی اتمام الصلوٰۃ

علامہ ابن الجارودؒ نے اسے جمہور کا قول قرار دیا ہے دیکھئے المنتقی شرح المؤطا: النداء للصلوٰۃ ،باب العمل فی جامع الصلوٰۃ اور امام سیوطیؒ نے اسے محققین کا قول کہا ہے اور امام قرطبیؒ سے اس کا شرف نبی ﷺ ہونا نقل کیا ہے۔ دیکھئے شرح سنن النسائی: الامامۃ ،باب کم مرۃ یقول استووا

''علامہ'' محقق نہیں ،اہل سنت بھی نہیں: قارئین کرام: ملاحظہ فرمائیں کہ امام سیوطیؒ نے جس کو محققین کا قول قرار دیا ہے۔ ابن حجرؒ نے جس کو صواب ومختار اور مذہب اہلسنت قرار دیا ہے اور اس کے مخالف کو اہل بدعت کہا ہے۔ ابن الجارودؒ نے جس کو جمہور کا قول فرمایا اور امام قرطبیؒ نے جس کو نبی ﷺ کا شرف قرار دیا۔ چتروڑی صاحب کو وہی بات قابل اعتراض معلوم ہو رہی ہے تو ان بزرگوں کے اقوال کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ چتروڑی صاحب محقق نہیں ،ان کی بات صواب ومختار نہیں ،وہ اہل سنت میں سے نہیں بلکہ اہل بدعت میں سے ہیں ،ان کا تعلق جمہور سے نہیں بلکہ شاذ

لوگوں سے ہے اور وہ نبی ﷺ کے شرف و بزرگی پر خوش نہیں ہوتے اور یہ تمام باتیں اپنی جگہ بالکل حقیقت پر مبنی ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ چتروڑی صاحب اوران سے تربیت پانے والی ان کی جماعت نبی اکرم ﷺ (فداہ ابی وامی وروحی) کواپنے جیسابشر سمجھتی ہے۔

چتروڑی صاحب کی خدمت میں ایک شعر پیش کرتا ہوں۔ جو غالباً سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنھا کا ہے۔تا کہ وہ اس کو اپنی بصیرت کا سرمہ بنالیں۔

محمد بشر ولیس کالبشر　　　یاقوت حجر ولیس کالحجر

کہ محمد ﷺ انسان ہیں لیکن عام انسانوں کی طرح نہیں جیسا کہ یاقوت پتھر ہے لیکن عام پتھروں کی طرح نہیں۔

کیا پیٹھ پیچھے دیکھنے سے عقل مانع ہے؟:

کوئی یہ نہ کہے کہ امام نوویؒ کا یہ کہنا کہ:

"پیٹھ پیچھے دیکھنے سے عقل بھی مانع نہیں ہے" سمجھ سے بالاتر ہے اس لئے کہ تمام اعضاء میں جو مخصوص صلاحیتیں ودیعت رکھی گئی ہیں وہ منجانب اللہ ہیں ان میں اعضاء کو فی ذاتہ کوئی دخل نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ آنکھوں کا کام گدی سے اور زبان کا کام ہاتھ پاؤں سے لینا چاہے تو وہ اس پر مکمل قدرت رکھتا ہے اگر یقین نہ آئے تو قرآن مجید کی یہ آیت پڑھیں **"الیوم نختم علی افواھھم وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم"** (یٰس ۳۶/۶۵)

ترجمہ: آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگادیں گےاوران کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضور ﷺ کے اس طرح دیکھنے سے نہ تو پیچھے مڑ کر دیکھنا لازم آتا ہے جو "علامہ" کے نزدیک حرام ہے اور نہ ہی پیچھے مڑے بغیر پیچھے دیکھ لینے سے عالم الغیب ہونا لازم آتا ہے۔ کیونکہ عالم الغیب کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جو ذاتی علم سے غیب کو جانتا ہو۔ نیز یہ کہ اس کا علم کلی ہو۔ یہاں یہ دونوں شرطیں مفقود ہیں کیونکہ ان احادیث سے نہ تو یہ لازم آرہا ہے کہ حضور ﷺ ذاتی طور پر اس طرح دیکھتے تھے اور نہ ہی یہ کہ آپ ﷺ دور ونزدیک کی ہر ہر چیز کو دیکھتے تھے

بلکہ صرف اتنا سمجھ آتا ہے کہ اللہ تعالی نے معجزۃً حضورﷺ کو یہ شان عطا فرمائی تھی کہ آپﷺ نماز میں پیچھے والے اشخاص اوران کی حرکات بلکہ ان کے خشوع قلب کو بھی خدا کے دکھانے سے دیکھتے تھے۔تو اس سے عالم الغیب ہونا کیسے لازم آگیا؟ اگراس سے عالم الغیب ہونالازم آتا ہے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں کیاارشاد ہے جنہوں نے کنعان سے یوسف علیہ السلام کے کرتے کی خوشبو سونگھ لی تھی جوابھی مصر میں تھا؟اوراس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔انی لاجد ریح یوسف (یوسف/ ۹۴) سونگھنے کی حس بھی تو دیکھنے کی حس کی طرح محدود دائرہ میں کام کرتی ہے پھر آپﷺ اپنی پیٹھ پیچھے دوگز کے فاصلے پر دیکھ لیں تواس سے تو عالم الغیب ہونالازم آجائے اور یعقوب علیہ السلام سینکڑوں میل دور سے یوسف علیہ السلام کے کُرتے کی خوشبوسونگھ لیں اوران کی زندگی کا یقین کرلیں تو عالم الغیب ہونالازم نہ آئے۔آخر وجہ فرق کیا ہے؟الحمدللہ ہمیں تو کوئی الجھن نہیں ہمارے نزدیک وہ بھی معجزہ تھااور یہ بھی معجزہ ہے۔

حدیث لا اعلم ماوراء جداری : باقی رہی حدیث لا اعلم ماوراء جداری تو مجھے تلاش بسیار کے باوجودنہیں ملی۔چتروڑی صاحب کواس کا حوالہ ضرور دینا چاہئے تھا تاکہ مراجعت میں آسانی ہوتی اوراس کے راویوں کو دیکھ کراس کی صحت وسقم کا اندازہ لگایا جاتا لیکن انہوں نے ایسانہیں کیا تواب ہم کہتے ہیں اگر یہ حدیث موضوع ہے جیسا کہ غالب گمان یہی ہے تب تو یہ مجال بحث سے ہی خارج ہے۔اوراگر یہ صحیح ثابت ہوجاتی ہے تو ہم اس کو علم ذاتی کی نفی پرمحمول کریں گے۔اور انی لاراکم وراء ظھری کورؤیت یاعلم عطائی کے اثبات پر۔لہٰذاان میں کوئی منافات نہیں۔

اگرچتروڑی صاحب اب بھی بضد ہیں اوراس معجزانہ رؤیت سے انکاری ہیں تو پھر دوسری موٹی عقل میں بھی آجانے والی توجیہ اس حدیث کی یہ کی گئی ہے کہ آپﷺ بحالت نماز کبھی کبھی کن انکھیوں سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی نماز کوملاحظہ فرماتے تھے۔ ویحتمل ان یرید بہ انہ یرٰی من کان منھم عن یمینہ و عن یسرہ ممن یدرکہ نظرہ من غیر التفات اومع

التفات یسیر فی نادر الاوقات(المنتقی شرح المؤطا: النداء للصلوٰۃ، باب العمل فی جامع الصلوٰۃ)

التفات فی الصلوٰۃ کی تین قسمیں: اس توجیہ پر چتروڑی صاحب کو اعتراض ہے کہ التفات فی الصلوٰۃ تو حرام ہے بھلا حضور ﷺ سے یہ کیسے ممکن ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ التفات مطلقاً حرام نہیں بلکہ فقہائے کرام نے التفات فی الصلوٰۃ کی تین قسمیں بیان کی ہیں اور ہر ایک کا الگ حکم بیان کیا ہے۔

۱۔التفات بالصدر: یعنی سینہ اپنی سمت قبلہ سے منحرف ہوجائے اس کو حرام ومفسد نماز قرار دیا ہے۔

۲۔التفات بالوجہ: یعنی چہرہ اپنی جہت سے پھر جائے اس کو مکروہ تحریمی کہا ہے۔

۳۔التفات بالعین والبصر: یعنی آنکھوں کو اپنی مقررہ جگہ سے ہٹا کر کسی اور طرف متوجہ کرے اس کو بعض فقہاء نے جائز بلا کراہت اور بعض نے جائز بکراہت تنزیہیہ لکھا ہے۔

علامہ شامیؒ نے ان دونوں میں یوں تطبیق دی ہے کہ اگر ضرورت سے ہو تو بلا کراہت جائز ہے اور اگر بلاضرورت ہو تو پھر مکروہ تنزیہی ہے

وکرہ الالتفات بوجھہ کلہ اوبعضہ للنھی وببصرہ یکرہ تنزیھا وبصدرہ تفسد قولہ: وببصرہ یکرہ تنزیھاً ای من غیر تحویل الوجہ اصلاً وفی الزیلعی وشرح الملتقی للباقانی انہ مباح لانہ ﷺ کان یلاحظ اصحابہ بموق عینیہ اھ ولاینافی ماھنا بحملہ علی عدم الحاجۃ الخ(تنویر الابصار مع الدر والرد: الصلوٰۃ، باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ)

اب آپ ﷺ چونکہ صحابہ کرامؓ کی نمازوں کی تصحیح کے ذمہ دار تھے اس لئے آپ ﷺ کبھی کبھی کن انکھیوں سے ان کی کیفیت رکوع وسجود کو ملاحظہ فرماتے تھے تو یہ آپ ﷺ کے حق میں بالکل جائز تھا اور اس میں کراہت تنزیہی تک نہ تھی لیکن ''علامہ'' ہیں کہ اس کو حرام فرمارہے ہیں۔ آخر علامہ جو ہوئے۔

امید ہے اس قدر تشفی کیلئے کافی ہوگا۔

باقی رہی اس حدیث کی استنادی حیثیت تو اس کی متعدد سندیں خود صحیح بخاری میں موجود ہیں جن میں سے بعض صحیح اور بعض حسن ہیں تو اس پر اعتراض کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: آخر میں یہ کہ ان احادیث کو امام بخاریؒ کے علاوہ دیگر محدثین نے بھی نقل کیا ہے۔ مثلاً دیکھئے

صحیح مسلم: الصلوٰۃ، باب الامر بتحسین الصلوٰۃ واتمامھا (۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵)

سنن نسائی: الامامۃ، باب کم مرۃ یقول: استووا (۸۰۴)

ایضاً: باب حث الامام علی رص الصفوف (۸۰۵)

ایضاً: باب الجماعۃ للفائت (۸۳۶)

ایضاً: کتاب التطبیق، باب الامر باتمام السجود (۱۱۰۵)

موطا مالک: النداء للصلوٰۃ، باب العمل فی جامع الصلوٰۃ (۳۶۱)

مسند احمد: باقی مسند المکثرین، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ (۶۹۰۱، ۶۸۱۷، ۷۹۰۷، ۸۵۲۲، ۸۵۷۱، ۹۴۲۰، ۱۰۱۶۱، ۱۱۵۰۵، ۱۱۸۰۷، ۱۱۸۷۲، ۱۲۱۱۰، ۱۲۱۸۵، ۱۲۲۷۲، ۱۲۸۰۱، ۱۲۹۰۳، ۱۲۹۷۰، ۱۳۰۳۹، ۱۳۰۸۲، ۱۳۳۸۹) وغیر ذلک

کیا امام مسلم، امام نسائی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کو بھی یہ سمجھ نہ آئی کہ یہ روایت ''نصوص کثیرہ'' کے مخالف ہے کہ انہوں نے بھی اس کو اپنی کتابوں میں درج کر دیا؟

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے (آمین)

﴿اعتراض نمبر ۵۳﴾

﴿۵۳﴾ **قرآن مقدس** قرآن مقدس میں صاف لکھا ہوا ہے کہ آپ ﷺ کی کوشش اور محنت ومنت کے باوجود ابو طالب کفر پر اڑا رہا اور کفر پر ہی مرا اور اللہ نے،، انك لا تھدی من احببت،، آیت بھی اسی کے کفر پر نص فرمائی اور پھر آئندہ ہمیشہ کیلئے آپ ﷺ کو کسی بھی

قریبی کیلئے سفارش سے منع کردیا، ماکان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ،، اور،، انک لاتھدی،، آیت میں اللہ نے ہر کافر سے ہر قسم کے نفع دینے سے آپ ﷺ کو مایوس فرمادیا...... **بخاری محدث** لیکن امام بخاری کہتے ہیں کہ ابوطالب جو کفر قبیح پر مرا تھا وہ آپ ﷺ کی وجہ سے اگر چہ ایمان نہیں لایا تھا لیکن آپ ﷺ ہی کی وجہ سے عذاب کبیر سے بچالیا گیا۔۔لاحول ولاقوۃ الا باللہ جس کیساتھ ایمان لانیکی وجہ سے بچایا جاتا تھا اسی کیساتھ کفر کرنے کی وجہ سے بھی بچالیا گیا،،ما اغنیت من عمك فانه كان يحوطك ويغضب لك قال هو فی ضحضاح من نار ولولا انا لكان فی الدرك الاسفل من النار،، ؒ کتاب المناقب،، فرمایا میری وجہ سے وہ آگ کے چشمہ میں ٹخنوں تک ہے ورنہ درک الاسفل میں ہوتا ابوسعیدؓ کی طرف منسوب روایت میں تو یہ تھا کہ دن قیامت میں اس کی شفاعت کرونگا مگر اس میں یہ کہ اسکی عذاب کبیر سے نجات ہو چکی ہے۔۔۔لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ حالانکہ جتنے احسانات آپ ﷺ نے ابوطالب پر کیے تھے ان کا عشر عشیر بھی ابوطالب نے نہ کیے تھے حتیٰ کہ ابوطالب نے تو آپ ﷺ کو اپنی بیٹی کا رشتہ دینے سے بھی انکار کردیا۔ بمالیکہ آپ ﷺ نے اس پر اپنا کمایا ہوا مال بھی بے دریغ خرچ کیا تھا حتیٰ کہ بکریاں چرا چرا کر بھی ابوطالب کی خدمت کی مگر اس سب کے باوجود کفر پر اڑا مر گیا۔۔۔ (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۱۱۰-۱۱۱)

الجواب

اعتراض میں مذکور حدیث اور اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث: حدثنا العباس بن عبدالمطلب قال للنبی ﷺ : مااغنیت عن عمك فانه كان يحوطك ويغضب لك؟ قال: هو فی ضحضاح من نار ولولا انا لكان فی الدرك الاسفل من النار (صحیح بخاری: المناقب، باب قصۃ ابی طالب، رقم ۳۵۹۴)

ترجمہ: حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ آپ اپنے چچا (ابو طالب) کے کیا کام آئے کہ وہ ہمیشہ آپ کا محافظ بنا رہتا تھا اور آپ کیلئے سب سے نالاں رہتا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جہنم کے اس حصے میں ہوگا جس میں آگ صرف قدموں تک ہے اور اگر میں (سفارشی) نہ ہوتا تو وہ جہنم کے نچلے طبقے میں ہوتا۔

اس حدیث پر چتروڑی صاحب کو یہ اعتراض ہے کہ ابوطالب کفر پر مرے اور اللہ تعالیٰ نے ماکان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین الخ سے نبی ﷺ اور مومنین کو مشرکین کیلئے استغفار کرنے سے منع فرمادیا لیکن اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی ﷺ کی سفارش کی وجہ سے عذاب کبیر سے بچالیا گیا۔

اس کا جواب تفصیل کے ساتھ اعتراض نمبر ے کے جواب میں گزر چکا ہے وہاں ملاحظہ فرمالیں۔ مختصر یہ کہ نبی ﷺ کو اس آیت میں مشرکین کیلئے استغفار سے منع کیا گیا ہے اور آپ ﷺ نے بھی ابوطالب کیلئے استغفار نہیں فرمائی کہ ان کے کفر کو معاف کر کے جہنم سے آزاد کر کے جنت میں بھیج دیا جائے بلکہ ان کے احسانات کی وجہ سے جو آپ ﷺ کی ذات پر بھی تھے اور اسلام پر بھی تھے ان کیلئے تخفیف عذاب کی سفارش فرمائی جو قبول کرلی گئی اور اس سے کسی آیت میں منع نہیں کیا گیا۔ لہٰذا یہ اعتراض لغو ہے۔

چتروڑی صاحب نے حضرت ابوطالب کے نبی ﷺ پر احسانات کو چھوٹا کر کے دکھانے کی کوشش کی ہے۔ جبکہ آپ ﷺ ان کو اپنا عظیم محسن سمجھتے تھے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کچھ تذکرہ کردیا جائے۔

تذکرۂ حضرت ابوطالب: واقعہ یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے جدامجد حضرت عبدالمطلب کے مختلف بیویوں سے دس بیٹے تھے جن میں سے آپ ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ اور آپ کے عم محترم حضرت ابوطالب سگے بھائی تھے یعنی باپ شریک بھی اور ماں شریک بھی باقی تمام بشمول حضرت حمزہ وعباس رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کے والد کے باپ شریک (علاتی) بھائی تھے۔ اس لئے حضرت عبدالمطلب نے اپنے بعد آپ ﷺ کی تربیت کا کفیل حضرت ابوطالب کو بنایا۔ حضرت ابوطالب آپ ﷺ سے اس قدر محبت رکھتے تھے کہ آپ ﷺ کے مقابلے میں اپنے بچوں کی پرواہ نہیں کرتے تھے سوتے تو آنحضرت ﷺ کو ساتھ لے کر سوتے اور باہر جاتے تو آپ ﷺ کو ساتھ لے کر جاتے، اپنی مسند پر بٹھاتے، کھانے پینے میں آپ کو اولیت دیتے، اپنے بچوں کو میلا کچیلا دیکھتے لیکن حضور ﷺ کو تیل سرمہ کے بغیر نہیں دیکھ سکتے تھے۔ جب ابوطالب نے ملک شام جانے کا ارادہ کیا تو سفر کی تکلیف یا کسی اور وجہ سے آپ ﷺ کو ساتھ نہیں لے جانا چاہتے تھے لیکن آپ ﷺ کی خواہش کو دیکھتے ہوئے اپنے ساتھ لے گئے اور آپ کی دل شکنی گوارہ نہیں کی۔ ظہور نبوت کے بعد جب سارا عرب آپ کے مخالف ہوگیا تو انہوں نے حضور ﷺ کا ساتھ دیا۔ تبلیغ اسلام میں بہت معاون رہے آپ

کی محبت میں تمام عرب کو اپنا دشمن بنالیا آپ ﷺ کی خاطر شعب ابی طالب میں محصور ہوئے، فاقے اٹھائے، شہر سے نکالے گئے، تین تین برس تک دانہ پانی بند رہا۔ دیکھئے سیرت النبی ﷺ از علامہ شبلیؒ (۱/ ۱۲۹، ۱۶۸) اور طبقات ابن سعد ذکر ابی طالب وضمہ رسول اللہ ﷺ

اور ظاہر ہے کہ انہوں نے یہ سب کچھ آپ ﷺ کی وجہ سے برداشت کیا اس لئے آپ ﷺ کو بھی ان سے بہت محبت تھی اور کیوں نہ ہوتی کہ کریم تو اپنے محسن کا گرویدہ اور احسان مند ہی ہوتا ہے۔

آپ ﷺ ان کو ان کے احسانات کا بدلہ اسلام کی صورت میں دینا چاہتے تھے لیکن قدرت کو کسی حکمت کے تحت منظور نہ تھا اس لئے آپ ﷺ کی شدید خواہش کے باوجود وہ اسلام نہ لائے جمہور کے نزدیک محقق قول یہی ہے ورنہ ایک قول ان کے اسلام لانے کا بھی ہے۔ اور علامہ شبلیؒ نے سیرت النبی ﷺ میں اسی کو ترجیح دی ہے۔

حضور ﷺ سے محبت رکھنے والا کافر بھی بالکلیہ محروم نہیں رہتا: اگر آپ اسلام لے آتے تو ظاہر ہے کہ دائمی نعمتوں سے سرفراز ہوتے لیکن کفر پر اڑے رہنے کی وجہ سے دائمی عذاب میں گرفتار ہوگئے۔

جب کفر پر آپ کا خاتمہ ہوگیا تو اب صورتحال یہ ہوگئی کہ ایک طرف اللہ کا قانون ہے ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ (النساء/۴۸) کہ اللہ تعالیٰ مشرک کی بخشش نہیں فرماتا۔ اور دوسری طرف حضورؐ کی خواہش ہے کہ میرا یہ عظیم محسن عذاب کبیر سے نجات پالے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے قانون اور حضورؐ کی خواہش دونوں کی رعایت رکھتے ہوئے ان کو جہنم کے ہلکے سے ہلکے عذاب میں رکھا تاکہ اپنا قانون بھی مسلم رہے کہ مشرک عذاب سے بالکلیہ رہائی نہیں پاتا۔ اور ادھر حضور ﷺ کی وجہ سے جتنی تخفیف ہوسکتی تھی وہ بھی کردی۔ تاکہ یہ بتلا دیا جائے کہ حضور ﷺ سے محبت رکھنے والا کافر بھی بالکلیہ محروم نہیں رہتا بلکہ وہ بھی ''حصہ بقدر جثہ'' کے مطابق آپ ﷺ کے ابر رحمت سے فیض یاب ہوتا ہے۔

بیٹی کا رشتہ دینے سے انکار: چتروڑی صاحب ابوطالب کا عیب نکالتے ہوئے لکھتے ہیں "جتنے احسانات آپ ﷺ نے ابوطالب پر کئے تھے ان کا عشر عشیر... بیٹی کا رشتہ دینے سے بھی انکار کر دیا تھا" کیا خوب عیب نکالا۔ چتروڑی صاحب سے میرا سوال ہے کہ بچی کے ولی کو شریعت نے نکاح کے قبول ورد دونوں کا اختیار دیا ہے یا نہیں؟ اگر دیا ہے اور یقیناً دیا ہے تو پھر اس اختیار کو استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے اور یقیناً جائز ہے تو پھر ابوطالب نے اللہ کے عطا کردہ ایک جائز اختیار کو استعمال کیا تو اس پر آپ کو اعتراض کا حق کس نے دیا؟

اور چتروڑی صاحب نے اپنی اس بات کا حوالہ نہیں لکھا لیکن ہم نے ان کی بات ہی کو سند سمجھ کر جواب لکھ دیا ہے ورنہ تاریخ طبری میں جو میری نظر سے گزرا ہے وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے خود حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کو ان کی بیوگی میں نکاح کا پیغام بھیجا تھا جس پر خود انہوں نے معذرت ظاہر کی تھی۔

منهن ام هانی بنت ابی طالب واسمها هند خطبها رسول الله ﷺ ولم يتزوجها لانها ذكرت انها ذات ولد (تاریخ الطبری: ذکر من خطب النبی ﷺ من النساء ثم لم ینکحهن)

اور اگر چتروڑی صاحب کی بات کو درست سمجھیں تو اس کی ایک معقول وجہ بھی ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ آپ ﷺ اپنے چچا ابوطالب کے گھر میں پلے بڑھے اور انکے بچوں بچیوں میں گھل مل کر رہے ایسے حالات میں ظاہر ہے کہ وہ ایک دوسرے کو بھائی بہن کہتے اور سمجھتے ہوں گے اس وجہ سے ان کو رشتہ کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس ہوئی ہوگی جیسا کہ ہمارے معاشرے میں بھی اس طرح کی صورتوں میں یہی مشاہدہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ تو بھائی بہن ہیں ان کا نکاح کیسے ہو سکتا ہے؟ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

حضرت ابوطالب حضور ﷺ کے محسن: بہرحال چتروڑی صاحب حضرت ابوطالب کو حضور ﷺ کا محسن سمجھیں یا نہ سمجھیں حضور ﷺ خود ان کو اپنا محسن سمجھتے تھے۔ اور والد سے بھی

زیادہ درجہ دیتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیے یہ روایت۔

عن سعید بن المسیب قال: لما حضر ابا طالب الوفاۃ اتاہ رسول اللہ ﷺ وعندہ عبداللہ بن ابی امیۃ وابو جھل بن ھشام فقال لہ رسول اللہ ﷺ ای عم انک اعظم الناس علی حقا واحسنھم عندی یدا ولانت اعظم علی حقا من والدی فقل کلمۃ الخ (تفسیر طبری: التوبۃ: ۱۱۳)

ترجمہ: جب ابو طالب کی وفات کا وقت ہوا تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لے آئے جب کہ عبداللہ بن ابی امیہ اور ابو جہل پہلے سے ان کے پاس موجود تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے میرے چچا یقیناً آپ کا تمام لوگوں سے زیادہ مجھ پر حق ہے اور سب سے زیادہ مجھ پر احسانات ہیں اور یقیناً آپ کا حق مجھ پر میرے والد سے بھی بڑھا ہوا ہے پس آپ وہ کلمہ پڑھ لیں جس کے ساتھ قیامت کے دن میں آپ کی سفارش کرسکوں الخ۔

اب چتروڑی صاحب کی مرضی ہے کہ حضور ﷺ جسکو اپنا محسن سمجھتے ہیں وہ ان کے ساتھ جیسا رویہ رکھیں ہم تو حضور ﷺ کے فرمان کی وجہ سے ان کو حضور ﷺ کا محسن سمجھتے ہیں اور ان کی بے احترامی کو بلا ضرورت بلکہ مضر سمجھتے ہیں۔

بخاری کی دو روایتوں میں تعارض؟

چتروڑی صاحب لکھتے ہیں ''ابو سعیدؓ کی طرف منسوب روایت میں تو یہ تھا کہ دن قیامت میں اس کی شفاعت کروں گا مگر اس میں یہ کہ اس کی عذاب کبیر سے نجات ہو چکی ہے'' یعنی بخاری شریف ہی کی دو روایتوں میں تعارض ہے ایک روایت وہ جو یہاں زیر ستم ہے اس میں ہے کہ نجات ہو چکی اور دوسری جو اعتراض نمبر ۷ میں مشق ستم بنی ہے اس میں ہے کہ میں قیامت کے دن شفاعت کروں گا جس کے نتیجہ میں اس کی نجات ہوگی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ روایت ابو سعید خدریؓ میں "**لعلہ تنفعہ شفاعتی**" جملہ ترجیہ

انشائیہ ہے اور روایت حضرت عباسؓ میں "ھو فی ضحضاح من نار" جملہ خبریہ ہے اور دو خبریہ جملوں میں تو تعارض ہوسکتا ہے لیکن جملہ خبریہ اور جملہ انشائیہ میں تعارض نہیں ہوسکتا کیونکہ جملہ انشائیہ کو صدق وکذب کے ساتھ موصوف نہیں کیا جاسکتا۔ جبکہ تعارض میں ایک کو صادق اور ایک کو کاذب ماننا پڑے گا۔ ''علامہ'' نے انشائیہ، خبریہ کا فرق تو دیکھا نہیں البتہ مستقبل وماضی کا فرق انہیں نظر آ گیا۔ اور وہ بھی اس طرح کہ حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت میں تنفعہ، فیجعل، یبلغ اور یغلی سب مضارع کے صیغے ہیں جو مستقبل پر دلالت کرتے ہیں اور حضرت عباسؓ کی روایت میں "ھو فی ضحضاح من نار" کو انہوں نے زبردستی جملہ ماضویہ بنادیا ہے۔ اور اس طرح ''ماہر تعارضیات'' نے تعارض تراش لیا ہے حالانکہ یہ جملہ فعلیہ ماضویہ نہیں بلکہ جملہ اسمیہ ہے جو استقبالی معنی کیلئے بھی آتا ہے۔ چتروڑی صاحب خوش فہمی سے مفسر قرآن بھی ہیں اور قرآن مجید میں اس طرح کے جملے بکثرت استقبالی معنوں میں مستعمل ہوتے ہیں۔ معلوم نہیں وہاں ''شیخ التفسیر'' کیا کرتے ہونگے؟

قرآن مجید سے صرف ایک مثال ملاحظہ فرمائیں فاما من ثقلت موازینہo فھو فی عیشۃ راضیۃ o واما من خفت موازینہo فامہ ھاویۃ o (القارعہ/۶ تا ۹) کہ جس کے (نیکیوں کے) تول بھاری ہوگئے وہ خوش زندگی میں ہوگا اور جس کے تول ہلکے ہوگئے تو اس کا ٹھکانہ ھاویہ ہوگا یہاں فھو فی عیشۃ راضیۃ اور فامہ ھاویۃ دونوں جملے اسمیہ ہیں جو استقبالی معنی دے رہے ہیں اسی طرح "ھو فی ضحضاح من نار" بھی جملہ اسمیہ ہے جو استقبالی معنی دے رہا ہے کہ وہ جہنم کی ہلکی تہہ میں ہوگا۔ لہٰذا ان دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں۔

لطیفہ: چتروڑی صاحب فرماتے ہیں ''قرآن مقدس میں صاف لکھا ہوا ہے کہ آپ ﷺ کی کوشش اور محنت ومنت کے باوجود ابوطالب کفر پر اڑا رہا'' الخ لیکن چتروڑی صاحب نے وہ آیت نہیں لکھی، جس میں ابوطالب کا کفر پر اڑا رہنا اور کفر ہی پر مرنا صاف صاف لکھا ہو۔ اگر اس سے ان کی مراد آیت "انک لاتھدی من احببت" ہے جیسا کہ ظاہر یہی ہے تو اس میں ابوطالب کا ذکر کہاں ہے؟ اس میں تو لفظ ''من'' ہے جو ایک عام لفظ ہے اور ابوطالب ایک خاص لفظ ہے تعجب ہے کہ

''علامہ'' عام اور خاص کے فرق کو بھی نہیں سمجھتے۔

اگر وہ لفظ ''من'' کا مصداق ابوطالب کو بنانا چاہتے ہیں تو یہ بات درست ہے لیکن کیا قرآن میں اس کا کوئی ذکر ہے یا اس پر کوئی قرینہ ہے؟ ہرگز نہیں جب تک اس آیت کی تفسیر صحیح بخاری شریف جیسی کتب حدیث سے نہ پڑھ لیں تب تک اس کا مصداق متعین نہیں کیا جا سکتا یہ کتنی عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو کتب حدیث سے اتنی دشمنی ہے کہ ان کی ''امام'' صحیح بخاری کے خلاف باقاعدہ کتاب لکھ رہے ہیں اور دوسری طرف ان کی بات پر اتنا یقین کہ جیسے آیت میں لفظ ''من'' نہ ہو بلکہ ابوطالب ہی ہو۔ اس دورنگی پر کیا تبصرہ کیا جائے سوائے اس کے کہ

دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا　　　یا سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

حدیث معترضہ کی دیگر کتب حدیث سے تخریج: اور اخیر میں یہ کہ یہی حدیث دیگر کتب حدیث میں بھی موجود ہے مثلاً دیکھئے

صحیح مسلم: الایمان، باب شفاعۃ النبی ﷺ لابی طالب والتخفیف عنہ الخ (۳۰۸)

مسند احمد: مسند بنی ہاشم، حدیث العباس بن عبدالمطلب (۱۶۷۱، ۱۶۷۸، ۱۶۹۳)

کیا امام احمد بن حنبلؒ اور امام مسلمؒ کی تصدیق کے بعد بھی اس پر اعتراض کی گنجائش ہے؟

اللہ تعالیٰ تعصب سے بچائے (آمین)

اعتراض نمبر ۵۴

﴿۵۴﴾ **قرآن مقدس** سورت ہود میں پارہ ۱۱ کی آخری آیت ہے،، اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ، جب رسول اللہ نے مکہ میں اعلان رسالت فرمایا اور لوگوں کو دعوت حق دی تو اہل مکہ پر لازم تھا کہ آپ ﷺ سے ملکر دین حق کو سمجھنے کی کوشش کرتے لیکن بجائے اس کے انہوں نے فرار کا راستہ اختیار کیا چند لوگ بیٹھے ہوئے اگر محسوس کر لیتے کہ محمد ﷺ ہماری طرف آرہے ہیں تو وہاں سے منتشر ہو جاتے کسی گلی راستہ میں آپکو دیکھتے تو کترا جاتے اس ڈر سے کہ آپ ﷺ قرآن سنانے لگیں گے ان کے متعلق فرمایا کہ یہ سینے موڑ کر اللہ کے رسول ﷺ سے کترا جاتے ہیں اور آپ کی نگاہوں سے اوجھل ہو بھاگتے ہیں اللہ کی نظر سے تو اوجھل نہیں ہو سکتے ہو سکے تو اللہ سے چھپ کر دکھائیں وہ تو ہر حال میں انکو دیکھ رہا ہے انکی ہر چھپی چیز سے آگاہ ہے جو بات سینوں کے زندان میں محبوس ہو جو زبان پر نہ آئی ہو اسکو بھی خوب جانتا ہے یہ ہے آیت کا مطلب جس میں

،،ليستخفوا،، امر غائب کا صیغہ ہے۔۔ **بخاری محدث** اب آپ دیکھیں کہ امام بخاری نے ابن جریج کے طریق سے آیت کی جو درگت بنائی ہے ملاحظہ کریں اور قرآن کی آیت ،،يثنون صدورهم، کو،، يثنوني صدورهم،، روایت کرتا بھی دیکھیں کہ امام بخاری کی قرآن کی طرف کس قدر توجہ کی فرماتے ہیں،،اناس كانوا يستحيون ان يتخلوا فيفضوا الى السماء وان يجامعوا نسآء هم فيفضوا الى السماء فنزل ذالك فيهم،،(سورة هود) یعنی کچھ لوگ پاخانہ کرتے یا بیویوں سے جماع کرتے ہوئے ستر کھولنے کی وجہ سے شرماتے تھے کہ آسمان سے اللہ ہمکو ننگا دیکھے گا شرم وحیا کیوجہ سے اکے سینے بل کھاتے تھے یہ آیت ان کے بارے نازل ہوئی،، لاحول ولاقوۃ الا باللہ،، دیکھیے آیت میں تحریف لفظی کے علاوہ تحریف معنوی کتنی بے دردی سے کی گئی ہے اور منسوب کی گئی ہے ابن عباسؓ کی طرف ... حالانکہ بخاری کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ قرآن کا لفظ يثنون ہے نہ کہ يثنوني ہے اور امام بخاری کے ہاتھ کیا آیا سوائے اسکے کہ قرآن فہمی کی راہ میں رکاوٹ کا دروازہ کھول دیا.... (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۱۱۲۔۱۱۳)

الجواب

اعتراض میں مذکور روایت اور اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

روایت: **حدثنا الحسن بن محمد بن صباح حدثنا حجاج قال: قال ابن جريج اخبرني محمد بن عباد بن جعفر انه سمع ابن عباس رضی الله عنهما يقرأ الاانهم تثنوني صدورهم قال: سالته عنها فقال: اناس كانوا يستحيون ان يتخلوا فيفضوا الى السماء وان يجامعوا نساءهم فيفضوا الى السماء فنزل ذالك فيهم** (صحیح بخاری: تفسیر القرآن، ہود، رقم ۴۳۱۳)

ترجمہ: عباد بن جعفر سے روایت ہے کہ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو "الاانهم تثنوني صدورهم" پڑھتے ہوئے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے انسے اس کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ کچھ لوگ تھے جو پیشاب پاخانہ کے وقت اور اپنی عورتوں سے مجامعت کے وقت ننگے ہونے سے خدا سے شرماتے تھے یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی۔

اس روایت کو لے کر چتروڑی صاحب نے امام بخاریؒ پر تین الزام لگائے ہیں۔

۱۔ کہ امام بخاریؒ نے قرآن مجید میں تحریف لفظی کی ہے۔

۲۔ کہ انہوں نے اس میں تحریف معنوی کی ہے۔

۳۔ کہ انہوں نے اپنی ان دونوں تحریفات کو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف غلط منسوب کیا ہے۔

اور یہ تینوں الزام سراسر بہتان ہیں ہر ایک کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

پہلا الزام: تحریف لفظی

چتروڑی صاحب کا کہنا ہے کہ آیت میں اصل لفظ تو "یَثْنُوْنَ" ہے اور امام بخاری نے "یَثْنَوْنِیْ" روایت کیا ہے جو نہ صرف غلط بلکہ تحریف لفظی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ "مروی" کی ذمہ داری "مروی عنہ" پر ہوتی ہے نہ کہ "ناقل" پر۔ ہاں ناقل سلسلۂ روایت کا ضرور ذمہ دار ہوتا ہے۔ اب "یَثْنَوْنِیْ" "مروی" ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما "مروی عنہ" اور امام بخاریؒ "ناقل" تو "یَثْنَوْنِیْ" کی ذمہ داری ابن عباسؓ پر ہوگی نہ کہ امام بخاریؒ پر۔ ہاں امام بخاریؒ پر سلسلۂ روایت کی صحت کا التزام ضروری تھا جس کا انہوں نے پورا اہتمام کیا ہے جیسا کہ تیسرے الزام کے جواب میں واضح ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ

تو چتروڑی صاحب نے اگر تحریف کا "فتویٰ" لگانے کا شوق پورا کرنا ہے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما پر یہ شوق پورا کریں امام بخاریؒ کو معاف رکھیں کیونکہ وہ صرف "ناقل" ہیں "قائل" نہیں۔

باقی رہے "یَثْنَوْنِیْ" کے قائل ابن عباس رضی اللہ عنہما تو انہوں نے کوئی تحریف نہیں کی بلکہ اختلاف قراءت کو بیان کیا ہے جس کو امام بخاریؒ نے سند متصل کے ساتھ ان سے نقل کیا ہے۔ اگر چتروڑی صاحب کو تحریف اور اختلاف قراءت کا فرق معلوم نہیں تو انہیں خواہ مخواہ کی رائے زنی سے اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ ارشاد خداوندی ہے **ولا تقفُ مالیس لك به علم** (بنی اسرائیل/۳۵) کہ اس کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔ دوسروں کو قرآنی بصیرت سے محرومی کا الزام دینے والا خود قرآنی بصیرت سے کیوں اتنا محروم ہے؟

امام بخاریؒ نے ابن عباسؓ سے اس لفظ کی دو قراءتیں نقل کی ہیں جبکہ علامہ جار اللہ زمخشری نے تفسیر کشاف میں ان سے اسی لفظ میں چھ قراءتیں نقل ہیں لیکن چونکہ وہ چتروڑی صاحب کی طرح

تحریف اور اختلاف قراءت کے فرق سے بے بہرہ نہ تھے اس لئے انہوں نے نہ تو ابن عباسؓ پر تحریف کا فتویٰ لگایا اور نہ ہی ان سے نقل کرنے والوں پر۔ اور چتروڑی صاحب کو سوجھی تو کیا خوب کہ اصل ذمہ دار "قائل" کو تو کچھ نہ کہہ سکے اور "ناقل" پر چڑھ دوڑے۔

فائدہ: یثنون میں مختلف قراءات: جمہور کی قراءت "یَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ" "ثَنَىٰ یَثْنِیْ ثَنْیًا سے ہے بمعنی موڑنا، پھیرنا، لپیٹنا، دوہرا کرنا یقال: ثنی الشیئ: عطفه وطواه، ردبعضه علی بعض "یَثْنُوْنَ" یرمون کی طرح باب ضرب سے ثلاثی مجرد ناقص یائی کا جمع مذکر غائب فعل مضارع معلوم کا صیغہ ہے اور "صُدُوْرَهُمْ" بنابر مفعول بہ منصوب ہے۔ معنی ہے "وہ اپنے سینوں کو دوہرا کرتے ہیں"

اور ابن عباسؓ کی قراءت شاذہ "یَثْنَوْنِیْ صُدُوْرُهُمْ" "اِثْنَوْنَی یَثْنَوْنِیْ اِثْنِیْنَاءً سے ہے بمعنی مڑنا، پھرنا، لپٹنا دوہرا ہونا "یَثْنَوْنِیْ" "یَحْلَوْلِیْ" کی طرح باب افعیعال سے ثلاثی مزید فیہ ناقص یائی کا واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم کا صیغہ ہے۔ اور "صُدُوْرُهُمْ" بنابر فاعل مرفوع ہے۔ معنی ہے "انکے سینے دوہرے ہوئے جارہے ہیں"

قرأ ابن عباس الاانهم یثنونی صدورهم برفع الصدر علی الفاعلية وهو قريب المعنی (تفسیر ابن کثیر: ہود/۵)

وقرئ تثنونی صدورهم، واثنونی من الثنی کاحلولیٰ من الحلاوة وهوبناء مبالغة، قرئ بالياء والتاء ... يريد مطاوعة صدورهم للثنی (کشاف: ہود/۵)

اس تفصیل کے بعد چتروڑی صاحب کا یہ جملہ کتنا مضحکہ خیز معلوم ہو رہا ہے کہ "بخاری کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ قرآن کا لفظ یثنون ہے نہ کہ یثنونی"

ارے "علامہ" صاحب! امام بخاری کو تو یثنون کا پتہ ہے اس لئے کہ انہوں نے اسی باب میں ابن عباسؓ ہی سے یہ قراءت بھی نقل کی ہے البتہ خود آپ کو یہ معلوم نہیں کہ اس میں ایک قراءت یثنونی بھی ہے۔

ع الزام دوسروں کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

یہ ہے تحریف لفظی کے الزام بلکہ بہتان کی حقیقت کہ اختلاف قراءت کو تحریف لفظی سمجھ کر اعتراض جڑ دیا۔ نعوذ باللہ من سوء الفھم

دوسرا الزام: تحریف معنوی

اس کی حقیقت یہ ہے کہ آیت مبارکہ "الا انھم یثنون صدورھم الخ" کی تفسیر میں

کہ وہ شیخ القرآنؒ کے شاگرد ہیں جب استاد اسکو صحیح ترین تفسیر مان رہے ہیں تو وہ نالائق شاگرد ہی ہوگا جو اس کو تحریف کہے۔

شیخ القرآنؒ کے نزدیک صحیح بخاری کا مرتبہ: نیز اس سے شیخ القرآنؒ کے نزدیک صحیح بخاری کے مرتبہ کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے نزدیک اسکا مقام سب سے بلند ہے کیونکہ انہوں نے پہلے ایک تفسیر ''تفسیر کبیر'' سے نقل کی پھر دوسری ''صحیح بخاری'' سے اور باقاعدہ دونوں کا حوالہ دیا پھر اپنی طرف سے صحیح بخاری والی تفسیر کو ''صحیح ترین'' قرار دیا۔

نیز انہوں نے اس تفسیر کو ابن عباسؓ کی طرف منسوب کر کے امام بخاریؒ کے ابن عباسؓ کیطرف نسبت کرنے پر بھی مہر تصدیق لگادی۔

تعجب ہے کہ صحیح بخاری کے جس مقام کا حوالہ دے کر استاد صاحب ''صحیح ترین'' تفسیر اخذ کررہے ہیں اسی مقام کو لے کر ''شاگرد رشید'' تحریف لفظی ومعنوی کو ثابت کررہے ہیں۔ فیالضیعۃ الفھم اسی سے دعویٰ شاگردی کا پول بھی کھل جاتا ہے۔

اور اسی سے یہ فیصلہ کرنا بھی آسان ہوجاتا ہے کہ قرآن فہمی میں رکاوٹ کون پیدا کر رہا ہے امام بخاریؒ یا خود چتروڑی؟ کہ آیت قرآنی تو متعدد تفاسیر کو اپنے دامن وسعت میں جگہ دے رہی ہے اور چتروڑی صاحب اپنی تنگ دامانی سے اس کو تنگ دامن بتارہے ہیں۔ چتروڑی صاحب بھی ''شیخ التفسیر'' کہلاتے ہیں اب معلوم نہیں ہو رہا کہ وہ تفسیر پڑھ کر ''شیخ التفسیر'' بنے ہیں یا چنے پڑھ کر؟

یہ ہے تحریف معنوی کے الزام کی حقیقت اب ہم انصاف آپ کے ہاتھ میں دیتے ہیں آپ کی مرضی ہے کہ آپ امام بخاریؒ کو مورد الزام ٹھہرائیں یا چتروڑی صاحب کو لیکن فیصلہ تعصب سے ہٹ کر ہونا چاہئے اور خدا کو حاضر وناظر سمجھ کر۔

ہم چتروڑی صاحب کو قرآن مجید سے یہ آئینہ دکھانا چاہتے ہیں تاکہ وہ اس میں اپنا ایمانی چہرہ دیکھ سکیں۔ ارشاد ربانی ہے۔

"انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون بایات اللہ واولئک ھم

الکذبون"(النحل:۱۰۵)

ترجمہ: بے شک جھوٹ وہ لوگ گھڑتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے۔اور یہی لوگ ہی جھوٹے ہیں۔

تیسرا الزام: ابن عباسؓ کی طرف غلط نسبت

جیسا کہ سابقہ سطور میں آپ نے جانا کہ جس کو چتروڑی صاحب نے تحریف لفظی کہا وہ درحقیقت ایک قراءت کا بیان تھا اور جس کو تحریف معنوی کہا وہ درحقیقت ایک تفسیر تھی چونکہ "علامہ" اپنی کوتاہ علمی یا کج فہمی کے باعث اختلاف قراءت کو تحریف لفظی اور ایک صحیح ترین تفسیر کو تحریف معنوی سمجھے اور امام بخاریؒ نے ان دونوں کو ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے۔اس لئے چتروڑی صاحب نے ابن عباسؓ کو بزعم خویش ان تحریفات سے بچانے کیلئے اس نسبت کو غلط قرار دے دیا حالانکہ جب اصل بات (اختلاف قراءت اور صحیح تفسیر) پر کوئی اعتراض نہیں جیسا کہ ابھی واضح ہوا تو اس کی ابن عباسؓ کی طرف نسبت میں بھی کوئی ضرر نہیں۔اور اگر کوئی ضرر ہوتا بھی تو اس کا ازالہ روایت میں کوئی فنی سقم نکالنے سے ہوسکتا تھا محض غلط نسبت کا دعویٰ کر لینے سے تو نہیں۔جبکہ امام بخاریؒ نے پورے سلسلہ روایت کو نقل کر دیا ہے اور اسماء الرجال کے ماہرین نے ان تمام راویوں کے حالات سے مطلع کر دیا ہے ہم اس روایت کے راویوں کی جرح وتعدیل ائمہ فن سے نقل کرتے ہیں تا کہ اس الزام کی حقیقت بھی آشکارا ہو جائے۔

رواۃ: حسن بن محمد، حجاج، ابن جریج، محمد بن عباد

مختصر تعارف، جرح وتعدیل

۱۔ابو علی الحسن بن محمد بن الصباح الزعفرانی البغدادی من کبار تبع الاتباع المتوفی ۲۶۰ھ

ابو حاتم الرازیؒ	:	صدوق	(تھذیب التھذیب ۲/۲۷۵)
النسائیؒ	:	ثقۃ	(ایضا)

ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً)
الطرابلسیؒ	:	ثقۃ، ثقۃ	(ایضاً)
ابن ابی حاتمؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابن عبدالبرؒ	:	ثقۃ، مامون	(ایضاً)

۲۔ابو محمد حجاج بن محمد الاعور المصیصی الشامی من صغریٰ الاتباع التوفی سنہ ۲۰۶ھ

علی بن المدینیؒ	:	ثقۃ	(تھذیب التھذیب ۲/۱۸۰)
محمد بن سعدؒ	:	ثقۃ، صدوق، تغیر فی اخر عمرہ ببغداد	(ایضاً)
النسائیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابن حزمؒ	:	ماضرہ الاختلاط	(موسوعۃ الحدیث تحت ھذ الحدیث)

۳۔ابوالولید عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج الاموی ممن لم تلق الصحابۃ التوفی سنہ ۱۵۰ھ

احمد بن حنبلؒ	:	اثبت الناس فی عطاء	(تھذیب التھذیب ۶/۳۵۸)
یحییٰ بن سعید القطانؒ	:	صدوق	(ایضاً ۶/۳۵۹)
یحییٰ بن معینؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
العجلیؒ	:	ثقۃ	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	ثقۃ، وقال یدلس	(ایضاً)
ابن خراشؒ	:	صدوق	(ایضاً)

نوٹ: یہاں ان کا مدلس ہونا مضر نہیں کیونکہ اس روایت میں ابن جریج نے "اخبرنی محمد" کی تصریح کی ہے دیکھئے ابتداء میں روایت

۴۔محمد بن عباد بن جعفر بن رفاعۃ المخزومی من وسطی التابعین

یحیٰی بن معینؒ	:	ثقة	(تھذیب التھذیب ۲۱۶/۹)
ابوزرعة الرازیؒ	:	لاباس بحدیثه	(ایضاً)
محمد بن سعدؒ	:	ثقة	(ایضاً)
ابن حبانؒ	:	ذکرہ فی الثقات	(ایضاً)

اس تفصیل سے تیسرا الزام بھی غلط ثابت ہوگیا کیونکہ ان رواۃ میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو متہم بالکذب ہو کہ اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف جھوٹی نسبت کردی ہو۔

''علامہ'' کا علمی معیار: آخر میں ایک لطیفہ ملاحظہ فرمائیں۔ ''علامہ'' صاحب فرماتے ہیں ''لیستخفوا امر غائب کا صیغہ ہے'' یقیناً درجہ اولیٰ کا کوئی طالب علم اس کا یہی صیغہ بتائے گا لیکن کوئی علامہ تو کجا کوئی سمجھدار طالبعلم بھی جو تفسیر کے ساتھ کچھ بھی مناسبت رکھتا ہو یہ صیغہ ہرگز نہیں بتائے گا کیونکہ وہ جانتا ہوگا کہ یہ لام ''لام امر'' نہیں بلکہ ''لام کی'' ہے جو تعلیل کیلئے آتا ہے اور یہاں اس سے ''یثنون صدورھم'' کی علت بیان کی گئی ہے اس کے بعد ان مقدر ہوتا ہے اور یستخفون کا نون اعرابی اس کی وجہ سے گرا ہے نہ لام کیوجہ سے

یہ ہے ''علامہ'' کی علمی قابلیت اور قرآن دانی اور دعوے اتنے لمبے چوڑے ہیں کہ الامان والحفیظ! اسی سے ''علامہ'' کے علمی معیار کا بھی بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

خاتمہ اعتزار

جزاول یہاں ختم ہوتی ہے انشاءاللہ العزیز جزدوم بھی ہدیہ ناظرین کریں گے بتوفیق ذی الجلال والاکرام .... اس میں شک نہیں کہ امام بخاری کی کتاب الصحیح البخاری کو جو عوام وخاص میں پذیرائی حاصل ہے اور جو دقائق حدیثیہ انہوں نے ذکر کیے ہیں وہ من جملہ واقعی بشرط تصدیق علماء حدیث آخرین صحیح ہیں اور وہ دین کی خدمات کی ایک عظیم کڑی ہیں ان کا انکار حدیث رسول اللہ ﷺ کے انکار کے مترادف ہے اگرچہ من کل الوجوہ بخاری کو اصح تو رہا درکنار صحیح کہنا بھی مشکل ہے جس کا قدرے نمونہ آپ دیکھ رہے ہیں.. ہمارے خیال میں امام بخاری کی قدر وجلالت کو بار آور نہ دیکھنے کیلئے منافق قسم کے لعنتی راویوں نے یہ ساری تخریب کاری کی ہے اور معصوم عن الخطاء تو امام بخاری بھی نہ تھے لہذا امام بخاری کو مطعون کرنے کی بجائے یہ سارا طعن رواۃ پر آتا ہے جو اکثر قرآن فہمی سے کورے تھے یا بدباطن ہونیکی وجہ سے امام صاحب کی قدر وقیمت میں خسارہ کے باعث بنے ورنہ فی نفسہ بخاری صاحب جلیل القدر اور بڑے پائے کے محدث اور متدین عالم تھے۔ اللہ کریم ہم سبکو قرآن فہمی اور قرآن عملی پر قائم رکھے.. آمین (قرآن مقدس اور بخاری محدث صفحہ ۱۱۴)

﴿تبصرہ﴾

اعتذار یا غلطی پر اصرار؟: خاتمہ اعتذار کی یقینی ترکیب تو سمجھ نہیں آئی تاہم لگتا یہ ہے کہ یہ کتاب کا خاتمہ ہے اور اس میں اعتذار یعنی سابقہ زیادتیوں سے عذر خواہی ہے اگر ایسا ہوتا تو یہ بھی غنیمت تھا لیکن بدقسمتی سے ایسا نہیں بلکہ یہ نام کا اعتذار بھی در حقیقت اپنی سابقہ باتوں پر اصرار ہے کیونکہ اسمیں وہی رواۃ بخاری سے نفرت کا اظہار اور صحیح بخاری کی صحت سے انکار ہے۔ البتہ امام بخاریؒ کی جلالت شان کے بارے میں منافقانہ اقرار ہے لیکن اس اقرار کو مخلصانہ سمجھنا بڑا دشوار ہے کیونکہ پوری کتاب میں امام بخاری سے کھل کر نفرت کا اظہار ہے اور تکرار کے ساتھ کئی کئی بار ہے۔ اس لئے ہمیں چتروڑی صاحب کی بات پر نہ یقین ہے نہ اعتبار ہے اور ہمارا قلم اب بھی ان سے آمادۂ پیکار ہے۔

فرماتے ہیں ''جزاول یہاں ختم ہوتی ہے... جزودوم بھی ہدیہ ناظرین کرینگے''

جناب ''علامہ'' کو ہمارا مشورہ یہ ہے کہ آپ نے چاند پر تھوک کر دیکھ لیا کہ تھوک کس پر گرا؟ اس لئے آپکی دنیا آخرت کی بہتری اس میں ہے کہ آپ صحیح بخاری شریف کے خلاف کاغذ سیاہ کر کے اپنے نامۂ عمل کو مزید سیاہ نہ کریں بلکہ ہو سکے تو سابقہ سیاہی کو مٹانے کی فکر کریں کہ اسی میں آپکی اور پوری امت کی خیر ہے۔ باقی اگر آپ نے شوق پورا کرنا ہی ہے تو یہ ضرور دیکھ لیں کہ آپکی ''علامگی'' کے زعم کو خاک میں ملانے والے بفضلہٖ تعالیٰ موجود ہیں۔

''علامہ'' اپنے بقولِ منکرِ حدیث: اور فرماتے ہیں ''اسمیں شک نہیں کہ امام بخاری کی کتاب اصح الکتب بعد کتاب اللہ تصحیح البخاری کو... انکا انکار حدیث رسول اللہ ﷺ کے انکار کے مترادف ہے''۔ ہم نے جگہ جگہ علماء حدیث آخرین کی ایک دو نہیں کئی کئی تصدیقات ذکر کی ہیں جس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ آپکا یہ سارا عمل خود آپ ہی قول کے مطابق حدیث رسول اللہ ﷺ کے انکار کے مترادف ہے۔ ہو سکے تو اس سے توبہ کیجئے کیونکہ لگتا ہے کہ آپ کو بھی یہ معلوم ہے کہ حدیث رسول ﷺ کا انکار بہت بڑا جرم اور گناہ

ہے۔

اور فرماتے ہیں ''اگر چہ من کل الوجوہ بخاری کو اصح تو رہا در کنار... نمونہ آپ دیکھ رہے ہیں'' یہ وہی سابقہ گھسی پٹی باتیں پھر دہرا رہے ہیں اور ہم بالکل ابتداء میں صحیح بخاری کے تعارف میں ائمہ محدثین کے اقوال نقل کر آئے ہیں کہ وہ صحیح بخاری کو صحیح ہی نہیں بلکہ اصح بھی سمجھتے ہیں تو سونے کے بارے میں زرگر کی بات معتبر ہوتی ہے نہ کہ آلو بیچنے والے کی۔

اور یہ کہنا کہ ''ہمارے خیال میں امام بخاری کی قدر... منافق قسم کے لعنتی راویوں نے یہ ساری تخریب کاری کی ہے'' ہم اسکو ابتداء میں غلط ثابت کر چکے ہیں اور اب یہ تمام راوی جنکو منافق اور لعنتی کہا گیا ہے پیچھے تفصیل سے انکا تذکرہ گزر چکا ہے۔ ان میں امام اوزاعی، امام لیث بن سعد، امام عبداللہ بن مبارک، امام سفیان ثوری، امام سفیان بن عیینہ وغیرھم رحمھم اللہ جیسے عظیم ائمہ بھی ہیں اور امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے اساتذہ بھی ہیں۔ کیا یہ سب منافق، لعنتی، تخریب کار، قرآن فہمی سے کورے اور بد باطن تھے؟ نعوذ باللہ من ذالک

کیا اتنے بڑے بڑے ائمہ پر یہ ''فتوے'' لگانے سے یہ بہتر نہیں کہ صرف احمد سعید نامی ایک شخص کو منافق، لعنتی، تخریب کار، قرآن فہمی سے کورا اور بد باطن قرار دیکر پوری امت کو بچا لیا جائے؟ جبکہ یہ سب القاب موصوف مذکور کے ساتھ سو فیصد سے بھی زیادہ جچتے ہیں۔

''علامہ'' کی دوہری چال:

اخیر میں فرماتے ہیں ''ورنہ فی نفسہ بخاری صاحب جلیل القدر الخ'' یہ عجیب دوغلی پالیسی اور منافقت ہے کہ ایک طرف تو امام بخاری کو رب کی توہین کرنے والا، رسول اللہ ﷺ کی توہین کرنے والا نبی کے ذمے قرآن کی مخالفت لگانے والا، رسول اللہ پر جھوٹ بولنے والا، صحابہ پر نفاق، بدعت اور ارتداد کا فتوی لگانے والا، ابراہیمؑ پر تہمت لگانے والا وغیرہ ذالک من الخرافات، قرار دیا جائے اور دوسری طرف انکو جلیل القدر، بڑے پائے کا محدث اور متدین عالم کہا جائے۔

اسکو بے ایمانی کے سوا کیا نام دیا جا سکتا ہے؟ کیا آگ اور پانی، دن اور رات، روشنی اور

ظلمت، اسلام اور کفر باہم جمع ہو سکتے ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر امام بخاریؒ کے ذمہ لگائی جانی والی یہ ساری باتیں اور انکا جلیل القدر اور متدین عالم ہونا باہم کیسے جمع ہو سکتے ہیں؟

جناب ''علامہ''! آپکا انکار حدیث کا چہرہ پہچانا جاچکا ہے اب چھپائے چھپ نہیں سکتا۔ اسلئے چھپانے کی بجائے آپ اسکو سدھارنے کی طرف توجہ دیں کہ اسی میں آپکی خیر ہے۔

اور جناب علامہ! کوئی گستاخی ہوگئی ہو تو معاف فرمائیں کہ اصل مقصد آپکی توہین کرنا نہیں بلکہ آپکو صراط مستقیم دکھانا ہے۔ اسمیں اگر کوئی بات سخت ہوگئی ہو تو عین ممکن ہے کیونکہ آپنے پوری امت پر ہاتھ صاف کیئے ہیں تو کہیں جذبات سے مغلوب ہو جانا کوئی بعید نہیں ہے۔ تاہم بہت کوشش کی گئی ہے کہ ہزلیات کا جواب بھی سنجیدگی سے دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ امیر المؤمنین فی الحدیث، امام المحدثین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور انکے اساتذہ کرام یعنی رواۃ بخاری رحمہم اللہ کے اس ''عادلانہ دفاع'' کو قبولیت عطا فرما کر سب بھٹکے ہوؤں کی ہدایت کا سامان بنائے۔

ان اريد الا الاصلاح ما استطعت وما توفيقي الا بالله عليه توكلت واليه انيب

ہیچمدان ناکارۂ خلائق

خاکپائے بزرگان دین

ظفر اقبال غفرلہ البر المتعال

ضمیمہ در فتاویٰ

جیسا کہ ''پیش لفظ طبع دوم'' میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت مولانا عبدالسلام صاحب مدظلہم العالی مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ اشاعت القرآن حضرو نے ملک بھر کے اہم دارالافتاؤں سے ''علامہ'' احمد سعید اور انکی کتاب ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' کے بارے میں فتاوی حاصل کیئے۔ انہوں نے دو صفحات پر مشتمل ایک استفتاء مرتب فرمایا جس میں بڑی محنت سے ''علامہ'' کی کتاب سے چیدہ چیدہ عبارتیں نقل فرمائیں پھر انکی حیثیت کے بارے میں مفتیان کرام سے رجوع فرمایا، اس کام میں انکو ضرور کلفت برداشت کرنا پڑی ہوگی اور کافی عرصہ بھی لگا ہوگا لیکن بندہ جب اسی شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ میں انکی خدمت میں حاضر ہوا تو دیگر عنایات کے ساتھ انہوں نے یہ بھی عنایت فرمائی کہ ان تمام فتاوی کی نقول بغیر کسی کلفت کے بندہ کو عنایت فرمائیں۔ بندہ انکی اس کریمانہ عنایت پر انکا انتہائی شکر گزار ہے اور افادۂ قارئین کیلئے انکو اس اشاعت کا حصہ بنا رہا ہے۔ اس سے جہاں قارئین مستفید ہونگے وہیں حضرت دامت برکاتہم کی خواہش کی تکمیل بھی ہوگی جسکا ذکر انہوں نے اپنی تقریظ میں بھی کیا ہے اور زبانی بھی اسکا اظہار فرمایا تھا۔

اکثر فتاوی کئی کئی صفحات پر مشتمل ہیں کیونکہ ان میں دلائل کے ساتھ

مفصل گفتگو کی گئی ہے۔ اس ضمیمہ میں اختصار کے پیش نظر تفصیلی فتاوی کو نقل کرنے کی بجائے صرف فتوی کا وہ حصہ نقل کیا گیا ہے جس میں مؤلف احمد سعید چتروڑی اور اُنکی کتاب ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' پر شرعی حکم لاگو کیا گیا ہے، اور فرد جرم کی نوعیت بیان کی گئی ہے۔

استفتاء کو بھی نقل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی کیونکہ استفتاء میں مندرجہ تمام عبارات اسی کتاب کے مقدمے میں کئی گنا اضافے کے ساتھ موجود ہیں۔ تفصیلی اصل فتاوی حضرت مولانا مدظلہم کے پاس محفوظ ہیں اور انکی نقول بندہ کے پاس موجود ہیں، اس طرح یہ ضمیمہ حضرت مولانا عبدالسلام صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی سعی وسخاوت کا مرہون منت ہے۔ اللہ تعالیٰ انکو اس پر جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

فتوی کا منتخب اقتباس من وعن نقل کیا گیا ہے اور مہروں والا حصہ سکین کر کے لگا دیا گیا ہے تاکہ فتوی لکھنے والوں اور اسکی تصدیق کرنے والوں کے اسماء گرامی سے بھی آگاہی حاصل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اس ضمیمہ کو بھی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

فتوی جامعہ دارالعلوم کراچی

''مصنف مذکور کو اپنے اس طرزِ عمل سے مکمل طور پر اجتناب کر کے سنجیدہ علمی انداز میں گفتگو کرنا چاہیے اور اپنے اس گذشتہ فعل پر توبہ و استغفار کرنی چاہیے۔ عام مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس کتاب کے مطالعہ سے اجتناب کریں اور اُسی رائے پر قائم رہیں جو جمہور محدثین کرام کی قائم کردہ ہے کہ بخاری شریف اصح الکتب بعد کتاب اللہ (قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ معتبر کتاب) ہے''۔

واللہ تعالیٰ اعلم
اعجاز احمد عفی اللہ عنہ
دار الافتاء دار العلوم کراچی
۲۷/۱۲/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد تقی عثمانی عفی عنہ
۲۸-۱۲-۲۸ھ

الجواب صحیح
رفیع علی ربانی
۲۸ ذوالحجہ ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح
بندہ محمود اشرف غفر اللہ
۲۹/۱۲/۱۴۲۸ھ

دار الافتاء

فتوی دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

''مؤلف مذکور اپنے اس اقدام میں انتہائی ضال، مضل ہے، لہٰذا اس پر لازم ہے کہ فوراً اپنی اس ضد اور گمراہی سے رجوع کرے اور امام بخاری رحمہ اللہ جیسے عظیم امام حدیث اور ولی اللہ کے بارہ میں جو یاوہ گوئی اور بہتان تراشی اس کتاب میں کی ہے اس پر صدق دل سے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ و استغفار کرے۔ ورنہ "من آذی لی ولیًا فقد أذنته بالحرب" اور "من شذّ شذّ فی النار" کے بموجب سخت خطرہ ہے کہ اس کا خاتمہ بالخیر نہ ہو............ اور جو شخص مؤلف مذکور یا اس جیسے عقائد رکھنے والے لوگوں کے ساتھ تعلق رکھے، اُن کے اِن نظریات کو درست سمجھے یا مؤلف کی اس کتاب کی نشر واشاعت میں کسی طرح حصہ لے اس کا بھی یہی حکم ہے۔ واللہ ولی الأمر وهو الموفق"

بندہ سید عابد شاہ
دارالافتاء والارشاد، کراچی
۱۸/۱/۲۹ھ

الجواب صحیح

الجواب صحیح
محمد عبد اللہ
دارالافتاء والارشاد کراچی
۱۸ صفر ۱۴۲۹ھ

فتوی جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

''احمد سعید خان ملتانی صحیح احادیث کی غلط تشریحات وتاویلات کرنے کی بناء پر ''زندیق'' ہو چکا ہے، اور اب اس کا نہ اہل سنت والجماعت سے بلکہ اسلام سے ہی کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔ لہٰذا تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ احمد سعید ملتانی سے کسی قسم کا نہ تو کوئی تعلق رکھیں اور نہ ہی اس کی کتاب کو صحیح سمجھ کر مطالعہ کریں۔ اگر ایسا کریں گے تو انکے ایمان بھی خطرے میں پڑ سکتے ہیں''۔

دار الافتاء
جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

کتبہ
سید سہیل
متخصص فی الفقہ الاسلامی
جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
۲۴ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ
۲۷ جولائی ۲۰۰۸ء

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

الجواب صحیح
محمد انعام الحق

الجواب صحیح
محمد عبد القادر

رائے گرامی مفتی محمد زر ولی خان صاحب مدظلہ، کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

MUHAMMAD ZAR VALI KHAN
FOUNDER & CHANCELLOR OF JAMIA KHADIM-UL-HADITH-WAL-TAFSEER-WAL-IFTA, AL JAMIA-TUL-ARABIA AHASAN-UL-ULOOM GULSHAN-E-IQBAL, BLOCK - 2, KARACHI PAKISTAN.
TELPHONE : 468210 - 4968356

محمد زر ولی خان عفا اللہ تعالیٰ عنہ
مؤسس ورئيس الجامعة العربية لأحسن العلوم
وخادم الحديث والتفسير والافتاء بها والخطيب بمسجد الجامع الأحسن
منطقة جلشن اقبال رقم ٢، كراتشي، باكستان
الهاتف: ٤٦٨٢١٠ - ٤٩٦٨٣٥٦

DATE 22-11-07

تاریخ ۱۲ ذوالقعدہ ۱۴۲۸ھ

"محترم ومکرم حضرت مولانا عبدالسلام صاحب دامت برکاتھم وزیدت عنایتکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، دشمنِ دین کی کتاب جناب والا کے توسط سے ملی۔ مطالعہ جاری ہے اللہ تعالیٰ ان اعداءِ دین اور عناصر خبیثہ کے شر اور مفاسد سے دین اسلام اور مسلمانوں کو محفوظ فرمائے۔ یہ فتنہ انکار حدیث کے لوگ ہیں جو مختلف شکلوں میں نظر آتے ہیں۔"

والسلام
خادم علم التفسیر
محمد زر ولی خان عفا اللہ عنہ

﴿فتوی جامعہ اشرفیہ، مسلم ٹاؤن، لاہور﴾

’’یہ شخص (احمد سعید) منکر حدیث، بدعتی اور گمراہ اعظم ہے۔ اس کی تقریر وتحریر سننا، پڑھنا جائز نہیں اور اس کی اقتداء میں نماز بھی جائز نہیں ہے۔ اور جن لوگوں نے اس کتاب کی اشاعت کی ہے ان کا بھی یہی حکم ہے کہ ان کی اقتداء میں نمازیں ناجائز اور ان کے اداروں کو چندہ دینا بھی ناجائز کہ اس گمراہی کی اشاعت کا ذریعہ بننا لازم آئیگا۔ اہل حق علماء کرام کے ذمہ لازم ہے تحریر وتقریر کے ذریعہ ان لوگوں کی گمراہی سے لوگوں کو آگاہ کریں تاکہ امت گمراہی اور ان کے جال سے بچ سکے۔ واللہ الموفق والمعین‘‘

فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد ...

خادم دار الافتاء جامعہ ... لاہور

۱۱ ذیقعدہ ۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح

حمید اللہ ...

فتوی جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

''علامہ احمد سعید خان ملتانی کی کتاب سے جو اقتباسات نقل کیے گئے ہیں یہ ارسال کردہ کتاب میں موجود ہیں۔ یہ شخص محدثین عظام اور امام بخاریؒ اور بظاہر امام الانبیاء کی شان اقدس میں توہین کا مرتکب ہو چکا ہے۔ مگر کتاب کی تصنیف سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ آپ بذات خود آنحضرتؐ کی توہین نہیں کر رہا بلکہ امام بخاریؒ کے ذمہ لگا رہا ہے۔ اس لئے یہ شخص صریح کافر تو نہیں۔ مگر اسکے ساتھ متعلقہ احادیث سے ضمناً انکار بھی معلوم ہوتا ہے اس لئے یہ شخص ضال مضل ہے اس کو اپنے کیئے پر علانیہ توبہ اور استغفار کرنا چاہئے اور احتیاطاً تجدید ایمان اور تجدید نکاح بھی کر لینا چاہئے۔''

مختار اللہ حقانی

مفتی ومدرس

جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ

خادم دار الافتاء دار العلوم حقانیہ

﴿فتوی جامعہ عثمانیہ پشاور﴾

Mufti Ghulam Ur Rahman
Khadim-e-Ulum-e-Nabvi & Darul Ifta
Jamia Usmania Peshawar.

مفتی غلام الرحمٰن
خادم علوم نبوی و دارالافتاء
جامعہ عثمانیہ پشاور

Date: 16/1/2008
Ref No. 321

باسمہ تعالیٰ

"قرآن مقدس اور بخاری محدث" نامی کتابچہ دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف کسی ایسے خودساختہ نظریہ کا داعی ہے جو امام بخاریؒ کی کسی روایت کی وجہ سے ناکامی کا شکار ہو رہا ہے جس کی وجہ سے وہ بخاری کے بارے میں جمہور امت کی متفقہ رائے سے انحراف کر کے انفرادیت کے میدان میں حیران و پریشان ہو کر امام بخاریؒ پر سب و شتم کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں۔ موصوف جن خرافات کا سہارا لے رہا ہے یہ کوئی نئی باتیں نہیں بلکہ منکرین حدیث کے دجل و تلبیس کی وہ کہانی ہے جس پر فتنۂ انکار حدیث کی خودساختہ عمارت کھڑی ہے۔ منکرین حدیث کبار محدثین اور صحابہ کرام کی عظمت سے انکار کر کے ان پر سب و شتم کرا کے لوگوں کو احادیث سے بدظن کرانے کی مذموم کوشش کر رہے ہیں۔

زیر نظر کتاب بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے اگر آج وہ امام بخاریؒ اور امام زہریؒ پر سب و شتم کر کے لوگوں کو "اصح الکتب بعد کتاب اللہ" سے بدظن کرا رہے ہیں تو وہ وقت دور نہیں کہ موصوف حدیث سے انکار کر کے صرف قرآن پر اکتفا کی دعوت کا علمبردار بن کر منکرین حدیث کا حق حلال وکیل بن سکتا ہے۔ ایسے خودساختہ نظریات سے امت کی وحدت کا شیرازہ بکھر سکتا ہے اس لیے ایسے لوگوں سے اجتناب کیا جائے۔

واللہ اعلم

مفتی غلام الرحمٰن

رئیس دارالافتاء جامعہ عثمانیہ پشاور

﴿فتوی جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ صدر راولپنڈی﴾

’’مذکورہ کتاب کے مصنف ان حوالہ جات کی رو سے کم سے کم ضال و مضل تو ہیں ہی اور کفر کا بھی خوف ہے۔ان پر ایمان اور نکاح کی تجدید لازم ہے اور توبہ بھی ضروری ہے۔اور ایسے شخص کی امامت بھی جائز نہیں ہے۔‘‘ فقط

واللہ تعالی اعلم

محررہ ۔ محمد آفتاب عاصم

۲۸-۱۱-۱۴۲۸ھ — الوار

فتوی دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی

''امام بخاری سمیت تمام محدثین کو مجروح اور راویوں کو ملعون کہنے کی وجہ سے صاحبِ رسالہ فاسق وفاجر ہے، ضال ومضل ہے، اس کا علماء دیو بند اور اہل السنۃ والجماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے..................عوام الناس کیلئے اس رسالہ کا مطالعہ کرنا صحیح نہیں ہے، موجب ضلالت ہے، عوام کو اس سے احتراز کرنا ضروری ہے''۔

فقط واللہ اعلم
ریاض احمد
دار الافتاء تعلیم القرآن راولپنڈی
۱۸/۱۱/۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح
بندہ ضیاء الرحمن عفی عنہ
دار الافتاء تعلیم القرآن راولپنڈی

﴿فتوی دارالعلوم دیوبند﴾

دارالافتاء دارالعلوم دیوبند
DARUL IFTA DARUL-ULOOM, DEOBAND
Pin - 247554 U. P. India
E-mail: mohtamim@darululoom-deoband.com

التاریخ ________ حوالہ ________

مکتوب ۱۲۳ بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعون اللہ وباللہ التوفیق! حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ "قرآن مقدس اور بخاری محدث" نامی کتاب دارالافتاء کو برائے اظہار رائے موصول ہوئی۔ یہ کتاب احمد سعید خان صاحب ملتانی کی ہے۔ یہ کتاب اور اس کے مرسلہ اقتباسات پڑھے۔ یہ کتاب انتہائی گمراہ کن ہے۔ جگہ جگہ اس میں احادیث نبویہ کا استہزاء، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کی تضحیک وتکذیب کی گئی ہے، اور حضرت امام بخاری رحمہ اللہ، صحیح بخاری کے رواۃ کی برائی کی آڑ میں احادیث کو قرآن کے مخالف اور عقل کے خلاف کہہ کر صحیح احادیث کا انکار کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کو خلاف واقعہ، غلط اور جھوٹا کہنا، آپ پر الزام تراشی کرنا، آپ کے کردار کو نازیبا الفاظ میں پیش کرنا، جگہ جگہ احادیث میں شک پیدا کرنا، و نیز خلاف حقیقت ظاہر کرنا، اور ان کو مجوسی بتانا مصنف کتاب کی گمراہی کی واضح دلیل ہے۔ اور مصنف نے چالاکی یہ کی ہے کہ براہ راست احادیث نبویہ کا انکار نہیں کیا بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ اور ان کے راویوں پر سارا الزام رکھ کر احادیث کے مضامین کی تردید اور ان کا استہزاء کیا ہے۔

علاوہ ازیں مصنف نے وہ چیزیں جو وحی کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ وحی الٰہی سے معلوم ہو سکتی ہیں۔ ان میں بھی محض حس محض کو دخل دیا ہے اور ہر جگہ عقل کے گھوڑے دوڑائے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ صراط مستقیم سے ہٹ گئے ہیں، اور ضلالت و گمراہی کے گڑھے میں، اور بد عقیدگی کی دلدل میں پھنس گئے ہیں۔ مزید برآں مصنف میں ذخیرۂ احادیث سے لاعلمی اور کج فہمی بھی پائی جاتی ہے —

زبان غیر شستہ اور سوقیانہ ہے، بازاری الفاظ کا استعمال کیا ہے۔ ایسا شخص اہل سنت والجماعۃ سے خارج ہے۔ خود بھی گمراہ ہے۔ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے۔ وہ دیوبندیت سے اور اہل حق سے کوسوں دور ہے، ایسے گمراہ شخص کو اپنے جلسوں میں دعوت دینا

۲

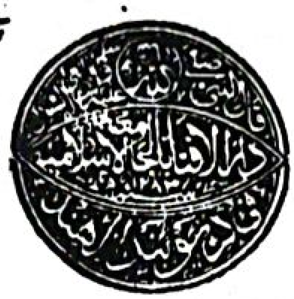
کتبہ حبیب الرحمن عفا اللہ عنہ
مفتی دار العلوم دیوبند
یکم رجب ۱۳۳۹ھ

الجواب صحیح
[illegible]

الجواب صحیح
[illegible]

الجواب صحیح
[illegible]

الجواب صحیح
[illegible]



فہرست مراجع

۱۔القرآن الکریم

۲۔تفسیر القرطبی: لابی عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی المتوفی ۶۷۱ھ۔

۳۔تفسیر الطبری: لابی جعفر محمد بن جریر بن یزید بن خالد الطبری المتوفی ۳۱۰ھ

۴۔تفسیر ابن کثیر: لابی الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی المتوفی ۷۷۴ھ

۵۔تفسیر الجلالین: لجلال الدین محمد بن احمد المحلی المتوفی ۸۶۴ھ وجلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ

۶۔تفسیر الکشاف: لابی القاسم جار اللہ محمود بن عمر بن محمد الزمخشری المتوفی ۵۳۸ھ

۷۔تفسیر المظہری: للقاضی محمد ثناء اللہ العثمانی الحنفی النقشبندی الپانی پتی المتوفی ۱۲۲۵ھ

۸۔تفسیر معالم التنزیل: لابی محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی ۵۱۶ھ

۹۔تفسیر الصاوی علی الجلالین: للعلامۃ احمد بن محمد الصاوی المصری المالکی المتوفی ۱۲۴۱ھ

۱۰۔تفسیر لباب النقول فی اسباب النزول: للسیوطی المتوفی ۹۱۱ھ

۱۱۔تفسیر البیضاوی: للقاضی عبدالرحمن بن عمر البیضاوی المتوفی ۶۸۵ھ

۱۲۔تفسیر الدر المنثور: للسیوطی المتوفی ۹۱۱ھ

۱۳۔تفسیر الجواہر الحسان: لعبدالرحمن بن محمد بن مخلوف الثعالبی

۱۴۔تفسیر فتح القدیر: لمحمد بن علی بن محمد الشوکانی المتوفی ۱۱۷۳ھ

۱۵۔تفسیر زاد المسیر فی علم التفسیر: لعبدالرحمن بن علی بن محمد الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ

۱۶۔تفسیر روح المعانی: لابی الفضل محمود الالوسی الحنفی البغدادی المتوفی ۱۲۷۰ھ

۱۷۔تفسیر معارف القرآن: للمفتی محمد شفیع عثمانی المتوفی۔۔۔

۱۸۔تفسیر عثمانی: للعلامہ شبیر احمد عثمانی المتوفی۔۔۔

۱۹۔ تفسیر جواہر القرآن: شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان المتوفی ۱۹۸۰ء

۲۰۔ خزائن العرفان: مولانا نعیم الدین مرادآبادی المتوفی ۔۔

۲۱۔ ترجمہ وتفسیر: مولانا محمد جونا گڑھی ومولانا صلاح الدین یوسف

۲۲۔ صحیح بخاری: لابی عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم الجعفی البخاری المتوفی ۲۵۶ھ

۲۳۔ صحیح مسلم: لابی الحسین مسلم بن حجاج القشیری النیسابوری المتوفی ۲۶۱ھ

۲۴۔ جامع الترمذی: لابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ السلمی الترمذی المتوفی ۲۷۹ھ

۲۵۔ سنن النسائی: لابی عبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی المتوفی ۳۰۳ھ

۲۶۔ سنن ابی داود: لابی داود سلیمان بن الاشعث بن شداد الازدی السجستانی المتوفی ۲۷۵ھ

۲۷۔ سنن ابن ماجہ: لابی عبداللہ محمد بن یزید الربعی القزوینی المتوفی ۲۷۳ھ

۲۸۔ مسند احمد: لابی عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی المتوفی ۲۴۱ھ

۲۹۔ مؤطا مالک: لابی عبداللہ مالک بن انس بن مالک الاصبحی المدنی المتوفی ۱۷۹ھ

۳۰۔ سنن الدارمی: لابی محمد عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی السمرقندی المتوفی ۲۵۵ھ

۳۱۔ سنن الدارقطنی: لابی الحسن علی بن عمر الدارقطنی البغدادی المتوفی ۳۸۵ھ

۳۲۔ شرح معانی الاثار: لابی جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی المتوفی ۳۲۱ھ

۳۳۔ مسند الامام الاعظم: للامام ابی حنیفۃ النعمان بن ثابت الکوفی المتوفی ۱۵۰ھ

۳۴۔ مؤطا محمد: للامام ابی عبداللہ محمد بن الحسن بن الفرقد الشیبانی المتوفی ۱۸۰ھ

۳۵۔ فتح الباری: لابی الفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ

۳۶۔ شرح النووی علی مسلم: لابی زکریا یحییٰ بن شرف النووی المتوفی ۶۷۶ھ

۳۷۔ تحفۃ الاحوذی: لابی العلاء محمد عبدالرحمن بن عبدالرحیم المبارکفوری المتوفی ۱۳۵۳ھ

۳۹۔ شرح النسائی: لابی عبدالرحمن عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ

۴۰۔ حاشیۃ السندی علی النسائی: لابی الحسن نورالدین بن عبدالهادی السندی المتوفی ۱۱۳۸ھ

۴۱۔عون المعبود: لابی الطیب محمد شمس الحق العظیم آبادی

۴۲۔حاشیۃ السیوطی علی ابن ماجہ للسیوطی المتوفی ۹۱۱ھ

۴۳۔المنتقی شرح المؤطا: لابی محمد عبداللہ بن علی بن الجارود النیسابوری المتوفی ۳۰۷ھ

۴۴۔مقدمہ فتح الباری: لابن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ

۴۵۔رسالۃ فی الجرح والتعدیل: لابی محمد عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری المتوفی ۶۵۶ھ

۴۶۔تدریب الراوی: للسیوطی المتوفی ۹۱۱ھ

۴۷۔التعدیل والتجریح: لابی الولید سلیمان بن خلف بن سعد الباجی المتوفی ۴۷۴ھ

۴۸۔تھذیب الکمال: لابی الحجاج یوسف بن الزکی عبدالرحمن المزی المتوفی ۷۴۲ھ

۴۹۔تھذیب التھذیب: لابن حجر العسقلانیؒ المتوفی ۸۵۲ھ

۵۰۔تقریب التھذیب (ایضاً)

۵۱۔میزان الاعتدال فی نقد الرجال: لشمس الدین محمد بن احمد الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ

۵۲۔الکاشف (ایضاً)

۵۳۔الثقات: لابی حاتم محمد بن حبان التمیمی البستی المتوفی ۳۵۴ھ

۵۴۔الجرح والتعدیل: لابی محمد عبدالرحمن بن ابی حاتم الرازی المتوفی ۳۲۷ھ

۵۵۔رجال صحیح البخاری: لابی نصر احمد بن محمد بن حسین البخاری الکلابذی المتوفی ۳۹۸ھ

۵۶۔المبسوط: لابی بکر محمد بن سہل السرخسی المتوفی ــــــــــــ

۵۷۔تنویر الابصار: شیخ الاسلام محمد بن عبداللہ بن احمد التمرتاشی الغزی المتوفی ۱۰۰۶ھ

۵۸۔الدر المختار: للشیخ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد بن علی الحصکفی المتوفی ۱۰۸۸ھ

۵۹۔رد المحتار: للعلامۃ محمد امین ابن عابدین الشامی المتوفی ۱۲۵۲ھ

۶۰۔التحریر المختار: للعلامۃ عبدالقادر الرافعی الحنفی المصری المتوفی ۱۳۲۳ھ

۶۱۔الھدایۃ: لابی الحسن علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ

٦٢۔فتح القدیر:للعلامة کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الھمام التوفی ٨٦١ھ

٦٣۔کنز الدقائق:لابی البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی التوفی ٧١٠ھ

٦٤۔الفتاوی الھندیة: للشیخ نظام وجماعة من علماء الھند الاعلام

٦٥۔الفتاوی التتارخانیة:للعلامة عالم بن العلاء الانصاری الاندرپنی الدھلوی التوفی ٧٨٦ھ

٦٦۔غنیة المستملی شرح منیة المصلی المعروف بشرح الکبیر: للشیخ ابراھیم الحلبی التوفی ٩٥٦ھ

٦٧۔المحلی:لابی محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الظاھری التوفی ٤٥٦ھ

٦٨۔المدونة الکبریٰ:للامام ابی عبداللہ مالک بن انس المدنی التوفی ١٧٩ھ

٦٩۔اختلاف العلماء:لابی عبداللہ محمد بن نصر المروزی التوفی ٣١٨ھ

٧٠۔الاوسط:لابی بکر محمد بن ابراھیم بن المنذر النیسابوری التوفی ٢٩٤ھ

٧١۔بدایة المجتھد ونھایة المقتصد:لابی الولید محمد بن احمد بن محمد بن رشد القرطبی التوفی ٥٩٥ھ

٧٢۔نیل الاوطار:لمحمد بن علی بن محمد الشوکانی التوفی ١٢٥٥ھ

٧٣۔الطبقات:لابی عبداللہ محمد بن سعد الھاشمی التوفی ٢٣٠ھ

٧٤۔تاریخ الطبری:لابی جعفر محمد بن جریر الطبری التوفی ٣١٠ھ

٧٥۔السیرة النبویة:لابی محمد عبدالملک بن ہشام الحمیری التوفی ٢١٣ھ

٧٦۔القراءة خلف الامام:لابی عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری التوفی ٢٥٦ھ

٧٧۔القراءة خلف الامام:لابی بکر احمد بن الحسین بن علی البیھقی التوفی ٤٥٨ھ

٧٨۔فضائل سورة الاخلاص:لابی محمد الحسن بن ابی طالب الخلال التوفی ٤٣٩ھ

٧٩۔الاتقان: جلال الدین السیوطی التوفی ٩١١ھ

٨٠۔البرھان فی علوم القرآن:لابی عبداللہ محمد بن بھادر بن عبداللہ الزرکشی التوفی ٧٩٤ھ

٨١۔مختصر المعانی:للعلامة سعد الدین مسعود بن عمر بن عبداللہ التفتازانی التوفی ٧٩٢ھ

٨٢۔خیر الفتاوی: مفتیان خیر المدارس ملتان

۸۳۔تقریر بخاری شریف: شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ المتوفی ۔۱۴۰۲۔
۸۴۔درس ترمذی غیر مطبوعہ: مفتی نظام الدین شامزی شہیدؒ المتوفی ۔۔۔۔۔۔
۸۵۔الفوز الکبیر: لابی الفیاض احمد المعروف بالشاہ ولی اللہؒ المتوفی ۱۱۷۶ھ
۸۶۔المنجد: ڈاکٹر لویس معلوف المتوفی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔
۸۷۔مصباح اللغات: مولانا عبد الحفیظ بلیاوی
۸۸۔التوضیح: لصدر الشریعۃ الاصغر عبید اللہ بن مسعود المحبوبی المتوفی ۷۴۷ھ
۸۹۔التلویح: للعلامہ سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی المتوفی ۷۹۲ھ
۹۰۔شرح مائۃ عامل: للشیخ عبد القاہر الجرجانی المتوفی ۴۷۱ھ
۹۱۔تیسیر المنطق: مولانا محمد عبد اللہ گنگوہی المتوفی ۱۳۳۹ھ
۹۲۔صفۃ المنافق: لجعفر بن محمد بن الحسن الفریابی المتوفی ۳۰۱ھ
۹۳۔تعلیم الاسلام: مفتی کفایت اللہ دہلوی
۹۴۔لطائف رشیدیہ: مولانا رشید احمد گنگوہی المتوفی ۱۳۲۳ھ
۹۵۔تنسیق النظام فی مسند الامام: للشیخ محمد حسن السنبھلی
۹۶۔تحفہ اثنا عشریہ: شاہ عبد العزیز محدث دہلوی المتوفی ۔۔۔۔۔۔
۹۷۔سیرت عائشہ: سید سلمان ندوی
۹۸۔دمدمۃ الجود علی دندنۃ الیھود: احمد سعید چتروڑی ملتانی
۹۹۔خس کم جہاں پاک: پروفیسر محمد افضل ضیاء المعروف محمد الفھاد گجرات
۱۰۰۔دستور اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان۔ وغیر ذالک۔

☆☆☆☆☆

خصوصیات کتاب

☆ جواب سے پہلے ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' سے مکمل اعتراض کو من وعن نقل کیا گیا ہے، اس طرح پوری کتاب ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' اس کتاب کے اندر آ گئی ہے ☆ جواب کے شروع میں اعتراض کردہ حدیث کا متن باحوالہ و باترجمہ پیش کیا گیا ہے ☆ رواۃِ حدیث پر جرح کی صورت میں حدیث کے ساتھ اسکی سند پیش کر کے سند کے ہر راوی کا تعارف، اُسکا طبقہ اور اُسکی جرح وتعدیل، معتبر کتبِ اسماء الرجال سے پیش کی گئی ہے ☆ اعتراضات کے تحقیقی جوابات دیئے گئے ہیں ☆ ضمنی نکات کے بھی تسلی بخش جوابات دیئے گئے ہیں ☆ اعتراض کردہ حدیث کی دیگر کتبِ حدیث سے تخریج کر دی گئی ہے تا کہ واضح ہو جائے کہ اِس کا انکار، بخاری کا انکار نہیں بلکہ حدیثِ رسول ﷺ کا انکار ہے ☆ ہر بات مستند حوالوں سے پیش کی گئی ہے ☆ شروع میں انتہائی وقیع، پر مغز، چشم کشا اور بصیرت افروز مقدمہ شامل کیا گیا ہے ☆ مقدمہ کے بعد امام بخاریؒ اور صحیح بخاری کا ضروری تعارف دیا گیا ہے جس میں خاص طور پر ان کے بارے میں ائمۂ فن کے اقوال وآراء کو نقل کیا گیا ہے ☆ جگہ جگہ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ کے ساتھ اُن کے ''شاگرد'' کا موازنہ کیا گیا ہے ☆ واضح اغلاط پر علمی انداز میں مضبوط گرفت کی گئی ہے۔

☆ ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' اور اس کے مؤلف کے بارے میں ملک کے نامور دارالافتاؤں کے فتاویٰ جات بھی شاملِ اشاعت کئے گئے ہیں۔ وغیرذالک

ناشر

مدرسہ مفتاح العلوم نزد جامع مسجد مدنی کوٹلہ جام، بھکر۔ پنجاب۔ پاکستان

E-mail: miftah_ul_uloom@yahoo.com

0333-8050941

الھادی للنشر والتوزیع

۳۸۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور۔

فون 042 37361473 موبائل 0300-6609226

ای میل alhaadi38@gmail.com